۶۸۶

وَقُل رَّبِّ زِدْنِی عِلْمًا

فضل خدا رسالہ ماہوار صحیفہ مشہور ملقب بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالحوادث الجدیدہ
تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ
ملفوظات خیرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی
صاحب مدظلہ است بر کل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است
کہ لقب صحیفہ مشیر است بتبرک بنام نامیش نیز و خامسہا الاشتات از تحقیقات نادرہ دیگر اہل فضل

عدد (۱) بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ جلد (۳)

بادارۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

این صحیفہ کا مدد شد امداد نام		یافت ز امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالۃ الامداد بابت رجب المرجب ۱۳۳۵ھ

بہ برکت دعاء حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہو

(نائب مدیر)

بزرگوں کے حسب خواہش کام ہو جانے سے حق تعالیٰ کا ان کے کہنے میں ہونا لازم نہیں آتا

مگر اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اللہ میاں ان کے کہنے میں ہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ حضرات خود حق تعالیٰ کے کہنے میں ہیں اور یہ اسی کی برکت ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ کبھی کبھی ان کے کہنے کے خلاف بھی کر دیتے ہیں اور کسی کا تو کیا منہ ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دعائیں کیں ان میں سے دو قبول ہوئیں اور ایک نامنظور ہوئی سو اس سے سمجھ لیجئے کہ جب حضور کی دو دعائیں منظور اور ایک نامنظور ہوئی تو اور کون ہوگا جس کا کہنا ہو جاوے اور میں اس مضمون کو کہتا بھی نہ مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو مجھے چھپانے کی کیا ضرورت ہے غرض آپ فرماتے ہیں اللھم ادر الحق معہ حیث دار اور یہ فی کبھی کبھی ہوتا ہے اور غالب تو یہ ہوتا ہے کہ وہ حق کے ساتھ ہوتے ہیں اور خداوند تعالیٰ ان کے ذہن میں ادراک پیدا کر دیتے ہیں کہ خلاف حق چلتے ہی نہیں غرض ان کو مرتبہ محبوبیت کا عطا ہوتا ہے جس سے وہ خرق نہیں کرتے یہ وجہ ہوتی ہے صاحب حال کی ترقی و استقامت کی۔

خلاصہ طریق قرب

پس علم و عمل و حال کا جمع کرنا یہ طریقہ ہے قرب و رضا کا جو کہ بہت بڑی دولت ہے کیونکہ دولت کا مقصود راحت قلب ہے تو اس سے بڑھکر اور کیا راحت ہوگی کہ اس کا محبوب حقیقی اس سے راضی ہو اور قریب ہو یہ راحت کسی کو بھی نصیب نہیں بلکہ اس دولت میں تو اگر کچھ محنت بھی ہوتی تو اس پر بھی راضی ہوتے۔

اہل اللہ کو کلفت و مصیبت میں بھی بوجہ قرب و رضا حق کے راحت ہوتی ہے

چنانچہ کبھی ایسی حالت ابتلاء گر پیش آتی ہے تو قانع ہوتا ہے اس وقت انکی یہ حالت ہوتی ہے

۱۶۷

دمادم شراب الم درکشند	دگر تلخ بینند دم درکشند

لوگ جسکو کلفت سمجھتے ہیں وہ اسکو بھی راحت سمجھتا ہے مجنون کو اس کے اقارب خانہ کعبہ میں لیگئے اور کہا کہ کہہ اللھم ارحمنی من لیلی وحبہا تو وہ کہتا ہے اللھم زدنی حب لیلی اور یہ شعر پڑھا ؎

الٰہی تبت من کل المعاصی	الیک فقد تکاثرت الذنوب
فاما من ھوی لیلے و ترکی	زیارتہا فانی لا اتوب

غور کرو کہ عورت کی محبت میں یہ حالت تھی اب مولانا کا قول سنو فرماتے ہیں ؎

عشق مولیٰ کے کم از لیلے بود	گوئے گشتن بہر او اولے بود

یعنی کیا خدا تعالیٰ کی محبت لیلے کی محبت سے بھی کم ہوگی ہرگز نہیں تو اب غور کیجئے کہ وہ کیسی لذت کی ہوگی پس معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کا قرب بڑی دولت ہے۔

جو لوگ خدا تعالیٰ کو چھوڑ دیتے ہیں در حقیقت مصیبت میں وہ ہیں

اور یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ جو لوگ خدائے تعالیٰ کو چھوڑ بیٹھے ہیں وہ بڑی مصیبت میں ہیں گو ان کے پاس اموال و اولاد بھی ہو اسی کو خدا تعالیٰ فرماتے ہیں انما یرید اللہ ان یعذبھم بھا فی الدنیا وتزھق انفسھم وھم کافرون حقیقت میں اگر غور کرکے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ جنھوں نے دنیا کو قبلہ و کعبہ بنا رکھا ہے وہ کسقدر مصیبت میں ہیں عیش کے ذرائع سوچتے اور جمع کرتے ساری عمر گذر گئی اور کھانے پینے کو وہی چار چپاتیاں اور تین کپڑے ہی ملے جو کہ سبکو ملتے ہیں اور پھر لطف یہ کہ اس قدر انہماک کے بعد بھی ذرائع عیش نصیب نہ ہوئے اور غضب یہ کہ آجتک بھی اسکا احساس نہیں ہوا اب تک بھی وہی ترقی کی تعلیم دیجاتی ہے اور اگر پورا عیش حاصل ہو بھی گیا تو یہ کیا عیش ہے کہ خوب کھالیا اگر یہی عیش ہے تو بیل کو سب سے زیادہ عیش میسر ہے کہ اسکو نہ گذشتہ کل کی یاد نہ آئندہ کل کی فکر اسکی برابر سلطان بھی عیش میں نہیں غرض محض بے فکری سے کھالینا کوئی عیش نہیں۔

عیشِ حقیقی کی حقیقت

عیش یہ ہے کہ نہ ماضی کی فکر ہے نہ مستقبل کا اندیشہ بس وہ ابن الحال ہے کہ جو اسپر گذرتا ہے سبکو خوشی سے برداشت کرتا ہے اور اسکو نعمت سمجھتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں ؎ صوفی ابن الحال باشد اے رفیق۔ یعنی جو حالت اسپر طاری ہو وہ اسی میں راضی ہے اور یہ کہتا ہے ؎ ہرچہ از دوست میرسد نیکوست۔ اگر طیش بھی ہو تو عیش ہی ہے اور اسپر کچھ تعجب نہ کیجئے دیکھئے اگر ایک مدت کے بعد محبوب سے ملاقات ہو کہ دیکھکر حیرت زدہ رہجائے نہ بات کی ہمت ہو نہ سلام کی جرأت اور اسی حالت میں محبوب اسپر رحم کرے اور اسکو سینہ سے لگالے اور خوب دبا دے کہ اسکا دم نکلنے لگے اور اسی حالت میں اسکا کوئی رقیب آجائے اسکو دیکھکر محبوب دریافت کرے کہ اگر تمکو تکلیف ہو رہی ہو تو میں تمکو چھوڑ کر اس کو دبانے لگوں تو اسوقت کیا کہے گا کیا یہ تکلیف اس کو محسوس ہوگی اور کیا اسکی وجہ سے وہ محبوب کے علیحدہ ہونے پر راضی ہوگا کبھی نہیں بلکہ وہ یہ کہے گا ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت	سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور یہ کہے گا ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے	یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

تو جب آدمی کی محبت میں یہ حالت ہے تو حق تعالیٰ کی محبت میں کیا عالم ہوگا بقول سعدیؒ ؎

عجب داری از سالکان طریق	کہ باشند در بحر معنیٰ غریق

اور ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ؎

ناخوش تو خوش بود بر جان من	دل فدائے یار دل رنجان من

اور وہ یوں کہتے ہیں ؎

بس زبون وسوسہ باشی دلا	گر طلب را باز دانی از بلا

یعنی اگر طلب اور بلا میں فرق کیا تو تم طالب خدا نہیں بلکہ طالب مخلوق ہو ایک مخلوق کو چھوڑ کر دوسری مخلوق کو لیا ہے جس نے اسکی حقیقت سمجھ لی اسکی برابر کوئی دولتمند نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ بہت بڑی دولت ہے۔

مذکورہ عیش والوں کا ترحم بے عیشوں پر

جو اس سے محروم ہو وہ محروم بھی ہے مرحوم بھی ہے محروم ہونا تو ظاہر ہی ہے اور مرحوم اسلئے کہ اہل اللہ کو اسپر رحم بھی آتا ہے ہاں اگر باغی ہو تو اسپر ان کو رحم نہیں آتا لیکن اگر باغی نہو بلکہ گنہگار ہو تو ان حضرات کو اسپر بہت رحم آتا ہے اور وہ اسکو ذلیل نہیں سمجھتے کیونکہ جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی شان یہ ہے ؎

گنہ آمرز رندان قدح خوار ۔ بطاعت گیر پیران ریاکار

کسی نے خوب کہا ہے ؎

غافل مرو کہ مرکب مردان مرد را ۔ در سنگلاخ بادیہ پیہا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رندان بادہ نوش ۔ ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

دوسرے کہتے ہیں ؎

گناہ اگرچہ ~~عفو~~ و رحمت ست اے شیخ ۔ مبین بچشم حقارت گنہگاراں را

یعنی حقیر نہ سمجھو البتہ قابل رحم سمجھو اور وہ برتاؤ کرو جیسے کہ تمہارا بیٹا بیمار ہو جائے اور اس کے ساتھ تم برتاؤ کرتے ہو دیکھو اگر وہ تمہیں ہنگ بھی دے تو تمکو غصہ نہیں آتا بلکہ رحم آتا ہے تو مسلمان وہ ہے کہ مسلمان کی حالت پر آنسو بہادے نہ یہ کہ ان کو ذلیل و حقیر سمجھے اور برا بھلا کہے ؎ تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد ۔ اور اگر اصلاح کی امید نہ رہے تو خدا کے سپرد کرو اور دعا کرو یہ ہے اسلامی شان آجکل ذرا سی بات میں وہابیت اور بدعت کا الزام لگا دیا جاتا ہے صاحبو کسی کی بدعت کسی کی وہابیت حضور کے احکام میں بعض مختلف فیہ بھی ہیں کوئی کسی کی طرف گیا کوئی کسی کی طرف تو اس کے لئے لڑتے کیوں ہو اور اگر کوئی مسئلہ متعین الصواب ہے اور اسمیں کسی کو لغزش ہے تو اس کے غیر کیلئے دعا کرو خوب کہا ہے ؎

گر این مدعی دوست بشناختے ۔ بہ پیکار دشمن نہ پرداختے

دیکھو اگر مجلس میں محبوب بھی ہو اور اس نے اجازت دیدی ہو کہ میری طرف دیکھو اور تم اس کی طرف دیکھنے میں مشغول ہو کہ اتنے میں ایک شخص آکر اسکی انگلی کو چھو دے اب بتاؤ کہ وہ کیا کریگا کیا محبوب کیطرف سے نظر ہٹا کر اس شخص کو دیکھنے لگے گا یا اس سے الجھنا شروع کر دیگا تو محبوب سے حرمان ہوگا اور یہ توجہ و استغراق اسی وقت ہوگا کہ دوست کو پہچانے اسی کو کہتے ہیں ؎

گر ایں مدعی دوست بشناختے	بہ پیکار دشمن نہ پرداختے

اگر ادھر متوجہ ہوتا تو یہ نوبت کیوں آتی۔

حکایت۔ حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم سے کوئی مناظرہ کرے تو تم کبھی مناظرہ نہ کرو اس سے دل سیاہ ہوتا ہے میں عوام میں سے جسکو بیعت کرتا ہوں اس سے یہ بھی کہتا ہوں کہ بدعت کو چھوڑو لیکن بدعتی لوگوں سے مت لڑو خدا تعالیٰ تم سے یہ نہ پوچھے گا کہ ان لوگوں نے ایسا کیوں کیا اور قرآن مجید سے بھی اس مشرب کی تائید ہوتی ہے فرماتے ہیں۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر الخ لفظ منکم سے معلوم ہوتا ہے کہ سب اس کام کے لائق نہیں ہیں اور یہ تجربہ ہے کہ جو لوگ اس کے اہل نہیں سمجھے جاتے ان کا کہنا لوگوں کو ناگوار گذرتا ہے اور جو لوگ اہل ہیں ان کا کہنا چنداں گراں نہیں گزرتا نیز علماء جو کچھ کہتے ہیں تہذیب سے اور شائستگی سے کہتے ہیں غرض یہ طعن وتشنیع کا شیوہ مناسب نہیں اپنے کام میں لگو رہو اگر کوئی برا ہو تو اسپر رحم کرو اور اسکے لئے دعا کرو چنانچہ اہل اللہ دنیا داروں پر رحم ہی کرتے ہیں جیسے بیمار کو دیکھکر اسپر رحم آیا کرتا ہے بلکہ وہ مالداروں کو دیکھکر بھی رحم کرتے ہیں کہ یہ بیچارے حال میں لدے پھندے ہیں ہانپے جارہے ہیں۔

حضرت شبلی رح کی یہ حالت تھی کہ جب کسی امیر کو دیکھتے تو کہتے الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا۔ یہ دعاء حدیث میں ہے حضور نے تعلیم فرمایا ہے کہ جب کسی بیمار کو دیکھو تو یہ دعاء پڑھو تو دنیا کی محبت سے زیادہ کونسی بیماری ہوگی کہ قلب کی بیماری ہے اور قلب کی بیماری سب سے بدتر ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا۔ حضرت شبلی اسکو سمجھے اور انہوں نے مرض کی حقیقت معلوم کی غرض دنیادار بیمار ہیں اور اس بیماری سے بچا رہنا خدا کی نعمت ہے جو قابل شکر ہے۔

حکایت۔ اکبر پور کا واقعہ ہے کہ ایک خانصاحب نے ایک جلاہے سے براہ تمسخر پوچھا کہ میاں جی کیا کررہے ہو کہنے لگا خدا کا شکر کررہا ہوں کہ مجھکو خانصاحب نہ بنایا کسی غریب پر ظلم کرتا اور دوزخ میں جاتا خانصاحب چپ ہی تو رہ گئے حقیقت میں خدا کی یہ بھی بڑی رحمت ہے کہ گناہ کا سامان ہی نہ دے ؎

آنکس کہ تو نگرت نمی گرداند	او مصلحت تو از تو بہتر داند

اب آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ واقعی رحم کے قابل ہیں کہ ایک بڑی مصیبت میں پھنسے ہیں۔

عیش دنیا کو عیش سمجھنا بے حسی ہے

مگر ان کو خبر بھی نہیں ان کی وہ حالت ہے جیسے۔

حکایت۔ ایک سرحدی وحشی ہندوستان میں آیا تھا کسی حلوائی کی دوکان پر حلوا رکھا دیکھا قیمت پاس تھی نہیں آپ اسمیں سے بہت سا اٹھا کر کھا گئے حلوائی نے حاکم شہر کو اطلاع دی حاکم نے یہ سزا مقرر کی کہ اُن کا منہ کالا کر کے جوتیوں کا ہار گلے میں ڈالا جاوے اور گدھے پر سوار کر کے تمام شہر میں تشہیر کی جاوے اور بہت سے لڑکے ساتھ کر دیئے جائیں کہ وہ ڈھول بجاتے پیچھے پیچھے چلیں چنانچہ ایسا کیا گیا جب یہ حلوا خور صاحب اپنے گھر گئے تو وہاں کے لوگوں نے پوچھا کہ آغا ہندوستان چگونہ ملک ست کہنے لگا ہندوستان خوب ملک ست حلوا خوردن مفت ست فوج طفلاں مفت مفت سواری خر مفت ست ڈم ڈم مفت ست ہندوستان خوب ملک ست بس دنیا کے حشم و خدم پر ناز کرنا ایسا ہے جیسا اس نے سواری خر اور فوج طفلاں پر ناز کیا تھا صاحبو یہ بے حسی ہے واللہ اگر حس صحیح ہو تو یہ سب عذاب نظر آنے لگے حکومت دنیوی کی نسبت حدیث میں ہے کہ جسکی دس آدمیوں پر بھی حکومت ہوگی قیامت میں اسکو مشکیں کسکر لایا جاویگا اگرچہ اس کے بعد چھوٹ ہی جاوے آج اس کی درخواست کیجاتی ہے اسکے لئے روپیہ خرچ کیا جاتا ہے اور اگر کوئی کچھ کہتا ہے یہ جواب ملتا ہے کہ ہم میں اگر صاحب حکومت نہوں گے تو قوم تباہ ہو جائیگی ہم بھی کہتے ہیں کہ ہم نہیں حاکم ہوں لیکن کون شخص ہو اس کا فیصلہ خود حدیث میں موجود ہے حضور فرماتے ہیں القضاۃ ثلثۃ اثنان فی النار وواحد فی الجنۃ اور اس واحد کو عالم باعمل بتلایا ہے تو حکومت ضروری ہے لیکن حکومت کیلئے عالم متبحر ہونا چاہیئے ورنہ بدون علم کے بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور امتحان علم کا یہ ہے کہ ان کے سامنے جتنے واقعات و مقدمات پیش ہوں اُن میں اپنی رای لکھیں اسکے بعد اہل علم سے ان کا حکم دریافت کریں پھر دونوں میں موازنہ کریں واللہ زمین و آسمان کا فرق نکلے گا دوسری اسمیں ایک اور شرط ہے کہ حکومت کی خود درخواست نہ کرے کیونکہ جو درخواست کریگا وہ خود غرض ہوگا اور نفسانیت سے کام کریگا اسکو لوگوں کی مصلحت پر ہرگز نظر نہوگی بلکہ اپنی مصلحت پر نظر

ہوگی اور اس سے جتنی خرابیاں پیدا ہوں وہ کم ہیں۔

حکایت۔ حضرت عثمان رضؓ نے ابن عمر رضؓ سے قضاء کا عہدہ قبول کرنے کیلئے کہا انھوں نے انکار کردیا حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا کہ اگر تم منظور نہیں کرتے تو اپنے انکار کی کسی کو خبر مت کرنا کیونکہ ایسا نہو کہ سب ہی انکار کردیں۔ اس واقعہ سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ سلف صالحین حکومت کو کیسا سمجھتے تھے اور حقیقت میں ایسا ہی شخص کام کرسکے گا آپ کی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ دنیا کے لوگ حقیقت میں بڑی تکلیف اور عذاب میں مبتلا ہیں۔ اور دولت حقیقی دوسری چیز ہے۔

اُس عیش حقیقی کی تحصیل کا طریق کہ ایمان و اعمال و معاملات و اخلاق کی درستی ہے

خدا تعالیٰ اس آیت میں اس دولت کو بتلاتے ہیں اور اس کا طریقہ ارشاد فرماتے ہیں اور مروج طریقہ کو رد کرتے ہیں فرماتے ہیں تمہارے مال اور اولاد اس قابل نہیں کہ تمکو ہم سے قریب کریں البتہ ایمان اور عمل صالح اس کا ذریعہ ہے جیسا بیان ہوا اور اسمیں آج کل کے اہل مذاق جدید کا بھی جواب ہوگیا یعنی بعض لوگ کہتے ہیں کہ ترقی دنیا سے ہمارا مقصود ترقی دین ہے تو خدا تعالیٰ نے بتلادیا کہ ترقی دین کی یہ صورت نہیں کہ بہت سامان سمیٹ لو ہم اس آیت کا ترجمہ کئے دیتے ہیں اگر تین پانچ کرنا ہے تو خدا تعالیٰ سے کرو اور پوچھو کہ یہ کیوں فرمایا آج کل یہ بھی ایک عجیب عادت ہوگئی ہے کہ لوگ ہر بات کا ذمہ دار مولویوں کو بناتے ہیں۔ صاحبو مولوی تو صرف منادی کرنیوالے ہیں وہ منادی کرنے والے سے نہیں پوچھی جاتی کیونکہ جانتے ہیں کہ یہ اس کا ذمہ دار نہیں پھر کیا وجہ کہ مولویوں کو ذمہ دار سمجھا جاتا ہے اگر یہ کچھ بتلادیں تو ان کا احسان ہے باقی ان کے ذمہ کچھ نہیں غرض مال اور اولاد ذریعہ قرب نہیں بلکہ ایمان اور اعمال صالحہ ذریعہ قرب ہیں بعضے لوگ تو ہم میں سے ایسے ہیں کہ وہ ایمان ہی کو بگاڑ بیٹھتے ہیں اگرچہ ان کے عمل کسی درجہ میں اچھے ہیں لیکن عقیدے بالکل ہی تباہ ہیں بہت سے لوگ پیروں سے اسقدر عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا سے بھی اتنا علاقہ نہیں رکھتے وہ ان کو ایسا سمجھتے ہیں کہ جیسا ایک سر چڑھا رشتہ دار ہو کہ جو کچھ کہدیگا اسی پر دستخط ہو جاوینگے

١٧٣

اور ان کے نام پر کہیں چنسلی چڑھاتے ہیں کہیں منتیں مانتے ہیں بعض نے تعزیوں کو اسقدر ضروری سمجھ رکھا ہے کہ ان کا سارا دین و ایمان وہی ہے ایک شخص کہنے لگے کہ جب سے میں نے گیارہویں شریف چھوڑی ہے اسوقت سے مجھپر آفتیں اترنے لگیں استغفر اللہ میرا یہ مطلب اس سے نہیں ہے کہ بزرگوں کو ایصال ثواب نہ کرو مطلب یہ ہے کہ اپنا عقیدہ مت خراب کرو بلکہ اس نیت سے ایصال ثواب کرو کہ انھوں نے ہماری ساتھ دینی احسان کیا تھا ہم ان کو ثواب پہونچائیں باقی یہ بات کہ ان سے ہمیں مال یا اولاد ملے گی یہ کچھ نہ ہونا چاہئے۔ اور غور کر کے دیکھو کہ ایسی نیت سے ایصال ثواب کرنا کیسی بے ادبی ہے دیکھو اگر تمھارے پاس کوئی شخص مٹھائی لیکر آوے اور پیش کرنیکے بعد کہے کہ جناب سے مجھے فلاں کام ہے تو تمھارے دلپر کیا اثر ہوگا ظاہر ہے کہ جو کچھ خوشی اس مٹھائی لانے سے تمکو ہوئی ہوگی وہ سب خاک میں ملجاویگی اور سمجھوگے کہ یہ سب خوشامد اسی غرض کیلئے تھی دوسرے جب وہ حضرات اپنی زندگی میں اس قسم کی چیزوں سے دلچسپی نہ رکھتے تھے تو اب مرنے کے بعد کیونکر ان کو دلچسپی ہوگی تو ایمان کی درستی جب ہوگی کہ اس قسم کی ساری باتوں سے توبہ کرو۔

۱۷۴

دوسری چیز عمل صالح ہے اسکے متعلق یہ حال ہے کہ بہت سے لوگ اسکو ضروری نہیں سمجھتے بلکہ عقائد کی درستی کو کافی سمجھتے ہیں حالانکہ جب عمل نہیں تو یہ درستی کیا کرے گی۔

اور جو لوگ عمل کو ضروری بھی سمجھتے ہیں تو صرف دیانات نماز روزہ وغیرہ کو باقی معاملات بالکل ہی خراب ہیں میں نے بہت سے متقی ایسے دیکھے ہیں کہ ان کے معاملات نہایت ہی گندہ گندہ ہیں خدا جانے کیسا تقویٰ ہے کہ وہ کبھی ٹوٹتا ہی نہیں گویا بی بی تمیزہ کا وضو ہے کہ بس ایک دفعہ کر کے عمر بھر کو چھٹی ہوگئی بعض لوگ ایسے ہیں کہ ان کے معاملات بھی اچھے ہیں لیکن اخلاق نہایت خراب ہیں نہ خدا کی محبت نہ خوف نہ توکل نہ صبر و شکر نہ توحید بلکہ ان کے بجائے تکبر، ریا عجب، حسد، کینہ وغیرہ سے پر ہیں یہ حال ہے کہ ؎

از بروں چوں گور کافر پر حلل	واندروں قہر خدائے عز و جل
از بروں طعنہ زنی بر بایزید	وز درونت ننگ میدارد یزید

تو عمل صالح میں یہ اخلاق باطنی بھی آگئے۔

(باقی آئندہ)

مرض اصلی یہ ہے جو کیفیت یا حالت طاری ہوتی ہے اُسکی میعاد صرف تین۳ دن ہیں یعنی تین دن سے نہ کبھی ایک ساعت زیادہ اور نہ کم بعد تیسرے دن بالکل خالی جیسا پہلے تھا ویسا ہی رہجاتا ہوں اس حالت میں احقر کو تین۳ برس گزرگئے حالت طاری ہونے کیلئے بھی خاص کسی اہتمام کی ضرورت نہیں خود بخود دبلا قصد ہوجاتے ہیں اور اس کیلئے نہ کوئی مدت معین ہے کبھی ایک ماہ کبھی دو یا تین مہینے میں اور کبھی ایک ماہ میں دو تین مرتبہ لیکن اسکا صرف تین دن قیام ہے اسمیں کبھی اختلاف نہیں اسکی ترقی کے لئے ہر چند سعی و کوشش کی بیکار ہوئی گذشتہ دو سال میں کہ جب سے دردولت بندگان حضور عالی پر حاضر ہوا ہوں نہ کبھی معمولات مقررہ قضا کئے اور نہ کبھی شب بیداری ایک بجے سے ۴ بجے تک قضا ہوئی اگر اتفاقیہ کسی علالت صبح سے قضا ہو گیا ہو اُس کا ذکر نہیں لیکن نہ معلوم یہ حالت بدستور کیوں قائم ہے۔

تحقیق۔ غالباً ضروری اصول اس فن کے جنکو میں اکثر اوقات بیان کرتا رہا کرتا ہوں آپکو مستحضر نہیں رہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے جو آپکے اس استفسار کا جواب ہے کہ کوئی کیفیت مقصود نہیں یہ تو بڑی نعمت ہے کہ کیفیت ہوتی تو ہے اگر بالکل ہی نہ ہو تب بھی اصل مقصود میں کچھ مضر نہیں اکابر کو بھی کوئی کیفیت دائماً نہیں رہتی الا نادراً جب یہ بات ہے تو اس کا زوال مرض نہیں اس کے بقا کی کوشش کرنا وقت کا ضائع کرنا اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں پڑنا ہے جو کہ ناجائز ہے من حسن اسلام المرء الحدیث ولا تلقوا بایدیکم الآیۃ۔

حال۔ جب حضور سفر میں تشریف لیگئے تھے تو فدوی کی قلب پر نگاہ قائم تھی۔

تحقیق۔ اپنی رائے سے شغل مناسب نہیں۔

حال۔ شروع جاتے تو اس طرح زور شور سے ہوتی ہے کہ دوسری طرف توجہ کرنی محال معلوم ہوتی ہے لیکن تیسرے دن کے آخر میں خود بخود قصد سے نگاہ پھر جاتی ہے غرضیکہ اس عرصہ میں تین مرتبہ یہ حالت ہو چکی ہے جس وقت یہ حالت فرو ہوتی ہے تو نہایت اضطراب و پریشانی ہوتی ہے لیکن کوئی چارہ نہیں۔

تحقیق۔ چارہ ہے وہ یہ کہ اس کا پیچھا چھوڑا جاوے۔

حال۔ اگرچہ نیازمند خوب جانتا ہے کہ باوجود سعی کوشش کے امر غیر اختیاری میں کامیابی

۹۹

نہو تو وہ اس کا مکلف نہیں لیکن اس اضطراب قلبی اور اذیت روحانی کا بھی کچھ علاج ہے جو میرے اختیار سے بالکل باہر ہے جس سے کوئی لحہ نجات نہیں۔

تحقیق۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو اس اضطراب ہی کا عطا فرمانا مقصود ہو تو آپ اس سے بھاگنے والے کون ؎ ایں بلائے دوست تطہیر شماست۔

حال۔ افسوس اگر یہ نابکار زاہد خشک ہی رہتا تو اسقدر ایذا اور تکلیف روحانی مجھکو لاحق نہوتی زمانہ طفولیت سے ضبط کرتے کرتے زمانہ کہولیت بھی قریب الاختتام ہی ہو گیا اسقدر ضبط کیا کہ جسم ظاہری مثل تودۂ خاک کے رہ گیا

تحقیق۔ آپ نہ ضبط کیجئے نہ اس کا علاج ڈھونڈیئے اپنا نقد حال یہ مسلک رکھئے ؎

خوشا وقت شوریدگان غمش	اگر ریش بینند وگر مرہمش
دمادم شراب الم درکشند	اگر تلخ بینند دم درکشند

حال۔ نور و آثار و کشف واقع شدہ کا اظہار فضول اور لایعنی ہے کیا معنی کہ جب مقصود نہیں اور نہ مقصود میں اسکو دخل اسلئے اس کا ذکر کرنا بھی بیکار ہے جب تک اسکو اپنے جہل سے مقصود سمجھتا رہا منزل مقصود سے دور رہا طرفہ یہ ہے کہ اب باوجود نہ سمجھنے کے پھر محروم ہوں۔

تحقیق۔ جب اسکو مقصود ہی نہیں سمجھتے پھر محرومی کا ذکر حسرت کے ساتھ کیوں اس سے توشبہ ہوتا ہے کہ غیر مقصود سمجھنے کو بھی حصول کی ایک ترکیب سمجھکر اس کا انتظار ہے پھر غیر مقصود سمجھنے کا دعویٰ کیسے صحیح ہوا۔

حال۔ اب مدعا حقیر کا یہ ہے کہ منزل مقصود تک پہونچنا تو اہل اللہ اور خاص خاص صاحبان کا کام ہے مجھ جیسے نالائق بدکردار کی اگر نظر قلب پر قائم ہو جائے اور اس کا قیام نصیب ہو جاوے تو بہت ہی غنیمت سمجھوں تاکہ بے چینی اور اضطراب رفع ہو جاوے۔

تحقیق۔ یہ نظر قائم ہونا کونسا مقصود ہے اور اس کی ماہیت کیا ہے میں تو سمجھا نہیں۔

حال۔ فدوی نے جو عرض بابتہ انضباط اوقات و نیز واقعات دوسرے کی ہے وہ بغرض اظہار فخر نہیں ہے بلکہ مریض کو تمام وکمال رطب و یابس سے طبیب کو اطلاع دینی چاہیئے۔

تحقیق۔ ضروری امر تھا بہت اچھا کیا۔

۱۰۰

حال۔ لائق فخر کے تو عاصی کسی طرح بھی نہیں ہے یہ نالائق خبیث تو اس قابل ہے اگر ہزار دفعہ قتل کیا جائے اور پھر ہزار دفعہ رجم کیا جائے اور پھر ہزار بار جلا کر خاک اڑائی جائے تب بھی اپنی کیفر کردار کے عشر عشیر کو نہیں پہونچتا۔

تحقیق۔ بس یہی فیصلہ ہے یہ نعمت کہ اپنے کو ایسا سمجھا جائے یہ بڑی برکت اُسی کی ہے جسکو آپ ناکامی سمجھتے ہیں۔

حال۔ جو کلمہ اس عریضہ میں سوء ادبی ہو اُس کی معافی کا خواستگار ہوں۔

تحقیق۔ سب معاف ہے۔

حال۔ طبیب صادق اس احقر کی دستگیری فرماویں گے اور اس رجعت قہقری سے ضرور بالضرور اس عاجز کو نکالدیویں گے تاکہ اضطراب اور بے چینی سے نجات ہو آخر اس اضطراب در بے چینی کی بھی حد ہونی چاہئے۔

تحقیق۔ میں نے سب امور کے متعلق عرض کر دیا ہے پھر بھی اگر کچھ کسک باقی ہو زبانی سمجھئے۔

حال۔ اب تو یہ ناچیز اس در فیض منظر پر پڑا ہے تا دم واپسیں حضور کے قدم میمنت لزوم سے علیحدہ ہونے کا ارادہ اور نیت نہیں۔

تحقیق۔ میں تو کچھ بھی نہیں مگر آپ کے حسن ظن کی بنا پر یہ لزوم خالی نہ جاویگا۔

حال۔ آئندہ جو تقدیر میں لکھا ہے ہو گا۔

تحقیق۔ اچھا ہی لکھا ہے انشاء اللہ تعالیٰ جسکی یہ سب علامات ہیں جو اس پرچہ کے مضامین سے ظاہر ہیں۔

حال۔ کئی مہینے گذر گئے ہیں کہ کوئی چیز وارد نہیں ہوتی اور جو شخص ذکر پوچھتا ہے اُسکو بھی واردات نہیں ہوتے احقر کو تو کچھ شوق نہیں ہے مگر بعض اوقات خیال ہوتا ہے کہ یہ کیا ہے خدا جانے کوئی اور امر تو نہیں ہے یعنی کوئی گناہ شاید ہوا ہے یا کیا بات ہے معلوم نہیں ہے ہر وقت تو بہ نصوح صدق دل سے کیجاتی ہے مگر ہر وقت تسکین اور سرور اور ضبط اوقات اور اوراد بڑے شوق سے ہوتا ہے بفضلہ تعالیٰ گناہ سے سخت نفرت ہے گویا طبعی امر ہے الحمد للہ علی ذلک شرائع کا بہت ہی شوق ہوتا ہے مگر ذکر کبھی کبھی نسیاناً یا شغل تعلیم تدریس میں غفلت ہو جاتی ہے۔

تحقیق۔ وارد کا نہ ہونا بعض اوقات وارد کے ہونے سے زیادہ نافع ہوتا ہے خصوص تکمیل عبدیت

میں اور دفع عجب میں اسکو خاص دخل ہے لہذا اسپر بھی مسرور رہنا چاہئے اصلی مقصود دوسرا ہے اللہ تعالیٰ اسکو محفوظ رکھے جو کہ محفوظ ہے ولله در العارف الرومی فی قولہ ؎

روزہا گر رفت گو رو باک نیست
تو بماں اے آنکہ جز تو پاک نیست

حال - صلوٰۃ جو کہ راس العبادت ہے اس میں قرآن مجید کی نظم و نسق کی لذت میں جب پڑ جاتا ہوں تو کثر رکعات لانبی ہو جاتی ہیں اس سے اتنا فائدہ تو ہوا کہ وساوس واہیہ سے نجات ہو گئی ہے مگر مقصود تو یہ تھا کہ کانک تراہ یا فانہ یراک میں محو ہو جاتا جس سے میں ہزار ہا بعید ہوں بعض اوقات تو مایوسی طاری ہو جاتی ہے اور اسی لالچ میں حضرت کے سامنے زانو تہ کیا ہے ورنہ صلوٰۃ بے روح تو ایک زمانہ سے پڑھتا ہوں چونکہ جناب طبیب روحانی ہیں اس لئے عرض کیا گیا ورنہ کہاں میں اور کہاں یہ عرض مدعا - ناچیز خادم فلاں ماتریدی -

تحقیق - حدیث کانک تراہ کے وہ معنی نہیں ہیں جو متعارف ہیں یہاں کبھی موقع ہوا ورنہ میں عرض کر دیتا اس کے سننے کے بعد معلوم ہو جاوے گا کہ یہ درجہ بفضلہ تعالیٰ بہت سہولت سے حاصل ہو سکتا ہے ایک امر متعلق تربیت کے معروض ہے وہ یہ کہ آج کل اکثر اپنے نام کے ساتھ نسبتوں کا بڑھانا اہل تفاخر کا شعار ہو گیا ہے پس جب تک کہ اس میں کوئی خاص ضرورت یا معتد بہ مصلحت نہ ہو اہل تفاخر کے ساتھ تشبہ بھی واجب التحرز ہے اس لئے مناسب ہے کہ اپنے نام کے ساتھ ماتریدی کا لفظ نہ بڑھایا جایا کرے خصوصاً جب عام طور سے اس کی حقیقت الگ ہو کر مفہوم بھی نہیں ہوتی تو اس صورت میں اس میں کوئی مصلحت بھی نہیں بخلاف نسبت حنفی وغیرہ کے کہ اس کی مصلحت ظاہر ہے اور وہ امتیاز ہے فرق اہل بدعت سے جسکو سب سمجھتے بھی ہیں والسلام -

حال - آج کل ایک خیال نے مجھکو سخت پریشان کر رکھا ہے وہ یہ کہ میں نے اپنی گذشتہ عمر میں ایسے ایسے سخت معاصی کا انبار جمع کیا ہے جو نہ تو کسی کے آگے بیان کر سکتا ہوں اور نہ شاید کسی مسلمان نے ایسے تاریک و سیاہ منکرات کا اتنا ذخیرہ آج تک جمع کیا ہوگا -
تو اے اللہ اگر فرض کروں کہ اب باقی عمر طاعت ہی میں صرف ہوگی - (حالانکہ یہ بھی محال ہے) تو رضاء الٰہی کا حاصل ہونا تو درکنار شاید ان معاصی کی تلافی بھی نہ ہو سکے اور موت آجائے پھر اے اللہ میرا کیا حشر ہوگا اور کس طرح وہ راستہ ملے گا جو تیری رضا اور محبت کا راستہ ہے اس خیال کو

بلطائف الحیل دفع کرتا ہوں مگر پھر آتا ہے اور بار بار آتا رہتا ہے اب اس کے سوا کوئی تدبیر خیال میں
نہیں آتی کہ حضرت سے دعا اور توجہ کا طالب ہوں بندہ مجھ پر رحم فرما کر حق تعالیٰ شانہ کی درگاہ میں
میرے لئے دعائے خاص فرمایئے خداوند تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کی سنتا ہے ورزیادہ کیا لکھوں
تحقیق۔ ظاہراً تو یہ اثر خشیت کا ہے لیکن باطناً یہ ایک کید ہے شیطان کا کہ اولاً خدا تعالیٰ کی
رحمت کو وہ ہمارے جرم محدود سے بھی کم دکھلانا چاہتا ہے ثانیاً اس کی تقویت سے وہ قنوط پھر
تعطل میں مبتلا کرنا چاہتا ہے اسکو دفع کیجئے اور عفو کا یقین کیجئے۔

حال۔ ایک خیال کی تصدیق یا تغلیط فرمائی جائے وہ یہ کہ میرا خیال ہے کہ مبتدی کیلئے شروع
میں جتنا کثرت ذکر نافع ہے تلاوت یا درود شریف یا استغفار نہیں جس وقت کثرت ذکر سے
ایک گونہ نسبت حاصل ہو جائے اسوقت تلاوت وغیرہ سے نسبت میں بہت کچھ قوت حاصل
ہو سکتی ہے ان چیزوں کا اثر لطیف ہے مجھے یاد پڑتا ہے کہ حضور نے بھی ایک بار کچھ ایسا ہی ارشاد
فرمایا تھا کہ مبتدی کو کثرت ذکر بہ نسبت کثرت تلاوت کے زیادہ نافع ہے احقر نے حافظ صاحب
سے یہی عرض کیا تھا کہ کچھ ذکر کی تعداد بڑھا دیں کیونکہ وہ ذکر بہت کم کرتے ہیں زیادہ وقت تلاوت میں
صرف کرتے ہیں تلاوت اگر بدستور بھی رکھی جائے تب بھی ذکر میں اضافہ کیلئے کچھ وقت انہیں
مل سکتا ہے یہ میرا خیال نہیں خدانخواستہ تلاوت وغیرہ کی کسی درجہ میں تنقیص تو نہیں میرے خیال
میں یہ چیزیں تکمیل کے بعد بہت نافع ہیں بہت ہی خاص طبائع ممکن ہے اس اصول سے مستثنیٰ ہوں
تحقیق۔ بالکل صحیح خیال ہے اور یہ تنقیص تلاوت کی نہیں بلکہ ذکر اسی نیت سے کیا جاوے
کہ میں تلاوت کی لائق ہو جاؤں کیا نماز پر وضو کی تقدیم سے نماز کی تنقیص ہے۔

حال۔ مخدومی المکرم حضرت مولوی صاحب زاد شرفہ بعد از السلام علیکم مسنون از طرف عاجز
گنہگار عرض ہے کہ یہ بندہ سخت گنہگار بدکار روسیاہ اور بھاگا ہوا غلام درگاہ ایزدی ہے اور بظاہر
سرتاپا مریض نہ بیٹھنے کی طاقت نہ نماز نہ روزہ میں جفاکشی کی طاقت بلکہ معمولی نماز بھی تکلیف سے
ادا ہوتی ہے بیماریوں کی وجہ سے کئی عذرات ایسے ہیں کہ کچھ نہیں ہو سکتا دوسری طرف دل کی
یہ حالت کہ نماز سے ذوق نہ ذکر کا شوق اگر ایک دن تسبیح کو اٹھایا تو بیس بیس دن پھر خیال بھی
نہیں ہوتا اور اگر زبان سے کچھ ذکر کرتا ہوں تو ہزاروں تصورات بد و خیالات بیہودہ دامنگیر

تیسرے ابتلائے عظیم میں مبتلا اور ادنیٰ سی تکلیف کی بھی برداشت نہیں بلکہ طبیعت میں اعتراض اور مقابلہ جاری ہو جاتا ہے ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بدبخت کی تقدیر میں نحوست لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے اب پہلے آپ کی جناب میں یہ عرض ہے کہ از برائے خداتعالیٰ میرے حق میں دعا فرماویں کہ خداتعالیٰ جل شانہ ان امراض ظاہری و باطنی و ابتلا سے مجھے نجات نصیب فرمائے۔ دوم عرض یہ کہ ایسا بدبخت آدمی جسکو ذرا بھی شوق ذوق اور استقلال نہیں اور طبیعت کا یہ حال کہ آدھا گھنٹہ بیٹھنے کی طاقت نہیں اور دماغ دل اس سے بدتر۔ کچھ حاصل ہو سکتا ہے یا نہیں اور کیا ترکیب ہے ایسے مردود کے راہ راست پر آنے کی۔ کسی قسم کی پابندی یا کارگذاری تو مجھ سے ہو نہیں سکتی طبیعت سخت پریشان ہے کیا کروں از برائے خدا دستگیری کنید۔ میں تو نا امید ہو چکا ہوں۔ جہنم کے کنارے پہنچ گیا ہوں اب ازراہ ہمدردی اخوت اسلامی کوئی علاج بتایئے کہ ان امراض سے چھوٹوں اور جمعیت نصیب ہو اور ذکر سے الفت ہو قلبی ذکر اگر کروں بھی تو ہوتا نہیں لسانی ذکر سے کچھ ہوتا نہیں۔ اور نہ دل لگتا ہے مہربانی فرما کر بوا پسی تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرماویں خداتعالیٰ آپ کے خدمات میں برکت عنایت فرمائے۔ میں اپنی بدبختی کی داستان کہاں تک آپ کو سناؤں البتہ اتنی بات اس روسیاہ میں ہے کہ بدعت سے متنفر ہے اور سنت سے محبت لیکن عمل کچھ نہیں۔

۱۰۴

تحقیق۔ السلام علیکم یہ بدبختی نہیں بیماری ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولا علی المریض حرج پھر اپنے کو حرج میں ڈالنا اور بے قدرت ہونے کو بدبختی سمجھنا خداتعالیٰ کے کلام میں شبہ کی صورت ہے آپ بالکل بےفکری سے فرائض و واجبات و سنن مؤکدہ کو جس طرح بن پڑے ادا کرتے رہیں اور اپنے کو ناکارہ اور گنہگار سمجھ کر زبان سے یا دل سے نادم رہیں اور اگر ذکر نہ ہو سکے تو صرف فکر کافی ہے البتہ یہ عزم رکھیں کہ اگر اللہ تعالیٰ صحت کافی عطا فرمائے گا تو کسی محقق کی تعلیم سے جاننا میں زیادہ مشغولی اختیار کروں گا۔ والسلام۔

حال۔ پرسوں ذکر بارہ تسبیح کر رہا تھا کہ میرے سینہ اور دونوں بازوؤں میں کچھ سنسناہٹ سی ہو کر ایک عجب طرح کی کیفیت پیدا ہوئی یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ تینوں عضو اور بعدہ گردن اور قدرے سر ہلکے ہو گئے۔ اور بھاری پن بھی کچھ عجب طرح کا تھا جسکو بیان کرنے کے واسطے الفاظ

نہیں بلکہ اُس وقت بندہ اثبات مجرد (الا اللہ) کی ضرب لگا رہا تھا اُسی حالت میں تھوڑی دیر کے بعد اس ذکر میں ایک ایسا تسلسل ہوا اور سماں بندھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ زبان بغیر ارادہ اور قصد کے خود بخود ذکر کرنے پر مجبور ہے اور معلوم ہوتا تھا کہ دل سینہ میں سے اُٹھکر اوپر آجاتا ہے اور وہ بھی اندر حرکت کر رہا ہے اور زبان میں اور دل میں اُس وقت ایک ایسا تعلق محسوس ہوتا تھا کہ گویا دل کی حرکت سے زبان تالو کو جا لگتی ہے اُس وقت ذکر میں بڑی لذت معلوم ہوئی اور آواز بھی میری بہت دیر تک ویسی نہ رہی جو ہمیشہ معلوم ہوتی ہے بلکہ ایک خاص طرح کی لطافت آواز میں معلوم ہوتی تھی اور میں خوب اُس وقت محسوس کرتا تھا کہ میری آواز اسوقت کیسی بدلگئی تھوڑی دیر کے بعد وہ کیفیت زائل ہوگئی اور آواز اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئی پھر کل اور آج چاہا کہ ویسا ہی ہو لیکن میسر نہ ہوا۔

تحقیق ۔ قصد سے نہیں ہوا کرتا ہے قصد کبھی نہ کیجئے نہ فقدان پر تاسف کیجئے یہ کیفیت بالکل موہوب ہوتی ہے جب ہو تو ہونا نافع ہے اور جب نہو تو نہونا مصلحت ہے ؎

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش	کہ انچہ ساقیٔ ما ریخت عین الطاف ست

اس کیفیت کا نام سلطان الاذکار ہے اس کے الوان مختلف ہیں جن میں بعض الوان یہ ہیں جو آپ پر وارد ہوئے حضرت شیخ جلال تھانیسری کو بکثرت یہ کیفیت پیش آئی تھی جسکی اطلاع وقتاً فوقتاً انھوں نے اپنے شیخ قطب العالم گنگوہی کو دی ہے مبارک ہو۔

حال ۔ یہ بھی قابل گذارش ہے کہ بندہ کو اثبات مجرد میں ہمیشہ لذت زیادہ معلوم ہوتی ہے اور اسی لئے اکثر تعداد سے کہیں زیادہ کرتا رہتا ہوں غالباً دس تسبیح تک نوبت پہنچ جاتی ہوگی بلکہ اس وجہ سے کبھی کبھی اسم ذات دو ضربی کی تعداد میں کمی ہو جاتی ہے۔

تحقیق ۔ کچھ حرج نہیں مجموعہ سب اجزاء کا بارہ بلکہ تیرہ تسبیح سے کم نہو اگر ایک میں کمی رہ جاوے دوسری کی بیشی تلک تلک کا مصداق ہے۔

سوال ۔ ایک شخص کو دعا مانگنے کے وقت وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے اگر کوئی ازالہ کی تدبیر ہو تو حضرت کے ارشاد کے موافق عمل کیا جاوے۔

جواب ۔ بہتر ہے کہ بجائے صرف بعض ادعیہ جامعہ منتخب کرلیں اور اُن کو توجہ سے پڑھ لیا کریں خواہ

جی لگنے یا نہ لگنے کیونکہ جی لگنا اور چیز ہے توجہ اور چیز ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ پھر گھبراہٹ نہ ہوگی یہ گھبراہٹ بعض طبائع میں سوچنے سے ہوتی ہے اور ایک ہفتہ کے بعد پھر اپنی کیفیت سے اطلاع دیں اور اس خط میں یہ پرچہ بھی رکھدیں۔

حال۔ میرا عجیب سلسلہ ہو گیا ہے ایک وحشت سی اٹھتی ہے جملہ اوقات میں فرق آگیا ہے حیران ہوں اور پریشان ہوں کہ یہ کیا معاملہ ہے حضور اس کا علاج فرمادیں مگر یہ عرض ہے کہ حضور کچھ بتلادیں جو نماز کے بعد پڑھ لیا کروں تاکہ جملہ امور اور وظیفہ وغیرہ وقت پر ہوں اور سکون طبیعت کو رہے کوئی مرض نہ خرابی دماغی وغیرہ مجھے نہیں ہے حضرت بعض وقت کلام مجید یا مناجات مقبول کے پڑھنے کو طبیعت نہیں چاہتی اور بعض اوقات ایسی طبیعت ہوتی ہے کہ بس دل لگا کر رکھدوں اس قدر خوشی اور فرحت ہوتی ہے اور بکثرت رونا اس حالت پر آتا ہے اس سے اور بھی حیرت میں پڑ گیا ہوں۔

تحقیق۔ حالت موجودہ میں کم از کم ایک مہینہ کیلئے آپ کا آنا مصلحت ہے بعض امور کے لئے قرب جسمانی کی ضرورت ہے۔

حال طبیعت کی حالت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی سخت بات کہتا ہے تو اس کا بدلہ لینے کو طبیعت بہت چاہتی ہے مگر خدا کا شکر ہے کہ پہلے تو ایسا کر گذرتا تھا مگر اب ضبط کر لیتا ہوں مگر طبیعت متردد رہتی ہے حضور سے دعا کا خواستگار رہتا ہوں۔

تحقیق۔ ماشاء اللہ بہت اچھی حالت ہے اور ضبط کے ساتھ جو تردد کی شکایت لکھی ہے سو ضبط کی فضیلت اس تردد کی بدولت ہی تو ہے اگر خلجان نہ رہے تو پھر ضبط ضبط ہی نہ ہو غرض یہ کوئی بری حالت نہیں۔ والسلام۔

سوال۔ ۱؎ نماز میں تصور و خیال کس کا کروں جس سے دل جمعی ہو اور وسوسے شیطانی کم ہوں۔

جواب۔ ۱؎ اول اللہ تعالیٰ کا اگر یہ نہ جمے تو جو الفاظ زبان سے ادا ہوتے ہیں ان کا اگر پھر بھی وساوس آویں تو کچھ پرواہ نہ کریں اس تدبیر سے از خود دفع ہو جاویں گے۔

سوال ۲؎ بندہ جس وقت امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اور امام نماز قرات سے نہیں پڑھتا ہے یعنی اس نماز میں اور رکعت میں جس میں اخفا کے ساتھ پڑھنا چاہئے پڑھتا ہے تو اس حالت میں یہ احقر اگر قلب سے اللہ اللہ کرے اور زبان سے ذکر نہ کرے منہ بند رکھے صرف دل سے اللہ اللہ کیا کرے

۱۰۶

تو یہ احسن ہے یا نہیں۔

جواب۔ ۲ ہاں احسن ہے۔

سوال۔ ۳ وقت ذکر کرنے لا الٰہ الا اللہ کے جہر کے ساتھ تو احقر تصور اور خیال کس کا کرے جس سے دلچسپی ہو۔

جواب۔ ۳ مثل ۱

سوال۔ ۴ ذکر اسم ذات۔ اللہ اللہ جہر کے ساتھ کرنے کے وقت تصور اور خیال کس کا کروں۔

جواب۔ ۴ مثل ۱

سوال۔ ۵ وقت تلاوت کلام پاک کے بھی تصور کس طرح سے کیا کروں اور کس کا جس سے بہت حاصل ہو اس کا طریقہ بھی زیب تحریر فرمایا جاوے۔

جواب۔ ۵ مثل ۱

حال۔ بتوجہات گرامی جو چوبیس ہزار اسم ذات کا شب و روز میں معمول ہے وہ بدستور جاری ہے الحمد للہ یہ محض آں کا انعام اور احسان ہے حالت جدیدہ کا اظہار حضور میں ضروری ہے جو حرکت قلبی ہمیشہ سے خفیف خفیف بلا مفہوم معلوم ہوتی تھی اب وہ ہر وقت سوتے جاگتے چلتے پھرتے بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے بلکہ نماز میں نہایت زور شور سے ہوتی ہے اور اسم ذات مفہوم ہوتا ہے اور اسکے مقابل داہنی طرف اور اور بھی چند جگہ بلکہ بعض وقت تمام جسم سے یہ حرکت اسم ذات معلوم ہوتی ہے اب ذکر زبانی گراں اور ناگوار معلوم ہوتا ہے جی یہ چاہتا ہے کہ یہ تن گوش ہی جائے اور شب و روز اسی دھیان میں لگا رہوں اور ایک لحظہ کو غفلت نہ ہو ہر بن مو سے ذکر جاری ہو جاوے حضور کی دعا دلی کی حاجت ہے اس کے متعلق اگر کچھ ارشاد کی ضرورت ہے تو رقم فرما دیا جاوے دوسری بات یہ ہے کہ پہلے سے معمول ہے کہ بعد نماز مغرب تھوڑی دیر ویسے ہی بیٹھ جایا کرتا ہوں اور دنیا سے رخصت اور آخرت کی آمد کے وقت کو سوچا کرتا ہوں اور پھر یہ خیال کرتا ہوں کہ بطفیل رسول کریم صلعم فیوض الٰہی حضور کے قلب مبارک سے میرے قلب میں آتے ہیں بعنایت الٰہی دل لگتا ہے اور داہنی طرف سے انوار مثل شعلوں کے بادلوں کی طرح آتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں پھر دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضور قدس

۱۰۷

مدظلہ العالی کے جملہ مقاصد دلی دینی و دنیوی پورے فرماکر نزول برکات رحمانی فرماویں بعنایت
الٰہی و برکات توجہات اُسی وقت اس ناکارہ پر بھی نزول انوار کا چار طرف سے ایسا ہوتا ہے کہ
تمام جسم کو احاطہ کر لیتا ہے حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو ہمیشہ اس حالت میں دیکھتا ہوں
کہ کرسی پر سیدھے پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھے ہیں اور ایسے مستغرق اور محو مشاہدہ ذات باری کہ کہیں
مطلق دوسری طرف توجہ نہیں ہے اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اس صورت میں دیکھتا
ہوں کہ مولانا ممدوح کے برابر کرسی پر چار زانو بیٹھے ہیں اور حسب عادت شریفہ مسکرا رہے ہیں اور حضرت
مولانا گنگوہی کے برابر پیچھے کی طرف کو فرش پر مولانا احمد حسن صاحب امروہی کھڑے ہوئے ہیں اُن سب
حضرات کو روزانہ یکساں ہی حالت میں دیکھتا ہوں مگر کبھی کچھ بات چیت نہیں ہوتی دریافت طلب
یہ امر ہے کہ ان حضرات کا دیکھنا خواب میں دیکھنا تو ہے نہیں بیداری کا دیکھنا ہے مگر کیا دیکھتا
ہے اور یہ امر دریافت طلب ہے کہ نماز میں حرکت قلبی کا زور و شور جس سے ذکر اسم ذات مفہوم ہوتا ہے
اور اُس طرف کا دھیان کچھ نماز میں خلل انداز تو نہیں ہے جی یہ چاہتا ہے کہ ساری نماز ایسی حرکت
سے ادا کی جائے زبان سے کچھ نہ پڑھوں۔

تحقیق مکرمی السلام علیکم معمول ماشاء اللہ کافی ہے یہ حرکت اعضاء و عروق جسم میں محمود ہے
کہ معین مقصود ہے بشرطیکہ کوئی عارض طبی نہ ہو جس کی تحقیق کسی حاذق طبیب کے مشورہ سے ہو سکتی
ہے مگر کسی حال میں مقصود نہیں اُس طرف التفات نہ کیا جائے نہ ذکر میں کمی یا سستی کیجائے
ذکر چھوڑ دینے سے پھر یہ حالت نہ رہے گی۔ اور اس پر اطمینان رکھا جائے کہ نماز میں یہ بالکل مخل نہیں
یہ مکرر لکھتا ہوں کہ اُس طرف قصداً التفات نہ کیا جائے قرأت واذکار کے زبانی ادا میں ذرہ برابر فتور
یا قصور واقع نہ ہونے پائے باقی حالات انکشاف انوار وغیرہ کے یا واقعات مشابہ منام کے یہ سب
بشارات و علامات تاثیر ذکر ہیں اور مثل عروض سابق محمود ہیں بشرط مذکور نہ کہ مقصود بمقصود کی طرف
متوجہ رہ کر کام میں لگے رہیے اور اتباع شریعت کو مدار کار سمجھئے کہ اس میں کمی ہوتے ہوئے سب حالات
ظلمانی ہیں اگرچہ دیکھنے میں نورانی ہوں اور اس کے ہوتے ہوئے سب حالات نورانی ہیں اگرچہ
دیکھنے میں ظلمانی ہوں میں بھی دعائے خیر کرتا ہوں اللہ تعالیٰ افکار سے بھی نجات دے باقی
خیریت ہے والسلام۔

(باقی آئندہ)

مرد عفیف کا زن غیر عفیفہ سے علی الاطلاق اور زن عفیفہ کا مرد غیر عفیف سے علی التفصیل لیکن جبکہ مقصود محض آبریزی ہو اور تحصین مقصود نہ ہو حتیٰ کہ اگر دوسری جانب سے بدون نکاح ہی کے باوجود قیام مانع یعنی شرک کے رضامندی ہو جاتی تو نکاح بھی نہ کیا جاتا اور اب نکاح کے بعد بھی اس کے ارتکاب زنا کی پرواہ نہ ہو اور یہی مراد ہے آیت میں تو اس مقصود کیلئے نکاح کرنا بنا بر قاعدہ نوع علی الحرام والرضا بالحرام حرام معصیت ہو اب دونوں شبہے زائل ہو گئے اور اگر بسط کا شوق ہو میری تفسیر دیکھ لیجئے۔

نفیسۃٌ ملحقۃٌ بباب الکفارۃ

جب باوجود اتحاد فی النوع کے محض اختلاف اصناف یا اوصاف سے بعض صورتوں میں کفارت ایسی فوت ہو جاتی ہے جس سے نکاح صحیح نہیں ہوتا تو اختلاف نوع کی حالت میں جبکو فقہاء اختلاف جنس کہتے ہیں کفارت کیوں نہ مفقود ہو جاوے گی اور نکاح کیسے جائز ہو گا کیونکہ جو عدم کفارت فی الوصف مانع صحت نکاح سے ہے یہ عدم کفارت فی الجنس اس سے بدرجہا اقوی ہے مصداق محل الوقوع اس قاعدہ کا نکاح ہے درمیان جن مرد اور انسان عورت کے یا درمیان انسان مرد اور جن عورت کے جس کو ہمارے فقہاء نے اسی اختلاف جنس کی بنا پر ناجائز قرار دیا ہے چنانچہ درمختار میں ہے۔

فخرج الذکر والخنثی المشکل والوثنیۃ لجواز ذکورتہ والمحارم والجنیۃ وانسان الماء لاختلاف الجنس واجاز الحسن نکاح الجنیۃ بشہود قنیۃ۔

پس مذکر اور خنثی مشکل اور بت پرست عورت بوجہ جواز مذکر ہونے اس خنثی کے اور محارم و جنیہ اور پانی کا آدمی بوجہ اختلاف جنس کے نکل گئے اور حسنؒ نے جنیہ سے نکاح کرنا جائز رکھا ہے بشرط گواہوں کے جیسا کہ قنیہ میں ہے۔

ردالمحتار میں ہے۔

لان قولہ تعالیٰ واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا بین المراد من قولہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء ہو الانثی من بنات آدم

اسلئے کہ آیت واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا نے آیت فانکحوا ما طاب لکم من النساء کی مراد کو ظاہر کر دیا کہ (مراد نساء سے) عورت ہے جو آدمی کی لڑکیوں میں سے ہو جن کے علاوہ دوسرے

۳۵

فلا یثبت حل غیرھا بلا دلیل۔ (جنس کی عورت) کی حلت (نکاح) بلا دلیل ثابت نہ ہوگی۔

یہ تو دلیل نقلی سے استدلال تھا اور اس کے بعد ایک لطیف دلیل عقلی سے استدلال کیا ہے

ولان الجن یتشکلون بصور شتی فقد یکون ذکرا تشکل بشکل انثی ج ۲ ص ۲۳۲ | اور اس لئے کہ جن مختلف شکلوں میں متشکل ہو سکتے ہیں تو کبھی ایسا ہوگا کہ مذکر عورت کی صورت میں ہوگا ج ۲ ص ۲۳۲ اھ

وفیہ بعد اسطر فی الاشباہ عن السراجیۃ لا تجوز المناکحۃ بین بنی آدم والجن وانسان الماء لاختلاف الجنس اھ ومفاد المقابلۃ انہ لا یجوز للجنی ان یتزوج انسیۃ ایضا وھو مفاد التعلیل ایضا اھ۔ | اسی میں بعد چند سطروں کے لکھا ہے کہ اشباہ میں سراجیہ سے نقل کیا ہے (دریائی آدم) میں اور جن میں اور پانی کے انسان میں باہم بوجہ اختلاف جنس کے نکاح جائز نہیں اھ اور باب مقابلہ کا فائدہ یہ ہے کہ جنی کو بھی جائز نہیں کہ کسی انسیہ سے نکاح کرے۔ دلیل تعلیل کا بھی یہی مقتضا ہے۔

پھر چند سطر کے بعد حسن کے قول مذکور کے مقابل نقل کیا ہے۔

عن شرح الملتقی عن زواھر الجواھر الاصح انہ لا یصح نکاح آدمی جنیۃ کعکسہ لاختلاف الجنس فکانوا کبقیۃ الحیوانات اھ | شرح الملتقی سے منقول ہے (اور) وہ نقل کرتے ہیں زواہر الجواہر سے کہ صحیح تر یہ ہے کہ آدمی کا نکاح جنیہ سے اس کے عکس کی طرح بوجہ اختلاف جنس کے جائز نہیں سو وہ مثل دیگر حیوانات کے ہونگے۔

اور ہر چند کہ یہ صورت نادر الوقوع ہے لیکن ممتنع الوقوع نہیں ہے اور حکم اس کا عوام میں مشہور و معلوم کم ہے تو امکان وقوع سے احتمال تھا کہ شاید کسی کو اتفاق پڑتا اور وہ حکم معلوم نہ ہونے سے اس میں مبتلا ہو جاتا جیسا کہ چند سال ہوئے ایک طالب علم جس کو احقر نے بھی دیکھا تھا ایک مدرسہ سے غائب ہو گیا کئی روز کے بعد سہارنپور کے جنگل میں پایا گیا اس نے اپنا قصہ بیان کیا کہ مجھکو کچھ لوگ ہوا میں اٹھا کر لے گئے اور کسی اجنبی جگہ پہونچا دیا وہاں ایک نفیس شاہانہ مکان میں ایک لطیف الوضع مجمع تھا اور ایک جوان لڑکی بھی موجود تھی جس سے اپنا تعلق اس سے ظاہر کر کے نکاح کی درخواست کی اس نے مسئلہ کی بنا پر تو نہیں کیونکہ اس کو معلوم ہی نہ تھا بلکہ محض توحش کے سبب رد ناشروع کیا آخر وہ لوگ اس کو پھر ہوا میں اوڑا کر سہارنپور کے جنگل میں چھوڑ گئے تو بہت ممکن تھا کہ اگر اس کو یہ توحش نہ ہوتا تو مسئلہ معلوم نہ ہونے کے سبب نکاح پر راضی ہو کر قبول کر لیتا۔ خصوص جس شخص کے کان میں ایسے قصے پڑے ہوں کہ حضرت بلقیس کے باپ آدمی اور ماں جنیہ تھیں یا جیسا جہلا نے

مشہور کیا ہے کہ حضرت محمد بن علی کی والدہ خولہ حنفیہ جنیہ تھیں تو ایسے قصے سُنکر کچھ عجب نہیں کہ کوئی شخص ایسے موقع پر ایسے نکاح کو جائز ہی سمجھ جاوے اس لئے اس پر تنبیہ کر دی گئی رہا استدلال مذکورہ قصوں سے سو گو پہلے قصہ میں تو احتمال صحت کا بھی ہے لیکن اول تو اُن لوگوں کا کسی شرع کا تابع ہونا ثابت نہیں بلکہ بلقیس کے اولاً شمس پرست ہونے سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ طریقہ اُن کا باقی ہو پھر اس سے قطع نظر یہ ضرور نہیں کہ سب شریعتوں کے احکام فرعیہ یکساں ہوں تو اُن کا عمل ہمارے لئے حجت نہیں ہو سکتا اور دوسرا قصہ تو بالکل ہی غلط ہے وہ تو قبیلہ بنی حنیفہ سے ہیں جو یمامہ میں سکونت رکھتا تھا میں نے اپنے اُستاد علیہ الرحمۃ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ یہ خاندان کرم اور شجاعت میں ممتاز ہونے کے سبب موافق محاورہ عرب کے بنو جنیہ کہلاتا ہوگا عوام نے اُس کا حقیقی ترجمہ کر کے اُن کی طرف منسوب کر دیا اھ احقر کہتا ہے جس طرح ایک شاعر نے کسی قبیلہ کی مدح کی ہے

بنو جنية ولدت سيوفًا ۔ | وہ جنیہ کے بیٹے ہیں جو تلواروں کو جنتی ہے (یعنی بڑے بہادر ہیں)

باقی حسن کا اختلاف سو دلیل صحیح کے مقابلہ میں وہ غیر معتبر ہے باقی اُن پر اگر مخالفت نص کا شبہ ہو تو اُس کو اس طرح رفع کیا جاوے کہ شاید منشا اُن کے قول کا یہ ہو کہ قرآن مجید کا خطاب ظاہر ہے کہ انسان و جن دونوں کو عام ہے پس قولہ تعالیٰ ۔ من انفسکم ازواجا بھی دونوں قسم کی جوڑوں کو شامل ہوگا پس دونوں کا ایک حکم ہوگا رہا پھر جمہور اس کا کیا جواب دیں گے سو جواب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں جمع مقابل ہے جمع کے پس آحاد منقسم ہونگی آحاد پر گو یہ آحاد جزئیات حقیقیہ نہوں جزئیات اضافیہ ہی ہوں یعنی رجال الانس کیلئے نساء الانس ہوں گی اور رجال الجن کیلئے نساء الجن بہر حال ظاہر اور منصور قول جمہور ہی کا ہے لیکن حسن کے قول کو قطعاً نص کے خلاف نہ کہا جاویگا اور چونکہ مسئلہ ظنیہ ہے اس لئے غیر قطعی ہونا جمہور کو بھی مضر نہوگا اور عجب نہیں کہ جس طرح قول حسن کا یہ منشاء نقلی ہو جو ابھی مذکور ہوا اسی طرح ایک دوسرا منشا عقلی بھی ہو مگر اُس منشا کی بناء پر یہ حکم جواز مخصوص ہوگا اُس صورت کے ساتھ جب کہ وہ جن بشکل انسان ہو سو کچھ بعید نہیں کہ حسن کے نزدیک یہ قید بھی ملحوظ ہو گو اُن کے قول کے ساتھ یہ قید منقول نہیں ہوئی لیکن بہت اقوال ناتمام بھی منقول ہو جاتے ہیں اور وہ منشا یہ ہے کہ ہمارے فقہا میں سے بعض اس طرف گئے ہیں گو بحثاً سہی روایۃً نہ سہی کہ اگر آدمی کی شکل میں ہو کر جنی کسی آدمیہ سے یا آدمی کسی جنیہ سے جو کہ آدمیہ کی شکل میں ہو صحبت کرے اور انزال

نہ ہو تو بھی غسل واجب ہوگا چنانچہ درمختار کے اس قول کے تحت میں ۔

ایلاج حشفة آدمی احتراز عن الجن یعنی اذا لم تنزل واذا لم یظهر لها فی صورة الآدمی کما فی البحر

ردالمحتار میں ہے ۔

هو بحث لصاحب البحر وسبقه الیه صاحب الحلیة لکنه تردد فیه فقال اما اذا ظهر فی صورة آدمی وکذا اذا ظهر للرجل جنیة فی صورة آدمیة فوطئها وجب الغسل لوجود المجانسة الصوریة المفیدة لکمال السببیة اللهم الا ان یقال هذا انما یتم لو لم توجد بینهما مباینة معنویة فی الحقیقة ومن ثم علل به بعضهم حرمة التناکح بینهما فینبغی ان لا یجب الغسل الا بالانزال کما فی البهیمة والمیتة نعم لو لم یعلم ما فی نفس الامر الا بعد الوطی اوجب الغسل فی الظهر لانتفاء ما یفید قطع السببیة ج ۱ ص ۱۶۵

وہ صاحب البحر کی بحث ہے اور اس بحث میں صاحب حلیہ صاحب بحر سے سبقت کر چکے ہیں لیکن صاحب حلیہ نے اس میں تردد کیا ہے اور کہا ہے مگر جبکہ جن آدمی کی صورت میں ظاہر ہو اور اسی طرح کوئی جنیہ کسی آدمی کو آدمیہ کی صورت میں نظر آوے اور وہ اس سے وطی کر لے تو غسل واجب ہوگا بوجہ مجانست ظاہری کے جو کمال سببیت کو مفید ہے ہاں مگر یوں کہا جائے کہ یہ (مجانست صوری) تمام ہو جاتی اگر ان دونوں میں حقیقۃً مباینت معنوی نہ پائی جاتی اور اسی مباینت معنوی کی وجہ سے آپس میں نکاح حرام ہونے کو بعض نے معلل کیا ہے تو مناسب ہے کہ غسل بلا انزال کے واجب نہ ہو جیسا کہ مردہ میں اور جانور سے وطی کرتے ہیں (یہی حکم) ہے ہاں اگر نفس الامر کا علم بعد وطی ہی کے ہو تو بظاہر غسل واجب ہوگا بسبب مفقود ہونے اس شے کے جو سببیت کی کمی کو مقتضی ہو ج ۱ صفحہ ۱۶۵۔

اس فرع وجوب غسل میں صرف مجانست صوریہ کا اعتبار کیا گیا ہے تو گنجائش ہے کہ جس طرح احکام وطی میں مجانست صوریہ کو معتبر قرار دیا گیا اسی طرح احکام سبب وطی یعنی نکاح میں بھی یہی مجانست صوریہ کو کافی قرار دیا جاوے رہا مرد کا تشکل بصورت زن یا بالعکس جو کہ قول حسن پر وارد کیا گیا ہے تو اس کے حدوث نکاح سے مانع ہونے کا تو التزام کر لیا جاوے جس طرح ردالمحتار کی عبارت قریبہ کے اخیر یعنی نعم لو لم یعلم ما فی نفس الامر الخ میں اس کو موثر سمجھا گیا ہے لیکن بقاء نکاح میں اس کو مانع نہ سمجھا جاوے جس کا راز یہ ہے کہ فی الجملہ جنونکے لئے ایسے ہیں جیسے البتہ مختلفہ انسان کیلئے

(باقی آئندہ)

۳۸

اس شعر سے نورِ حس و جان الخ یعنی وہ موت سے فنا نہیں ہوتی پھر جو اس کے آثار دنیا میں ظاہر نہیں
ہوتے اس کی وجہ یہ ہے کہ بعد الموت بوجہ مفارقت مادہ ہیولانیہ کے جو کہ قبول تجلیات سے مانع تھا
اس نے تجلیات حق کو زیادہ قبول کیا خواہ تجلیات جمالیہ جیسے اہل ایمان پر خواہ تجلیات جلالیہ جیسے
اہل کفر پر پس ان تجلیات سے مغلوب ہو کر اس کے آثار عالم دنیا سے منطمس ہو گئے وھذا قولہ
نیک مانند ستارہ الخ وقولہ آنچناں کہ سوز الخ وقولہ آنچناں کہ عو اندر آب جست الخ اور وجہ شبہ
صرف مصرع اول میں تمام ہو گئی باقی مصرعہ ثانیہ اور شعر ثانی محض تتمیم ہے حالت مشبہ بہ کی جسکو اس
تشبیہ میں کچھ دخل نہیں مگر اس تتمیم سے مولانا کا ذہن منتقل ہو گیا ایک مضمون ارشادی کی طرف
جس کو اس شعر سے ارشاد فرمایا ہے آب ذکر حق و زنبور الخ جس کا حاصل یہ ہے کہ مانع وساوس سے ذکر
حق ہے تو اس میں مستغرق ہو جا جب یہ خوب ساری ہو جاوے پھر اگر ذکر متعارف بھی نہ ہو تب بھی ضرر
نہیں چنانچہ کاملین میں بظاہر ذکر کی تقلیل کا مشاہدہ ہوتا ہے یہ مضمون ارشادی خواجہ تاش تک ختم
ہو گیا۔ آگے پھر عود ہے مضمون سابق بقاء ارواح انسانیہ کی طرف بس کسانے الخ یعنی گو ظاہراً فانی ہیں
مگر باقی ہیں اور صفات حق سے مراد عام ہے جلالیہ و جمالیہ سے چنانچہ اس عموم کی بناء پر آگے اس کی
دو قسمیں فرمائیں روح محجوب الخ بس از علتیست نہ کہ صد محجوب کا آگے زیں چراغ الخ میں پھر مقصود یعنی
تزاحم ارواح حیوانیہ کی طرف عود ہے آگے روح خود را الخ میں گویا ماقبل پر تفریع ہے کہ جب روح حیوانی
کا عدم اتحاد اور روح انسانی کا اتحاد ثابت ہو چکا تو تو اپنی روح کو کہ بوجہ اتباع روح حیوانی کے بحکم
روح حیوانی ہو گئی ہے ارواح کاملین کے ساتھ متصل یعنی ان کے تابع کر دے کہ وہ بھی ان ہی کی
ارواح کے اوصاف کے ساتھ متصف ہو جاوے آگے صد چراغت الخ سے ایں مثال جان حیوانی الخ تک
پھر تقریر ہے مثال مذکور بالا روح حیوانی کی اسی حکم عدم اتحاد کی توضیح کیلئے یہاں تک مثالیں ختم
ہو گئیں اتحاد ارواح انسانیہ کی بھی کہ وہ مثال تھی آفتاب کی اور عدم اتحاد ارواح حیوانیہ کی بھی کہ وہ
مثال تھی چراغ کی آگے بازا ہندوئے سیب الخ میں دوسری مثال اسی اتحاد کی فرماتے ہیں پس بازا
بمعنی ثم تراخی فی المذکور کے لئے نہیں بلکہ تراخی فی الذکر کیلئے ہے یعنی ایک مثال تو میں اوپر دے چکا
پھر اس کے بعد دوسری مثال سنو جس کا حاصل بھی وہی ہے اور شاید نکتہ اس دوسری مثال میں
یہ ہو کہ مولانا نے اتحاد کا حکم دو محل میں کیا ہے ارواح انبیاء میں اور ارواح اولیاء میں پس محل اول

۵۵

کیلئے مثال خورشید کی ہو اور محل ثانی کیلئے مثال ماہتاب کی۔ ماہتاب کی مثال تفریع رد علی الفلسفی کیلئے ہو کہ جس طرح نور قمر حادث زمانی ہے اسی طرح وجود روح حادث زمانی ہے آگے مثال مذکور کی تتمیم ہے کیونکہ اوپر اتحاد میں محض طلوع کا اعتبار کیا گیا ہے اور پورا اتحاد جب ثابت ہوتا ہے کہ غروب کی حالت میں بھی اتحاد ہو اس لئے تابود خورشید او رباز چوں خورشید میں دونوں کے مجموعہ کی تقریر فرمادی پس خورشید جان سے مراد یہی خورشید اور اس کی اضافت جان کی طرف باعتبار ادنی ملابست کے ہو کہ جان اُس کا مشبہ ہے آگے این مثال نو آمد الخ میں بعجب فلسفی کا کہ شاید وہ اس تشبیہ روح بالشمس سے تائید سمجھنے لگے قدم روح کی جو کہ اس کا مذہب ہے پس اجمالاً رد فرماتے ہیں کہ اول تو یہ مثل نہیں مثال ہے اور ظاہراً مولانا نے اسی پر اکتفا فرمایا مگر آگے جواب کی طرف بھی اشارہ فرمایا یعنی پھر مثل ہوتے ہے بھی تو وہ مثل ہی حادث ہے ذاتاً و زماناً جس کی دلیل اگر عقلی کسی کے نزدیک کافی نہ ہو تو وحی تو کافی ہے جس کے مقابلہ میں اس فلسفی کے خیالات مثال تار عنکبوت کے ہیں جو اُس کیلئے نور حقیقت سے حجاب ہے اور اُس فلسفی کی یہ حالت ہے جیسے کوئی شخص گھوڑے پر بدون لگام کے جو کہ اُس کو حد کے اندر رکھتی ہے سوار ہونے لگے کہ اگر اُس کا سر پکڑتا ہے تو وہ کاشا ہے اور اگر پالو پکڑتا ہے تو لات مارتا ہے اسی طرح اُس کی حالت ہو کہ بدون قید شرع کے جو کہ عقل متوسط کو حد کے اندر رکھتی ہے اگر الہیات کی تحقیق کرتا ہے تب گمراہ ہوتا ہے اور اگر طبعیات کی تحقیق کرتا ہے تب بھی گمراہ ہوتا ہے آگے وصیت فرماتے ہیں کہ بدون وحی کے مرکب علوم پر سوار مت ہو بلکہ وحی کو جس کا صحیح ادراک عقل سلیم سے ہوتا ہے (کیونکہ بدون اس کے تو وحی میں بھی افراط و تفریط کرنے لگتا ہے) اپنا متبوع بناؤ اور آگے اُن لوگوں کی اصلاح فرماتے ہیں جو اتباع وحی کا کرتے ہیں مگر ظاہر پرستی و اقتصار علی الصورت کے سبب اُس کو سرسری سمجھتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ اس پر سستی سے اور سہی سے نظر مت کرو کیونکہ اس میں مشقت کی بھی ضرورت ہے علماً بھی حالاً بھی اور وہ مشقت مجاہدہ لفظیہ اس کی حقیقت وحی کی ظاہر ہوتی ہو اور برکات وحی کے فائض ہوتے ہیں۔ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ

حل بعض اشعار مثنوی واقعہ دفتر چہارم مسرخی در بیان آنکہ حکما گویند آدمی عالم صغیر ست

قولہ۔ اول فکر آخر آمد در عمل الخ مقصود کے تقدم کو بیان فرماتے ہیں کہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اول فکر کی

۵۶

ہوئی چیز عمل یعنی کام میں پیچھے آیا کرتی ہے۔ اور اس کلیہ میں بالخصوص وہ فکر کی ہوئی چیز یعنی محل غور و تصور و معلوم جو وصف ازلی ہو خصوص اس لئے کہا کہ ایک تو اس کا غایت مقصود ہونا مقتضی ہے اس کے تقدم کو پھر اس کا وصف ازلی ہونا جس کیلئے تقدم علی غیر الازلی لازم ہے یہ دوسرا مقتضی ہے اس کے تقدم کو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کہ بحیثیت اپنے منشاء تعین کے جس کو حقیقت محمدیہ کہتے ہیں وصف ازلی ہے باری تعالیٰ کا جس کا حاصل (اس بناء پر کہ اگر کسی شے پر کوئی حکم کسی حیثیت خاصہ سے کیا جاوے تو درحقیقت محکوم علیہ اس حکم کا وہ حیثیت ہوتی ہے) یہ ہے کہ وہ حقیقت محمدیہ وصف ہے باری تعالیٰ کا کیونکہ وہ اصطلاح میں لقب ہے صفات باری تعالیٰ کے درجہ اجمال کا اور یہ ایسا ازلی ہے کہ غیر ازلی پر تو مقدم ہے ہی دوسرے ازلیات پر بھی جو مناشی تعینات ہیں دوسرے اکوان کے ایک گونہ مقدم ہے اور یہ مناشی صفات کا درجہ تفصیلی ہے جس کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں اور حقیقت آدمیہ بھی اس کا لقب ہے اور یہ تقدم بالزمان نہیں مگر بالذات وبالطبع ہے پس حقیقت محمدیہ کا حقیقت آدمیہ سے متقدم ہونا مجازاً ذات محمدیہ کا تقدم ہے ذات آدم وغیرہ پر بحیثیت مذکورہ اور آپ کے لئے حقیقت محمدیہ کا منشاء تعین ہونا خود یہ علامت ہے آپ کی مقصودیت کی بس یہی حاصل نکلا کہ آپ کی مقصودیت سبب ہے تقدم کا اور اس مقصودیت کی چونکہ ایک خاص توجیہ تھی اس لئے اس کو خاصہ فکری الخ کے عنوان سے تعبیر کیا۔ احقر کہتا ہے کہ اس تقریر کے بعد بھی جی چاہتا تھا کہ کوئی سہل توجیہ ہوتی تو خوب تھا عشاء کی نماز میں ذہن میں ایک دوسری تقریر آئی وہ یہ کہ آپ کے تقدم کی ایک وجہ تو وہی مقصودیت بناء بر اس قاعدہ کے کہ اول فکر آخر آمد در عمل اور دوسری خاص وجہ یہ بھی ہے کہ آپ ایسے متعلق فکر یعنی معلوم ہیں کہ آپ صاحب وصف ازلی ہیں مبالغۃً آپ پر لفظ وصف کو محمول کر دیا جیسا زید عدل میں اور ازل سے مراد معنی عرفی عام ہیں جو اکثر شعراء کے استعمال میں آتا ہے یعنی مطلق اولیت متقادمہ کما قال النظامی"

محمد کازل تا ابد ہر چہ ہست | بآرایش نام او نقش بست

اور حسب مضمون حدیث اول ما خلق اللہ نوری آپ معلوم اول وجود خارجی میں بھی ہیں پس معنی یہ ہوئے کہ مقصود وجود ذہنی میں تو مقدم ہوتا ہی ہے اور آپ تو وجود خارجی میں سب سے مقدم ہیں گو تربیۃً روح میں سہی جسم میں نہ سہی وھذا اسہل واللہ اعلم۔

حل اشعار مثنوی در قصہ پیام بسرخی تہدید فرستادن سلیمان علیہ السلام و آخر سرخی

قولہ اے تو در بیگار خود در باختہ الخ تونے بیگار میں (یعنی ایسے کاموں میں جو محض دوسروں کی خدمت ہے اور اپنا اس میں نفع نہیں مثل مثال مذکور شعر بالا کہ نقش حمام محض دوسروں کیلئے ہے اس کا کوئی نفع نہیں) اپنے کو کھپا رکھا ہے دوسروں میں اور اپنے میں کچھ امتیاز نہیں کیا (جس سے یہ سمجھتا کہ میں یہ اپنا کام کر رہا ہوں یا محض دوسروں ہی کا اور ان فضول مشاغل سے) تیری یہ حالت ہے کہ تو جس صورت (یعنی جس حالت میں) آتا ہے (اور مشغول ہوتا ہے) اسی میں قائم ہو جاتا ہے (یعنی اسی کو یہی اصلی حالت سمجھنے لگتا ہے) کہ بس میں ایسا ہی ہوں (یعنی اسی کام کیلئے ہوں) حالانکہ واللہ تو ویسا نہیں ہے (بلکہ تیری اصلی حالت دوسری ہے اور یہی وجہ ہے کہ) اگر تو کسی وقت مدت تک خلق سے تنہا ہوتا ہے تو پریشانی میں سرتاسر غرق ہو جاتا ہے (حالانکہ اصلی حالت وہ ہے جو کسی وقت مفارق نہو نہ تنہائی میں نہ غیر تنہائی میں اور اصلی حالت میں پریشانی ہوتی نہیں اور یہاں ظاہر ہے کہ پریشانی ان تعلقات مع الخلق کی مفارقت سے ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ تعلقات اصلی حالت نہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ) بس تو اس حالت (تعلقات مع الخلق) کا کب ہے (یعنی یہ تیری اصلی حالت کب ہے) کیونکہ تو تو (باعتبار حالت اصلیہ کے) وہ یگانہ (اور خلق سے بے تعلق) ہے کہ اپنے ہی آپ میں خوش اور زیبا اور سرمست ہے اور جب ایسا ہو سکے دوسری لوگ طالب ہیں مرغ ہوا صید ہوا دام ہوا صدر ہوا فرش ہوا بام ہوا تو یہ سب کچھ خود ہی ہے (یعنی ان سب سے مستغنی و آزاد ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ تو جوہریت میں دوسرے جواہر سے اشرف ہے اور) جوہر کی شان قیام بنفسہ اور عرض کی شان تابعیت للجوہر فی التقوم ہے (پس تیری اشرفیت فی الجوہریت کا مقتضا یہ ہے کہ تجھ میں اصالت کی شان غایت ہونا چاہئے اور وہ ترک تعلق مع الخلق میں ہے اور فرعیت کی شان نہ ہونا چاہئے جو کہ تعلق مع الخلق میں ہے اور) اگر تو (اس اشرفیت فی الجوہریت میں) آدم علیہ السلام کا وارث ہے (جو خلیفۃ اللہ تھے) تو ان کی طرح خلیفہ ہو کر رہ اور سب اکوان کو اپنے اندر مطالعہ کر (کہ تو کسی کی طرف محتاج نہ رہے اور یہ باعتبار جامعیت تجلیات اسماء و صفات کے ہے جن کے مظاہر وہ اکوان ہیں آگے اسی کی دو مثالیں ہیں شعر چیست الخ میں اور ان دونوں کی تطبیق ہے شعر این جہاں الخ میں باعتبار اسی جامعیت تجلیات اسماء و صفات کے)

فقط شب ۴ رجب ۱۳۳۵ھ

(باقی آیندہ)

۵۸

توحق تعالیٰ نے ان دونوں کو بجس بنادیا تاکہ انسان جب زینت و جمال کیلئے ان کو کاٹے، ورکترے تو انکو تکلیف نہو اگر اس حکمت کی حق تعالیٰ شانہ رعایت نہ فرماتے تو انسان کی دو حالتیں ہوتیں یا تو ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیتا تو اس کی صورت بھدی ہوجاتی یا کاٹا کرتا تو سخت تکلیف ہوتی پھر ذرا غور تو کرو کہ اگر بال آنکھ میں پیدا ہوجایا کرتے تو آنکھیں اندھی ہوجاتیں۔ یا اگر منہ میں پیدا ہوجایا کرتے تو کھانا پینا خاک میں ملجاتا اگر ہتھیلی میں پیدا ہوجاتے تو چھونے میں اور بہت سے کاموں میں مزہ نہ آتا اگر شرمگاہ پورت میں پیدا ہوجاتے تو لذت جماع سب مٹی میں ملجاتی حق تعالیٰ نے ان مواضع کو بالوں سے پاک صاف رکھا حالانکہ بال اُگنے کی یہاں بھی قابلیت موجود ہے (فسبحان المدبر المنعم بهذه النعم) دیکھئے حق تعالیٰ شانہ نے خلقت انسانی میں اس کی راحت کی کسقدر رعایت فرمائی ہے اور تکلیف سے کسقدر اسکو بچایا ہے۔

پھر چونکہ جبلت انسانی میں تین چیزوں کی احتیاج رکھی ہوئی ہے کھانے پینے کی سونیکی اور جماع کی تو ان میں حق تعالیٰ نے کیسے عمدہ اور مضبوط تدبیر فرمائی کہ انسان کی طبیعت میں ایک محرک ایسا رکھدیا جو ان چیزوں کا تقاضا کرتا اور ان کی طرف ترغیب دلاتا رہتا ہے تو بھوک، ورپیاس غذا کا تقاضا کرتے ہیں جس سے انسان کی حیات وابستہ ہے اور نیند سونے کا تقاضا کرتی ہے جس سے بدن کو اور تمام قوائے ظاہرہ و باطنہ کو راحت ہوتی ہے اور شہوت جماع کا تقاضا کرتی ہے جس سے نوع انسانی کی نسل چلتی ہے اور اس کا نام باقی رہتا ہے اگر انسان صرف اس خیال سے کھایا پیا کرتا کہ اس کے نزدیک وہ ایک ضروری چیز ہے اور اس کی طبیعت میں غذا کی طرف بیقرار کرنیوالی کوئی چیز نہوتی تو وہ بعض اوقات اپنے ضروری کاموں میں مشغول ہوکر اس کو چھوڑ بیٹھتا جس سے اس کے قویٰ مضمحل ہوجاتے اور ہلاکت تک نوبت آجاتی۔ جیسا کہ انسان بعض دفعہ ناگوار دوا کے استعمال کا محتاج ہوتا ہے جسمیں اس کی شفا ہوتی ہے مگر چونکہ اسکی جبلت میں دوا کا تقاضا نہیں ہے تو وہ اس کو ٹالدیتا ہے اور استعمال نہیں کرتا یہانتک کہ بیمار ہوجاتا ہے پھر ہلاک تک نوبت آجاتی ہے۔

اسی طرح اگر نیند کو باختیار خود انسان اپنے اوپر طاری کیا کرتا تو بعض دفعہ ضروری کاموں میں مشغول ہوکر اسکو چھوڑ دیتا اور تعب و مشقت کی وجہ سے اس کا انجام ہلاکت تک پہونچتا اسی طرح

۴۵

جماع پر اگر انسان صرف حصول اولاد کی رغبت سے پیش قدمی کرتا تو اس کی نسل منقطع ہو جاتی کیونکہ دوسرے ضروری کام اس سے بے پروا کر دیتے ہیں دیکھئے حق تعالیٰ شانہ نے طبعی طور پر ان چیزوں کی طرف بیقرار کر کے اتفاقاً کس طرح عجیب حکمت کے ساتھ رکھدیا کہ یہ فائدے بلا اختیار حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ دیکھئے یہ قوتیں اس مضبوط اور عجیب ترتیب کی ساتھ کیسے مرتب ہوئیں۔ جسکی وجہ سے بدن کو بھی تمام قوتوں کے ساتھ ایک شاہی قلعہ سے مشابہت ہو گئی جسمیں کچھ خادم ہیں اور ایک جماعت گھر کی نگہبان ہے۔ کوئی تو فوج کی ضروریات روانہ کرتا ہے اور ان کے لئے دانہ پانی بھیجتا ہے۔ کوئی شخص ان تمام چیزوں کو اپنے قبضے میں رکھ کر محفوظ کرتا ہے یہاں تک کہ وقت پر وہ کام میں لائی جاتی ہیں۔ ایک شخص ان تمام چیزوں کی اصلاح اور درستی کرتا ہے۔ اور اسکی اصلاح پہلے شخص سے بڑھکر ہوتی ہے۔ ایک شخص گھر کو پلیدیوں سے پاک صاف کر کے باہر پھینک دیتا ہے۔ پس اس مثال میں بادشاہ حق تعالیٰ شانہ ہیں جو کہ خالق علیم ہیں۔ اور قلعہ بدن ہے اور فوج یہ اعضا ہیں اور ان سب کی نگہبان یہ چند قوتیں ہیں یعنی نفس جسکا کام سوچنے اور تدبیر کرنے کا ہے۔ اور عقل اور قوت حافظہ اور قوت غضب وغیرہ ہیں۔ بھلا اگر ان صفات میں سے صرف قوت حافظہ ہی کم ہو جائے تو انسان کی کیسی حالت ہو کہ وہ اپنے اور دوسروں کے حقوق کو ہرگز یاد نہ رکھ سکیگا اور اسکو کچھ نہ خبر ہوگی کہ میں نے کیا جمع کیا اور کیا خرچ کیا اور کیا لیا اور کیا دیا اور کیا دیکھا اور کیا سنا اور میں نے کیا بات کہی تھی اور دوسرے نے کیا بات کہی تھی۔ نیز اسکو یہ بات بھی یاد نہ رہتی کہ کس نے اس کی ساتھ اچھا برتاؤ کیا کس نے برا برتاؤ کیا۔ اور کس نے اس کو نفع پہنچایا اور کس نے ضرر پہنچایا۔ نیز چلے ہوئے راستے اور دیکھے ہوئے راستے میں بھی وہ ہمیشہ ٹھوکریں کھایا کرتا۔ اور پڑھے لکھے ہوئے علوم میں ہمیشہ غلطی کیا کرتا۔ نیز اپنی تحریر سے کبھی منتفع نہ ہو سکتا (کیونکہ اسکو یہی یاد نہ رہا کرتا کہ میں نے کیا بات لکھی تھی اور کیوں لکھی تھی) نیز گذشتہ واقعات سے کبھی عبرت حاصل نہ کرتا۔ پس ان نعمتوں میں غور کرو کہ ان میں سے ایک ایک کی کیسی شان ہے۔ مجموعہ کا تو کیا پوچھنا ہے اور نعمت حافظہ سے بڑھکر نسیان بھی ایک بڑی نعمت ہے۔ کیونکہ اگر انسان میں نسیان اور بھول کا مادہ نہ ہوتا تو کسی مصیبت کے بعد تسلی ہرگز نہ ہو سکتی اور اسی کا غم و حسرت کبھی کم نہ ہوتا۔ اور اسکے دل کی خلش کبھی زائل نہ ہوتی (کیونکہ وہ مصیبت کا سماں ہر وقت پیش نظر رہتا)، اور ان آفات

ومصائب کی یادداشت کے ساتھ شہوات دنیویہ سے لذت حاصل کرنا اور متمتع ہونا دشوار ہوجاتا۔ اور کسی ظالم کی طرف سے غفلت کی توقع اور کسی حاسد یا موذی کی طرف سے سستی اور ذہول کی امید نہو سکتی۔ پس غور کیجئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے حافظے اور نسیان دونوں میں باوجودیکہ وہ ضدین ہیں انسان کیلئے کیسی کیسی قسم قسم کی مصلحتیں رکھدی ہیں۔ اس کے بعد اُن صفات میں غور کرو جو صرف انسان کے ساتھ خاص ہیں۔ دیگر حیوانات میں نہیں پائی گئیں جنمیں سے ایک حیا ہے اگر حیا نہ ہوتی تو لغزشیں اور خطائیں بہت زیادہ ہوا کرتیں۔ دوسروں کی حاجتیں پورا کرنے کا بھی خیال نہوتا۔ مہمان کی ضیافت نہو سکتی۔ احسان وسلوک سے فائدہ نہوا کرتا۔ برے کاموں پر سختی اور تنبیہ نہوا کرتی۔ (بس اچھے کام بند ہو جاتے اور برے کاموں کا بازار گرم ہوجاتا) یہانتک کہ بہت سے واجبات شرعیہ آج کل صرف لوگوں کے لحاظ اور حیا اور شرم کی وجہ سے کئے جاتے ہیں۔ حیا ہی کی وجہ سے لوگوں کی امانتیں واپس کردیجاتی ہیں۔ والدین اور قرابت داروں کے حقوق کی رعایت کیجاتی ہے فحش اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ پس دیکھئے اسی ایک صفت میں حق تعالیٰ شانہ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ اور دیکھو حق تعالیٰ شانہ نے گویائی عطا فرماکر انسان پر کتنا بڑا انعام فرمایا کہ اس کے ذریعہ سے وہ بہائم سے ممتاز ہے اپنے دل کی بات ظاہر کرسکتا ہے دوسرے کی دل کی بات سمجھ سکتا ہے۔ اسی طرح کتابت بھی کتنی بڑی نعمت ہے جس سے پہلوں کی خبریں اس زمانے والوں کو اور آج کل کی خبریں آئندہ کی نسلوں کو معلوم ہوسکتی ہیں۔ کتابت ہی کے ذریعہ علوم وفنون وآداب کتابوں میں ہمیشہ کیلئے محفوظ رہتے ہیں۔ اور اسی کے ذریعہ سے حساب اور معاملات جو کہ آپس میں چلتے رہتے ہیں لوگوں کو معلوم ہوجاتے ہیں اگر کتابت نہوتی تو ایک زمانہ کی خبریں دوسرے زمانہ والوں کو معلوم نہو سکتیں۔ علوم مٹ جاتے فضائل وآداب ضائع اور اس کے نہونے سے لوگوں کے معاملات میں بہت بڑی خرابی پیدا ہوجاتی اگر اشکال کیا جاوے۔ کہ گفتگو اور کتابت تو انسان میں طبعی طور پر نہیں ہے۔ بلکہ ان دونوں میں اس کے کسب اور اختیار کو بہت بڑا دخل ہے۔ اگر یہ دونوں طبعی امور ہوتے تو عربی وہندی ورومی وغیرہ تمام خطوط یکساں ہوتے۔ اسی طرح اگر گفتگو کا دار ومدار اصطلاح پر نہوتا تو ساری مخلوق کی ایک ہی بات ہوتی۔ زبانوں کا اور خطوط کا اختلاف ہمیشہ سے برابر رہا ہے کہ یہ دونوں قوتیں انسان میں طبعی نہیں بلکہ

کسبی ہیں اس کا جواب ہم یہ دیں گے۔ کہ جن قوتوں کے ذریعہ کتابت کا وجود ہوا ہے مثلاً ہاتھ انگلیاں
ہتیلی ذہن اور فکر یہ تو انسان کے بنائے ہوئے نہیں۔ اگر یہ چیزیں نہ ہوتیں تو کتابت کبھی نہ ہوسکتی
ہاتھ سے لکھتے ہیں اور قوت ذہن سے اسکو سمجھتے ہیں۔ فسبحان المنعم الباری تعالیٰ اسی طرح
اگر زبان نہ ہوتی اور طبعی طور پر اسمیں ایک قوت خاص پیدا نہ کیجاتی اور قوت فہم انسان کو عطا نہ ہوتی
تو وہ کبھی کلام نہ کرسکتا۔ فللہ الحمد ولہ الشکر۔ پھر غضب کی حکمت میں غور کرو جو انسان میں
پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے ذریعہ انسان اپنے نفس سے ہر موذی کو دفع کرسکتا ہے اور شہوت اور حسد
جو اسمیں رکھی ہوئی ہے اس کے ذریعہ سے اپنے منافع کے حاصل کرنے میں کوشش کرسکتا ہے۔ مگر
ان دونوں باتوں میں انسان کو اعتدال کا حکم کیا گیا ہے۔ اگر حد سے بڑھے گا۔ تو شیاطین کے
رتبہ میں پہنچ جاویگا۔ حالت غضب میں اسکو چاہئے کہ صرف اپنی ذات سے ضرر کو دفع کردے دوسرے
کے اوپر زیادتی نہ کرے اور شہوت و حسد میں صرف غبطہ پر اکتفا کرے جسکے معنی یہ ہیں کہ اپنے لئے اچھی
حالت کی کوشش اور تمنا کرے اور دوسروں کیلئے ضرر کا درپے نہ ہو بلکہ ان کے لئے بھی وہی پسند
کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ پھر غور کیجئے حق تعالیٰ شانہ نے انسان کو بعض چیزیں عطا کی ہیں
اور بعض چیزیں اسکو عطا نہیں کی اور ہر ایک میں اسکی مصلحت ہی ہے مثلاً امید و طمع اس کو
عطا فرمائی ہیں جسکے سبب دنیا آباد رہتی ہے اور نسلیں بڑھتی رہتی ہیں کمزور آدمی قوی لوگوں سے
رہنے کیلئے میراث میں گھر پالیتا ہے کیونکہ مخلوق اول پیدائش میں ضعیف و کمزور ہی ہوتی ہے تو
اگر وہ پہلی قوموں کے آثار و عمارات نہ پاتے تو اس کیلئے کوئی جگہ ٹھکانا پانیکی نہ ہوتی۔ اور نہ وہ آلات
ہوتے جن سے یہ نفع حاصل کرسکے (کیونکہ جب پہلی قوموں میں امید و طمع کا مادہ ہی نہ ہوتا تو وہ آئندہ
کیلئے لمبے چوڑے کارخانے نہ کھودتے نہ بڑے بڑے مکانات بناتے صرف اپنے گذران کا سامان کیا
کرلیتے) امید ہی کے سبب پہلے لوگ وہ کام کرجاتے ہیں جس سے آئندہ کی نسلیں نفع حاصل کرتی
ہیں۔ اور اسی طرح قیامت تک ہوتا رہے گا۔ اور دیکھئے حق تعالیٰ شانہ نے انسان کو اس کی
عمر کی مقدار نہیں بتلائی نہ موت کا وقت ظاہر کیا اور اس کی اسی میں مصلحت ہے۔ کیونکہ اگر حیات
کی مدت معلوم ہوجایا کرتی تو جنکی عمر کوتاہ ہوتی ان کی زندگی خوشگوار نہ ہوتی اور ان کو اولاد سے
اور زمین کی آبادی سے اور تمام مرغوبات سے کچھ خوشی نہ ہوا کرتی۔ اور جنکی عمر دراز ہوتی وہ شہوتوں میں

منہمک ہو جاتا، حدود سے تجاوز کرنا سو لقمۂ ہلاکت میں بےخوف ہو کر گھستا اور واعظین اُسکو مہلکات سے باز رکھنے میں عاجز ہو جاتے اور کسی قسم کی تنبیہ وزجر اُسپر کارگر نہ ہوتی پس مدت حیات نہ معلوم ہونے ہی میں انسان کی مصلحت ہے دفعۃً موت کے آجانے کے اندیشہ سے بہت کاموں سے وہ ڈرتا ہے اور موت سے پہلے نیک کاموں میں کوشش کرتا ہے۔ اس کے بعد ان قوتوں میں غور کیا جاوے جنکے ذریعہ وہ ان تمام چیزوں سے منتفع ہوتا ہے جنمیں اسکی لئے لذت اور مصالح رکھے ہوئے ہیں مثلاً قسم قسم کے مختلف مزے کے کھانے اور رنگ برنگ کے میوے اور مختلف سواریاں سوار ہونے کیلئے اور منافع حاصل کرنے کیلئے اور عجیب غریب پرندے جنکی آواز خوشگوار معلوم ہوتی ہے اور قیمتی جواہر اور نقود جنکو یہ جمع کرتا ہے اور ان کے ذریعہ یہ اپنے مقاصد کو حاصل کرتا ہے اور اپنے مہمات میں خرچ کرتا ہے اور جڑی بوٹیاں جنکو حفظ صحت کیلئے استعمال کرتا ہے اور بعضے جانور جو اس کیلئے غذا کا کام دیتے ہیں نیز علاوہ انکے اور بہت سی باتیں مثلاً کھیتی کرنا بوجھ لادنا وغیرہ بھی یہ انہیں سے حاصل ہوتی ہیں۔ اور قسم قسم کے پھول اور رنگ برنگ کے عطر جنکی خوشبو سے لذت لیتا ہے اور نفع حاصل کرتا ہے۔ اور مختلف قسم کے لباس غرض ان تمام چیزوں سے منتفع ہونا اور لذت لینا یہ اُن قوتوں ہی کا ثمرہ ہے جو ہمیں طبعی طور پر رکھی ہوئی ہیں جیسے عقل وفہم وحواس۔ بس غور کیجئے حق تعالیٰ شانہ نے انسان میں کیا کیا عجیب چیزیں پیدا فرمائی ہیں۔ اور یہ بھی حق تعالیٰ شانہ کی بڑی حکمت ہے کہ بندوں کو احوال میں مختلف الحال پیدا کیا تاکہ غریب کو امیر سے امتیاز رہے جو کہ دنیا کی آبادی کا سبب ہے اسی وجہ سے بسا اوقات لوگ ان کاموں میں پھنسے رہتے ہیں جو اُن کو ضرر رساں ہیں اور جن کاموں میں وہ مشغول ہیں اُن میں اُن کی مثال بچہ جیسی ہے کہ وہ اپنے نقص عقل کے سبب بعض دفعہ اپنے لئے مضر کام کر لیتا ہے اور بیکار نہیں رہتا کیونکہ بیکاری اُس کے وبال کا سبب ہے۔

اور شمار کرنے والا کتنی حکمتیں اور لطائف شمار کر سکتا ہے جن سے اس عالم کے انتظام کا قصد کیا گیا ہے تاکہ مخلوق ایک میعاد معین تک اس دنیا میں حق تعالیٰ شانہ کی عبادت کر سکے وہ حکمتیں کسی حد کے تحت میں داخل نہیں ہو سکتیں اور نہ کوئی عدد اُن کو احاطہ کر سکے اور ان کی حقیقت کا انتہا اور مجموعے کا شمار بجز اُس حکیم وعلیم کے جسکی رحمت اور علم ہر شے کو وسیع ہے اور ہر چیز کی مقدار وشمار کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور کوئی جان نہیں سکتا۔

خاتمہ باب ہذا

جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے انسان کو بہت بڑی شرافت و کرامت عطا فرمائی ہے چنانچہ
ارشاد ہے (ولقد کرمنا بنی آدم وحملناهم فی البر والبحر ورزقناهم من الطیبات
وفضلناهم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا) ترجمہ بے شک ہم نے بنی آدم کو مکرم کیا اور خشکی
اور تری میں اُن کو جانوروں اور کشتیوں پر سوار کیا اور پاکیزہ غذائیں عطا فرمائیں اور مخلوقات
میں سے بہت سی چیزوں پر اُن کو فضیلت دی۔ ایک بڑی چیز جسکی وجہ سے اسکو شرافت اور کرامت
حاصل ہوئی عقل ہے جسکی وجہ سے وہ خوبی پر متنبہ ہوتا ہے اور اپنے آپ کو عالم ملائکہ کے ساتھ پیوستہ
کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس ہی کے ذریعہ سے اپنے خالق جل وعلا کی معرفت کا اہل بن جاتا ہے۔
اُسکی مخلوقات میں نظر کرتا ہے اور ان کے ذریعہ سے نیز ان عجائبات کے ذریعہ سے جو کہ اسکی ذات میں
بطور ودیعت و امانت کی رکھی ہوئی ہیں حق تعالیٰ شانہ کی صفات کمال پر استدلال کرتا ہے۔ حق تعالیٰ
شانہ فرماتے ہیں وفی انفسکم افلا تبصرون ترجمہ اور خود تمھاری ذات میں بہت سے دلائل
قدرت ہیں پس تم کیوں نہیں دیکھتے جب انسان اپنی ذات میں غور کرتا ہے اور اپنے اندر قوت عقل بطور
امانت کے رکھی ہوئی پاتا ہے جسکے وجود کا اسکو پورا یقین ہے مگر اسکی حقیقت بیان کرنے سے بالکل
عاجز ہے تو یہی بات اس کے نزدیک اپنے خالق و مدبر و مصور کے وجود کی بہت بڑی دلیل بنجاتی ہے
کیونکہ وہ عقل میں غور کرتا ہے اسمیں قوت تدبیر کی اور قسم قسم کے علوم اور عجائبات حکمت رکھے ہوئے
ہیں اسی کے ذریعہ نفع اور ضرر میں تمیز ہوتی ہے وہی علم و معرفت کی جگہ ہے ان تمام باتوں کے ساتھ
انسان کو عقل کی صورت نظر نہیں آتی اور نہ اسکی کچھ آواز سنتا ہے نہ خوشبو سونگھتا ہے نہ اُس کا کچھ
مزہ چکھتا ہے نہ وہ چھونے میں آتی ہے حالانکہ وہ اس کے بدن میں حاکم ہے اور سب سے بڑھکر سردار ہے
وہی امید کرتی ہے وہی فکر کرتی ہے وہی نگاہ سے غائب ہونے والی چیزوں کا مشاہدہ کرتی ہے اور
بہت سی باتوں کو ادنیٰ توجہ سے معلوم کر لیتی ہے۔ جو میدان نگاہ سے تنگ ہو اُس کے سامنے وسیع
ہے جو چیزیں برتنوں میں نہ سما سکیں اسمیں سما جاتی ہیں وہ اُن چیزوں کا بھی اقرار کرتی ہے جسکو
حجاب الٰہی نے حواس سے پوشیدہ کر دیا ہے۔

(باقی آئندہ)

تتمہ خامسہ تنبیہات وصیت بابت صفر ۱۳۳۵ھ

ہر چند کہ حسب توقع مرقوم آغاز تتمہ ثالثہ اسکی اشاعت کا وقت ختم سال تھا مگر ابھی کے بعض مضامین کا زیادہ ضروری ہونا مانع انتظار ختم سال ہوا ممکن ہے کہ اس وقت اس کا کوئی ضمیمہ اضافہ کر دیا جاوے جس طرح تتمہ رابعہ سنہ ۳۴ کا ضمیمہ یکم جمادی الاولیٰ سنہ حال کو شائع ہوا جو اسکی ساتھ بھی قابل ملاحظہ مکرر ہے۔

مضمون اول کی متعلق مضمون اول تتمات اربعہ علاوہ قیس حضرات مذکورین تتمہ سابقہ کے ذیل کے اصحاب کو بیعت و تلقین کی اجازت دیگئی (نمبر ۳۱) میاں خیر احمد موضع سوندھیا ڈاکخانہ بارا ضلع گیا (نمبر ۳۲) مولوی حبیب اللہ پرشین ٹیچر گورنمنٹ اسکول للت پور جھانسی۔

مضمون ثانی تتمہ مضمون دوم مع جزو اخیر الحاق نمبر ۳ مذکور آخر تتمہ رابعہ۔ بعض کتب جدیدۃ التالیف کے نام بترتیب سلسلہ سابقہ کہ عدد (۴۰۴) تھا (۴۰۵) مکتوبات خیرت حصہ دوم (۴۰۶) تتمہ خامسہ امداد الفتاوی (۴۰۷) حصہ خامسہ حوادث الفتاوی (۴۰۸) حصہ پنجم ترجیح الراجح (۴۰۹) حصہ پنجم تربیۃ السالک (۴۱۰) ملفوظات خیرت حصہ پنجم (۴۱۱) مکتوبات خیرت حصہ پنجم (۴۱۲) زوال السنۃ عن اعمال السنۃ (۴۱۳) لوح الالواح (۴۱۴) تشنیف الاسماع بترصیف الاسجاع۔ یہ دونوں کتابیں زیر و بم دردہائے مثنوی کی ساتھ جمع ہو کر جامع طرب سے ملقب ہیں (۴۱۵) نفع الاخوان (۴۱۶) الفتاح المعنوی (۴۱۷) معارف المعارف یہ حاشیہ ہے عوارف المعارف کے ترجمہ مسمی بہ معارف العوارف کا (۴۱۸) کلید مثنوی دفتر چہارم زیر تحریر ہے (۴۱۹) خود یہ تتمہ خامسہ (۴۲۰) خیر العبور فی سفر گورکھپور اور ذیل کے مواعظ و تقریرات جو کہ نمبر ۴۳۳ تک گورکھپور میں بیان ہوئے (۴۲۱) ادب الاعلام الملقب بالکنز النامی (۴۲۲) ادب الالوہیۃ والرسالۃ (۴۲۳) ادب الطریق الملقب بادب الرفیق (۴۲۴) ادب الاسلام الملقب بہدم شبہات الاصنام (۴۲۵) ادب الاعتدال (۴۲۶) ادب العشیر (۴۲۷) ادب الترک (۴۲۸) اخ فخوج۔ نمبر ۴۲۰ سے یہاں تک باستثناء بعض کے کہ مجلس میں آ گئے باقی سب مولوی حکیم محمد مصطفیٰ صاحب کے پاس ہیں (۴۲۹) پند دلپذیر یہ خواجہ عزیز الحسن صاحب کے پاس ہے (۴۳۰) دستور سہارنپور یہ مجلس میں ہے (۴۳۱) المشذور یہ مولوی فضل حق صاحب کے پاس ہے (۴۳۲) العدل (۴۳۳) مظاہر الآمال یہ دونوں مولوی ظفر احمد کے پاس ہیں

ضمیمہ الامداد بابت صفر ۱۳۳۵ھ صفحہ رسالہ سلسلہ مضمون القاب قولہ پہلی کی نسبت سکوت و سکون کی رفتار ترقی پذیر ہے اس خط کے کاتب کی روایت ہے کہ آخر اس رفتار سے یہ سکوت و سکون بفضلہ تعالیٰ اس حد پر پہنچ گیا کہ ان کو خدا دین کی صلاحیت کی حالت شامل ہو رہی طریق سلوک کی ہو گئی کہ بہت زیادہ وقت ان کا تلاوت قرآن مجید مع ترجمہ میں صرف ہوتا ہے اور باقاعدہ ذکر و شغل کا سلسلہ شروع کیا ہے اور غیبت و شکایت سے دل سے توبہ کر لی اور اخلاق ذمیمہ کی اصلاح کا اہتمام کیا ہے اور شغل عاملہ اعمال و امدادات کی روزانہ پابند (بقیہ صفحہ آئندہ دیکھو)

(۴۳۴) خیر الخطاء میں یہ بھی خواجہ عزیز الحسن صاحب کے پاس ہے (۴۳۵) عضا کا پاک رکھنا یہ وعظ سلسلہ تسہیل کا مولوی انوار الحق صاحب کی سپردگی میں ہے (۴۳۶) امراج طلب اسمیں مناجات مثنوی اور دیگر گلدستہ مناجاتیں جمع ہیں زیر تیاری بسپردگی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب (۴۳۷) فضل العزیز ملفوظات جمع کردہ مولوی فضل اللہ صاحب (۴۳۸) رحمۃ العزیز ملفوظات جمع کردہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب مجلس گنگوہی یہ دونوں انہی کے پاس میں ہیں (۴۳۹) ارشاد الرشید ملفوظات جمع کردہ منشی رشید احمد صاحب اور ان ہی کے پاس ہیں (۴۴۰) تحفۂ شفیق ملفوظات وحکایات جمع کردہ شفیق الرحمٰن طالب علم اور ان ہی کے پاس ہیں۔

اور ذیل کے اجزا میرے مواعظ میں سے باہتمام مولوی محمد مصطفےٰ صاحب منتخب ہو رہی ہیں (۴۴۱) مضامین ملقب بہ عروس المواعظ (۴۴۲) خلاصہ اصل مضمون (۴۴۳) ابیات حکمت (۴۴۴) امثال عبرت (۴۴۵) تفسیر آیات وشرح احادیث (۴۴۶) مضامین غیر منقولہ (۴۴۷) ملفوظات مواعظ اور یہ مضامین مذکورہ علاوہ ہیں مضامین ذیل شائع شدہ منتخبہ من المواعظ کے یعنی تسہیل ۔ دار فیق ۔ دالحق ۔ اور دین فضائل علوم کے مع اصل مواعظ کے احد عشر کہا گیا ہے ملقب قرار پائے ہیں اور ذیل کے دو وعظ سلسلۂ تسہیل کے قریب بہ تیاری ہیں (۴۴۸) اسلام کی تکمیل (۴۴۹) معاصی کا ترک (۴۵۰) بعض ملفوظات جمع کردہ عنایت جان صاحب ملقب بہ نظر عنایت یہ مجلس میں آ گیا عطاء مجیل یہ کہ سب رستے چار سو تک تالیفات کا عدد پہنچ گیا رجا ز مزید آئندہ اگر تصنیف جدید کا عدم بھی فرض کر لیا جاوے تب بھی جن مواعظ کی تسہیل باقی ہے اُن میں سے اگر صرف مطبوعہ ہی کو لیا جاوے وہ بھی پچاس سے زیادہ ہیں جن کے ان شاء اللہ تعالیٰ ایک سال کے اندر ہو جانیکی امید ہے تو اُن کے انضمام سے عدد تالیف کا قریب تقریباً پانسو سے متجاوز ہو جاویگا وللہ الحمد علی نعمائہ تتریٰ ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیس کے قریب ایسے احباب اس وقت نظر میں ہیں جنکا مجاز ہونا انشاءاللہ تعالیٰ قریب الوقوع معلوم ہوتا ہے تو اس کے وقوع کے وقت اقل درجہ پچاس تک مجازین کا عدد ہو جاوے گا ویزید فی الخلق ما یشاء وللہ الحمد علی آلائہ مرۃ بعد اخریٰ۔

ف۵
بمناسبت قافیہ
چار باغ طرب
۱۲ ۱۲ ۱۲

(بقیہ صفحہ گذشتہ کا)
حالات کی جانچ
اور طرق تربیت
میں عقل کا استعمال
کرتی ہیں جسکا نفع
متعلق بنفس
وبالغیر حاصل ہوا
ہو رہا ہے والحمد للہ
علی ذالک چونکہ عقل
میں صلاح ہو آج
اسلئے حکایت کی
اصلاح بھی ضروری
تھی نیز صالح کی
شخصیت کے متعلق
تھی اسلئے بھی اسکا
تحدث ضروری تھا
نیز سوء ظن کے رفع
کیلئے بھی اسکا اظہار
ضروری تھا۔

الفاظ سو ہمہ شجرہ حضرت علیؓ کی صفت میں لفظ مشکل کشا لکھا گیا ہے گو مشکل کشائی علوم کی توجیہ ہو سکتی ہے لیکن بوجہ ایہام کے بہتر ہے کہ بجائے اسکے لفظ شیر خدا بدل دیا جاوے۔

مضمون خامس - جمال القرآن کا ترجمہ سندھی زبان میں حاجی شیر محمد صاحب نے اور جزاء الاعمال و بہشتی زیور کا ترجمہ اسی زبان میں میاں دین محمد شیر پوری نے کیا اور قصد السبیل کا ترجمہ بنگلہ میں کیا گیا ہے۔

مضمون سادس متعلق بعض انتظامات مدرسہ و مجلس (الف) مولوی احمد حسن صاحب احیاء السنن کا اور مولوی حبیب احمد صاحب مثنوی کے دفتر چہارم کے بقیہ اور دفتر پنجم کی شرح کا جو کام کر رہے ہیں وہ میرے نزدیک اسقدر قابل اطمینان ہے کہ اگر میری شرکت بھی نہ ہو تب بھی کچھ حرج نہیں دونوں کو ان کاموں کی تکمیل کی وصیت کرتا ہوں اور متاخر اندر مولوی صاحب کو اس کا حق الخدمت مجلس سے یا صراحۃً پیش کرنا چاہیئے (ب) الحمد للہ مدرسہ کے ایک ایسے واعظ مقرر ہو گئے جو مختلف محلات و دیہات میں بلا نذرانہ وعظ کہنے کیلئے جاویں سب مدارس میں اس کا انتظام ہونا ضروری ہے (ج) سہولت ضبط مواعظ و ملفوظات کیلئے ایک دوست مختصر نویسی سیکھ رہے ہیں جو عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ یہاں مقیم رہکر کام کرینگے (د) عربی کے نصاب مختصر مطبوع تنبیہات وصیت خاتمہ اخیر سلسلہ میں کلام الملوک کا نام لکھا گیا ہے الحمد للہ کہ وہ اب مکمل ہو گئی چھپنا باقی ہے نیز اس نصاب میں کوئی رسالہ عروض کا داخل نہیں تھا اب رسالہ عروض مصنفہ مولانا محمد احسن صاحب مرحوم مطبوعہ مجتبائی کو تسہیل المعانی و میزان البلاغہ کی ساتھ داخل سمجھنا چاہیئے اور اسکے بعد رسالہ عروض با قافیہ مولانا سعد اللہ صاحب کا پڑھ لینا زیادت بصیرت کا سبب ہوگا۔ نیز ایک نیا رسالہ حل اصطلاحات درسیات میں جسکے جمع کرنے کا کام میں نے مولوی حبیب احمد صاحب کے سپرد کیا ہے اسی نصاب میں اضافہ کرتا ہوں کہ ہر فن کے شروع کرنیکے قبل اسکی اصطلاحات سمجھا کر یاد کرا دی جایا کریں۔ (ہ) بعض مدارس کی تحویل کا خطرہ میں رہنا سنکر یہاں مدرس کلاں کی مصلحت کیلئے یہ تجویز طے ہوئی کہ ایسی رقوم کو خود مدرسہ میں ایسی آہنی اور بہت وزنی الماری یا صندوق میں رکھنا چاہیئے جسمیں متعدد و مختلف قفل ہوں اور ان کی کنجیاں ایک متدین جماعت کو تقسیم کر دی جاویں کہ بدون سب کے اجتماع کے اسمیں سے ایک پیسہ بھی نہ نکال سکیں عادۃً سب کا مرجانا یا خائن ہو جانا از بس مستبعد ہے اگر مدارس اس مشورہ کو قبول کریں تو بہتر ہے۔

مضمون سابع بتوضیح مضمون ششم تتمہ اولی و مضمون پنجم تتمہ ثانیہ اخیر دستور العمل یہ قرار پایا کہ طریقہ کی تعلیم محض کو بلا شرط قیام کر دی جاوے خواہ خود خواہ بواسطہ کسی اپنے مجاز کے اور بیعت کیلئے کم از کم ایک ماہ کا قیام کرنا اور اس ماہ کے اندر بقدر ضرورت تصحیح قرآن و اصلاح عادات بھی ضروری ہو اسکے بعد اگر جانبین ایک دوسرے پر مطمئن ہوں بیعت کا مضائقہ نہیں اور جانبین کیلئے مکاتبت طویلہ اسی طرح مدۃ مدیدہ تک بار بار حتے رہنا قائم مقام اس قیام کے ہے فقط والحمد للہ اولاً و آخراً والسلام علی نبیہ باطناً و ظاہراً کتبہ اشرف علی ۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۵ھ

الاحکام الوقتیہ

بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ

رسالہ زوال السنۃ عن اعمال السنۃ مؤلفہ حضرت حکیم الامت دام برکاتہم میں
(جو کہ عنقریب طبع ہونے والا ہے) بذیل سرخی (رجب) ملاحظہ ہو۔
(نائب مدیر)

زوال السنۃ عن اعمال السنۃ

الامداد کے آخر میں ایک مضمون بعنوان "الاحکام الوقتیہ" منجانب حضرت حکیم الامت دام ظلہم ہوتا تھا جو اکثر تو اس ماہ کے اعمال پر مشتمل ہوتا تھا اور کبھی اس وقت کی کسی خاص حالت سے متعرض ہوتا تھا اس وقت الامداد کے اجرا کو دو سال ہو گئے ہیں جس میں اسکے چوبیس ۲۴ پرچے شائع ہوئے اور ان میں تمام مہینوں کے متعلق ضروری احکام لکھے جا چکے ہیں لیکن وہ سب متفرق پرچوں میں تھے اب حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم نے کچھ اضافہ و ترمیم کر کے یکجا جمع فرما دیا ہے جس کا دیکھنا بے حد نافع ہے۔ اوپر اسی رسالہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جو عنقریب طبع ہونے والا ہے۔

قواعد ریلوے۔ اس کتاب میں حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم کے ارشاد سے خادم خاص دربار اشرفی جناب میر معصوم علی صاحب نے انگریزی کتابوں سے منتخب کر کے ریلوے کے تمام ضروری قواعد سلیس اردو زبان میں جمع کر دئیے ہیں اور چونکہ حکام بالا ریلوے سے اسکی منظوری بھی لے لی ہے لہذا ضرورت کے وقت ریل والوں پر اس کا قاعدہ دکھلا دینا حجت ہوگا۔ سفر کی ہر شخص کو ضرورت رہتی ہی ہے لہذا اس کا پاس رکھنا نہایت ضروری ہے تاکہ قواعد کی خلاف ورزی سے محفوظ رہکر اپنے حقوق بھی پورے طور پر حاصل کر سکیں۔ اسکے شروع میں ایک نقشہ ہندوستان کی تمام ریلوے لائنوں کا دیا گیا ہے جس سے سفر میں بہت امداد ملتی ہے قیمت معہ نقشہ ۸؍ رعایتی ۲؍

ملنے کا پتا: دفتر الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

اصول و مقاصد رسالہ ہذا و ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹائٹل کے اڑہائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عہ ہے۔

(۶) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے عہ کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اسکے بعد خریدار ہوں گے ان کی خدمت میں کل پرچے ابتداء یعنی رجب ۱۳۳۵ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جاوینگے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاوے گی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کر دی جائے گی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی شبیر علی صاحب برادرزادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو مساعدت فرما کر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریدار رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت ہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

رجسٹرڈ نمبر ا ۲

۷۸۶

كان الله تعالى

ربّ زدنی علماً

وقد كان يتخولنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بالموعظة مخافة السآمة علينا (رواه الشيخان)

امتثالاً للآیہ کہ دال ست بر مطلوبیت یا وجوب ... و ادارۂ للحدیث کہ دال ست بر مندوبیت قدرے از

فصل در رسالہ صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ سلسلہ وار

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و
تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و
ملفوظات خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی
صاحب مدظلہ است با بعض آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ
لقب صحیفہ مشہورست بہ تبرک بنام نامیش نیز دخا سہما الاشتات کہ از تحقیقات دیگر از فضل

عدد (۲)	بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۳۶ھ ہجری	جلد (۳)

باداراۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمودن گرفت

معین ... پریس ...

این صحیفہ کامدِ شش امداد نام	یافت زامداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۳۵ھ

جو

بہ برکت دعائے حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرتے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو

(انشاء اللہ حسب تقریر لطف کا ہو۔ نائب مدیر)

اخلاق کی درستی ہی تصوف ہے

یہی ہے وہ چیز جس کو تصوف کہتے ہیں اسی کی نسبت فرماتے ہیں الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولا ھم یحزنون الذین آمنوا وکانوا یتقون ۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ یہ تو تصوف نہیں بلکہ غیر معمولی چیز ہے تو سمجھو کہ اہل فن کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی تصوف ہے حواشی عشریہ میں ہے التصوف تعمیر الظاھر والباطن اور باطن کے متعلق دو چیزیں ہیں ایک عقیدہ دوسرے اخلاق ان سب کی اصلاح بھی قرآن میں ہے مگر صوفیہ نے ان کو تصوف سے تعبیر کیا ہے قرآن نے ایمان اور عمل صالح سے تعبیر کیا ہے تو تصوف کی حقیقت یہ ہے ثمرہ اس کا یہ ہے کہ تقربکم عندنا زلفی ۔ الحمد للہ اس وقت دو غلطیاں رفع ہوئیں ایک تو یہ کہ لوگ تصوف کی حقیقت کو غلط سمجھے ہوئے تھے یعنی تصوف میں تین چیزیں ہیں ایک تو ایمان اور عمل صالح کہ یہ عین تصوف ہیں ایک وہ کہ ان کو تصوف سے کچھ بھی علاقہ نہیں اور ان کی دو قسمیں ہیں ایک مباحات دوسرے ممنوعات جیسے یہ عقیدہ کہ طریقت میں سب کچھ مباح ہو جاتا ہے یا یہ کہ میرے پیر کو سب کچھ خبر ہے ۔

حکایت۔ جیسے چند روز ہوئے ایک پیر صاحب نے کہا کہ سب پیر دولیس کا کام ہے اور ہر جمعرات کو سب اولیا پیران کلیر میں جمع ہوتے ہیں اور اشرف علی بھی وہاں آتا ہے وہ سمجھتے تھے کہ میں سنکر خوش ہونگا مگر مجھ پر یہ اثر ہوا کہ میں ان کو یقینی کاذب سمجھنے لگا تو گویا خدائی کو اپنا سمجھتے ہیں اسی طرح مردوں کے اختیار میں کچھ سمجھنا بھی ایسا ہی ہے یہ تو وہ چیزیں ہیں کہ معاصی تعینہ ہیں دوسری وہ چیزیں کہ وہ معصیت لغیرہ ہیں جیسے سماع کا سننا کہ اگر کسی کو مجبوری کی وجہ سے سن لینا منقول ہو تو وہ حجت نہیں اور بلا عذر ناجائز ہے اور اب تو اسکی حالت نہایت گندہ گندہ ہو گئی ہے در واقع میں یہ سب اعمال فقہیہ ہیں ان کو تصوف سے کچھ علاقہ نہیں اور بعض وہ اعمال ہیں کہ ان کو تصوف سے علاقہ تو ہے مگر وہ عین تصوف نہیں جیسے احوال بکثرت ذکر سے کبھی مرتب ہو جاتے ہیں تو مقصود کے متعلق چار چیزیں ہوئیں ۔ ایمان اور اعمال اور اخلاق اور حالات کہ ان کو تصوف سے تعلق ہے بعض عینیت کا اور بعض کو ترتب و مناسبت کا

۱۷۵

جیسے احوال کہ اگر ہوں تو اچھا ہے اور نہ ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

شیخ کامل کی پہچان

یہیں سے شیخ کامل کی پہچان بھی معلوم ہو گئی ہوگی کہ اسکے اندر ایک تو ایمان خالص ہونیکی ضرورت ہے دوسرے اعمال صالحہ کی تیسرے اخلاق کی کہ اسمیں صبر و شکر ہو دنیا سے اسکو نفرت ہو کہ اسکی صحبت سے بھی دنیا سے جی ہٹ جاوے اور ایک بڑی پہچان یہ ہے کہ اس کی طرف عوام کم متوجہ ہوں اور اہل علم و فہم زیادہ متوجہ ہوں ہمارے حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جس درویش پر اہل دنیا زیادہ ہجوم کریں معلوم کرلینا چاہئے کہ یہ خود بھی دنیا دار ہے کیونکہ الجنس یمیل الی الجنس اور جسکی طرف صلحاء زیادہ متوجہ ہوں وہ ہادی ہونیکے لائق ہے جب ایسا شخص ملجاوے تو اسکی صحبت اختیار کرو اور جسکو یہ سب حاصل ہوجائیں انکے لئے آگے خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اولئک لہم جزاء الضعف بما عملوا وھم فی الغرفات امنون۔ یعنی ان کو اس سے امن ہوگا کہ ان کو بعد ہو چونکہ آج کل صوفی گمراہ کرتے پھرتے ہیں اسلئے میں نے مناسب سمجھا کہ تصوف کی حقیقت اور کاملین کی علامات کو بیان کردوں تاکہ لوگ ان کے پھندے سے بچ سکیں

ہر مسلمان کو حق تعالیٰ سے غلام اور عاشق ہونیکا تعلق سمجھنا چاہئے

خدائے تعالیٰ سے جو ہمارا تعلق ہے وہ آقا اور نوکر کا سا نہیں ہے بلکہ ہمارا تعلق خدا سے سید اور غلام اور محب اور محبوب کا سا ہے پس ہمکو ان ہی دو تعلقوں کو غلبہ دینا چاہئے کہ اپنے کو مملوک اور اسکو مالک اور اپنے کو محب اور اسکو محبوب سمجھیں لیکن ممکن ہے کہ کوئی کہے کہ ہم تو محب نہیں بنتے کہ ہم پر حقوق واجب ہوں تو میں کہونگا کہ حضرات اب آپ کیا محب بنیں گے محب تو آپ اس دن ہو چکے جسدن مسلمان کہلائے کیونکہ یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ الشئی اذا ثبت ثبت بلوازمہ کہ جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے اپنے لوازم کے ساتھ ثابت ہوتی ہے اور اسلام کے لوازم سے ہے محب ہونا فرماتے ہیں والذین امنوا اشد حبا للہ اور

شدت محبت ہی کا نام عشق ہے پس آپ تو عاشق خدا ہو چکے اور اگر کہئے کہ ہمکو تو اپنا عاشق ہونا معلوم بھی نہیں پھر ہم کیونکر عاشق ہوئے تو سمجھئے کہ کسی وصف کے حاصل ہونیکے لئے ضرور نہیں ہے کہ اُس کا علم یا اُسکی طرف التفات بھی ہو دیکھئے اگر ایک شخص مرے اور دس ہزار کی جائداد چھوڑ جائے یا بنک میں دس ہزار روپیہ چھوڑ مرے اور ایک نابالغ لڑکا وارث چھوڑے تو باپ کے مرنے کے بعد اُس لڑکے کیلئے وصف مالکیت ثابت ہوا لیکن اس لڑکے کو خبر بھی نہیں تو ہماری بھی یہی حالت ہے کہ ہمکو عشق ہے اگرچہ خبر نہیں اور اُسکی طرف التفات نہیں گویا وہ حالت ہے کہ ؎

یک سبد نانے ترا بر فرق سر	تو ہمی جوئی لب نان در بدر

کہ ایک ٹوکرا بھرا ہوا روٹیوں کا سر پر رکھا ہوا ہے اور بھیک مانگتا پھرتا ہے۔

اس تعلق کے انکشاف کا طریقہ

اور طریقہ خبر ہونے کا یہ ہے ؎

سالہا تو سنگ بودی دلخراش	آزمون را یک زمانی خاک باش
در بہاراں کے شود سرسبز سنگ	خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

کہ آزمانے ہی کیلئے ایک تھوڑی مدت خاک ہو جاؤ تو آپ اگر اپنی دولت کی خبر چاہتے ہیں تو اپنے ادراک سے خبر لیجئے مگر اس کیلئے ضروری ہے کہ آنکھ ہو کیونکہ مثلاً اگر ایک نابینا ذرا رنگ کی حقیقت پوچھے تو اُس سے یہی کہا جائیگا کہ رنگ تو تمہارے کپڑے ہی میں موجود ہے مگر اسکے لئے صرف ہاتھ کافی نہیں نہ محض سن لینے سے اُسکی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے اگر اُسکو دریافت کرنا چاہو تو اول آنکھ پیدا کرو اسی طرح جو لوگ قرآن میں تاویلیں کرتے ہیں اور اپنی رائے سے قرآن کے معنی بیان کرتے ہیں تو اُنکی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے ہاتھ سے رنگ کا دریافت کرنا جسطرح محض ہاتھ سے رنگ دریافت نہیں ہو سکتا اسی طرح محض رائے سے قرآن کے مقصود تک نہیں پہونچ سکتا ؎

بر ہوا تاویل قرآن میکنی	پست کژ شد از تو معنی سنی

۱۷۷

چوں ندارد جانِ تو قندیلہا ۔۔۔ بہر بینش میکنی تاویلہا
کردۂ تاویل لفظ بکر را ۔۔۔ خویش را تاویل کن نے ذکر را

صاحبو اپنے اندر تصرف کرو کلام اللہ میں تصرف نکرو اپنی آنکھیں کھولو اور اُس سے حجاب اٹھاؤ پھر دیکھو تمکو کیا کنز مکنون نظر آتا ہے۔

حبّ دُنیا کا حجاب حقیقتُ ہونا

اور وہ حجاب حب دنیا ہے میں بقسم کہتا ہوں کہ یہ مال وجاہ کی محبت بہت بڑا حجاب ہے، اسی کی محبت تھی کہ بنی اسرائیل کے علماء باوجودیکہ اُن کو آپکا نبی ہونا معلوم تھا لیکن ایمان نہ لاتے تھے جانتے تھے پر مانتے نہ تھے۔ یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم لیکن باوجود اتنی معرفت کے اُن کو حقیقت نظر نہ آئی تھی کیونکہ حب مال وجاہ کا حجاب آنکھوں پر پڑا ہوا تھا اور جب حقیقت معلوم نہیں ہوتی تو دل میں وقعت اور عظمت نہیں ہوتی دیکھئے اگر کوئی آگ میں کودے تو اگرچہ کہا جائیگا کہ یہ آگ کو جانتا تھا لیکن یہ نہ کہا جائیگا کہ آگ کی حقیقت اسکی نظر میں تھی اور جتنے جرائم اس قسم کے لوگ کرتے ہیں اسکی اصلی وجہ یہی ہے کہ اُن کو اصلی حقیقت اُس چیز کی معلوم نہیں ہوتی اکثر عورتیں اور بعض مرد بھی کنوئیں میں گر جاتے ہیں لیکن گرنے کے بعد جب اُن کو کنوئیں کی حقیقت معلوم ہوتی ہے اُسوقت کوئی اُن سے پوچھے کہ کنوئیں میں گرنے کی بابت اب آپکا کیا فتوی ہے لکھنؤ میں ایک صاحب نے کسی بات پر طیش میں آکر سنکھیا کھا لیا کھا تو گئے لیکن کھانے کے بعد اُسکی حقیقت معلوم ہوئی تو آنکھیں کھلیں پھر یہ حالت تھی کہ لوگوں سے التجائیں کرتے تھے کہ کسی طرح مجھے اس سے نجات دلواؤ تو نبی اسرائیل کو اگرچہ معرفت تھی لیکن آپ کی حقیقت اُن سے مخفی تھی اس لئے کہ حجابات مرتفع نہ ہوئے تھے اور

؎ چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد ✤ صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد۔

حُبّ دُنیا کے ازالہ کی ترغیب اور اُس کا طریقہ

بس آپ ان حجابوں کو دور کر دیجئے حقیقت بالکل قریب ہے بلکہ حقیقۃ الحقایق جل وعلاکہ

۱۷۸

نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔

حکایت حضرت بایزید بسطامیؒ نے خدا تعالیٰ کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ یَا رَبِّ دُلَّنِیْ عَلٰی اَقْرَبِ طُرُقٍ اِلَیْکَ کہ اے خدا مجھے آپ تک پہونچنے کا وہ راستہ بتلا دیجئے جو سب سے زیادہ قریب کا ہو۔ سبحان اللہ کیسے سچے رہبر تھے کہ ہمارے لئے کتنا سہل رستہ تحقیق کر گئے یہ آج کل جو لوگ آسانی سے منزلیں طے کرتے چلے جا رہے ہیں انہیں حضرات کا طفیل ہے غرض خواب میں عرض کیا کہ اے خدا مجھے قریب کا رستہ بتلا دیجئے ارشاد ہوا کہ یا ابا یزید دع نفسک وتعال۔ کہ پندار اور خود بینی کو چھوڑ دو پھر رستہ سیدھا ہے بے خطر چلے آؤ اس مضمون کا عارف شیرازیؒ نے ترجمہ کیا ہے فرماتے ہیں ؎

میان عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست	تو خود حجاب خودی حافظا از میاں برخیز

حقیقت میں سچ کہا ہے صاحبو اسکے بعد آپ دیکھیں گے کہ آپ کے پاس دولت حب خداوندی ضرور ہے۔ اسکے علاوہ اس کا ایک بدیہی ثبوت بھی ہے کہ ہم لوگ اپنے خیال میں جسکو دین سمجھتے ہیں اگر کسی کو اس کے خلاف دیکھتے ہیں تو ہمکو اسپر کسقدر جوش آتا ہے کہ ہم اس کے درپے آزار ہو جاتے ہیں اور دلکو اس سے نفرت ہو جاتی ہے آخر یہ نفرت اور وحشت کیوں ہے اس لئے کہ وہ طریق جسکو ہم دین سمجھتے ہیں ہمارا محبوب ہے کیونکہ وہ ہمارے خیال میں خدائی رستہ ہے جو کہ خدا نے ہمکو بتلایا ہے پس ہماری محبت کی ایسی مثال ہے جیسے کہ راکھ کے نیچے چنگاری دبی ہوتی ہے کہ اگر اسکو چھیڑا اور کریدا نہ جائے تو وہ نظر بھی نہیں آتی لیکن وہی چنگاری جب راکھ سے باہر نکلتی ہے تو شہر کے شہر جلا دینے کیلئے کافی ہوتی ہے۔

مسلمان کو جس شے سے بھی محبت ہوتی ہے وہ حب حق ہی کا ظل ہے

اور اگر کسی کو اب بھی شک رہے تو میں کہتا ہوں کہ اگر براہ راست خدا سے محبت معلوم نہیں ہوتی تو اس شخص کو کسی سے تو محبت ہوگی۔ کم از کم اپنی جان سے تو ضرور اسکو محبت ہوگی ایک مقدمہ تو یہ ہوا اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ محبت کسی نہ کسی کمال کی وجہ سے ہوتی ہے جیسے علم و فضل و حسن صورت حسن سیرت اور تیسرا مقدمہ یہ ہے اور مسلم ہے کہ ہر کمال ظل کمال خداوندی

ہے تو ہر شخص اگرچہ وہ کسی کا عاشق ہو واقع میں کمال خداوندی کا عاشق ہے اور یہی معنی ہیں محبت خدا کے اور اسکی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص نے دیوار پر دھوپ دیکھی اور اس نور کیوجہ سے وہ دیوار کا عاشق ہوگیا اس صورت میں ہر شخص جانتا ہے کہ یہ شخص واقع میں دیوار کا عاشق نہیں آفتاب کا عاشق ہے کیونکہ دیوار کا عشق ایک کمال کی وجہ سے پیدا ہوا تھا یعنی نور اور وہ کمال واقع میں آفتاب کا کمال ہے نہ کہ دیوار کا یہی وجہ ہے کہ جب آفتاب چھپ جاتا ہے اور اس سے وہ نور زائل ہوجائے عشق بھی زائل ہوجاتا ہے اسی کو کہا ہے ؎

عشق بامردہ نباشد پائدار	عشق راباحی وبا قیوم دار
عشق ہائے کز پئے رنگے بود	عشق نبود عاقبت ننگے بود
عاشقی بامردگاں پائندہ نیست	زانکہ مُردہ سوئے ما آئندہ نیست

جسمیں جو کمال ہے وہ کمال حق ہی کا ظل ہے

علی ہذا جس چیز کا بھی جو کمال ہے وہ واقع میں کمال خداوندی کا ظل ہے خود اس کا ذاتی نہیں دیکھئے ہر چیز ہر کمال کیساتھ اگر ایک وقت متصف ہے تو دوسرے وقت اس سے خالی بھی ہے تو اس خلو کی یہی وجہ ہے کہ اسوقت تک وہ کمال خداتعالیٰ کی جانب سے عطا نہیں ہوا اسی طرح جب اس کے ساتھ اتصاف ہوتا ہے تو اس کی یہ وجہ ہے کہ اُدھر سے فیضان ہوگیا اسی لئے ایک بزرگ لکھتے ہیں ؎

حسن خویش از روی خوباں آشکارا کردہ	پس بچشم عاشقاں خود را تماشا کردہ

اسکے یہ معنی نہیں کہ خدا کو حسینوں کے ساتھ اتحاد ذاتی ہے یا اس نے ان میں حلول کیا ہے کیونکہ یہ عقیدہ تو ایمان کے بالکل خلاف ہے اور کفر ہے کوئی عامی بھی اس کا قائل نہیں ہو سکتا اگر ذرا سمجھ سے کام لے چہ جائیکہ کسی صاحب دل کے کلام کے یہ معنی ہوں بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ذات مستجمع الصفات کے مظہر ہیں اور اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل کی اس موقع پر ضرورت نہیں یہ فن کا مستقل مسئلہ ہے غرض جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ عشق کمال سے ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ ہر کمال واقع میں کمال خداوندی ہے اگرچہ وہ دوسرے کے اندر نظر آئے

تو یہ بات بلاشک ثابت ہوگئی کہ ہر عاشق خدا کا عاشق ہے۔

محب کے ذمّہ محبوب کے جو حقوق ہوتے ہیں ہمکو حق تعالیٰ سے اسی طرح کا تعلق رکھنا چاہیے اور اُس کی نوعیّت

اسکے معلوم کر لینے کے بعد اب یہ دیکھئے کہ عاشق کو معشوق سے کس قسم کا تعلق ہوتا ہے اور اُس کے دل میں معشوق کی کتنی عظمت اور وقعت ہوتی ہے کیا اگر کسی عاشق کو اُس کا معشوق حکم کرے کہ تم میرے پاس آؤ یا گرمی کے وقت چلچلاتے ہوئے دوپہر میں چار کوس تک برہنہ پا جلتے ہوئی ریت پر چلنے کا حکم کرے تو وہ عاشق انکار کریگا یا اُس سے اس حکم کے مصالح پوچھیگا ہرگز نہیں اور اگر کوئی مدعی عشق اپنے معشوق کے حکم پر لم اور کیف کرنے تو کیا اُسکو اس دعوے میں سچا کہا جائیگا کبھی نہیں ظاہر ہے کہ اگر اسکو سچا عشق ہوگا تو اُسکے بلانے پر دوڑا ہوا آئیگا بلکہ اگر کوئی روکنا بھی چاہے تو ہرگز نہیں رکیگا اور کہے گا کہ مجھ میں امتثال کی وہ حرارت بھری ہے کہ یہ روک اُس کے سامنے کچھ بھی نہیں غرض کسی قسم کے کسی امر و نہی میں اُسکو ذرا بھی پس و پیش نہوگا لوگ اُس کی حرکات پر اُسکو دیوانہ بتلائیں گے پاگل کہیں گے مگر اُسکو ان خطابوں سے ذرا عار نہوگی بلکہ وہ نہایت خوش ہوگا اور کہیگا کہ ؎

ما اگر قلاش و گر دیوانہ ایم	مست آن ساقی و آن پیمانہ ایم

جسطرح آج کل کے عقلاء علماء دین کو تیم و وحشی وغیرہ وغیرہ خطاب دیتے ہیں لیکن وہ نہایت مسرور ہیں اس واسطے کہ اُن کا یہ مذہب ہے کہ ؎

عذل العواذل حول قلبی التائہ	وھوی الاحبۃ منہ فی سودائہ

کہ ملامت گر کی ملامت تو قلب کے باہر ہے اُس کے گرداگرد چکر لگا رہی ہے اور محبت سویدائے قلب تک پہونچکر جاگزیں ہو چکی ہے۔ الحاصل جب معلوم ہوا کہ عاشق کو معشوق کے ساتھ یہ برتاؤ چاہیئے اور ہم خدا کے عاشق ہیں جیسا ابھی ثابت ہوا تو ہمکو بھی اُس کے ساتھ یہی برتاؤ رکھنا چاہیئے اور اُس کے احکام کے امتثال میں بے چون و چرا گردن جھکا دینی چاہیئے۔

۱۸۱

حکایت - مولانا محمد یعقوب صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر طالب علمے کہ چون و چرا نکند وہر درویشے کہ چون وچرا کند ہر دو را وچرا گاہ باید فرست -
وجہ یہ ہے کہ طالب علم تعلم کے وقت طلب فن میں ہے اور حصول فن کیلئے لازمی ہے کہ سوال کرے اور قیل وقال سے مسئلہ کی تہ تک پہونچے اور سالک سلوک کرتے وقت عمل میں مشغول ہے اس کیلئے حرج و قدح موجب حرمان اور سبب ہلاکت ہو اسکی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کہ ایک حکیم کے مطب میں کچھ مریض بھی علاج کرانے کو آئیں اور کچھ لوگ طلب فن کیلئے درسیات طب پڑھنے بھی آئیں ہیں اگر ان طالبین فن میں سے کوئی شخص درس کے وقت بالکل خاموش بیٹھا رہے اور کسی قسم کا سوال نکرے تو وہ طبیب اسکو نالائق کہکر درس سے اٹھا دیگا لیکن کوئی مریض نسخہ لکھواتے وقت کسی قسم کی چون وچرا کرے اور ادویہ یا اُن کے اوزان کی حکمت دریافت کرنے لگے تو اسکے ساتھ بھی وہی برتاؤ ہوگا غرض طالب علم کا گڑبڑ کرنا اور حکمت ومصلحت دریافت کرنا اچھا معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ بے موقع نہیں اور عوام کا چون وچرا کرنا برا معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ بموقع ہے لیکن یہ مرض کچھ ایسا عام ہوا ہے کہ ہر شخص احکام کی حکمتیں دریافت کرنیکے درپے ہے اور اپنے کو حکمتیں سمجھنے کے قابل سمجھتا ہے۔
حکایت - ایک شخص نے جو کہ بیوپاری گری کرتے تھے میرے پاس ایک مسئلہ فرائض کا بھیجا صورت مسئلہ یہ تھی کہ ایک شخص مرا اور اس نے ایک بھتیجا اور ایک بھتیجی چھوڑی میں نے جواب دیا کہ بھتیجے کو حصہ پہونچیگا اور بھتیجی محروم ہوگی کہنے لگے کہ آخر اسکی کیا وجہ بھتیجی بھی تو اس بھتیجے کی بہن ہی ہے اسکو کیوں نہیں ملے گا میں نے کہا کہ جناب آپ بیوپارگری کرتے ہیں اسکو چھوڑیئے اور اگر درسیات شروع کیجیے تین چار برس تک عربی کی کتابیں پڑھئے اسکے بعد پھر دریافت کیجئے تو بتلا دیں گے۔ راز اس میں وہی ہے کہ طالب علم طالب فن ہوتا ہے اور عوام محض عمل کے لئے مسئلہ دریافت کرتے ہیں ان کو اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں کہ حکم مسئلہ کا معلوم ہو جائے دلیں۔ دوسرا ایک راز اس میں یہ بھی ہے کہ طالب علم کو یہ تمیز ہوتی ہے کہ کونسی بات دریافت کرنے کے قابل ہے اور کونسی نہیں اس لئے وہ جو کچھ دریافت کرتا ہے سمجھ بوجھ کر کام کی بات پوچھتا ہے برخلاف عوام کے کہ اُن کو اس کی تمیز نہیں ہوتی۔

(باقی آئندہ)

حال۔ اسی ہفتہ شب دوشنبہ کو غلام نے ایک خواب دیکھا ہے کہ گویا غلام نے حق سبحانہ وتعالیٰ کو دیکھا حالت خواب ہی میں دل میں عجیب سوز و گداز معلوم ہوتا تھا جو بیداری کے بعد بھی چند منٹ باقی رہا۔ اس کے بعد فوراً پھر آنکھ لگ گئی اور معلوم ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری سے مشرف ہوا اور حضور صلعم کے ہمراہ دو ایک صاحب شاید اور ہیں اور اسی حالت میں غلام نے درود شریف یا تکبیر یا قرآن شریف شاید سورہ حشر کی اخیر آیات اچھی طرح یاد نہیں بلند آواز سے پڑھیں۔ اور غلام عرض نہیں کر سکتا کہ شدت سوز و گداز یا اور کسی سبب سے جلد آنکھ کھل گئی آنسو عالم خواب ہی میں جاری تھے آنکھ کھلنے کے بعد صرف آنسو موجود تھے۔ اس کے متعلق غلام کو اور کچھ نہیں یاد ہاں اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ اس وقت جس کو غلام ذات باری تعالیٰ عز اسمہ سمجھے ہوئے تھا وہ مجسم اور شاید بصورت انسان تھے خواب اول کے متعلق غلام اس امر کی تشریح بھی چاہتا ہے کہ ایسا خواب صحیح ہے جیسا کہ بعض کتابوں میں اس قسم کا مشاہدہ ممکن لکھا ہے واللہ اعلم اس کے دو تین دن بعد ایک شب میں معلوم ہوا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے غلام مشرف ہوا لیکن نہ قلب میں کوئی کسی قسم کا سوز و گداز تھا اور نہ کچھ اور کوئی واقعہ بھی یاد نہیں۔

۱۰۹

تحقیق۔ سب خواب مبارک ہیں اللہ تعالیٰ کو کسی صورت میں دیکھنا یہ خواب باطل نہیں ہے تا وہ تجلی مثالی ہوتی ہے جس کی حقیقت کبھی موقع ہوا تو زبانی سمجھادی جاوے گی غرض وہ ذات نہیں ہوتی باقی سوز و گداز کا نہ ہونا کوئی فکر کی بات نہیں کیونکہ غیر اختیاری ہے۔

حال۔ کئی مرتبہ جرحہ ہوا اور حال میں بھی شاذ و نادر بعض مرتبہ برنگ کواکب چمک معلوم ہوتی ہے جو شاید ایک سکنڈ ہی کے بعد معدوم ہو جاتی ہے۔

تحقیق۔ اکثر یہ اخلاط کے انوار ہوتے ہیں اور شاذ و نادر ملکوت کے مگر دونوں غیر مقصود ہیں مگر مصلحت دونوں میں ہوتی ہے اور وہ مصلحت یکسوئی ہے لیکن اگر مزاج میں یبس اور حرارت بڑھ جاوے تو پھر مضر ہے اس لئے کسی طبیب حاذق سے اس کی ضرور تشخیص کرا لیجے۔

حال۔ غلام حق سبحانہ وتعالیٰ کے فضل و کرم سے کام میں لگا ہے ذکر اور اسم ذات کا پاس انفاس حسب الاجازت حضور عالی اور اسی اسم مبارک کا بالکل معمولی طریقہ سے حبس دم صدری کرتا ہے درود شریف اور ختم مناجات مقبول استغفار تلاوت قرآن شریف اوراد کا جس کی

اطلاع غلام لے چکا ہے پڑھتا ہے۔

تحقیق۔ سب معمولات مناسب ہیں لیکن حبس دم چھوڑ دیا جائے معلوم نہیں یہ کس کے کہنے سے شروع کیا اور پاس انفاس اگر سانس سے کرتے ہوں اس کا طریقہ بھی بدل دیں یعنی بلا قید سانس کے صرف زبان سے ذکر جاری رکھیں۔

حال۔ ذکر خفیف ضرب و جہر سے کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی ذکر کے ذرا سر کو جھٹکا بھی دیا جاتا ہے اس میں دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر سر کو جھٹکا نہ دیا جائے اور صرف مخرج ہی پر زور دیا جائے تو کچھ حرج ہے۔

تحقیق۔ نہ جھٹکے کی ضرورت نہ مخرج پر زیادہ زور دینے کی ضرورت ہاں اگر طبیعت کے جوش سے کوئی بات ہو جائے تو اس کے روکنے کی بھی ضرورت نہیں بشرطیکہ اعتدال سے متجاوز نہ ہو۔

حال۔ اور بحمداللہ تعالیٰ اس ہفتہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ قلب میں توحش یا اضطراب یا بےرونقی ہوئی ہو اکثر خصوصاً تلاوت قرآن شریف یا بوقت ذکر عجب مزا معلوم ہوتا ہے والحمد للہ ولا حول ولا قوۃ الخ۔

تحقیق۔ مبارک ہو۔

حال۔ تطویل کلام کے لحاظ سے سوء ادب کا خوف ہے امید ہے کہ حضور اپنے مکارم اخلاق اور غلام کی جہالت کی وجہ سے براہ خدا عفو فرماویں گے۔

تحقیق۔ سب معاف ہے۔

حال۔ یہ ناکارہ بہ برکت توجہ والا اگرچہ معمولی کام میں مشغول رہتا ہے مگر اس ملک کے قیام کفار کی صحبت دوام ملازمت کے مفوضہ کاروبار کی مکروہات سے جتنا بھی اپنی حالت زار پر غور کرتا ہوں نری ظلمت ہی ظلمت نظر آتی ہے اصل تو کہاں بجز محض نقل نماز اور نوافل و ذکر تو بہت تھوڑی دیر ہوتا ہے اور یہ مکروہات اور ابتلائے معصیت میں عمر ہی گذر رہی ہے ایسی حالت میں کیا خاک نفع ہو سکتا ہے چونکہ یہ قصہ متعدد بار عرض کر چکا ہوں اس لئے بار بار سمع خراشی نامناسب سمجھ کر مختصراً التماس کر کے دعا کا امیدوار ہوں۔ اس کے بعد کل پچھلی شب کا ایک خواب عرض کرتا ہوں پورا واقعہ تو یاد نہیں مگر اتنا یاد ہے کہ حضور سرور کائنات

١١٠

تشریف فرما ہیں اور حضرت خاتون جنتؓ اور بخیال غالب سیدنا حضرت عثمانؓ بھی رونق بخش ہیں حضورؐ کسی قدر کپڑا اپنے سینہ مبارک سے ہٹا کر صاحبزادی صاحبہؓ سے انگشت شریف کے اشارہ سے ارشاد فرما رہے ہیں کہ ادھر کا (یعنی جانب راست) سینہ تو ان کا ہے (اس کا اشارہ حضرات امامین علیہم السلام کی جانب مفہوم ہوا ہے اگرچہ حضرات موصوف کا وہاں تشریف فرما ہونا یاد نہیں) اور ادھر کا (یعنی جانب چپ) ان کا ہے (یہ اشارہ حضرت عثمانؓ کی طرف ہے) حلیہ مبارک ان حضرات کا نہ تو اچھی طرح دیکھنا نصیب ہوا اور نہ یاد ہے۔ اس کے بعد فوراً ہی آنکھ کھل گئی اور اس وقت تک ایک حیرت سی ہو رہی ہے کہ مجھ جیسا تباہ حالت اور سیاہ کار اور یہ دولت اگر یہ معلوم نہ ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل شیطان نہیں بن سکتا تو مجھ ناکارہ کو اپنا یہ خواب محض خیال و وہم معلوم ہوتا مگر الحمد للہ اس پر یقین کامل ہے اس سے کبھی بس دولت کی نصیب تجھے پر مسرت ہوتی ہے اور کبھی اپنی بداعمالیوں پر سخت افسوس ہوتا ہے۔ نماز کی یہ حالت ہے کہ دنیا بھر کے خیالات خاصکر اسی جاگیر کے معاملات متعلقہ رعایا و جاگیر جن میں دن بھر منہمک اور مصروف رہتا ہوں اس وقت خصوصیت کے ساتھ گھر پڑ ڈالتے ہیں۔ یہی حالت تہجد کے نوافل اور ذکر کے وقت ہوتی ہے۔ اپنی اس حالت سے نہایت تنگ ہوں اور خود بخود جی چاہتا ہے کہ ہر وقت تنہائی میں بیٹھا اپنی بداعمالیوں پر افسوس کرتا رہوں ایک عرصہ دراز سے نظربازی کے مرض میں مبتلا ہوں اگرچہ شکر ہے کہ نظربازی کے ساتھ زنای بصر و قلب سے تو محفوظ ہوں مگر یہ بیکار اور بیہودہ حظ ملنا مقدمہ اسی آفت کا ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضورؐ کے صدقہ سے اب اس مرض میں بمقابلہ پہلے کے بہت زیادہ کمی آگئی ہے بجائے اس کے کہ پہلے ہر عورت کو حتیٰ کہ مواشی اور دیگر جانوروں کے مقامات مخصوص پر نظر ڈالنے کو بار بار تقاضا ہوتا تھا جس سے مجبور ہو کر بار بار نظر پڑتی تھی اب بفضلہ تعالیٰ پڑتی ہوئی نظر کو کوئی روکتا ہے اور فوراً نیچی نظر کر لیتا ہوں مگر اپنی بیوی اور ہیئت صحبت کا خیال اکثر پیش نظر رہتا ہے چونکہ یہ حلال اور منکوحہ کا خیال ہے اس لئے اس سے بچنے کی زیادہ کوشش نہیں کرتا ہوں نہ معلوم یہ مناسب ہے یا نہیں دعا فرمائی جاوے کہ بجائے اس مشغولی کے ذکر و یاد حق کی مشغولی نصیب ہو۔

تحقیق۔ عزیزم السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ کا پرچہ حرفاً حرفاً پڑھا جواب عرض کرتا ہوں موجودہ حالت

۱۱۱

ہیں روزگار چھوڑنے سے اس سے زیادہ ظلمت کا اندیشہ ہے جو تشویش معاش سے پیش آتا ہے جسقدر ہوسکے کئے جائیے جو کوتاہی ہو استغفار کیجئے خواب نہایت مبارک ہے کیا بداعمالیوں کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت نہیں ہوسکتی خیالات سے کس کی نماز پاک ہوتی ہے حتی الامکان قلب کو حاضر رکھنا چاہیئے اور جو فروگذاشت ہوجائے اُس پر استغفار کرنا چاہیئے مرض نظر کا علاج بجز ہمت و استحضار عذاب کے کچھ نہیں ہے باقی مشکوہ کا خیال معصیت تو بالکل نہیں اور حد سے زائد ایسا ہی ہے جیسا بہت سا گھی کھانے سے معدہ خراب ہوجاتا ہے۔

حال

بیا اے عشق پر افسون نیرنگ — کہ باشد کار تو گہہ صلح گہہ جنگ
گہے فرزانہ را دیوانہ سازی — گہے دیوانہ را فرزانہ سازی

حضرت مرشدی قبلہ مدظلہ العالی سلام مسنون قبول باد بفضلہ بخیریت ہوں و خواستگار مزاج اقدس۔ الحمد للہ جملہ حالات قابل شکر ہیں حضور کی دعا سے جملہ کیفیات میں ترقی معلوم ہوتی ہے گاہ گاہ عالم رویا میں حضور کی قدمبوسی سے مشرف ہوتا رہتا ہوں قلب قریب قریب ہمہ دم بیدار رہتا ہے سکوت و خلوت محبوب ہے نیستی و پستی مرغوب ہے گاہ گاہ ذکر میں ایسی لذت پاتا ہوں کہ طبیعت بالکل بیخود و مست ہوجاتی ہے دونوں جہان سے قلب فارغ معلوم ہوتا ہے جسم سے نکلنے کو جی چاہتا ہے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ و حضور کا تصور گویا ہمہ دم رہا کرتا ہے بفضلہ قلب کے اندر صلاحیت اور حضور کے ساتھ بہت کچھ مناسبت پاتا ہوں حضور کی دعا سے محبت دنیا و جاہ عوارض باطنہ سے قلب کو قریب قریب طاہر و پاک پاتا ہوں جملہ امورات تشاویش قلبیہ سے حتی الامکان بچتا رہتا ہوں و قلب بھی قریب قریب ہمہ دم ساکن و جمع رہتا ہے مگر حضرت ایک بڑی خلش ہنوز باقی ہے امید کہ اس کیلئے خاص توجہ و دعا فرماویں گے اللہ تعالیٰ اس کو بھی دفع کردیں آمین وہ یہ کہ ابھی تک چشم باطن اغیار سے کورنہ ہوئی ہے گاہ گاہ ان کی نافہمی و بیہودہ گوئی سے قلب پر ملال و صدمے پہونچتے رہتے ہیں و چند قسم کے وساوس و فکر باطل سے اُن کے ساتھ قلب کو ایک لگاؤ و تعلق رہا کرتا ہے اور نفس کے اندر خود پسندی بھی ہنوز باقی ہے تعریف پر تو خوش ہوتا ہے اور مذمت پر ناخوش اور حریص ہے اپنی ستائش کا اور عیب جو اور بدبین ہے غیروں کا بس اب بھی اتنی خلش سے سخت بیزار ہوں حضرت تقاضائے قلب یہی ہے کہ ماسوا سے بالکل آزاد و فارغ ہوجاؤں

۱۱۴

(باقی آئندہ)

پس اگر منکوحہ مرد کا لباس پہن لے یا سحر سے مرد کی شکل بن جاوے پھر خواہ وہ تشکل واقع میں ہو جاوے
یا محض تخییل ہو جاوے کیونکہ سحر میں دونوں قسمیں پائی جاتی ہیں تو نکاح باقی رہتا ہے اسی طرح
بحث فیہ میں کہا جاوے رہا یہ کہ اس کا مقتضا یہ تھا کہ حدوث نکاح میں بھی مانع نہ ہو تو جواب اس کا
یہ ہے کہ اس وقت ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ تشکل بشکل مرد واقع میں جنیہ کی ہے تو نکاح
کا محل ہونا ہی مشکوک ہوا اور پہلے سے نکاح منعدم ہے فلا ینعقد بالشک اور ایک بار جب حدوث
ہو چکا تو تبدل شکل سے تیقن انعقاد کے بعد زوال مشکوک ہو گیا فلا یزول بالشک اور احقر کا وجدان
ان احکام مذکورہ کے منشا کے باب میں یہ ہے کہ یہ کہا جاوے کہ ان تمام احکام میں دلائل متعارض ہیں
کما ظہر من تقریرنا فی کل مسئلۃ مسئلۃ پس ہر مسئلہ میں احتیاط پر عمل کرنا چاہئے چنانچہ
غسل کے باب میں احتیاط وجوب میں ہے اور نکاح کے باب میں احتیاط عدم جواز میں ہے ولعل
ھذا اقرب واصوب انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اس قول جمہور یعنی مانعیت اختلاف الجنس
عن التناکح پر جنت میں حوروں سے نکاح ہونے پر شبہ نہ کیا جاوے کہ وہ بھی جنس میں متخالف ہیں
تو ان سے نکاح و استمتاع کیسے حلال ہوگا جس کی خبر قرآن مجید میں فرمائی گئی ہے وزوجناھم
بحور عین۔ جواب شبہ کا ظاہر ہے کہ دنیا و آخرت کے احکام متماثل ہونا ضرور نہیں دیکھئے یہاں مردوں
کیلئے حریر ناجائز ہے۔ و جنت میں جائز ہوگا اور راز اس میں یہ ہے کہ احکام دنیویہ کی جو علت ہے
وہ وہاں مرتفع ہو جاویگی چنانچہ حریر و حلیہ کی نہی کی علت تفاخر ہے سو جنت میں اس رذیلہ کا
مادہ ہی منقطع ہو جاوے گا اسی طرح ممکن ہے کہ یہاں اختلاف جنس کا مانع عن النکاح ہونا معلل ہو
علت عدم توافق و عدم تناسب سے جس کے سبب مصالح زوجیت فوت ہو جاویں گے اور یہ علت
جنت میں اس لئے مرتفع ہو جاوے گی کہ وہاں خود انسان میں خواص بشریہ کی جگہ خواص ملکیہ
پیدا ہو جاویں گے پس خواص میں یہ اور حوریں متوافق ہوں گے اس لئے عدم توافق کا احتمال
نہ رہے گا البتہ جو امور قبیح لعینہ ہیں وہ جنت میں بھی نہ ہوں گے کیونکہ ان کا قبح ذاتی ہے جو
کسی موطن وجود میں منفک نہ ہوگا مثلاً مردوں کو جس غرض سے انعام میں حوریں ملیں گی اسی
غرض سے عورتوں کو غلمان دئے جاتے تو یہ انعام کے درجہ میں قبیح لعینہ ہے کیونکہ انعام میں
اکرام ہوتا ہے اور فراش بننا اپنے مفضول کا اہانت ہے اور مؤمنین و مؤمنات اہل جنت

۳۹

حور و غلمان سے درجہ میں مطلقاً افضل ہیں اسی راز کے سبب زوج کا کفارت میں کم ہونا شرعاً معتبر ہے اور عورت کا کم ہونا معتبر نہیں اسلئے کرام کے موقع میں اہانت قبیح عینیہ اور نسیہ کا انسان کیلئے فراش بننا اہانت نہیں کیونکہ وہ من کل الوجوہ مفضول نہیں اسی تقریر سے جنت میں لواطت کا نہ پایا جانا بھی محقق ہوگیا اور بعض معتزلہ کا خلاف کرنا قابل التفات نہیں۔

کما نقلہ فی رد المحتار عن ابی علی بن الولید المعتزلی ونقل ایضاً الرد علیہ عن ابی یوسف القزوینی بقولہ المیل الی الذکور عاہۃ وھو قبیح فی نفسہ لانہ محل لم یخلق للواطۃ ولہذا لم یبح فی شریعۃ بخلاف الخمر الخ ج ۲ ص ۲۴۰ وفی الدر المختار عن البحر۔ حرمتہا اشد من الزنا لحرمتہا عقلاً و شرعاً وطبعاً والزنا لیس بحرام طبعاً وتزول حرمتہ بتزوج وشراء بخلافہا اھ جلد مذکور ص ۲۴۱

جیسا کہ شامی میں ابو علی بن الولید معتزلی سے نقل کیا گیا اور ابو یوسف القزوینی کی طرف سے انکے اس قول کا رد بھی نقل کیا ہے کہ مردوں کی طرف میلان گندگی ہے اور وہ قبیح فی نفسہ ہے اسلئے کہ وہ ایک ایسی جگہ ہے جو لواطت کیلئے پیدا نہیں کیگئی اور اسی لئے کسی شریعت میں فعل مباح نہیں بخلاف شراب کے اھ ج ۳ ص ۲۴۰ اور درمختار میں بحر سے نقل کیا ہے کہ لواطت کی حرمت زنا سے زیادہ شدید ہے کیونکہ لواطت عقلاً اور شرعاً اور طبعاً سب طرح ممنوع ہے اور زنا طبعاً ممنوع نہیں اور اسکی حرمت نکاح کر لینے یا خرید لینے سے جاتی بھی رہتی ہے بخلاف لواطت کے اھ ج مذکور ص ۲۴۱

و اس عبارت سے جنت میں انتفاء لواطت کا ایک اور طریق سے بدلالۃ النص بھی ثابت ہوا یعنی وہ زنا سے اشد ہے اور جنت میں زنا نہ ہونا یقینی ہے تو جو حرمت و قبح میں اس سے اشد ہے وہ بدرجہ اولیٰ منتفی ہوگا۔ یہ ایک تفریع تھی اس قاعدہ پر جس سے جنت میں مرد کو حوریں دئے جانیکا عورت کو غلمان دئے جانیکے لئے مستلزم نہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور اصلی مقصود جنیہ سے نکاح کے عدم جواز سے حوروں سے نکاح ہونے پر شبہ کا دفع کرنا ہے یہ ہے تحقیق قول جمہور کے متعلق مسئلہ عدم جواز نکاح جنیہ کے۔ اور ہماری یہ تمام بحث شاید اُن صاحبوں کو فضول معلوم ہو جو تعلیم جدید کے غلبہ سے خود جن کے وجود ہی کے منکر ہیں لیکن جو شخص قرآن مجید کی تصدیق کریگا اور رواۃ ثقات کثیر العدد کی بھی تکذیب نہ کریگا اس کو وجود جن کے قائل ہونے سے چارہ نہیں ہے

اس حالت میں اس بحث کو فضول کہنا بناء الفاسد علی الفاسد ہے ہمارے فقہاء نے بھی اس کو محسوس کرکے اس سے قصداً ہی تعرض فرمایا ہے۔

کما فی رد المحتار وما قیل من ان من سأل عن جواز التزوج بمالیصفع بجهله وحماقته لعدم تصور ذلك بعيد لان التصور ممكن لان تشكلهم ثابت بالاحاد والآثار والحكايات الكثيرة ولذا اثبت النهی من قتل بعض الحيات كما مر فی مكروهات الصلوة ج ۲ ص ۴۲۲

جیسا کہ شامی میں ہے کہ یہ قول کہ جو شخص جنیہ سے نکاح کے جواز کا سوال کرے اسکے بوجہ اسکی حماقت اور جہل کے چپت لگایا جاویگا کیونکہ اسکا تو تصور ہی نہیں ہوسکتا بعید ہے اسلئے کہ اس کا تصور ممکن ہے کیونکہ جنوں کا صورت بدل لینا احادیث اور اقوال صحابہؓ اور حکایات کثیرہ سے ثابت ہے اور اسی لئے بعض قسم سانپوں کے مارنے سے ممانعت ثابت ہے جیسا کہ مکروہات صلوٰۃ میں گذرا ج ۲ صفحہ ۴۲۲

شک و فک جبکہ عدم تجانس نکاح میں مانع مشہور ہو شاید امامت میں بھی اس کو شرط قرار دیا جاوے اور اس بناء پر جن کی امامت کو ناجائز سمجھا جاوے سو تحقیق یہ ہے کہ امامت میں اس کے شرط ہونے کی کوئی دلیل نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جن کا اقتداء اور اس پر آپ کی تقریر یہ دلیل عدم اشتراط کی ہے ورنہ عدم تجانس جانبین سے ہے اور اس سے جواز اقتداء بالملائکہ کا شبہ نہ کیا جاوے کہ جبریل فرائض میں امام بنے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کیونکہ یہ امامت بعد فرضیت کے ہوئی ہے جواب یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام پر بوجہ مامور ہونے کے خود ان دو یوم کی نماز فرض ہو گئی تھی تو وہ بھی مثل انس و جن کے اسکے مکلف ہو گئے تھے تو اقتداء مفترض کی مفترض کے ساتھ ہوئی اور مطلقاً ملائکہ پر یہ نمازیں فرض نہیں اسلئے وہ متنفل ہوں گے جو مانع اقتداء مفترض ہے

فرع عجیب اس تحقیق کا حاصل تو یہ تھا کہ تناکح انسان اور جن میں جائز نہیں لیکن یہ امر قابل تحقیق باقی رہا کہ اگر کسی نے باوجود ناجائز سمجھنے کے یا بوجہ مسئلہ معلوم نہ ہونے کے ایسا کر لیا اور اس نکاح سے اولاد پیدا ہو گئی گو ظاہراً بروئے طب مستبعد ہے تو آیا بروی قواعد شرعیہ اسکو انسان کہا جاویگا یا جن مثلاً خود ایسی اولاد کا نکاح آدمی و آدمیہ سے جائز ہوگا یا نہیں سو حکم اسکا قواعد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اولاد نسباً تو باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے لیکن اوصاف و اصناف

۴۱

میں تابع ماں کی ہوتی ہے مثلاً اگر مرد آزاد ہو اور عورت مملوکہ اور ان میں نکاح ہو کر اولاد ہو تو وہ مملوک
ہوگی یا مثلاً نر ہرن اور مادہ بکری سے بچہ پیدا ہو تو وہ بکری سمجھی جاوے گی مثلاً قربانی اسکی صحیح ہوگی وعلیٰ ہذا
پس اس قاعدہ کا مقتضا یہ ہے کہ اگر منکوحہ جنیہ ہے تو اولاد کو جن کہیں گے، اور اسکا نکاح آدمی سے درست نہوگا اور اگر ناکح
جن ہے اور منکوحہ آدمیہ تو اولاد کو آدمی کہیں گے اسکے احکام جاری ہونگے واللہ اعلم الحاق غریب اگر کوئی
جن ظلماً کسی عورت کے پاس آتا ہو اور وہ اسکے دفع پر کسی تدبیر مثل تعویذ و عمل وغیرہ سے قادر نہو تو وہ مجبور ہونیکے
سبب معذور ہے لیکن دوسری عورتوں کو جبکہ اس مظلومہ کے خبر دینے سے اطلاع ہو کہ اس وقت وہ یہاں آیا
ہوا ہے اس کے ساتھ مثل اجنبی مردوں کے معاملہ کرنا واجب ہوگا یعنی اسکے سامنے بے پردہ ہونا درست
نہوگا البتہ اگر مظلومہ کی اعانت یا دفع وحشت کی ضرورت سے وہاں رہنا ہو تو بجز وجہ و کفین و قدمین کے باقی تمام
بدن کا ڈھانکنا واجب ہوگا یعنی سر و بازو و گردن و ساق کا ظاہر کرنا درست نہوگا۔ ثقہ و صالحہ عورتیں بھی اس مسئلہ
سے غافل ہیں واللہ اعلم والحمد للہ تعالیٰ الماجد علی تحقیق ہذہ اللطائف التی لعلک لا تجدہا فی موضع

ضمیمہ الامداد بابت صفر ۱۳۳۵ ہجری

صفحہ ۸ رسالہ و صفحہ ۹ سلسلہ مضمون انقلاب قولہ پہلے کی نسبت سکوت و سکون دونوں
کی رفتار ترقی پر ہے الخ اس خط کے کاتب کی روایت ہے کہ آخر اس رفتار سے یہ سکوت و سکون
بفضلہ تعالیٰ اس حد پر پہونچ گیا کہ ان منکوحۂ اولیٰ کی صلاحیت کی حالت مثل مریدین طریق
سلوک کے ہوگئی کہ بہت زیادہ وقت ان کا تلاوت قرآن مجید مع ترجمہ میں صرف ہوتا ہے اور
باقاعدہ ذکر و شغل کا سلسلہ شروع کیا ہے اور غیبت و شکایت سے دل سے توبہ کر لی اور اخلاق
ذمیمہ کی اصلاح کا اہتمام کر لیا ہے اور مثل عامہ اہل ارادت کے روزانہ اپنی حالت کی اطلاع اور
طرق تربیت میں تلقین کا اتباع کرتی ہیں جسکا نفع متعلق بالنفس و بالغیر حاصل و ظاہر ہو رہا ہے
والحمد للہ علی ذالک۔ چونکہ محکی عنہ میں اصلاح ہوئی ہے اسلئے حکایت کی اصلاح بھی ضروری
تھی نیز یہ اصلاح کئی شخصوں کے متعلق نعمت تھی اسلئے بھی اس کا تحدث ضروری تھا۔ نیز
سوء ظن کے ارتفاع کیلئے بھی اس کا اظہار ضروری تھا۔

(باقی آئندہ)

دفتر چہارم سرخی خطاب بامغروراں الخ ص ۱۳۵

قولہ بانگ وصیتے جو الخ یعنی اس دنیوی جاہ وشہرت پر نازمت کر اور اس سے اپنے کو زندہ مت سمجھ بلکہ عزت ابدی اور نور سرمدی حاصل کر کیونکہ دنیوی کمالات وعلوم فانی ونقمۂ اجل ہونے میں ایسے ہیں جیسے قوم فرعون لقمۂ آب نیل ہوگئے کہ ان کی رونق اور طمطراق اور سحر عوام کو اپنی طرف کشش کرتی تھی تو ان کمالات کو سحر ساحراں کی مثل سمجھا اور موت کو عصائے موسوی سمجھ کہ سب کو نگل گیا جس کی ایسی مثال ہوگئی کہ ایک عالم بل سے پر تھا اور صبح نے اس تو ایک لقمہ کر لیا یعنی فنا کر دیا آگے ان ماکولات کا ان آکلات کے سامنے بے حقیقت ہونا بیان کرتے ہیں کہ یہ ایسے لاشئ ہیں کہ ان کے اکل سے آکلات میں کچھ بھی زیادتی نہیں ہوتی چنانچہ ظاہر ہے یعنی ان آکلات کی ذات میں بیشی نہیں ہوئی البتہ اثر میں فزونی ہوگئی یعنی اس ذات کا ایک اثر پہلے ظاہر نہ تھا اب ظاہر ہوگیا اس اعتبار سے خواہ مجازاً ان آکلات کو زائد علی السابق کہدیا جاوے لیکن حقیقۃً خود ذات میں زیادت نہیں ہوئی آگے قاعدہ کلیہ بیان کرتے ہیں کہ خواہ کسی چیز کی ذات ہو ذات من حیث الذات میں زیادت ونقص نہیں ہوا کرتا چنانچہ ثابت ہوا ہے لا تشکیک فی الماھیات جب مطلق ذات کی یہ کیفیت ہے تو ذات حق کے لئے تو بدرجۂ اولی یہ حکم ثابت ہے کہ ایجاد عالم کے بعد اس میں زیادت نہیں ہوئی البتہ اس کے آثار میں زیادت ہوگئی جس سے اس کے صفات وافعال کا ظہور ہوگیا اب سمجھو کہ ایک زیادت فی الذات تو یہ تھی جو کہ ہر ذات سے منفی ہے اور اسی ہر ذات میں ذات واجب بھی داخل ہے اور ایک زیادت فی الذات اور بھی ہے اور اسی طرح اس کے مقابل نقص بھی وہ یہ کہ ذات من حیث الذات تو بعینہا اپنی حالت پر رہے مگر کوئی دوسری ذات مماثلہ یا غیر مماثلہ اس کے ساتھ منضم ہوجاوے یا اس سے کچھ اجزاء ذہنیہ یا خارجیہ اس سے منفصل ہوجاویں اسپر بھی زیادت ونقص فی الذات کا اطلاق آتا ہے سو یہ معنی ممکن میں ممکن ہیں اور واجب میں ممتنع ہیں سو اوپر جو حکم کیا گیا ہے حق زایجاد جہاں افزوں نشد بہاں اطلاق دونوں زیادت کو شامل تھا جس میں ایک کی نفی کی دلیل تو وہی اوپر والا مسئلہ ہے ذات را افزونی وافات نے اور دوسری کی

نفی کی دلیل آگے ہے ہست افزونی ہر ذاتے دلیل الخ اور چونکہ یہ بحث ذرا غامض تھی اس لئے آگے اسکو ترک کرنے کا عذر فرماتے ہیں کہ بات باریک ہوگئی ہے اسکو چھوڑکر اور مضامین دقیقہ جو اسکے دقیق نہیں ہیں سنلو - ۱۲ ربیع ۲ ۱۳۳۵ھ

دفتر پنجم سرخی در صفت آں بیخوداں الیٰ قولہ خطر نباشد صفحہ ۱۶ محمود المطابع

اشعار چوں فناش از فقر پیرایہ شود الخ اوپر ایک طاؤس کی حکایت ہے کہ اپنے پر نوچ رہا تھا درسوال کرنے پر یہ جواب دیا تھا کہ میرا یہ کمال میری جان کا وبال ہوگیا پس اس اعتبار سے گویا میری ہستی خود میری دشمن ہوگئی اور جسکا دشمن خود اس کی ہستی یعنی صفات نفسانیہ شہوت و غضب وغیرہ ہو وہ کہیں مامون نہیں کیونکہ اس کی ہستی سایہ کی طرح ہر جگہ اس کے ساتھ لازم ہے یہ مضمون سرخی کے قبل کا تھا اب اس سرخی میں فرماتے ہیں کہ البتہ اس کے امن کی ایک صورت ہے وہ کہ ہستی کو فنا کردے پس اسی کو کہتے ہیں کہ جب فقر کے سبب فنا اسکا لباس بن جاوے تو یہ شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اس سایہ ہستی مذکور سے جدا ہو جاویگا اور اس وقت یہ فنا فقر فخری کی زینت ہو جاویگا اور اس شخص کی شمع جسم (کہ صفات نفسانیہ اسی جسمانیت کے غلبہ سے ہیں) شعلہ کی طرح بے سایہ ہو جاویگا یعنی جس طرح شمع مومی آگ میں فنا ہوکر سایہ سے منزہ ہو جاتی ہے اسی طرح اس کا جسم نور روح میں فانی و مضمحل ہوکر ہستی مذکور سے منزہ ہو جاتا ہے **قولہ** شمع چوں گرود کا بھی یہی مطلب ہے آگے بیان ہے وصف مشبہ بہ کا یعنی موم اپنی خودی یعنی صفت موميت سے اور اپنے سایہ سے کہ صفت مومیت کیلئے لازم تھا گریز کرکے شعاع یعنی نور شعلہ میں چلا گیا اس شخص کے تصرف سے جس نے اس شمع یعنی موم کو سانچے میں ڈھالا تھا یعنی بتی بنائی تھی اور اس سازندہ نے بزبان حال کہا تھا کہ میں نے تجھکو فنا کے لئے ڈھالا ہے شمع نے بزبان حال جواب دیا کہ پھر میں نے بھی فنا کو اختیار کرلیا یہ حال تھا مشبہ بہ کا آگے بتلاتے ہیں کہ مقصود اس تشبیہ سے بیان کرنا حال مشبہ کا ہے پس فرماتے ہیں کہ ہمارے کلام میں مفروض اور مقصود یہ شعاع باقی ہے یعنی مراد وہ شعلۂ روح ہے کہ باقی ببقائے حق ہے اس شعلہ میں جسم کو کہ مشابہ موم کے ہے اور صفات جسم کو کہ مشابہ سایہ کے

۴۸

ہیں فنا کرنا چاہیئے اور یہ ظاہری شعاع و شعلہ شمع متعارف کا کہ فانی اور عدم بقا میں مشابہ جسم
کے ہے مراد نہیں یعنی مشبہ بہ کی حالت بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ مشبہ کا بیان کرنا مقصود ہے
آگے ایک فرق بیان کرتے ہیں درمیان مشبہ و مشبہ بہ کے تاکہ کوئی شخص تشبیہ من کل الوجوہ نہ
سمجھ جاوے کیونکہ تشبیہ مذکور صرف اس حیثیت سے ہے کہ فنا کے بعد فانی متصف بصفات
مفنی فیہ ہو جاتا ہے خواہ دوسری حیثیات میں فرق ہو اور وہ فرق یہ ہے کہ موم تو جب آگ میں
بالکل فنا ہو جاتا ہے اس وقت خود وہ آگ بھی نہیں رہتی بلکہ دفع ظلمت جو آگ کا خاصہ ہے اسکے
ظہور میں خود یہ ظاہری آگ موم ہی کی بدولت قائم ہے بخلاف شمع جسم کہ موم کے کہ وہاں اس موم کے
گھٹنے سے شعلۂ روح گھٹتا نہیں بلکہ جسم کے نقص سے روح کی ترقی ہوتی ہے اور وجہ اس تفاوت
کی یہ ہے کہ یہ روح تو شعاع باقی ہے جسکے جسم کے فنا سے اُسکو فنا نہیں اور وہ نور شمع ظاہری
فانی ہے اسلئے موم کے فنا سے وہ فانی ہو سکتا ہے اور روح کے بقا کی وجہ یہ ہے کہ اس شمع
روح کیلئے شعلہ ربانی ہے یعنی وہ باقی ببقاء حق ہے پھر اس کو فنا کہاں چنانچہ آگے قولہ ایں
زبانہ میں یہی تصریح ہے کہ یہ روح کا شعلۂ آتشی چونکہ نور خاص ہے اسلئے فنا کی ظلمت اس سے دور ہے
(جیسے ظاہری شعلہ سے بھی مطلق ظلمت دور ہوتی ہے) اس تشبیہ مذکور کی تقریر تمام ہو گئی
آگے مقصود بالا کی دوسری تشبیہ ہے یعنی جسم مثل ابر کے ہے اور روح مثل ماہ کے اور ابر کا سایہ
ہوا کرتا ہے اور وہ سایہ ماہ کا ہمنشین نہیں ہوتا پس بیخودی اور فنا کی مثال ابر کے ہٹ جانے کی
ہے اس بیخودی و فنا کے بعد تم مثل روح یا ماہ کے ہو جاؤ گے یعنی احکام روحانیہ غالب ہو جاویں گے
پس حاصل دونوں تشبیہ کا یہ ہوا کہ جسم مثل موم و ابر کے ہوا اور روح مثل شعلہ و ماہ کے ہوئی پس
جس طرح موم و ابر قابل فنا ہیں اسی طرح جسم قابل فنا ہے اصل مقصود یہاں تک تمام ہو گیا
آگے تشبیہ ثانی کے مناسب بعض احکام جسم و روح کے اصالۃً اور بعض احکام واجب و ممکن کے
استطراداً بیان کرتے ہیں اول کبھی زوال ابر کے بعد پھر ابر یا گرد آجاتا ہے اور اس وقت ماہ
ایسا ضعیف النور ہو جاتا ہے گویا مثل ایک خیالی چیز کے رہ جاتا ہے اسی طرح ابر تن کا غلبہ
کبھی ہم کو یعنی ہماری ماہ روح کو خیال اندیش کر دیتا ہے یعنی ایسا بنا دیتا ہے کہ اندیشہ
کرنے سے یعنی سوچنے سے مثل خیال کے معلوم ہونے لگتا ہے یہ اشارہ ہے طرف مضمون

انہ لیغان علی قلبی سے کہ غین بمعنی ابر ہے جس سے غیر نبی کے قلوب کیلئے اس حکم کا ثبوت بالاولی
معلوم ہوتا ہے (ثانی) حدیث انہ لیغان علی قلبی میں مقصود تو دوسروں کے قلوب کا ظلمات
سے متاثر ہونا بیان فرمانا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا (جو کہ ماہ حقیقی ہیں) لطف و کرم
دیکھئے کہ لیغان علی قلبی فرمایا جس کا لفظی مدلول غین یعنی ابر کا اپنے لئے مضر ہونا ہے حالانکہ
آپ کی ذات ابر و غبار سے یعنی اُس کے ضرر سے فارغ ہے کیونکہ آپکا مقام اس سے ارفع ہے
بلکہ وہ ابر ہمارے لئے البتہ مضر ہے کہ ماہ کو ہماری آنکھ سے نہاں کر دیتا ہے اسی طرح ہماری
کدورات جسمیہ فیوض نبوی کو ہم سے محجوب کر دیتی ہیں خود آپ کے قلب مبارک پر موثر نہیں ہوتیں
اور وہ حجاب جو ہمارے اور فیوض نبویہ کے درمیان حائل ہو جاتا ہے بدر کو زوال یا در بدر کو کم از
ہلال کر کے دکھلاتا ہے یعنی حقائق اشیاء و فیوض کو مخفی کر دیتا ہے غرض وہ حجاب ہم پر ہے نہ کہ
قلب نبوی پر مگر ماہ نے ہمکو یہ عزت دی ہے کہ ہمارے ضرر کو اپنا ضرر قرار دیدیا (ثالث) ماہ ابر
سے جس طرح کبھی روح و جسم کو تشبیہ دیجاتی ہے کبھی واجب و ممکن کو بھی تشبیہ دیجاتی ہے یہ حکم
ثالث اسی اعتبار سے فرماتے ہیں کہ جس طرح کبھی ماہ کا عکس ابر پر پڑ جاتا ہے مگر اسکو ماہ کہنا باطل
ہے اسی طرح اگر کسی ممکن میں کمال واجب کا کوئی عکس پڑ جاوے اُس کیلئے احکام الوہیت کے
ثابت کرنا ضلالت ہے اسی حقیقت کے اظہار کیلئے قیامت میں ظاہری مہر و ماہ کو مسلوب النور
کر دیا جاویگا تاکہ مستعار اور ذاتی میں فرق معلوم ہو جاوے اور اسی سے دار الفناء و دار البقاء
میں فرق ہو جاوے کہ اول محل ہے عاریتی انوار کا اور ثانی اصلی نور کا آگے بطور تفریع کے دعا ہے
کہ مثل جمیع کمالات دوسرے منافع بھی ممکن کے مستعار ہیں اے نافع حقیقی آپ ہمکو اپنی حمایت
میں لیجئے ۔ اور اس میں اشارہ کر دیا کہ فنا کو اپنی ہستی کی طرح دوسرے ممکنات کی ہستی سے بھی متعلق
کرنا چاہئے اور اسی مضمون میں نہایت لطافت سے قصۂ طاوس کیطرف رجوع فرمادیا کہ میرے پر
مثل ابر کے ہیں یا در حجاب ہیں اور اپنی ذات میں لطافت سے خالی ہیں لطف حق کے پرتو سے اُن
میں لطافت آگئی ہے جس طرح ابر میں نور ماہ سے لطافت آجاتی ہے مگر چونکہ وہ مثل ابر کے حجاب
بھی ہے اس لئے پر کو اور اُس کی لطافت کو قلع قمع کرتا ہوں تاکہ بلا اس واسطہ کے مشرف
بمشاہدہ ہوں کیونکہ مطابق شعر کور بادا آیہ عاریت بود الخ میں اس دایہ کو اور واسطہ کو نہیں پسند کرتا۔

۵۰

(باقی آئندہ)

(وان کان دون اثم ترك الواجب) اور بعض جزئیات میں موجب فسق قرار دیا ہے جو کراہت تحریمیہ پر دلالت کیلئے کافی ہیں اور اس کی بعض جزئیات کو خود اسی عنوان مکروہ تحریمی کا محکوم علیہ بنایا ہے وہ عبارات یہ ہیں فی الدر المختار ہی (ای السنۃ المؤکدۃ) کالواجب فی لحوق الاثم وفی رد المحتار یعنی وان کان مقولا بتشکیك ثم ج ۱ ص ۲۹۸ وفی رد المحتار والصحیح انہ یاثم (بترك السنن الصلوات الخمس) ذکرہ فی فتح القدیر وتصریحہم بالاثم لمن ترك الجماعۃ مع انما سنۃ مؤکدۃ علی الصحیح ج ۱ ص ۳۰۰ وفیہ ایضا وصرحوا بفسق تارکہا (ای الجماعۃ مع کونہا سنۃ مؤکدۃ علی الصحیح کما مر) وتعزیرہ وانہ یاثم الی قولہ مع ان صلاتہ منفردا مکروہۃ تحریما او قریبۃ فی التحریم ج ۱ ص ۳۷۲ اگر اس جواب سے اطمینان نہ ہو تو علم الفقہ کے (کہ بہشتی گوہر اسی کا اختصار ہے جسمیں سرسری نظر سے نشان بنانے سے کام لیا گیا ہے بوجہ اعتماد کے تعمق نظر کی نوبت نہیں آئی) مصنف سے جو اس مضمون کے اصل کاتب ہیں تحقیق کر لیا جاوے امید ہے کہ اس سے زیادہ کافی وشافی جواب ملے۔ ۲ رجمادی الاول ۱۳۳۵ھ

سوال۔ ان دنوں ایک قدیم کتب خانہ شہر ہذا میں کتاب ردّ الفصوص قلمی گو کرم خوردہ میری نظر سے گذری جس کا چیدہ چیدہ اقتباس بقید صفحات ملفوف ہذا ہے اگرچہ کتاب طبع اور ملاحظہ اقدس سے گذر چکی ہے تو اس سے عرہ یاد دلایا جائے تاکہ طلب کی جاسکے اور اگر اب تک غیر طبع اور کتب خانہ والا وغیرہ میں معدوم ہے تو فی زماننا جبکہ جاہل صوفیوں کا زیادہ غلو ہے ایسے رسالہ کا ترجمہ کے ساتھ شائع کرنا ضروریات سے معلوم ہوتا ہے مجھے امید ہے کہ عالی حضرت اس کو قدر کی نگاہ سے ملاحظہ فرمائیں گے اس کتاب کا حضرت کی خدمت میں پہونچانا تو متعذر ہے مگر عالی حضرت اگر مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی وغیرہ کو توجہ دلا کر اس کو مترجم حال المتن طبع فرمانے کی سعی فرمائیں گے تو یہ ناچیز اس کی نقل کر کے بہت جلد ابلاغ خدمت کرنے کی عزت حاصل کرے گا۔ اقتباس ردّ الفصوص۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ المتعالی عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔ والصلوٰۃ والسلام المتوالی علی نبینا الصادع بالحق بشیرا ونذیرا۔ وعلی آلہ وعترتہ الحافظین لشریعتہ۔ وصحابتہ الناصرین

۹۷

لله وحده وبعد فيقول الفقير الى الله الغنى مسعود بن عمر المدعو بسعد التفتازانی هداه الله الى سواء الطريق۔ واذاقه حلاوة التحقيق۔ لما رأيت اباطيل كتاب الفصوص انطقنى الحق على هذا النسق ؎

كتاب الفصوص ضلال الامم	ودين القلوب نقيض الحكم
كتاب اذا رمت ذماله	ومدحك بحر طمى وانسجم
وكان نبات الثرى يابس	ورطب جميعا لديك القلم
وعمرت ما عمر الاولو ۔	ن والآخرون وهذا العمم
عجزت عن العشر من ذمه	وعشر عشير وانا المذم الخ

ثم اعلم ان صاحب الفصوص لقد تجاهر بالوقاحة العظمى۔ وجاوز فی الحماقة الامد الاقصى حيث فضل نفسه الدنية بفرط شقائه على الذى آدم ومن دونه تحت لوائه بان جعل فی تكميل الدين لبنة الذهب نفسه الغوى المبين ولبنة الفضة خاتم النبيين۔ بل كذب الملحد رب العالمين حيث زعم ان الدين لم يكمل بسيد البشر المبعوث الى كافة العجم والعرب۔ بل كان بقى منه موضع بسد بلبنتان فضة وذهب۔ فلبنة الفضة النبى الذى ختم به النبوة ۔ ولبنة الذهب الولى الذى ختم الولاية يعنى نفسه الباطل المبطل المرتاب الاوقح من مسيلمة الكذاب حيث لم يرض ذلك الاوقح الغاوى بما رضى به مسيلمة من ادعاء رتبة التساوى ولذا تسميه الملاحدة من الاشقياء بخاتم الاولياء ويفضلونه لعنهم الله على خاتم الرسل والانبياء۔ ثم ان خيال الحشيش وخبط السوداء حمله على ترويج هذه الزندقة الشنعاء باختلاط رؤيا لا يصدقها الا الاغبياء من الاغوياء۔ وهى ما اودعها فی ديباجة الفصوص انه رأى النبى عليه السلام فی المنام وقد اعطاه الفصوص وامره باشاعته بين الانام۔ وهل سمعت عاقلا يروج الزندقة المخالفة للعقل والشرع الباطلة باسرها من الاصل والفرع بان النبى عليه السلام بعد ستمائة عام موفاته عليه السلام اراه فی المنام واظهار ما يهدم الملة التى تمها فی مدة ثلاث وعشرين سنة الخ

۹۸

فقد صح عن صاحب المواقف عضد الملة والدين اعلى الله درجته فی علیین
انه لما سئل عن كتاب الفتوحات لصاحب الفصوص حين وصل هنالك قال
اتطمعون عن مغربی یابس المزاج بحرکة ویاکل حشیشا غیر الکفر وقد تبعه فی
ذلك ابن الفارض حيث يقول امرنی النبی عليه السلام فی المنام بتسمية التائية
نظم السلوك الخ ۔ صـ۲۹ وقبل الشروع فی تفصيل طاماتهم وابطال شكوكهم
وشبهاتهم نمهد مقدمة ترشد الى بطلان ادعاءاتهم وزعماتهم فنقول وبالله
التوفيق سائلا منه الهداية الى سواء الطريق الاحسن فكيف يحل لمسلم ان يسمى
بالتصوف هذه الزندقة واولئك الكفرة الزنادقة بالمتصوفة بل التصوف فی لسان
القوم عبارة عن التخلق بالاخلاق النبوية والتمسك بقوائم الشريعة المطهرة الاحمدية
فی العلمية والعملية لا عن عقيدة المعطلة والسوفسطائية والدهرية ومما يزيد
ضلال اولئك الملحدين كشفا وايضاحا ومحال اولئك المبطلين هتكا وافتضاحا
انهم يجمعون فی اثبات تلك الزندقة الملعونة بين اقامة الحجة والبرهان وبين
ادعاء ظهورها عليهم بالكشف والعيان الخ ۔ صـ۳۱ آخر فهذه جملة ما هدم به صاحب
الفصوص بنيان الدين المرصوص وجحد بما ثبت ببديهة العقل وقواطع النصوص
وزعم ان تلك الزندقة الملعونة الباطلة ببديهة العقل والشرع ذريعة الى التقرب
ولذلك سول له الشيطان ان سماها علم التصوف وصدقه فی ذلك الجهلة الملحدة
وقلده الزنادقة المجاهدون وسيعلم الذين ظلموا ای منقلب ينقلبون ۔ الخ ۔
قد تمت الرسالة بعون الله الملك المنان فی يوم الاحد من تسع وعشرين من شهر ذی القعدة
قبل الزوال سنة ستين بعد المائة الواقعة على الالف ه ۔

الجواب ۔ واقعی مصالح کے ایک پہلو کا تو اقتضا یہی ہے کہ ایسے رسالہ کی اشاعت ہو مگر دوسرا
پہلو اس سے مانع ہے وہ یہ کہ بعض اکابر نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ شیخ پر افترا ہیں بعض نے ان کلمات
کو ماؤل فرمایا ہے پس ان احتمالوں کے ہوتے ہوئے کسی مدعی اسلام کی تکفیر یا تضلیل شرعاً
بھی ناجائز ہے دوسرے اس باب کی توسیع میں شاید پھر کوئی امام یا مجتہد یا ولی یا عالم نہ بچ سکے پھر ان

ں کو اہل بطالت کیلئے اس کا ذریعہ بنا دیگا کہ جب ایسے لوگ گمراہ تھے تو اور ونکا کیا اعتبار پھر جب حاملین علوم سے اعتبار ہی اٹھگیا تو نہ احکام نقلیہ صحیح النقل رہے نہ احکام اجتہادیہ معتبر رہے۔ لفقد الشرائط فی النقلة والمستنبطین وفساد هذا لا یخفی البتہ اگر شیخ مقبول عام ہوتے تو یہ دوسرا مفسدہ نہ ہوتا گو پہلا مفسدہ تب بھی تھا اس لئے عامہ کو اتنا کہنا کافی ہے کہ نہ ان اقوال کے ظواہر کے معتقد ہوں نہ ان کے قائل کو کچھ کہیں قال اللہ تعالیٰ ولا تقف ما لیس لک به علم وفی الدر المختار ان من قال عن فصوص الحکم الی قوله فعلیک وباللہ التوفیق وانظرها فی هوامش رد المحتار علی تلک العبارة ج ۳ ص ۳۵۴ بعد تحریر ہذا ایک کتاب تحفة الاخوان صفحہ ۳۲ و ۳۳ میں علامہ سعد الدین تفتازانی کو مع اکابر کثیرین کے ابن حجر ہیتمیؒ سے شیخ ابن العربی کے مداحین و معتقدین میں سے لکھا ہے اور چند سطروں کے بعد یہ عبارت بھی ہے منہا ما ذکرہ شیخنا فی شرح الروض نقلا عن العلامة التفتازانی بانه مدح ابن العربی مدحا لا مزید علیه اھ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کرم خوردہ رسالہ کی نسبت تفتازانی کی طرف صحیح نہیں ہے کیونکہ دوسری معتبر معروف کتاب کے معارض ہے۔ ۲۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۵ھ

۱۰۰

سوال: بابت استقبال قبلہ شامی و بحر الرائق و طحطاوی بر مراقی الفلاح و باب ثبوت النسب در مختار و شامی وغیرہ معتبرات فقہیہ سے جو جواز آنے بیت اللہ شریف کا واسطے زیارت اولیاء اللہ کے بلکہ طواف اولیا کرنے کیلئے ممکن و منجملہ کرامات ہونا لکھا ہے اور روض الریاحین امام یافعی وغیرہ میں وقوع اس کا اور دیکھنا ثقات ائمہ و علما کا اس کرامات کو منقول ہے اسکو غیر مقلدین لغو و غلط امر کہتے ہیں ان کا قول و خیال یہ ہے کہ کعبہ ایسا معظم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اشرف المخلوقات تھے اس کی تعظیم طواف سے کی وہ دوسرے کے اپنے سے کم درجہ کی زیارت و طواف کے لئے جائے یہ قلب موضوع و ناممکن امر ہے ہاں اگر قرآن و حدیث سے یہ امر مدلل کیا جاوے تو قابل تسلیم ہو سکتا ہے لہذا علماء احناف کے جناب میں گذارش ہے کہ اس عقیدہ کو نصوص قرآن و احادیث سے یا باستنباط از آیات و احادیث مدلل و ثابت فرما کر کتب فقہ حنفیہ و روض الریاحین وغیرہ تالیفات ائمہ سلف کو وجہ غیر معتمد ہونے سے بچائیں اور جہاں تک جلد ممکن ہو جواب سے سرفراز فرما دیں اس امر کی نسبت سخت نزاع در پیش ہے۔

(باقی آئندہ)

ان عبارات سے امور ذیل مستفاد ہوئے۔ ۱؎ جو رطوبت اکثر اوقات رحم سے سائل ہوتی ہے جسکو اصل سائل نے پوچھا ہے چنانچہ سوال میں اکثر کا لفظ مصرح ہے وہ ودی نہیں ہے جیسا کہ ودی کی تعریف مذکور فی العبارۃ الطبیۃ المذکورہ سے معلوم ہوتا ہے۔ ۲؎ وہ رطوبت منی بھی نہیں ہے کہ سیلان منی ایسے اسباب سے ہے جو گاہ گاہ عارض ہوتے ہیں چنانچہ اس کے اسباب مذکورہ فی العبارۃ الطبیۃ المذکورہ سے معلوم ہوا اور اس رطوبت مسئولہ کا سیلان اکثر ہوتا ہے۔ ۳؎ پس جب نہ وہ ودی ہے نہ منی اور ہے رطوبت سائلہ پس یہ وہ ہے جسکو اس عبارت میں ذکر کیا گیا ہے قد یعرض للنساء ان یسیل من ارحامهن دائما رطوبات اور دائما سے مراد وہی ہے جسکو اصل سائل نے بعنوان اکثر تعبیر کیا ہے چنانچہ ظاہر ہے اور یہ رطوبت وہ بھی نہیں جسکو سائل ثانی نے انسان کے لسے سے تشبیہ دی ہے کیونکہ یہ تو بالاتفاق ظاہر ہے چنانچہ عبارۃ فقہیہ مذکورہ میں مصرح ہے تو اسکو محل اختلاف کیسے کہہ سکتے ہیں پس یہ نہ جب ودی ہے جیسا سائل متاخر کو شبہ ہوا اور نہ منی ہے اور مذی کا نہ ہونا ظاہر ہے تو اس کے نجس ہونیکے لئے ودی و منی کا نجس ہونا تو کافی ہے نہیں کوئی دوسری دلیل مستقل چاہیئے اور نہ وہ رطوبت ہے جو رطوبت فم کے حکم میں ہے جو کہ بالاتفاق طاہر ہے پس اسی رطوبت مغایرہ للودی والمنی والمذی والشبیہۃ باللعاب میں امام صاحب و صاحبین مختلف ہیں اور بوجہ ابتلاء کے اصل جواب میں قول بالطہارۃ پر فتویٰ دیا گیا جسپر سائل ثانی نے اس کے ودی ہونیکی بنا پر شبہ کیا پس جب تقریر بالا میں اس بنا کا منہدم ہونا ثابت ہو گیا تو شبہ کا منعدم ہونا بھی ظاہر ہو گیا (تنبیہ) اصل جواب کے وقت بوجہ حسب نہ جاننے کے احقر کا ذہن اس تفصیل سے خالی تھا بعد ورود سوال ثانی کے تردد ہوا تو ایک مہمان دردست کے پتہ دینے پر شرح اسباب کی طرف رجوع کیا تو یہ تحقیق بالا ذہن میں آئی چونکہ عدم مہارت طب کا نقص اب بھی مجھ میں باقی ہے دوسرے علماء سے جواب پر نظر ثانی کرالی جاوے جو صحیح جواب معلوم ہو اسپر عمل کیا جاوے۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ۔

فصل چہارم در اصلاح بعض عبارات جمال القرآن

(سوال) جمال القرآن صفحہ ۲۰ قاعدہ دہم میں لکھا ہے۔ نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حرف

با آوے تو اس باء کو میم سے بدلکر الخ پس اگر باء میم سے بدل دیا جاوے تو من بعد سے مم بعد ہو جاویگا اور کتابوں میں لکھا ہے کہ نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حرف باء آوے تو اس نون ساکن اور تنوین کو میم سے بدل دیا جاوے تو اس صورت میں ایسا ہوگا یعنی من بعد سے مم بعد ہو جائیگا آیا عبارت جمال القرآن کی صحیح ہے یا میری کم فہمی کے سبب سمجھ میں نہیں آتا۔

(**جواب**) واقعی جمال القرآن کی عبارت میں لغزش ہوئی یوں لکھنا چاہئے تھا کہ اس نون کو میم سے بدلکر۔ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

فصل پنجم در تحقیق اشارہ تشہد تا آخر صلوٰۃ تتمہ فصل اول حصہ ہذا

سائل۔ ایک طالب علم سے مسموع ہوا کہ جناب والا نے القاء اشارہ الی آخر القعدتین سے رجوع فرمائی ہے بندہ کو اس میں شبہ ہے جو بغرض حل عرض ہے امید کہ جواب سے سرفراز فرما کر ممنون فرمایا جاوے۔ تقریر شبہ کی یہ ہے کہ رفع عند النفی و وضع عند الاثبات جسے صاحب محیط و برہان و در مختار و علی متقی و ملا علی قاری اور ان کے اتباع میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی و مولانا عبدالحی لکھنوی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے اختیار فرمایا ہے اس کا ثبوت کسی حدیث یا اثر یا روایت عن الائمہ سے نہیں ملتا سوائے اس کے کہ شمس الائمہ حلوانی سے مروی ہے اور نفس رفع للنفی و وضع للاثبات کو متضمن ہے۔

تحقیق۔ شمس الائمہ حلوانی حسب تصریح شامی فقہاء کے طبقہ ثالثہ سے ہیں کہ ہمارے لئے انکا بلکہ ان کے مابعد والوں کا قول بھی حجت ہے چنانچہ درمختار میں ہے واما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ الخ پھر دوسرے مصنفین کثیرین کا نقل کرنا دال ہے کہ یہ قول منصور اور معتمد ہے شاذ یا مرجوح نہیں اس لئے صاحب تزئین العبارۃ نے اس کو جمہور کا قول کہا ہے عبارتہ ھذا وقالوا (ای جمہور علمائنا) یرفع المسبحۃ عند قول لا الٰہ ویضعھا عند قول الا اللہ الخ اور ایک جگہ کہا ہے الصحیح المختار عند جمہور اصحابنا انہ یضع الی قولہ ویشیر بالمسبحۃ رافعھا عند النفی واضعھا عند الاثبات ص ۱۷ پس ہم کو مقلد ہونے کی حیثیت سے انکی مخالفت یا ان سے مطالبہ دلیل کی گنجائش نہیں فی رد المحتار تحت قول الدر المختار

کما لو افتونا فی حیاتہم بانصہ ای کما نتبعہم لو کانوا احیاء وافتونا بذلک فانہ لا یسعنا مخالفتہم ج ۱ ص ۸۰ - البتہ اگر اس کے مقابل مذہب میں دوسرا قول بھی منقول ہوتا تو اسکی ترجیح ممکن تھی یا کوئی صحیح وصریح حدیث اس کے خلاف ہوتو پھر اس قول کا ترک واجب ہوتا اور اگر روایات حدیثیہ میں غور کیا جاوے تو تخصیص اشارہ بوقت التحلیل کا پتہ بھی لگتا ہے فی تزئین العبارۃ عن معاذ بن جبل وفیہ یشیر باصبعہ اذا دعا رواہ الطبرانی فی الکبیر ص ۹ اور دعا کی تفسیر تشہد کے ساتھ مسلم ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اذا توقیت کیلئے ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ صرف تہلیل کے وقت تھا پس تہلیل کے ختم پر اشارہ بھی ختم ہوجاویگا اور یہی حاصل ہے رفع عند النفی ووضع عند الاثبات کا اور ابوداود ونسائی کی روایت میں ہے رافعا اصبعہ السبابۃ وقد حناہا شیئا ای امالہا تزئین صفحہ (۸) اور اشارہ میں انگلی کا سیدھا ہوجانا مشاہد ہے پس یہ انحنا اس وقت ہوسکتا ہے کہ اشارہ تو نہ رہے لیکن ہیئت عقد کی باقی رہے پس اس سے دوامر ثابت ہوئے ایک اشارہ کا آخر تک مستمر نہ رہنا دوسرے عقد کا مستمر رہنا پھر عدم استمرار اشارہ کی تفسیر اوپر کی حدیث اذا دعا سے ہوگئی۔

سائل ۔ بخلاف القاء اشارہ لی آخر القعدتین کے کہ اسکے ثبوت میں متعدد وجوہ ذہن میں آتے ہیں جنمیں چند عرض ہیں وجہ اول روایت ترمذی مندرجہ وجہ ثانی کو ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری تزئین العبارۃ میں نقل کرکے فرماتے ہیں وروی ابویعلی نحوہ (ای نحو ماروی الترمذی الآتی فی الوجہ الثانی) وقال فیہ یدل ببطہ یشیر بالسبابۃ انتہی وھکذا نقل الشامی فی رفع التردد عن تزئین العبارۃ - یہ حدیث ابویعلی آنحضرت صلعم کے اشارہ کو آخر سلام تک باقی رکھنے پر صراحۃ دال ہے۔

مجیب ۔ اس روایت کی مجکو تحقیق نہیں اگر یہ قواعد کے موافق قابل احتجاج ہو تو بیشک اسپر عمل اور اس قول مشہور کا ترک ضروری ہے اور جب تک احتجاج ہونا ثابت نہو تو اس کا وجود کالعدم ہے اور اس قول کے ترک کی کوئی وجہ نہیں تو روایت ابویعلی کے رجال کی تحقیق کرنا چاہیئے۔

سائل ۔ وجہ ثانی عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن جدہ قال دخلت علی رسول اللہ صلعم وھو یصلی وقد وضع یدہ الیسری علی فخذہ الیسری ووضع یدہ الیمنی وقبض

اصابعه وبسط السبابة وهو يقول يا مقلب القلوب ثبت قلبي على دينك رواه الترمذي

یہ روایت بھی روایت ابویعلی کی موید ہے اسلئے کہ عند العقد والتحلیق سبابہ ذرا خمیدہ ہوجاتی ہے بسط تام نہیں رہتا تاوقتیکہ ذرا اٹھائی نہ جائے۔

مجیب۔ یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے۔

سائل۔ پس اس روایت کا بھی مطابقی یعنی التزامی مدلول استمرار اشارہ ہوگا یہی وجہ ہے جو رواۃ ماتحت میں سے کسی نے بشیر بالسبابۃ سے اور کسی نے بسط السبابۃ سے تعبیر کردیا۔

مجیب۔ اس کے مبنیٰ کا خلاف مشاہدہ ہونا مذکور ہوچکا۔

سائل۔ وجہ ثالث عن ابن عمر ان النبي صلعم كان اذا جلس في الصلوٰة وضع يديه على ركبتيه ورفع اصبعه اليمنى تلي الابهام فدعا بها الحديث رواه مسلم وابو داؤد والترمذي۔ وفي شرح معاني الآثار عن وائل بن حجر الحضرمي فلما قعد عقد اصابعه وجعل حلقة بالابهام والوسطى ثم جعل يدعو بالاخرى۔ یہ احادیث بھی دعا کے وقت اشارہ کرنے پر دال ہیں اور اگر احادیث مذکورہ میں دعا سے دعا ر آخر صلوٰۃ نہ مراد لیجائے دعا بمعنی تشہد یا تہلیل مراد لیجاوے تب بھی رفع عند النفی ووضع عند الاثبات درست نہیں ہوتا اس لئے کہ طحاوی وغیرہ نے ثم جعل یدعو بالاخریٰ روایت کی جو استمرار پر دال ہے اور یہ اس میں مقصود ہے۔

مجیب۔ دلالت علی الاستمرار غیر مسلم ہے۔

سائل۔ وجہ رابع امام طحاوی رح حدیث ثم جعل یدعو بالاخریٰ سے عدم تورک فی القعدۃ الاخیرہ پر استدلال کرتے ہیں اور یہ تب ہی مستقیم ہوسکتا ہے کہ حدیث ثم جعل یدعو میں دعا ر آخر صلوٰۃ مراد ہو پس اس سے طحاوی کا بھی استمرار اشارہ الیٰ اٰخر الصلوٰۃ کا قائل ہونا لازم آئیگا فی شرح معاني الآثار قال ابو جعفر فهذا يوافق ما ذهبوا اليه من ذلك وفي قول وائل ثم عقد اصابعه يدعو دليل على انه كان في آخر الصلوٰة۔

مجیب۔ یدعو کی تفسیر میں طحاوی کا قول حجت لازمہ نہیں۔

(باقی آئندہ)

۱۸

ایسے ہی متعدد بیبیوں کے لڑائی جھگڑے جو باوجود مرد کے غیر جانبدار اور حاکم عادل ہونے کی پیش
آویں وہ اگرچہ دیگر دنیاوی جھگڑوں کی طرح یقینی ہوں تب بھی تعدد ازدواج کیلئے مانع نہیں
ہو سکتے بلکہ اس صورت میں یہ ایسا ہی عین مصلحت ہے جیسے مختلف المزاج اشخاص پر حکومت۔
راقم کا دعویٰ ہے کہ جو شخص دو عورتیں حسب قواعد شرع رکھ سکتا ہے اور دونوں میں عدل کا
برتاؤ کر سکتا ہے وہ ایسا کامل اور اولوالعزم مرد ہے کہ کسی اس کام میں بھی جو انسان کو دنیا میں
کرنا چاہیئے اور کر سکتا ہے بند نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ انسانی تمام کاموں کی بنا دو قوتوں پر ہے
ایک کا نام قوت غضبیہ ہے یہ وہ قوت ہے جس سے انسان اُن چیزوں کو اپنے آپ سے دفع کر سکتا ہے
جو اسکے لئے مضر ہیں اور دوسری قوت کا نام قوت شہویہ ہے یہ وہ قوت ہے جس سے انسان اس
چیز کو حاصل کر سکتا ہے جو اسکے لئے کارآمد ہے ان دونوں کا اعتدال ہونے سے جملہ وہ کام درست
ہو سکتے ہیں جو انسان سے متعلق ہیں اور اگر یہ دونوں اعتدال پر نہیں تو انسان بسا اوقات مفید
چیزوں کو بھی دفع کر دے یا مضر چیزوں کو بھی حاصل کرے اور یہ تمام خرابیوں کی اصل الاصول
ہے۔ عورت کی طرف میلان مرد کی طبیعت میں ایسا رکھا ہوا ہے کہ مرد اس سے مجبور ہے نیز
بعض عورتوں کے ساتھ بعض مردوں کو خصوصیت ہوتی ہے جسکا کوئی قاعدہ منضبط نہیں نہ صورت
شکل پر اس کا مدار ہے اور نہ کسی اور قاعدہ و قانون پر بنا ہے یہ ممکن نہیں الا نادراً کہ ایک
شخص کے دو بیبیاں ہوں اور طبعی اور قلبی پیدائشی میلان اُس کا دونوں کی طرف برابر ہو
ضرور ہے کہ ایک کی طرف زیادہ اور دوسری کی طرف کم ہوگا لیکن پھر بھی جو مرد باوجود قلبی
تفاوت ہونے کے دو بیبیوں کو اُن معاملات میں برابر رکھے جو اختیار سے تعلق رکھتے ہیں وہ
کسقدر قوی القلب اور مخیر اور حلیم اور اپنی دونوں قسم کی قوتوں یعنی قوت غضبیہ و شہویہ
پر قابو یافتہ مرد ہوگا اور جب اُس موقعہ پر جہاں اُس کی فطرت اُسکو فرق کرنے اور عدل سے
تجاوز کرنے پر مجبور کرتی ہے مجبور نہیں ہوتا تو اُن موقعوں پر کہ جہاں کوئی فطری مجبور کنندہ بھی
موجود نہیں کیسے عدل و انصاف سے تجاوز کر سکتا ہے یعنی ایسے شخص کے سپرد اگر ایک ملک کا
انتظام بھی کر دیا جاوے تب بھی بخوبی انجام دے سکتا ہے اور جبکہ وہ مالی خبر گیری میں بھی
دو عورتوں پر نظر یکساں رکھتا ہے تو مالی انتظامات دوسرے مواقع کے بھی بخوبی بلکہ علی الوجہ

۵۱

الا حسن کر سکے گا۔ یہ راز ہے اُس حدیث کا جس کا مضمون یہ ہے کہ کثرت ازدواج سبب غنی ہے۔
اس حدیث پر کم فہم طبیعتوں میں اشکال آتا ہے کہ کثرت ازدواج تو باعث کثرت اخراجات کا
ہے پھر وہ سبب غنی و تونگری کیسے ہوگا۔ اس شبہ کا حل یہ ہوا کہ کثرت ازدواج سبب غنی اس طرح
ہے کہ وہ سبب ہے قوت انتظامی پیدا ہونے کا اور قوت انتظامی سبب ہے مال کے بڑھنے کا اسکی
مثال یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ تجارت یا زراعت سبب ہے مال بڑھنے کا حالانکہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ
تجارت و زراعت اولاً تو سبب ہیں مال کے خرچ اور تخم کے ضائع کرنیکے پھر ترقی کیسے ہو سکتی ہے،
اس کا حل یہی ہے کہ یہ سبب ہیں خرچ اور اضاعت تخم کے اور خرچ اور اضاعت منتج ہیں افزائش
مال کے تو بعد طرح حد اوسط تجارت و زراعت سبب ہوئیں افزائش مال کی یا کہا جاتا ہے کہ تعلیم
سبب ہے ترقی مال و جاہ کی حالانکہ تعلیم سبب اولی ہے مال خرچ کرنے اور اُستادوں کے سامنے
جاہ برباد کرنے کی۔ ایسے ہی کثرت ازدواج گو اولاً سبب ہو خرچ مال اور تہیدستی کی لیکن بوجہ ذریعہ
ہونے قوت انتظامیہ کے سبب ہے غنی کی کیونکہ مراد ہماری کثرت ازدواج سے وہ ہے جسمیں حدود
شرع اور حقوق محفوظ ہیں اور ایسی کثرت ازدواج ضرور بالضرور سبق دینے والی ہے قوت انتظامیہ
کا اور مرد کی قوائے انسانی کو معتدل بنا کر مرد کامل بنانیوالی ہے ایسا شخص جب تجارت پر ہاتھ
رکھیگا تو انتظام اُس کا ایسا معقول کریگا کہ دوسرا کر نہیں سکتا کیونکہ انتظامات خواہ کسی قسم کے
ہوں موقوف ہیں ہر دو قوائے مذکورہ یعنی قوت غضبیہ و شہویہ کے اعتدال پر اور یہ شخص اُس کا
مشاق ہے تو یہ جس کام پر ہاتھ رکھیگا گویا اُس کے اور دوسرے کے کام میں ایسا فرق ہوگا جیسے
ہاتھ سے کام کرنے اور مشین سے کام کرتے میں۔ غرض مسئلہ تعدد ازدواج میں علاوہ اُن ضروریات
کے جو بعض وقت انسان کو اسپر مجبور کرتی ہیں۔ جیسے ایک بی بی کا دائم المرض ہونا یا عقیمہ یعنی
بانجھ ہونا وغیرہ وغیرہ جسپر بعض لوگوں نے مستقل کتابیں لکھی ہیں ان کے علاوہ یہ مصلحت بھی
ہے کہ انسان کو اعتدال پر لانے کا ایک عمدہ ذریعہ ہے اور ہر طرح سے یہ مسئلہ صحیح ہے لیکن جسطرح
آج کل کے لوگ اسپر عمل کرتے ہیں وہ سراسر غلط ہے اور اسی غلط طور پر عملدرآمد سے اس مسئلہ
پر نظر لوگوں کی صحیح کم پڑتی ہے اور نعوذ باللہ شریعت مطہرہ کو اس سے خالی ہونے کی خواہش
اور شریعت میں سے اس کے خارج کر دینے کی تدابیر کرتے ہیں۔ **شعر**

وکم من عائب قولا صحیحا		وآفته من الفهم السقیم

ترجمہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو ایک صحیح بات میں عیب نکالتے ہیں حالانکہ قصور اپنی سمجھ کا ہوتا ہے۔ لوگوں نے اس مسئلہ کا صرف وہ جزو لیلیا جو اپنے مفید مطلب ہو یعنی جواز تعدد ازدواج اور شرائط اور موقعہ و محل سب کو اڑا دیا جو کوئی دوسرا نکاح کرتا ہے پہلی سے اصلا تعلق نہیں رکھتا نان نفقہ تک کی خبر نہیں لیتا اور لطف یہ ہے کہ اگر اُن سے درخواست کیجاوے کہ طلاق دیدیں تاکہ وہ دوسری جگہ نکاح کرلے تو اسپر بعض وقت تو بسبب ادائے مہر لازم آنے کے اور بعض وقت صرف اپنی توہین سمجھکر راضی نہیں ہوتے کسقدر بے حمیتی اور بیحیائی ہے کہ مظر جو اپنے سے زیر دست کا حق ہے اسمیں لیت و لعل یہ کونسی مردانگی کی بات ہو اور جس شریعت میں تعدد ازدواج کی اجازت سے اور انھوں نے اُسپر عمل کا نام رکھکر نکاح ثانی کیا ہے اُسمیں مہر کا کیا حکم ہے قال تعالیٰ وآتوا النساء صدقاتہن نحلۃ یعنی عورتوں کو اُن کے مہر خوشی سے دیا کرو۔ اور دوسری آیت میں تو مہر کے ادا میں حیلہ و حجت کرنے اور دبا لینے پر ایسی غیرت دلائی گئی ہے کہ قطع نظر شریعت سے مہر کا دبانا انسانیت سے بھی خروج ہے قال تعالیٰ وان اردتم استبدال زوج مکان زوج وآتیتم احدٰہن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا اتاخذونہ بہتانا واثما مبینا۔ ترجمہ اگر تم ایک بی بی کی جگہ دوسری کرنا چاہو۔ اور اُسکو ایک ڈھیر مال کا دے چکے ہو (یعنی واجب فی الذمہ کر چکے ہو) تو اُسمیں سے کچھ بھی مت لو (یعنی ذرا بھی مت روکو) (اور صرف اس حکم ہی پر بس نہیں کیا بلکہ بطور زجر فرمایا) کیا تم اُسکو بہتان رکھکر اور صریح گناہ ہوتے ہوئے بھی دباتے ہو (اور اس زجر پر بھی بس نہیں دوبارہ زجر فرمایا) اور اُس کو کیسے لے سکتے ہو حالانکہ تم دو جن آپس میں ایک دوسرے سے گھل مل چکے اور عورتوں نے تمسے عہد بھی سخت لیا تھا یعنی تعجب کی بات ہے کہ جس سے زوجیت کا تعلق ہوا ہو اور محرم راز اور یکجان دو قالب کا مصداق کہا جاتا ہو اُس سے اس طرح سے آنکھیں بدل جاؤ اس کے علاوہ اس کا بھی پاس نہ ہے کہ پچاس آدمیوں میں بیٹھکر مہر کا اقرار کیا تھا۔ آیت میں کس طرح سے اس فعل پر غیرت دلائی گئی ہے اور ایک آیت میں ارشاد ہے ولا یحل لکم ان تاخذوا مما آتیتموہن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ حاصل یہ ہے کہ تمکو حرام ہے کہ عورتوں کے مہر میں سے کچھ بھی رکھ لو الا آنکہ عورت

خلع کو منظور کرے۔ وراس بات پر راضی ہو جائے کہ تم طلاق دیدو اور وہ تمکو مہر سے سبکدوش کردے اور اس مضمون کو موکد کیا۔ تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظلمون یعنی یہ حق تعالی کے مقرر کردہ حدود ہیں ان سے نہ نکلو اور جو کوئی حق تعالی کے حدود سے نکلے تو وہ ظالم ہے۔ اور یہ عجیب بات ہو کہ اپنی عورت کا دوسرے کے نکاح میں جانا تو توہین ہو اور اُس سے تعلق نہ رکھنے اور نان نفقہ کی خبر نہ لینے سے اس کا دربدر ماری پھرنا توہین نہ ہو ۵

ببیں آں بے حمیت را کہ ہرگز	نخواہد دید روئے نیک بختی
کہ آسانی گزیند خویشتن را	زن و فرزند بگزارد بسختی

غور سے دیکھئے تو مروجہ متعدد شادیاں تعدد ازدواج ہی میں داخل ہیں انکی حقیقت تو نقل ازدواج ہے کیونکہ ازدواج کے معنی ہیں کسی سے زوجیت کا تعلق پیدا کرنا اس کا تعدد جبھی ہو سکتا ہے جبکہ متعدد عورتوں سے زوجیت کا تعلق رہے اور جبکہ نئی کے سامنے پرانی سے کوئی تعلق ہی نہیں رہتا تو ازدواج کا تعدد کہاں ہوا بست موٹی سی بات ہے کہ اگر کہا جاوے کہ فلاں شخص کے لئے سرکار سے دو اردلی مقرر ہیں تو یہ جبھی صادق آسکتا ہے جبکہ ایک وقت میں دو آدمی خدمت کیلئے مقرر ہوں اور اگر ایک کو برخاست کرکے دوسرے کو رکھا جاتا ہے تو یہ کہنا صحیح نہیں ہو سکتا کہ اُس کیلئے دو اردلی مقرر ہیں۔ الغرض مسئلہ تعدد ازدواج کو غلط معنوں میں لینا اور غلط طریق سے استعمال کرنا سبب ہے مفاسد اور خانہ جنگی وغیرہ کا ورنہ کوئی غبار اصل مسئلہ مسلمہ فی الشرع پر نہیں ہے۔ اسکی اصلاح یہ ہے کہ غور سے کام لیں اور اپنی ہمت و مردانگی کا اندازہ کرکے کام کریں اگر ایک سے زیادہ بیبیاں رکھنے کا ارادہ ہو تو علما سے اسکے شرائط اور طریقے معلوم کرلیں ورنہ یہ خوب سمجھ لیں کہ بہت سے اُن گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے جو حق العبد کی قسم سے ہیں جو توبہ سے بھی معاف نہیں ہو سکتے اسی واسطے ارشاد ہوا ہے فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ یعنی اگر اس کا اندیشہ بھی ہو کہ عدل نہ ہو سکیگا تو صرف ایک ہی بی بی رکھو۔ یہ الفاظ قابل غور ہیں۔ الغرض ایک سبب خانہ جنگی کا مردوں کی بیجا حکومت تھی اور ایک بیقاعدہ تعدد ازدواج اور دونوں ایک کلیہ اختلال حفظ مراتب کے افراد ہیں جسکو ہم نے اصل الاصول خانہ جنگی و ابتری معیشت کا قرار

(باقی آیندہ)

۵۴

ز فضل و رحمت و توفیق یزداں	بدورہ بردہ ام الحمد للہ
ز جام مصطفےٰ اشرب النبی	مصفا خوردہ ام الحمد للہ
تولا یم بہ محبوب ست وز خود	تبرا کردہ ام الحمد للہ
درخت اصل را در باغ وصلش	ببار آوردہ ام الحمد للہ
ندارم پردہ از معشوق و با خلق	اگر در پردہ ام الحمد للہ
ز قاسم پردہ در پیش دل بود	فنا شد پردہ ام الحمد للہ

حرمان نصیب ہی ہے جو اس کلام کے سننے و اسپر یقین لانے اور جن حضرات کو یہ حاصل ہے ان کا احترام کرنے سے محروم رہا کہ اب اس نعمت جاوید کا ذائقہ چکھنے کی امید کیلئے کوئی سبیل ہی نہیں۔ چاہیئے تھا کہ حق تعالیٰ سے ذرا سا بعد بھی ہوتا تو وہ نا بکار دل میں کھٹکتا کہ ؎

فراق دوست اگر اندک ست اندک نیست ۔۔۔ درون دیدہ اگر نیم مو ست بسیار ست

مگر اسکو تو محبوب سے دوری کے ہزار ہا کوس پر بھی تشکی نہیں بلکہ حب و طلب وصل سے مس ہی نہیں کہ کم سے کم وصال کی باتیں ہی سنتا یا واصلین کا ادب و احترام کرکے کچھ تو اس گلشن جانفزا کی مہک سونگھتا۔

اے وہ لوگو جو اپنی معاش میں مشغول ہوکر مجھسے دور پڑے ہوئے ہو۔ ہوش میں آؤ عقل سے کام لو اور سوچو کہ اصل معاش کیا ہے؟ آیا غلہ گندم و نخود یا قرب مولیٰ و تعلق مع اللہ؟ اصلی حیات کا سبب و وسیلہ یہ ہے یا وہ؟ تم دنیا میں اسکی کمائی کیلئے بھیجے گئے ہو یا اسکے؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللھم لا عیش الا عیش الاخرۃ کہ زندگی بس آخرت ہی کی زندگی ہے پس خواب غفلت سے جاگو اور اصل معاش کی تلاش کرو اور وہ اصل معاش میرے پاس ہے اصل منافع تجارت میرے پاس ہیں اور آخرت کی پونجی میرے پاس ہے۔ پس اگر اسکے قدردان ہو تو دکانوں کو تالے لگا کر یہاں آؤ اور مشاغل دنیا کو خیرباد کہکر یہاں آؤ میں کسی تاجر کا پیش دست اور آواز لگانے والا ہوں کہ گاہکوں کو اپنی صدائے دکان کی طرف متوجہ کرتا ہوں اور کبھی سوداگر ہوں کہ خود مال فروخت کرتا ہوں اور کبھی دکان و متاع دکان کا مالک مختار ہوں کہ جسکو جو چاہتا ہوں بلا معاوضہ لئے دیتا ہوں بہرحال چونکہ حق تعالیٰ نے شان محبوبیت مجکو نوازا

اور اس زمانہ کا مجدد بنا کر بھیجا ہے لہٰذا ہر شخص کے ساتھ اسکی حیثیت و استعداد کے موافق برتاؤ کرتا اور حق تعالیٰ کی طرف سے دیے گئے ہوئے اختیارات و تصرفات اور تجویز فرمائے ہوئے خدمات عمل میں لاتا ہوں کہ کسی کو وعظ سنا کر حق کا راستہ بتاتا ہوں کہ آخرت کا سودا خریدنا ہو تو خرید وا اور کسی کو بیعت کر کے اہل سلسلہ کرتا اور مجاہدہ و ریاضت میں ڈالتا ہوں تاکہ مال و جان کے معاوضہ میں جنت خریدے اور کسی کو ہمت و توجہ اور روحانی تصرف سے معمور بناتا ہوں کہ محنت و کسب کئے بغیر قرب کی لازوال نعمت سے مالا مال بنے۔ مگر اپنے ارادہ و اختیار سے کچھ بھی نہیں کرتا کیونکہ اپنے ارادہ کو تو مدتیں ہوئیں ارادہ خداوندی میں فنا کر چکا ہوں لہٰذا جسکے لئے جیسا برتاؤ کرنیکا ادھر سے حکم ہوتا ہے اسکی تعمیل کرتا ہوں اور لوح محفوظ کی کتابت کے موافق ہر شے کو اس کا حق پہونچاتا رہتا ہوں پس کبھی منادی اور کبھی تاجر اور کبھی مالک متصلح بننے کا یہ مطلب سمجھنا کہ معاذ باللہ خدا بنگیا ہوں اور عالم کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی ہے کہ جو تصرف چاہوں کروں۔ حاشا و کلا۔ بندہ بندہ ہی ہے اور جتنی اسکی بندگی بڑھی ہوئی ہے اسی قدر اس کا قرب بڑھا ہوا ہے اور جتنا قرب بڑھا ہوا ہے اسی قدر بندگی و بیچارگی بڑھی ہوئی ہے یہانتک کہ خود کچھ رہتا ہی نہیں جو کچھ بھی ہوتا ہے دست قدرت حق سے ہوتا ہے اور وہ آلہ صدور و مظہر حوادث رہجاتا ہے چنانچہ سید المحبوبین کیلئے ارشاد ہے کہ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی کہ مٹھی خاک جب تمنے دشمنوں کی طرف پھینکی تو تمنے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔ یعنی تم محض واسطہ تھے اور اس فعل میں اختیار و ارادہ صرف حق تعالیٰ کا تھا۔ یا ارشاد ہے کہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ۔ کہ اہل بیعۃ الرضوان جو تمسے بیعت کر رہے تھے وہ حقیقت میں اللہ سے بیعت کر رہے تھے کہ ان کا مقصود تمکو محض واسطہ بنانا تھا اور اصل عہد و پیمان خدا سے تھا۔ بہرحال صوفیہ کی اصطلاح صوفیہ ہی کے کلام سے حل ہو سکتی ہے دنیا داروں کو اسمیں اپنی عقل لڑانا گمراہی لاتا ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

از حادثات بر در آں صوفیاں گریز	گر بود ناخوش اندرو نا بود شادماں
زیشاں شنو حقائق فقر از برائے آنکہ	تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں

ہاں یہ ضرور ہے کہ بفضل ایزد ذوالجلال بخیل نہیں ہوں اور جو روحانی غذائیں شاہنشاہ کی طرف سے ملتی ہیں تنہا خور بنکر اکیلا نہیں کھاتا۔ جی چاہتا ہے کہ دوسرے بھی آکر شریک ہوں بلکہ جتنے کھانیوالے

زیادہ تیں گے اسی قدر میری خوشی زیادہ بڑھے گی۔ کیونکہ تنہا خوری تو بخل کا ثمرہ ہے اور جو سخی ہوا
کرتا ہے وہ تنہا نہیں کھایا کرتا اور جو شخص اپنے خدائے برتر کے کرم اور سخاوت سے آگاہ ہو جاتا ہے
اس کے پاس تم بخل کا شائبہ بھی نہ پاؤ گے۔ لہذا کیسے ممکن ہے کہ میں بخل کروں اور یوں چاہوں
کہ روحانی لذت میرے سوا دوسرے کو نہ ملے۔ نہ خدا کے خزانہ میں کمی ہے کہ لذتیں تقسیم ہو کر ختم
ہو جائیں گی اور نہ ایسے تنگدل بخیل اس غیبی خزانہ کی تقسیم پر تعینات کئے جاتے ہیں جو داد و دہش
میں ہاتھ روکنے کو انتظام وسیاست سمجھیں۔ غیر متناہی قدرت والے شاہنشاہ کے خزانہ میں چونکہ
غیر متناہی نعمتیں ہیں اس لئے ایک دنیا کیا اس جیسی لاکھوں دنیائیں بھی پیدا ہوں اور ان کے
ہر شیخ وشاب اور مرد وعورت کو نعماء آخرت وقرب سے مالا مال کر دیا جائے تب بھی اس خزانہ
غیر متناہی میں کمی نہ آئیگی کیونکہ اگر کمی آئی تو غیر متناہی نہ رہا بلکہ متناہی ہو گیا۔ بہر حال جسکو حق تعالیٰ
کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور جو ذات حق کا عارف وشناسا بنجاتا ہے اس کے نزدیک ذات حق
کے سوا جو شے بھی ہو وہ ذلیل بنجاتی ہے کہ اس کے دینے اور ایثار کرنے میں مطلق بھی پس وپیش اسکو
لاحق نہیں ہوتا۔ اور وجہ اسکی یہ ہے کہ بخل خاصیت ہے نفس کی اور عارف کا نفس چونکہ مخلوق کے
نفوس کے اعتبار سے مردہ محض ہوتا ہے لہذا بخل جو اس کے ساتھ وابستہ تھا وہ بھی مردہ ومعدوم
ہو جاتا ہے پس جب نفس ہی نہیں رہا تو بخل کون کرے۔ ہاں عارف کا نفس حق تعالیٰ کے وعدوں
پر ٹھیرا ہوا اور مطمئن ہے کہ میری تقدیر میں جتنا رزق پہونچنا مقدر ہے اسکو کوئی دوسرا نہیں کھا سکتا
جو بھی کھائیگا وہ اپنی ہی تقدیر کا کھائیگا پس اگر سامنے رکھی ہوئی روٹی بھی فقیر کے سامنے سرکا دی
تو اس کے دل کو نہ پریشانی لاحق ہو گی اور نہ فاقہ کا وسوسہ آئیگا۔ ہاں اگر کسی بشر کے وعدہ پر
اطمینان کرتا تو ممکن تھا کہ وہ نادار بنکر وعدہ پورا نہ کر سکے یا جھوٹا بنکر وعدہ خلافی کر بیٹھے اور یہ احتمالات
بخل کا سبب بن سکتے تھے مگر بھروسہ ایسی ذات پر ہے جسکی غناء وتونگری میں نہ کمی آنیکا احتمال ہے
اور نہ وعدہ خلافی کا وسوسہ تو وہ بھی اگر بخل کرے تو حیف ہے اس کی عقل پر اور افسوس ہے اسکے
اعتماد وتوکل پر۔ اور عارف کا نفس اگر خائف ہے تو صرف حق تعالیٰ کے وعید اور بعد وطرد کے اندیشہ
ناک ڈراووں سے خائف ہے نہ کہ فقر وفاقہ یا موت ومرض سے۔ اس کے نزدیک اگر اندیشہ کے
قابل بات ہے تو یہی کہ اپنے سے جدا کر دے اور قرب کو بعد سے نہ بدل دے لہذا دین ودنیا میں

۷۹

ان کی تمنا وآرزو کا خلاصہ صرف یہ ہوا کہ بار الہا ہمیں اپنا بنا لیجیے اپنے قرب سے نواز لیجیے اپنی مرضیات کی توفیق عطا کیجیے اور وہ روحانی نعمتیں عطا فرمائیے جو آپ نے اپنے خاص اور برگزیدہ بندوں کو عطا فرمائی ہیں بس اسکے علاوہ نہ ان کے نزدیک دنیا کی قدر ہے نہ آخرت کی اور اسی لئے جو کوئی ان سے جو چیز بھی مانگتا ہے بے تامل اسکو دیدیتے ہیں۔ اس کا وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ اس کی قیمت ہزار دینار تھی یا یہ کہ اب اس کا دوبارہ ہاتھ لگنا مشکل ہے۔

صاحبو۔ جاگو اور ہمت کرو کہ وقت جا رہا اور عمر عزیز ختم ہو رہی ہے بقدر ضرورت علم دین سیکھو۔ علماء کی صحبت اور عمل کی پوچھ گچھ کو عادت بناؤ۔ جامع شریعت وطریقت شیخ کے ہاتھ پر بیعت کرو اور جو کچھ بھی ذکر وشغل وہ تعلیم کرے اسپر مواظبت رکھو۔ امراض روحانی کا معالجہ کرو تلخ دواؤں کی چند روزہ ناگواری پر صبر کرو۔ شریعت کا ہر دم اور ہر لحظہ پاس ولحاظ رکھو۔ جو تمہارا کام ہے تم اسکو انجام دو اور دعا مانگو کہ بار الہا اپنا راستہ دکھا اور اسپر چلنا رضا نصیب کر اور عطا فرما ہمکو دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا ہمکو دوزخ کے عذاب سے

چودھویں مجلس شرح وعظ کی ختم ہوئی

فیوض یزدانی } ساڑھے سات سو برس پہلے کا وہ زمانہ بھی یاد آنیکے قابل ہے جبکہ غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ بغداد میں ممبر پر بیٹھکر وعظ فرماتے اور ان کے زوداں میں خلیفہ حضرت عفیف الدینؒ لفظاً لفظاً کو قلمبند کرتے جاتے تھے چنانچہ ۳ شوال ۵۴۵ھ یوم شنبہ سے لیکر ۶ رجب ۵۴۶ھ یوم جمعہ تک آپ کے ۶۲ وعظ مرتب ہوا اسی تعداد میں مختلف مجالس کے ملفوظات فرمائے جنکا ایک ایک جملہ قلزم توحید کا در فرید ہونیکے سبب صاحب دل مسلمان کیلئے جان سے زیادہ عزیز ہے چونکہ اس صحیفہ مبارکہ کے الفاظ ومعانی دونوں کے سچے قدردان الامداد کے ناظرین ہی ہیں اس لئے وہ زیادہ مستحق ہیں کہ اسکے مطالعہ سے خلوت میں بہرہ یاب فیضانات قادریہ سے مالا مال ہوں۔ اس کتاب کا پورا حظ تو مطالعہ کے بعد معلوم ہوگا مگر اتنی بات اب بھی سمجھ سکتے ہو کہ آٹھ صدی کے بعد اگر پیران پیر کے جلسہ وعظ کی شرکت کا لطف تازہ ہو سکتا ہے تو صرف اسی کتاب سے ہو سکتا ہے بلا جلد کی قیمت اصلی تین روپیہ مجلد کے ہے۔ قیمت رعایتی غیر مجلد کی ۲/۸ اور مجلد کی ۲/۱۲ +

الاحکام الوقتیۃ

بابت شعبان ۱۳۳۵ھ

رسالہ زوال السنۃ عن اعمال السنۃ مؤلفہ حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم میں
بذیل سرخی (شعبان) ملاحظہ ہو۔ (نائب مدیر)

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹائٹل کے اڑھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جایئگا اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عہ ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے عہ کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونے کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچہ ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۵ھ ہجری سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جاویگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی شبیر علی صاحب برادرزادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرماکر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ میں براہ مہربانی پتہ کیساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

المشتہر

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

ف۵
دلیل اس عقد کے جوازکی روالمحتار مطبوعہ مصر ۱۲۷۲ھ جلد رابع صفحہ ۱۸ و ۱۹ پر مذکور ہے ۱۲ منہ

رجسٹرڈ نمبر ۱۰۷۲

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علما

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علینا

اقتناء الآیہ کہ دال است بر مطلوبیت زیادت علوم و امداد و الحدیث کہ دال است بر مندوبیت فصل از فصل در ارشاد صحیفۂ شہریہ علمیہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ

تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و

ملفوظات خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی

صاحب مدظلہ است بذیل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ

لقب صحیفۂ مشیرت بہ تبرک بنام نامیش نیز و نیز رسالہ الاشتات کہ از تحقیقات ایں مدیر و دیگر اہل فضل

عدد (۶) بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۵ ہجری جلد (۳)

بادارۂ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

این صحیفہ کامدش امداد نام | یافت از امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ رمضان المبارک سنہ ۳۵

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ پرچہ بمزید لطف کا ہو۔ (نائب مدیر)

حکایت۔ ایک صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ نماز پانچ وقت کی کیوں مقرر ہوئی میں نے بطور نظیر کے اُن سے پوچھا کہ اول یہ بتلایئے کہ آپکی ناک چہرہ پر کیوں لگائی گئی کمر پر کیوں نہیں لگائی گئی جب اِس ترتیب کے وجوہ اور مصالح سب آپکو معلوم ہو جائیں تو اسکے بعد اوقات نماز کی تعیین کے مصالح دریافت کیجئے گا غرض جسکو فن سے مناسبت نہیں ہوتی اُس کا بولنا ہمیشہ بے موقع ہوتا ہے اور اسلئے وہ اچھا نہیں معلوم ہوتا +

حکایت۔ ایک مرتبہ امام ابو یوسف بیٹھے ہوئے کچھ بیان فرما رہے تھے اور لوگ لکھ رہے تھے اور پوچھ بھی رہے تھے اُن ہی میں ایک شخص بالکل خاموش بیٹھا ہوا تھا آپنے فرمایا کہ بھائی تم بھی کچھ پوچھو عرض کیا اب پوچھوں گا بیان میں آپ نے فرمایا کہ جب آفتاب غروب ہو جائے تو افطار میں دیر نکرے اُس شخص نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں بھی کچھ بولوں امام صاحب نے فرمایا کہو تو کیا کہتا ہے کہ اگر کسی روز آفتاب ہی غروب نہو تو کیا کریں امام صاحب نے فرمایا کہ تمہارا خاموش ہی رہنا بہتر ہے +

حکایت۔ اِسی طرح مشہور ہے کہ ایک دُلہن بالکل بولتی ہی نہ تھی اُسکی ساس نے اُس سے کہا کہ دُلہن تم بھی بولا کرو تم خاموش کیوں رہتی ہو دُلہن نے کہا کہ بہت اچھا اب بولوں گی چنانچہ ایک روز بولی۔ ساس کو خطاب کر کے کہنے لگی کہ اماں بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر تمہارا لڑکا مرگیا تو میرا نکاح کسی دوسرے سے بھی کر دوگی۔ ساس نے کہا کہ دُلہن بس تم خاموش ہی رہا کرو تمہارے لئے وہی بہتر ہے تو دیکھئے تمیز نہونے کی وجہ سے بات بھی پوچھی تو کیسی خوبصورت کہ ساس کا کلیجہ بھی ٹھنڈا ہو گیا ہوگا +

احکام شریعت کے امتثال میں ہماری حالت بالکل عاشق کی طرح ہونی چاہیئے

صاحبو شریعت کے احکام کے ساتھ ہمارا بالکل وہ مذہب ہونا چاہیئے جو عاشق کا معشوق کے ساتھ اور مملوک کا مالک کے ساتھ ہوتا ہے +

۱۸۳

حکایت مشہور ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام خرید ا اور اُس سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے
اُس نے کہا کہ جو آپ مقرر کریں پھر آقا نے پوچھا کہ تو کیا کھایا کرتا ہے غلام نے کہا کہ جو آپ
کھلائیں اِسی طرح لباس کے متعلق سوال کیا تو اُس نے جواب دیا کہ جو کچھ آپ پہنائیں وہی
لباس ہے تو صاحبو کیا خدا سے جو علاقہ ہے وہ غلامی نہیں ہے بلکہ اگر غور کرو تو معلوم ہوگا
کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہمکو حقیقی غلامی حاصل ہے دیکھو انسانی غلامی سے انسان ایک وقت
میں نکل بھی سکتا ہے یعنی جبکہ آقا غلام کو آزاد کردے برخلاف ہماری غلامی کے کہ یہ طوق
ہماری گردن سے کبھی نکل ہی نہیں سکتا کیونکہ اس غلامی سے آزادی کی یہی صورت ہے
کہ نعوذ باللہ ہم بندے نہ رہیں اور خدا خدا نہ رہے اور یہ غیر ممکن تو ہماری آزادی بھی غیر ممکن
نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری آزادی محال عقلی ہے اور ہمیشہ اور ہم ہمیشہ کے لئے غلام ہیں تو
ہمکو غلام ہی کا برتاؤ بھی کرنا چاہیے اور کسی حکم کے امتثال میں گرانی نہونی چاہیے اور
میں کہتا ہوں کہ احکام کے دشوار معلوم ہونے سے اُن میں کسی قسم کا شبہ کرنا تو بالکل ہی
لغو ہے کیونکہ احکام کا نفس پر گراں گذرنا یہی تو دلیل ہے اُس حکم کے خداوندی حکم
ہونے کی کیونکہ جو حکم نفس کے موافق ہو اُسکو تو نفس خود ہی اپنے لئے تجویز کرلیتا ہے
اُس میں کسی دوسرے کے حکم کرنے کی کیا ضرورت تو خدا کی جانب سے تو وہی احکام مقرر
ہونگے جو کہ نفس پر بار ہوں تاکہ خدا تعالیٰ دیکھیں کہ جو کچھ کرتے ہو اُس سے اپنے نفس کا
خوش کرنا منظور ہے یا خدا کا اور اُس خوش کرنے میں بھی ہماری ہی مصلحت ہے نہ کہ
خدا کی **ے**

من نکردم خلق تا سودے کنم	بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

اتنا وسیع نظام عالم ہمارے ہی فائدے کے لئے ہے اور ہمیں کو نفع پہونچانا مقصود
ہے ہر طرح ہماری ہی مصلحتوں پر نظر ہے البتہ یہ ضروری نہیں کہ ہماری مصالح مل کی
بھی جن کو ہم نے اختراع کرکے مصلحت کا لقب دیا ہے اُن احکام میں رعایت ہو لہذا
ہمکو بھی یہ نہ دیکھنا چاہیے کہ فی الحال ہماری کیا مصلحت ہے بلکہ اگر مصالح حال پر نظر ہوتی تو
احکام بتلانے کی ہی کیا ضرورت تھی جب ہم نے مصالح کو اختراع کیا اُن کے مناسب

۱۸۴

تجاویز بھی خود ہی سوچ سکتے تھے ۔

احکامِ شرعیہ گو حقیقت نہ جاننے کے سبب بظاہر نفس کو گراں معلوم ہوں لیکن واقع میں خیر وہی ہے

غرض احکام کی سختی وسوسہ کا سبب ہوتی ہے لیکن غور کرنے کے بعد معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ سختی ہی اُن احکام کے من اللہ ہونے کی دلیل ہے۔ دیکھئے جب بچہ کا دودھ چھڑاتے ہیں تو کیسی کچھ مصیبت ہوتی ہے کتنی تکلیف بچہ کو پہونچتی ہے اور وہ دودھ پینے کے لئے کیا کچھ ضدیں کرتا ہے لیکن اُسکی ایک نہیں سُنی جاتی بلکہ کبھی ایلوا لگا کر کبھی کسی دوسری تدبیر سے اُسکو دُودھ پینے سے روکا جاتا ہے وجہ یہی ہوتی ہے کہ ماں باپ بچہ سے زیادہ اُس کی مصلحتوں کو جانتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اگر اس وقت اِسکی مرضی کے موافق کیا گیا تو جوان ہوکر تباہ ہوگا اور ساری عمر اسی بلا میں مبتلا رہے گا بعینہ یہی حالت انسان کے نفس کی ہے ارشاد ہے لَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ کہ اگر حق اُنکی خواہشوں کے تابع ہوجائے تو زمین و آسمان سب خراب اور برباد ہوجائیں بس ہمارے لئے یہی شفقت ہے کہ ہماری ایک نہ سُنی جائے جس طرح بچہ کی رائے کو نہیں سُنا جاتا اور محض اس وجہ سے کہ جوان ہوکر جو اجزائے بدن حرارت سے تحلیل ہوتے ہیں اُن کے لئے صرف دودھ بدل ما یتحلل نہیں ہوسکتا بچہ کی ضد کو مسترد کر دیا جاتا ہے حالانکہ بچے اور اُسکے ماں باپ کا علم باوجود متفاوت ہونے کے پھر بھی کسی درجہ میں متقارب ہے کیونکہ دونوں متناہی ہیں اور متناہیین کا تقارب ظاہر ہی ہے برخلاف بندے کے علم اور خدا کے علم کے کہ دونوں میں کوئی مناسبت ہی نہیں بلکہ تمام کائنات کے علم کو بھی خدا کے علم سے کوئی تناسب نہیں ہے کیونکہ مجموعۂ کائنات کا علم کیسا کچھ بھی ہو پھر بھی متناہی تو ضرور ہوگا برخلاف علم خداوندی کے کہ وہ غیر متناہی ہے خوب کہا ہے ؎

اگر آفتاب ست یک ذرہ ایست	دگر ہفت دریاست یک قطرہ ایست
چو سلطان عزت علم بر کشد	جہاں سر بجیب عدم در کشد

وحدۃ الوجود کے معنی اور اسمیں عوام کی غلطی اور اسکی اصلاح

اور یہی وہ کیفیت ہے جسکو اہل فن نے وحدۃ الوجود کہا ہے وحدۃ الوجود کے جو معنی عوام میں مشہور ہیں کہ میں بھی خدا اور تو بھی خدا اور در و دیوار بھی خدا یہ معنی بالکل غلط ہیں اور بعضے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی بالکل ہی موجود نہیں یہ بھی بالکل غلط ہے اور قرآن حدیث کے بالکل خلاف ہے ارشاد خداوندی ہے اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ ۝ حقیقت میں یہ حالی مسئلہ ہے قالی نہیں وہ حال یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کی ذات پیش نظر ہوتی ہے اُس وقت دوسروں کا اور اپنا وجود کالعدم معلوم ہوتا ہے اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک شخص اگر کسی خیال میں منہمک ہو تو اسکو دوسری تمام چیزوں کی طرف مطلق التفات نہیں ہوتا اگر کوئی اسکو آواز دیتا ہے تو وہ نہیں سنتا بلکہ بعض اوقات خاص خیالوں میں اسقدر انہماک ہوجاتا ہے کہ اگر کوئی سر کے پاس اگر آواز دے تو مطلق خبر نہیں ہوتی اس کیفیت میں وہ شخص محاورے میں مجازاً کہ سکتا ہے کہ لا موجود الا الامر الفلانی لیکن ظاہر ہے کہ یہ کہنا واقع کے اعتبار سے نہیں بلکہ اپنی کیفیت کے اعتبار سے ہے اسی طرح وحدۃ الوجود بھی ایک اصطلاح ہے صوفیہ کی کہ وہ اپنی اس قسم کی کیفیت کو وحدۃ الوجود کے عنوان سے مجازاً تعبیر کرتے ہیں جس طرح قرآن وحدیث کے محاورات میں مجاز کا استعمال ہوتا ہے اسی طرح اصطلاح تصوف میں بھی کیونکہ وہ بھی قرآن وحدیث ہی سے مستنبط ہے تو خلاصہ وحدۃ الوجود کا یہ نکلا کہ وجودات متکثرہ گویا نہیں ہیں پس حکم وحدۃ مجازاً ہوا اسی کو ان اشعار میں حل کیا ہے

۵	اگر آفتاب ست یک ذرہ نیست	دگر ہفت دریاست یک قطرہ نیست
	چو سلطان عزت علم بر کشد	جہاں سر بجیب عدم در کشد

بلکہ ان اشعار ہی میں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ موجودات کچھ ہیں ضرور کیونکہ ذرہ اور دریا کی ساتھ است کا حکم کیا گیا ہے باقی آگے جو کہا ہے کہ "جہاں سر بجیبِ عدم در کشد" اس سے

بھی یہی مراد ہے کہ اُس کا وجود کالعدم ہوجاتا ہے ایک دوسرے موقع پر اس سے بھی زیادہ صاف عنوان سے بیان کیا ہے لکھتے ہیں ؎

یکے قطرہ از ابر نیساں چکید ... خجل شد چو پہنائے دریا بدید

کہ ایک قطرہ ابر سے اناکنا و اناکنا کہتا ہوا چلا مگر دریا کی وسعت دیکھکر شرمندہ ہوگیا اور باوجودیکہ اپنے اندر نورانیت اور شفافی سب کچھ پاتا تھا لیکن کہتا ہے ؎

کہ جائیکہ اوہست من نیستم ... اگر اوہست حقا کہ من نیستم

اسکے بعد شیخ نتیجہ نکالتے ہیں کہتے ہیں کہ ؎

ہمہ ہرچہ ہستند ازاں کمتر ند ... کہ باہستیش نام ہستی برند

کہ اگرچہ سب موجود ہیں لیکن ذات باری کے سامنے سب کی ہستی ہیچ ہے۔ زیادہ وضوح کے لئے اسکو ایک اور مثال میں سمجھو مثلاً کسی گاؤں میں جہاں سب جاہل ہوں ایک شخص قُل ھُوَ اللہ کا حافظ ہو اور تمام گاؤں کے لوگ اُسکو حافظ کہتے ہوں اتفاق سے اُسی گاؤں میں کوئی ماہر قاری آجائے جسکو علاوہ حفظ قرآن شریف و مشق کے سبعہ میں بھی مہارت ہو اور اس قاری کے سامنے کوئی شخص اُس قل ھو اللہ کے حافظ کو حافظ کہکر پکارے تو اندازہ کیجئے کہ اُسکی کیا حالت ہوگی شرم سے گڑ جائیگا اور اپنے کو اُس قاری کے سامنے ہیچ تصور کرے گا اور اسی پر کیا منحصر ہے ہر شخص کے تمام دعاوی انانیت اُس وقت تک ہیں کہ جب تک اپنے اوپر نظر ہے جس وقت کسی اپنے سے بڑے پر نظر پڑے اُس وقت معلوم ہو کہ ہمارے کمالات کیا وقعت رکھتے ہیں۔ ایک اور حکایت لکھی ہے کہ

حکایت ۔ ایک گاؤں کا چودھری اپنے بیٹے کے ساتھ چلا جارہا تھا رستہ میں بادشاہ کا لشکر پڑا دیکھا اُسکی صولت اور حشمت دیکھکر ڈر گیا اور آگے جانے کی ہمت نہ ہوئی لڑکے نے کہا ابا آپ کیوں ڈرتے ہیں اگر بادشاہ ہے تو کیا ہوا آپ بھی اپنے گاؤں کے چودھری ہیں۔ جواب دیا کہ بھائی میں اگرچہ چودھری ہوں لیکن میری حکومت صرف اُسی قطعہ گاؤں تک ہے اور وہ بھی جب کہ مجھ سے کوئی بڑا وہاں موجود نہو یہ بادشاہ ہے اسکی حکومت سارے ملک پر ہے ہیں اسکے سامنے کوئی چیز بھی نہیں اسپر شیخ شیرازی فرماتے ہیں ؎

تو اے غافل از حق چناں در دہی	کہ بر خویشتن منصبے مے نہی

تحصیلدار اسی وقت تک تحصیلدار ہے کہ گورنر کے سامنے نہ ہو لیکن اسکے سامنے آنے کے بعد اسکی تحصیلداری ہیچ ہے اگر گورنر کے سامنے کوئی اسکو حضور کہدے تو عرق عرق ہو جائیگا۔ بس یہی حالت وحدۃ الوجود کی ہے میں بقسم کہتا ہوں کہ جس وقت حضور خداوندی ہوتا ہے اپنی تعظیم سے بلکہ اپنے کو موجود کہنے سے شرم آتی ہے اور جسقدر حضور خداوندی میں ترقی ہوگی اس کیفیت میں ترقی ہوتی جائیگی چنانچہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے زیادہ اعلم باللہ ہیں چنانچہ ارشاد ہے انا اعلمکم باللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سادگی اور انکسار اور صحابہ کا ادب

آپکی کیفیت ملاحظہ فرمائیے کہ باوجود آپ کے سرور عالم ہونے کے کسقدر سادگی آپکے ہر ہر انداز میں تھی بیٹھنے میں کبھی آپ نے کوئی ممتاز جگہ نہیں بنائی حتیٰ کہ لوگ زیارت کو آتے تو صحابہؓ سے دریافت کرتے مَنْ مُحَمَّدٌ مِنْكُمْ صحابہؓ جواب دیتے کہ ھٰذَا الْاَبْیَضُ الْمُتَّکِیُٔ۔ یہ جو گورے گورے سہارا لگائے بیٹھے ہیں اور سہارا لگانے کا کوئی یہ مطلب نہ سمجھے کہ حضور کوئی گاؤ تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے عربی محاورہ میں ہاتھ پر سہارا لگانے کو بھی اتکا کہا جاتا ہے یہ ضروری نہیں کہ تکیہ وغیرہ ہی ہو۔ چلنے میں یہ حالت تھی کہ ہمیشہ ملے جلے چلتے تھے آخر کیا وجہ تھی کہ باوجودیکہ آپکی شان یہ ہے کہ ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

بات یہ تھی کہ حضور کو ذات باری کی عظمت ہمیشہ پیش نظر تھی۔ غرض آپ کے کسی انداز سے بھی امتیاز اور بڑائی کی شان نمایاں نہیں ہوتی۔ اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ جب حضور مدینہ تشریف لے گئے تو مدینہ کے لوگ حضور کو پہچان نہیں سکے حضرت صدیق اکبرؓ سے مصافحہ کرتے تھے کیونکہ اُن کے کچھ بال پک گئے تھے جسکی وجہ سے وہ سب سے بڑے معلوم ہوتے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کا ادب دیکھئے کہ برابر خود ہی مصافحہ کرتے رہے اور حضور کو تکلیف نہیں ہونے دی اسی طرح دوسرے صحابہؓ بھی خاموش دم بخود بیٹھے رہے کیونکہ سب

حکیم تھے اگر آجکل کوئی شیخ مجلس کے سوا غلطی سے کسی دوسرے سے مصافحہ کرلے تو جملہ
حاضرین غل مچانا شروع کردیں اور جس سے مصافحہ کرلیا ہے اُسکی تو ایسی بُری گت بنے کہ
الامان۔ حتیٰ کہ جب دھوپ آئی اور حضورؐ کے جسد مبارک پر شعاعیں پڑنے لگیں تو حضرت
صدیق اکبرؓ کپڑا تان کر کھڑے ہوگئے اُس وقت حاضرین نے پہچانا کہ محمد (صلی اللہ علیہ
وسلم) یہ ہیں۔ اِسی طرح ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے اِنِّیْ اٰکُلُ کَمَا یَاْکُلُ الْعَبْدُ کہ میں
غلام کی طرح کھاتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکڑوں بیٹھکر کھانا کھاتے تھے۔ صاحبو
یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں اسکی قدر اُس وقت ہوگی کہ جب اپنے اوپر یہ کیفیت غالب ہو اور یہی راز
ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کھانا کھاتے میں کوئی لقمہ گرجائے تو مٹی صاف
کرکے کھالو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانا جلدی جلدی تناول فرمایا کرتے آج اس کو
سخت عیب سمجھا جاتا ہے کہتے ہیں کہ فلاں شخص اِس طرح کھاتا ہے کہ گویا کبھی اُس کو
کھانے کو نہیں ملا وجہ یہ ہے کہ جو چیز حضورؐ کو پیش نظر تھی ہم اُس سے محروم ہیں۔ صاحبو
میں پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی والیٔ ملک کسی معمولی سے آدمی کو بلاکر حلوا کھانے کو دے اور
کہے میرے سامنے بیٹھکر کھاؤ تو ذرا غور کیجئے کہ یہ شخص کس طرح کھائے گا ظاہر ہے کہ اُسکے
ہر لقمہ کا اندازہ یہ ہوگا کہ اُس سے معلوم ہوجائے گا کہ بڑی رغبت اور شوق سے کھا رہا ہے
اور یہی انداز اُس وقت محبوب ہے اسکو طمع کہنا ہرگز درست نہیں اور اگر فرض کرو کہ یہ طمع
ہی ہے تو سمجھ لو کہ سہ

چوں طمع خواہد زمن سلطانِ دیں — خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

ع ہر عیب کہ سلطاں بپسندد ہنرست

اور اگر کھاتے ہوئے اتفاق سے کوئی لقمہ اُسکے ہاتھ سے گرجائے تو یہ کیا کرے گا ظاہر
ہے کہ اُسکو اُٹھائے گا اور صاف کرکے کھاجائے گا۔ علیٰ ہذا یہ بھی سوچو کہ بادشاہ کے
سامنے کس انداز سے بیٹھکر کھائے گا کیا اُسی طرح جیسے اپنے گھر میں بیٹھکر کھاتا تھا نہیں
بلکہ نہایت ادب سے بیٹھکر کھائے گا تو جب شاہانِ دُنیا کے سامنے اِن تینوں باتوں کا
لحاظ ضروری ہے تو کیا خداوند جل وعلا کے سامنے ضروری نہیں آجکل کی تہذیب

۱۸۹

نری لفاظی رہ گئی ہے جس میں اصل حقیقت کا نام و نشان بھی نہیں ہے بہتر ہے کہ اس میں ہ کی جگہ عین بدل دیا جائے کہ اسم بھی مسمی کے مطابق پڑے ❖

ظاہری افعال کا اثر بھی باطن تک پہونچتا ہے

اور صاحبو حضور نے کھانے کے آداب کی تعلیم جو فرمائی اسکی وجہ یہ ہے کہ جس طرح باطنی حالات کا اثر ظاہری اعضا پر پڑتا ہے یوں ہی ظاہری ہیئت کا اثر بھی انسان کی اندرونی حالت تک پہنچتا ہے اگر ظاہری ہیئت پر رعونت تکبر برستا ہے تو دل تک بھی اسکا چھینٹا ضرور پہونچے گا اور یہ ملکۂ بد دل میں ضرور پیدا ہونا شروع ہوگا اور اگر ظاہری حالت منکسرانہ ہے تو دل میں بھی انکسار خشوع تذلل کے آثار نمایاں ہوں گے اور سبب اس کا یہ ہے کہ جب کسی شخص نے اپنے ظاہر کو اتباع سنت سے آراستہ کیا اور راہ سنت پر گام زن ہوا تو اُس نے کسی قدر قرب کا قصد کیا اور وعدہ ہے کہ من تقرب الی شبرًا تقربت الیہ ذراعًا و من تقرب الی ذراعًا تقربت الیہ باعًا۔ کہ جو میری طرف تھوڑا سا بھی بڑھتا ہے میں اُسکی طرف بہت سا بڑھ جاتا ہوں اور ظاہر ہے کہ خدا کا قرب اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ قرب باطنی میسر ہو جائے تو لازم آگیا کہ درستی ظاہر سے قرب باطنی نصیب ہوتا ہے مولانا رح اسی کو فرماتے ہیں ؎

تشنگاں گر آب جویند از جہاں	آب ہم جوید بعالم تشنگاں

یہ وہ پانی ہے کہ پیاسے کے ڈھونڈے نہیں ملتا بلکہ وہ خود پیاسے تک پہونچتا ہے یہ شرط ہے کہ پیاس ہو ورنہ خدا پر بار نہیں ہے کہ خواہ مخواہ لوگوں کے سر مڑھیں ارشاد ہے انلزمکموھا وانتم لھا کارھون یعنی کیا ہم رحمت کو تمہارے سر مڑھ دیں باوجودیکہ تمہارے دلوں میں اس سے کراہت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جو اس قدر خشوع خضوع بڑھا ہوا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ذات خداوندی حضور کو ہر وقت پیش نظر تھی

باقی آیندہ

اغیار اور اُن کے عیبوں کا وہم تک بھی نہ ہو دُنیا بھر میں سب سے گندہ و ناپاک زیادہ فقط اپنا ہی وجود معلوم ہو طبیعت خوگر ہو جاوے بُرا بھلا برداشت کرنے کی مذمت و تعریف قلب پر یکساں ہو حضور خاص توجہ و دعا فرماویں گے کہ اللہ تعالیٰ ان سب بکھیڑوں سے بالکل پاک و صاف کردیں ماسوائے چشم باطن بالکل کور ہو جاوے اس آنکھ سے بجز اپنے معشوق حقیقی کے اور کچھ نظر نہ آوے اور ہر دم ہر لحظہ اُسی کے ساتھ رہوں ایک ساعت بھی جدائی نہ ہو آمین۔ الحمدللہ والمنۃ کہ احقر حضور کی بدولت حیوان سے انسان و نابینا سے بینا ہوا اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو زندہ کیا اور دولت باطنی عطا فرمائی اللہ تعالیٰ حضور کو اس کا اجر دیں اور منصب اعلیٰ عطا فرماویں اور سب سے زیادہ حضور ہی سے راضی و خوش ہوں آمین احقر حضور کے آستانہ مبارک کا ایک ادنیٰ سگ ہے اُمید کہ ہمیشہ دعائے خیر سے یاد فرماتے رہیں گے ۔

تحقیق۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ ماشاء اللہ حالات نہایت عالی ہیں اللہ تعالیٰ اور اعلیٰ فرماوے جس خلش کی شکایت لکھی ہے یہ خود بھی احوال محمودہ کی علامات سے ہے کیونکہ اثر کے زائل ہوجانے پر نہ مجاہدہ ہے نہ صبر کا اجر سو یہ کیا کمال ہے گو توسط میں غلبہ حال سے ایسا بھی ہوجاتا ہے مگر اسکو بقا نہیں رہتا منتہی کو پھر وہی حالت عود کرتی ہے کہ ہر چیز سے اثر ہو مگر اس اثر کے مقتضا پر عمل نہ ہو صرف مبتدی و منتہی میں اتنا فرق ہے کہ مبتدی بہت دشواری سے ضبط پر قادر ہوتا ہے اور منتہی آسانی سے سو اگر ضبط میں دشواری بھی ہو تو اُسکے اہتمام کرنے سے واجب سے سبکدوش ہوجاتا ہے باقی وساوس کا آنا ہرگز مضر نہیں اطمینان سے مشغول رہیے ذرا تشویش نہ کیجئے میں بھی دعا کرتا ہوں۔ والسلام ۔

۱۱۳

حال۔ عرض یہ ہے کہ اکثر لوگ جنکو ابھی اپنے مشائخ سے اجازت اخذ بیعت اور کار تربیت سپرد نہیں ہوا۔ اِس کام کو آسان سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ پیر بننے میں بھلا کیا

عہ اس کی جگہ یہ عنوان اولیٰ ہے کہ حق تعالیٰ آپکو اپنی اعلیٰ درجہ کی رضا عطا فرماویں تاکہ دو حضرات کی شرکت کے منافی نہ ہو اور تعلیق بالمحال لازم نہ آوے اور مقصود بھی حاصل ہو جاوے ۱۲ احمد حسن

تکلیف ہے سو واقعی رسمی پیر بننا اور سجادہ نشینی یہ تو ایک بڑی مزیدار بادشاہت ہے لیکن اسکی حقیقت ایک دشوار کام ہے امر تربیت بھی ایک خاص قسم کا مجاہدہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مجاہدہ بدون تکلیف کے نہیں ہوتا مجھے امر تربیت میں بعض دفعہ بہت تکلیف ہوتی ہے خصوصاً جب مخاطب قلب سے نفور اور حقیقت شناسی سے دور اور محض عرف اور رسم کا پابند و مجبور ہو اور عوام کی عقیدت و محبت بھی خلل اور فتور کی بنیاد پر مبنی ہوتی ہے اسی لئے بیعت کرنے سے ایک حد تک کنارہ کرتا ہوں بلکہ بعض دفعہ تو جو لوگ بیعت ہو گئے ہیں انکو بھی چھوڑ دینا پسند کرتا ہوں لیکن یہ بات چونکہ اہل طریق کے ہاں پسندیدہ نہیں اس لئے اپنے آپ کو صبر پر مجبور کرنا ضروری سمجھتا ہوں جلدی بیعت کر لینے میں پیچھے بڑی خرابی نکلتی ہے جن جن باتوں کی آپ شکایت فرمایا کرتے تھے وہ سب ذرہ ذرہ صحیح پاتا ہوں ؎

ایک ایک قطرہ کا مجھے دینا پڑا حساب خون جگر ودیعت مژگان یار تھا

دوسری طرف اہل بدعت و ضلالت کا شیوع اور ہمہ گیری بعض دفعہ اس قدر مجبور کر دیتی ہے کہ خیال ہوتا ہے کہ جو شخص بھی درخواست بیعت کرے اسکو بلا تامل بیعت کر لیا جاوے اگر اور کچھ نہ ہوا تو اہل ضلالت کے پنجہ سے تو چھوٹ جاوے گا غرض اس قسم کے پیچ و تاب اور کشمکش و پیچ میں جی گرفتار ہو جاتا ہے ؎

پھنستا تھا دل کو گیسوئے پیچاں میں پھنس گیا
قسمت میں ہو جو پیچ تو کیونکر نہ بل پڑے ؎

شب تاریک و بیم موج و گرداب چنیں حائل کجا دانند حال ما سبکساران ساحل ہا

اس بارہ میں جو ارشاد عالی ہو اُسکو باعث نجات تصور کروں گا۔

تحقیق۔ عین وقت پر جس شق کو دل زیادہ قبول کرے انشاء اللہ تعالیٰ اُسی میں خیر ہوگی

حال۔ ابتدا رات میں بی بی کے ساتھ ایک بچھونے پر رہنے سے اور خوش طبعی کلام کرنے سے شہوت کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے جتنی دیر تک بیدار رہتا ہوں اُسکی طرف التفات رہتا ہے اتنے وقت خدا تعالیٰ کی یاد دل میں نہیں رہتی ہے آیا اس وجہ سے علیحدہ بچھونے

۱۱۴

پر سونے سے کوئی حرج ہوگا یا نہیں یا کس طرح رہنا چاہیے +
تحقیق - بی بی سے ملاعبت کرنا منجملہ اسکے حقوق کے ہے اور ادائے حقوق باطن کو مضر نہیں بلکہ اسکی نورانیت میں معین ہے اور یہ التفات طبعی ہے یہ مانع نہیں التفات الی الحق کو البتہ اگر غیر اللہ کی طرف التفات عقلی ہو یعنی تعارض و تزاحم امرین مطلوبین کے وقت غیر اللہ کے امر مطلوب کو ترجیح دے امر مطلوب حق پر یہ بیشک مذموم و مضر ہے پس محض اس توہم پر علیحدہ بستر پر مت سوؤ البتہ اعتدال ہر امر میں ضروری ہے جس سے کوئی مقصود دینی میں خلل نہ ہو۔

حال - (کچھ حالات باطنی لکھنے کے بعد یہ لکھا تھا) مگر اب کچھ ایسی حالت ردی ہوگئی ہے کہ سب احوال و کیفیات دعاوی کاذبہ معلوم ہوتے ہیں میرے اندر ان میں سے کسی کا بھی اثر نہیں رہا فیا لیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیاً منسیاً اپنے سے بدتر کسی کو بھی نہیں پاتا کافر بھی مجھ سے اچھا ہوگا کیونکہ اُسکو تو کچھ میسر نہیں ہوا اور مجھے خدا نے نعمت دی تھی مگر میں نے گناہوں سے اُسکی بیقدری کی +
تحقیق - یہ حالت اُس موہوم مزعوم حالت سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ وہ ہستی اور دعویٰ تھا اور یہ نیستی اور فنا - ع چراغ مُردہ کجا نُور آفتاب کجا +

حال - سیدی و مولائی وسیلتہ یومی وغدی ادام ظلال برکاتہم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الحمد للہ اب برابر وقت پر سب کام ہوتا ہے اور عرصہ سے کوئی ناغہ بھی نہیں ہوا بعض روز یوں معلوم ہوتا ہے کہ ذکر اسم ذات بدن کے کسی حصہ سے ہو رہا ہے مگر تمیز نہیں ہوتی کہ کہاں سے ہو رہا ہے اور یہ حالت کچھ دیر تک رہتی ہے مگر معلوم نہیں کیا بات ہے ؟
تحقیق - یہ کیفیت سُلطان الاذکار کہلاتی ہے مبارک ہو مگر کمال نہ سمجھا جاوے +
حال - اب تک احقر کو ذکر جہر بارہ تسبیح نہیں کرنا آیا بہت کوشش کرتا ہوں کہ اس طرح ضرب لگاؤں مگر اس طرح نہیں بنتا بلکہ معمولی طریقہ سے کسی طرح ہو جاتا ہے -
تحقیق - کوئی خاص طریقہ نہیں +

حال ۔ دل کو تسکین نہیں ہوتی اور ایک طرح کا رنج رہتا ہے کہ کیوں نہیں ہوتا۔
تحقیق ۔ یہ عدم تسکین اس وہم سے ہے کہ طریقہ سی تعیین ہے جس طور پر سہولت ونشاط ہو وہی طریقہ ہے کوئی خاص قید وغیرہ نہیں ہے اس کا احتمال بھی نہ فرمایئے باطمینان کئے جایئے اور پھر اس قاعدے کے استحضار کے بعد کیفیت تحریر فرمایئے ۔ والسلام ۔

حال ۔ بحمد اللہ لطائف خمسہ کی اسقدر مشق ہوگئی ہے کہ ہمیشہ پاس انفاس کی ہیئت قائم رہتی ہے ہاں کسی مشاغل میں ہوتا ہوں تو یہ بات نہیں رہتی ہے مگر متّفقیہ ہوجاتا ہے
تحقیق ۔ بلا قید لطائف ذکر جاری رکھئے یعنی لطائف کی طرف نظر نہ رکھئے ۔
حال ۔ اور کئی دن تک اثنائے ذکر میں کچھ سفیدی مدور نظر آیا کرتی تھی مگر اب نہیں معلوم ہوتی اور جب آنکھ بند کرتا ہوں تو آسمان کی ایسی شکل اور اوس میں چھوٹے چھوٹے بہت ستارے نظر آتے معلوم ہوتے ہیں یہ کیا بات ہے ؟
تحقیق ۔ یہ اکثر متخیلہ کا تصرف ہے کبھی انوار ذکر کے اور کشف کونی بھی ہوتا ہے اور ہر حال میں ناقابل التفات ہے ۔
حال ۔ اور قرآن شریف اگر جہر سے پڑھتا ہوں تو بڑا مزا آتا ہے اور طبیعت لگتی ہے اور سراً پڑھتا ہوں تو یہ بات نہیں ہوتی مگر طبیعت اسکو گوارا نہیں کرتی کہ ترک کروں اور نماز میں کسی روز تو بہت طبیعت لگتی ہے اور عجیب کیفیت معلوم ہوتی ہے اور کبھی بالکل پراگندہ اور وساوس کا ہجوم ہوتا ہے مگر بحمد اللہ جبراً طبیعت کو آمادہ کرتا ہوں اور لفظ کو سوچ سوچ کے نکالنے کی فکر کرتا ہوں تو بہت دیر کے بعد پہلی کیفیت آتی ہے مگر ہمیشہ باقی نہیں رہتی ۔
تحقیق ۔ کچھ حرج نہیں ابقاء کی فکر میں نہ پڑئیے نہ ہے اپنی طرف سے امر اختیاری کی سعی کافی ہے اور وہ بھی اعتدال سے بدون کاوش ومبالغہ ۔

حال ۔ اپنا حال آجکل یہ ہے کہ کوئی حال نہیں ۔
تحقیق ۔ اسکی اطلاع بھی نافع ہے بعض اوقات اسمیں بھی کوئی بات ہوتی ہے ۔
حال ۔ پانچ چھ روز کا ذکر ہے کہ بندہ مدرسہ میں صحیح مسلم کا تحریری امتحان لے رہا تھا پرچہ دیچکا تھا اور طلبہ جوابات لکھنے میں مشغول تھے میں آہستہ آہستہ کلمہ طیبہ مبارکہ کا

۱۱۶

ورد کر رہا تھا اور میری عادت یہ ہے کہ ہمیشہ چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے جو کلمہ شریف کا ورد رکھتا ہوں اُسمیں بھی الا اللہ پر سانس سے ضرب لگایا کرتا ہوں جسکی ایک حد تک اب عادت پڑگئی ہے تو میں وہاں بیٹھا ہوا چپکے چپکے ذکر لسانی سرّی میں مشغول تھا یہاں تک کہ مجھکو یہ بھی خیال نہیں رہا تھا کہ میں کسی مجمع میں یا مدرسہ میں بیٹھا ہوا ہوں کثرتِ ذکر سے اس وقت یہ حال ہوا کہ اول میرے دل میں حرکت ہوئی اور خیال کرنے سے معلوم ہوتا تھا کہ جو حرکت میں زبان سے کر رہا ہوں وہ ہی بعینہٖ قلب کر رہا ہے واللہ اعلم میرا تخیل تھا یا کیا؟

تحقیق۔ اگر تخیل بھی ہو یہ بھی زینہ ہے مقصود کا ہ

از صفت وز نام چہ زاید خیال　　　　واں خیالت ہست دلالِ وصال

حال۔ مجھکو قلب میں اس وقت نہایت گرمی اور نہایت کھلی ہوئی حرکت محسوس ہوتی تھی حتی کہ تھوڑی دیر کے بعد میرا تمام بدن کانپنے لگا جسکو میں ضبط کرنا چاہتا تھا مگر نہیں کرسکتا تھا اسی اثنا میں بعد کو معلوم ہوا کہ کوئی طالب علم میرے سامنے سے سادہ کاغذ وغیرہ اُٹھا کر لے گئے اور بعض نے کچھ سوال پوچھنا چاہا لیکن مجھکو بالکل خبر نہیں تھی جب کچھ دیر کے بعد میں نے زبان سے ذکر بند کر دیا تو پھر بھی دیر تک میرے قلب میں اور بدن میں وہ ہی حرکت رہی اور اس کی ایک لذت اور سرور پاتا تھا جو حرکت کے منقطع ہونے کے بعد بہت عرصہ تک باقی رہا اُس وقت جب یہ حرکت تھی میری کیفیت یہ تھی کہ شاید اگر تھوڑی سی دیر وہ اور رہتی تو میں بیہوش ہو کر بسمل کی طرح لوٹنے لگتا کیونکہ آثار ایسے ہی معلوم ہوتے تھے۔

تحقیق۔ تو کیا حرج تھا بلا ضرورت شدید اس کا روکنا بتصریح اکابر واردات کے حقوق کا ضائع کرنا ہے۔ ان واردات کے غلبہ کے وقت ان ہی کا تابع ہو جانا چاہیے ہ

صوفی ابن الوقت باشد اے رفیق　　　　نیست فردا گفتن از شرط طریق

شعر متعلق بعض حال۔ ہ

نقصان قابل است وگرنہ علی الدوام　　　　فیض سعادتش ہمہ کس را برابر است

۱۱۷

تحقیق- اگر ضمیر کشش کا مرجع مخلوق ہو تو اسکے خلاف واقع ہونے میں حرج نہیں اور اگر خالق ہو تو اس شعر کا مضمون صحیح نہیں کہ اس سے فاعل کا غیر مختار ہونا مفہوم ہوتا ہے اور واقع میں وہ مختار ہے کسی کے اضلال کا ارادہ کرتا ہے کسی کی ہدایت کا پھر ان دونوں میں بھی تفاوت بالارادہ ✦

حال- ہر روز ارادہ کرتا ہوں کہ تصانیف قاسمیہ کی شرح وتسہیل کا کام شروع کروں مگر آجکل عجب طرح کی طبیعت ہو رہی ہے کہ ہر کام میں کسل ہوتا ہے۔

تحقیق- تو ابھی رہنے دیجئے۔

حال- صحیح مسلم کا کام بھی تین چار روز سے بلکہ ایک ہفتہ سے کچھ نہیں ہوا۔

تحقیق- اسے بھی ابھی رہنے دیجئے۔

حال- تعلیم وتدریس بھی بہت ہی بے توجہی سے ہوتی ہے اسمیں بھی بعض دن تقاعد ہوتا ہے بلکہ حرج ہو جاتا ہے خداوند تعالیٰ مجھکو ان چیزوں کے التزام کی بھی توفیق عطا فرمائے تاکہ میں اپنے بزرگوں کے سامنے محجوب ونادم نہ ہوں عزم تو برابر رہتا ہے مگر کیا کہوں طبیعت لکھنے پڑھنے کے ہر ایک کام سے اڑتی ہے کتب بینی کو بھی جی نہیں چاہتا

تحقیق- جب تک ان احوال کا غلبہ رہے تصنیف بالکلیہ بند کر دیجئے اور بند ہونے سے قلق نہ کیجئے پھر جب موقع ہوگا خود مشورہ دونگا اب ذہن خالی کر دیجئے۔

حال- کبھی عزت وآبرو بڑھانے کا بھی خیال آتا ہے مگر الحمد للہ کہ نہایت ضعیف۔

تحقیق- اس ضعیف کو ضعیف نہ سمجھا جاوے اس کا علاج ضرور کر دیا کیجئے کہ ذرا کوئی صورت عملی تواضع کی ایسی اختیار کر لی کہ نفس کو شاق ہو مگر عرفاً زیادہ منکر نہ ہو ✦

حال- حضور آجکل میرے قلب کی عجیب حالت ہے کہ نماز کے اندر اللہ تعالیٰ کی طرف خیال کرتا ہوں تو اکثر وساوس مکروہہ پیش آنے لگتے ہیں اور جب حضور کا تصور نماز کے اندر ہوتا ہے تو وساوس مجتمعہ بھی مندفع ہو جاتے ہیں اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور کے وقت بعض وقت وساوس فاسدہ بالکل نہیں آتے تھے مگر اب اکثر آنے لگتے ہیں نماز ایسی ادا ہوتی ہے جیسے کسی کی بیگار ہو ہاں یہ بات البتہ حضور کے فیض سے

۱۱۸

محسوس ہوتی ہے کہ اگر نماز میں کچھ دیر ہونے لگے یا روزمرّہ کے معمول میں فرق پیدا ہونے کی صورت نظر آوے تو اس قدر دماغ پریشان ہوتا ہے جیسے جنون کی کیفیت ہو اور جب نماز پڑھ لی تو گو بالکل بیدلی اور وساوس ہی کے ساتھ کیوں نہ ادا ہو مگر قلب کو اطمینان ہوجاتا ہے میرا خیال ہے کہ یہ حضور کی توجہ کا اثر ہے جو دل کو مجبور کر کے اس طرف لیجاتا ہے۔

تحقیق۔ ایسے امور سالکین کو عموماً پیش آتے ہیں کوئی پریشانی کی بات نہیں کام پر مداومت کرنے سے سب حالت انشاء اللہ از خود درست ہو جاوے گی ہر عارض کے لئے مستقل تدبیر کی حاجت نہیں +

حال۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ دُنیا میں کسی سے دین کے متعلق استفادہ کا خیال نہیں ہوتا یہ دل میں یقین ہے کہ جو کچھ دُنیا میں ہیں حضور ہی ہیں حالانکہ بزرگ دُنیا میں بہت ہوں گے مگر نہیں معلوم دل کسی کا معتقد فضیلت نہیں ہوتا اور دوسرے سے فیض پہونچنے کے خیال کی بابت تو اس قدر نفرت ہے جیسے شرک و کفر سے نفرت ہو کسی بزرگ کو حضور کے مقابلہ میں بزرگ سمجھنا ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کفر کا خیال کرنا اگر بزرگوں کی نسبت ایسا خیال بُرا ہے تو حضور میرے اصلاح قلب کے لئے دعا فرمائیں +

تحقیق۔ شدت محبّت میں ایسے مبالغہ سے انسان معذور ہے اور اصل صرف اس قدر ہے کہ اپنے شیخ کی نسبت ایسا سمجھے کہ مجھکو میری کوشش سے اس سے زیادہ نفع پہنچانے والا میسّر نہ ہوگا۔ باقی بزرگی کی کمی زیادتی یہ اللہ کو معلوم ہے بس اس اعتقاد میں کوئی غبار نہیں +

حال۔ باوجودیکہ میں کسی بزرگ کو کیا کسی مسلمان کو ذلّت کے خیال سے نہیں دیکھتا بجز مبتدعین کے کہ ان سے دل کو قطعاً نفرت ہوتی ہے ایک مرتبہ ایک شخص نے عرس میں جانے کے فوائد بیان کئے اور میں نے ایام عرس میں جانے کی خرابی ظاہر کی اسکے فوائد میں یہ بات تھی کہ وہاں جانے سے بہت سے بزرگوں سے ملاقات ہوجاتی ہے جن سے مقصد برآری ہوجاتی ہے میں نے کہا کہ اگر کسی بزرگ کے مزار پر

دوسرے شخص سے فیض لینے کی نیت سے جائے تو بڑے غیرت کی بات ہے وہ نہ ادھر کا ہوگا نہ اُدھر کا کیونکہ جتنے وہاں پر حاضر ہوں گے وہ سب صاحب مزار کو بزرگ جانکر حاضر ہونگے اور زائر کا خلوص نہیں ہوگا اور بغیر خلوص کے فائدہ معدوم۔ اس کے بعد مجھکو جوش آیا تو میری زبان سے یہ نکلا کہ میں تو جس شخص سے فیض لینے کا ارادہ کرلوں اگر اس اثنا میں حضرت خضرؑ اگر یہ کہیں کہ میں خضر ہوں مجھ سے فیض لو تو میں ان کی طرف نظر بھی نہ کروں کیونکہ پہلی نیت بدلنے میں مجھکو غیرت معلوم ہوتی ہے اس شخص نے جھٹ کہدیا کہ انشاءاللہ تم کافر ہوگئے نعوذ باللہ منہ کیونکہ خضر علیہ السلام پیغمبر ہیں اور اہانت انبیاء کفر ہے یہ تم نے ان کی اہانت کی بعد کو میں نے خیال کیا تو افسوس ہوا کہ یہ بات میں نے اس شخص سے کیوں کہی مگر چونکہ میں نے اہانت کا خیال کہنے میں نہیں کیا تھا اس وجہ سے دل میں اطمینان رہا اس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ نااہل سے اپنے ذوق کی بات ہرگز نہیں کہنی چاہیئے ؎

حدیث دوست با دشمن نگویم کہ ہرگز مدعی محرم نہ باشد

بالکل صحیح ہے اور میری عادت بھی نہیں ہے مگر بعض وقت لوگوں کی حرکات پر غصہ آتا ہے تو بعض باتیں اس قسم کی نکل پڑتی ہیں۔ اضطرار کی حالت ہوتی ہے۔

تحقیق۔ اُس شخص کا حکم کفر لگانا تو زیادتی ہے غالباً اُس وقت خضر علیہ السلام کے نبی ہونے کا آپ کے دل میں خطرہ بھی نہ ہوگا۔ لیکن تاہم اتنا جوش مناسب نہیں ہر وقت ہوش سے کام لینا ضروری ہے آپ کو استغفار کرنا ضروری ہے اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں آپ دوسرے لوگوں سے ایسے امور میں گفتگو ہی کیوں کرتے ہیں جو اس کی نوبت آوے۔

حال۔ حضور کی ہدایت کے موافق یک ہزار مرتبہ اللہ بعد نماز تہجد کے پڑھتا ہوں اور تہجد کی چار رکعت کے بعد یہ دعا پڑھتا ہوں یا ربِّ انتَ مقصودی ترکت الدنیا والاخرۃ۔

تحقیق۔ تم یہ عبارت مت پڑھا کرو۔

سوال۔ تصور حضور والا کا اذکار میں کثرین کو نفع دیتا ہے اگر حکم والا صادر ہو تو

۱۲۰

اب یہاں سے شبہ ہوتا تھا کہ انبیاء و اولیاء بھی تو واسطۂ فیض ہیں اُس کا جواب دیتے ہیں کہ اُن کی مثال مثل اُس ابر کے ہے جو متخلق باوصاف ماہ ہو جاوے تو وہ حجاب نہیں ہوتا گو اُسکی صورت بظاہر نظر آتی ہے مگر واقع میں وہ وصف لا اور فنا میں ہے پس ایسا ابر پردہ نہیں بلکہ پردہ در ہے اُس ابر کی ایسی مثال ہے جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ میں پانی بڑھ گیا تھا اور جس ابر سے وہ پانی آیا تھا وہ غایت لطافت سے ہمرنگ آسمان کے ہو گیا تھا اور اس لئے وہ حجاب سما نہ ہوا پس اسی طرح ان حضرات کا ابر متصف باوصاف حق ہو جاتا ہے اور حاجب عن الحق نہیں ہوتا یہ دوسری حکمت تھی پرا کھاڑنے کی کہ حجاب ہے اب پھر عود ہے حکمت سابقہ کی طرف یعنی یہ کہ میرا پر مجکو مضر رساں ہے پر بے غیرت الخ آگے ہر ایسی زینت و اظہار سے کمال للحق بھی منع کرتے ہیں جو مضر ہو اور ہر ایسے انکسار کی ترغیب دیتے ہیں جو نافع ہو الی قولہ گنجہا در خرابی الخ آگے فرماتے ہیں کہ اگر ان اخلاق بدجاہ و اشتہار و ریا کا ازالہ نہ کر سکو تو خلوت اختیار کرو کہ اُس میں گو وجود ان اخلاق کا کم ہوگا اور قبول و اشتہار خلق کا بالکلیہ تو شکار نہ ہو جاوے گا و ہٰذا معنی قولہ پر تابی کند الخ و قولہ زانکہ تو ہم لقمۂ الخ۔ فقط ۹ جمادی الاخری ۱۳۳۵ھ

۵۱

اطلاع۔ ابھی ان مضامین حل اشعار مثنوی دفتر پنجم کا اور حصہ بھی تیار ہے لیکن پہلے تو ان مضامین کا مسودہ متفرق تحریرات کی رنگ میں تھا پھر مؤلف نے اُسکو ایک رسالہ کی شکل میں کر کے اُن سب تحریرات کو مجتمع و مرتب کر کے المفتاح المعنوی لحل بعض ابیات المثنوی سے مسمی کر دیا اب چونکہ اُس کا چھاپنا کلید مثنوی کی جلدوں کے ساتھ تجویز کیا گیا ہے اس لئے اس صحیفہ میں مدرج ہونا ملتوی کیا گیا اور دوسرے مضامین کا سلسلہ جاری کیا گیا ؀

نائب مدیر

ایک معزز عہدہ دار پنشنر کا خط

(بعد القاب و آداب کے) اسکے (یعنی وقف علی الاولاد کے) بابت آپ اگر کوئی مضمون ٹھیک احکام شریعت کے موافق شائع فرما دیں تو مسلمانوں کے حق میں نفع کی بات ہے

لیکن اُسکے ساتھ ہی یہ بھی ہو کہ واقف کی نیت کسی بے ایمانی پر مبنی نہ ہو یعنی کوئی کسی کا قرضہ مارنے کی غرض سے یا کسی کا حق العباد مارنے کے واسطے یا کسی حقدار شرعی کو کسی وجہ رنج یا بدظنی سے محروم کرنے کے واسطے وقف کرے تو نا جائز ہوگا دوم یہ کہ قانون میعاد میں ترمیم کی ضرورت ہے مثلاً کسی کا لگان واجب الادا ہے یا کہ قرضہ چاہتا ہے تین سال گذر گئے یا کہ مہر کی نالش ایک سال کے اندر نہ کی تو وہ ساقط ہو گیا میعاد وہ ہونا چاہیے جو شریعت نے مسلمانوں کے واسطے قرار دی ہے۔ (از کرانہ)

(اتفاق سے اُس کا جواب مدت کے بعد لکھا گیا مگر مفید ہونے کے سبب نقل کر لیا گیا وہ یہ ہے)

الجواب۔ وقف کے متعلق مستقل مضمون شائع کرنے کی تو اب اس لئے ضرورت نہ تھی کہ وہ کوشش گورنمنٹ میں کامیاب اور مسلم ہو گئی چنانچہ اس کا اجراء موافق فقہ حنفی کے ہو گیا البتہ اسکے متعلق اور بعض ضروری امور قابل لکھنے کے ہیں ایک تو یہ کہ خط سوال میں جو شرط تجویز کی گئی ہے (فی قولہ لیکن اُس کے ساتھ ہی یہ بھی ہو الی قولہ تو نا جائز ہوگا) واقعی یہ واجب الرعایت ہے مگر اسکے یہ معنی نہیں کہ اگر اس نیت سے کیا تو وہ قانوناً نافذ نہ ہوگا بلکہ معنی یہ ہیں کہ خود واقف پر واجب ہے کہ ایسی نیت سے وقف نکرے ورنہ گنہگار ہوگا اور ثواب سے محروم رہے گا گو نافذ ہو جاوے حاصل یہ کہ ایسا کرنا دیانۃً نا جائز ہے مگر قضاءً جائز ہے جیسا فقہاء نے تفضیل بعض اولاد علی البعض فی العطاء میں اسکی تصریح فرمائی ہے دوسرا امر یہ کہ اس شرط کے ساتھ ایک اور شرط بھی ہے جسکی رعایت اس سے زیادہ فرض ہے وہ یہ کہ اس وقف کا باعث واقف کا یہ عقیدہ نہو کہ وہ میراث کے منصوص حکم کو مضر اور سبب خرابی جائداد و مانع ترقی قومی سمجھتا ہو جیسا بعض ہوا پرستوں کا اس وقت خیال ہے اور یہ شرط پہلی شرط سے زیادہ اس لئے ہے کہ شرط سابق کا خلاف تو صرف فساد نیت ہی ہے جو محض ایک معصیت ہے اور اس شرط کا خلاف فساد اعتقاد ہے اور فساد بھی اس درجہ میں کہ منصوص قطعی کو خلاف حکمت سمجھنا اور یہ کفر ہے چنانچہ استاذی مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ابلیس کے کفر کی وجہ یہی اعتقاد حکم حق کو خلاف حکمت سمجھنے کا ہے

۵۲

اور اسی لئے مولانا مرحوم کے زمانہ میں ایک مدعی خیر خواہ قومی کی رائے اس وقت علی الاولاد کی ترجیح علی المیراث کے بارہ میں ایک رئیس نے بغرض تحقیق مولانا کی خدمت میں بھیجی تھی تو مولانا نے اس بناء خاص پر اسپر عمل کرنے کو حرام اور اس بناء کو کفر فرمایا تھا اب قریب زمانہ میں بھی جن لوگوں کا ذہن بعض محرکین کی اس منشاء کی طرف پہونچ گیا اُنھوں نے ایسی تحریرات پر دستخط نہیں کئے اور جن کی نظر محض اس کے مسئلہ شرعیہ ہونے پر مقتصر رہی اُنھوں نے دستخط کر دئے یہ گفتگو تو اس وقف کے متعلق تھی باقی خط سوال میں جو میعاد کے بارہ میں لکھا ہے اگر اہل اسلام ادب کے ساتھ حکام سے اسکے مرتفع کرنے کی درخواست کریں تو مصلحت ہے لیکن اس مضمون میں کاتب خط کا یہ خیال قابل ترمیم ہے کہ وہ حقوق کے لئے شریعت میں کوئی میعاد سمجھے ہوئے ہیں سو شریعت مطہرہ میں جو حق بینہ یا اقرار یا نکول سے حاصل یہ کہ حجت شرعیہ سے ثابت ہو جاوے اُسمیں کوئی میعاد نہیں اور بعض کتب میں جو پندرہ سال یا کم و بیش لکھدیا ہے سو اسکے یہ معنی نہیں کہ ثبوت کے بعد صرف انقضاء میعاد مسقط حق ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ غالباً اتنی مدت کے بعد پورا ثبوت دشوار ہے ورنہ ثبوت کے بعد پھر احیاء حق کا یقینی ہے۔ اور مثل درخواست متعلق ارتفاع میعاد کے ایک اور درخواست بھی بہت ضروری ہے وہ یہ کہ بہت مسائل میں شرعاً حاکم مسلم کا فیصلہ شرط ہے جسکو قضاء قاضی سے تعبیر کیا جاتا ہے پھر کتاب القضاء میں اس قاضی کے شرائط میں سے اسلام کو کہا ہے گو اُس کا تقرر حکام غیر مسلم کی طرف سے ہو در مختار و رد المحتار میں اس عموم کی تصریح ہے جیسے مفقود یعنی بے نشان شخص کی زوجہ کے نکاح اول کے فسخ میں یا خیار بلوغ کی بناء پر فسخ کرنے میں اور بہت مسائل میں سو اگر حکام سے یہ درخواست کی جاوے کہ وہ ہر ضلع یا ہر تحصیل میں علماء اہل اسلام کے مشورہ و انتخاب سے ایک عالم متدین و متیقظ بنام قاضی محض ایسے مقدمات کی سماعت کے لئے مقرر کر دیں اور اُس کی تنخواہ کا یہ انتظام کر دیا جاوے کہ مسلمان زمینداروں سے مالگزاری کے ساتھ مثل دوسرے ابواب مدارس و سڑک وغیرہ کے کچھ مختصر سی رقم

۵۲

اضافہ کرکے اور وصول کرلی جاوے تو مسلمانوں کو ایسے معاملات میں بہت آسانی ہوجاوے ورنہ بعض مواقع پر تو تنگی پیش آتی ہے جیسے احقر نے زن مفقود میں ایک جگہ فتویٰ لکھا کہ بعد انقضاء میعاد مقرر عند الامام مالکؒ کے حکام سے یہ درخواست کرو کہ وہ خاص اس مقدمہ کی سماعت کا اختیار کسی عالم کو دیدیں اور وہ عالم یہ کہدے کہ میری رائے میں وہ مفقود مرگیا ہے پھر اس کہنے کے بعد وہ عورت عدت وفات کی پوری کرکے نکاح ثانی کرلے چنانچہ اُن لوگوں نے پھر اطلاع دی کہ ہم نے حاکم ضلع سے کہا تھا انہوں نے جواب دیا کہ ہم مذہبی معاملات میں دخل نہیں دیتے تو دیکھئے کیسی تنگی پیش آئی اور بعض مواقع میں ظاہرا تو تنگی نہیں مگر شرعًا تنگی ہوتی ہے مثلاً خیار بلوغ میں ایک حاکم غیر مسلم نے نکاح اول کے فسخ ہونے کا حکم دیکر نکاح ثانی کی اجازت دیدی تو ظاہرا کارروائی ہوگئی مگر شرعًا یہ کارروائی معتبر نہیں ہوئی یعنی اس سے وہ نکاح اول فسخ نہیں ہوا اور نکاح ثانی صحیح نہیں ہوا تو تمام عمر ناجائز ہمبستری کا گناہ زوجین کو رہا۔ اگر مثل کوشش مسئلہ وقف علی الاولاد کے اسمیں بھی کوشش کریں تو یہ اُس سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ اُسمیں تو بہت سے بہت وقف علی الاولاد کا انسداد ہوجاتا ہے سو خود یہ وقف ہی ضروری نہیں تو کوئی حرج شرعی نہ تھا اور یہاں تو حرام و حلال کا قصہ ہے جو بہت ہی نازک ہے اسمیں شرعی حرج ہے پھر وقف کی ضرورت علاوہ اُس کے خفیف ہونے کے تمام قوم کے لئے عام نہیں صرف اہل ثروت کے ساتھ مختص ہے اور اسکی ضرورت شدید بھی جیسا کہ مذکور ہوا پھر تمام قوم کو عام اس لئے اس کا اہتمام بہت زیادہ موجب ثواب ہوگا اور اس کا آسان طریق یہی ہے کہ اہل علم اسکی مصالح کو ظاہر کریں اور پھر درخواست لکھکر اُسپر کثرت سے دستخط کراکر پیش کریں گورنمنٹ کی شفقت اور رعایا کی بہی خواہی سے امید ہے کہ وہ ضرور ایسے ضروری معروضہ پر توجہ فرماویگی + ۱۹ رجب ۱۳۳۵ھ

۵۴

(باقی آئندہ)

الجواب

حدیث نمبر (۱) عن ابن عمرؓ انہ نظر یوماً الی الکعبۃ فقال ما اعظمک وما اعظم حرمتک والمؤمن اعظم حرمۃ عند اللہ تعالیٰ منک اخرجہ الترمذی وحسنہ (ص ۲۴ ج ۲ مطبوعہ مجتبائی) ورواہ ابن ماجہ مرفوعاً عن ابن عمر ولفظہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطوف بالکعبۃ ویقول ما اطیبک واطیب ریحک واعظم حرمتک والذی نفس محمد بیدہ لحرمۃ المؤمن اعظم عند اللہ حرمۃ منک الخ ص ۲۹۰ اصح المطابع۔

حدیث نمبر (۲) عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اریت الجنۃ فرأیت امرأۃ ابی طلحۃ وسمعت خشخشۃ امامی فاذا بلال رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص ۵۶)

حدیث نمبر (۳) عن جابر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اھتز العرش لموت سعد بن معاذ وفی روایۃ قال اھتز عرش الرحمٰن لموت سعد بن معاذ وفی روایۃ قال اھتز عرش الرحمٰن موت سعد بن معاذ متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۵۶۷)

حدیث نمبر (۴) عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الجنۃ تشتاق الی ثلثۃ علی وعمار وسلمان رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص ۵۷۰)

حدیث نمبر (۵) عن انس قال قال ابوبکر لعمر بعد وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انطلق بنا الی ام ایمن نزورھا کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزورھا الحدیث رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص ۵۴۰)

حدیث نمبر (۶) عن جابر فی حدیث طویل فلما رای (صلی اللہ علیہ وسلم) ما یصنعون طاف حول اعظمھا بیدرا ثلث مرات الحدیث رواہ البخاری (مشکوٰۃ ص ۵۲۹)

حدیث نمبر (۷) عن جابر انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لما کذبنی قریش قمت فی الحجر فجلی اللہ لی بیت المقدس الحدیث متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۵۲۶)

وفی اللمعات جاء فی حدیث ابن عباس فجئی بالمسجد حتی وضع عند دار
عقیل وانا انظر الیہ ۔ بعد نقل ان احادیث کے جواباً عرض کرتا ہوں کہ سوال
میں معترض کے دو قول نقل کئے ہیں ایک یہ کہ یہ قلب موضوع ہے دوسرا یہ کہ یا ممکن ہے
قول اول کی دلیل یہ بیان کی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکی تعظیم طواف سے
کی اور قول ثانی کی کوئی دلیل بیان نہیں کی سو قلب موضوع کا جواب حدیث (نمبر۱)
سے ظاہر ہے کہ ابن عمرؓ کعبہ سے ہر مؤمن کو افضل بتارہے ہیں اور اول تو یہ امر مدرک
بالرائے نہیں اس لئے حکماً مرفوع ہوگا اور اگر اس سے قطع نظر بھی کیا جاوے تاہم کسی
صحابی سے اسپر نکیر منقول نہیں پھر اسکی صحت میں کیا شک رہا پھر ابن ماجہ میں تو
اسکے رفع کی تصریح ہے اور سند بھی اچھی ہے اب کلام مذکور کی بھی حاجت نہیں بس یہ
رہ گیا طواف فرمانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس کا اور اُسکی تعظیم کرنا سو یہ ایک امر
تعبدی ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مساجد کا احترام فرماتے تھے تو کیا مساجد
کا آپ سے افضل و اعظم ہونا لازم آگیا اسی طرح بیت معظم بھی آپ سے افضل نہ ہوگا پھر
جب آپ اُس سے افضل ہوئے اور پھر آپ نے اُس کا طواف کیا تو اس سے ثابت
ہوگیا کہ مفضول کا طواف افضل کرسکتا ہے سو اگر مؤمن بیت معظم سے مفضول بھی ہوتا
تب بھی افضل کا طواف کرنا مفضول کے لئے جائز ہوتا چہ جائیکہ مؤمن کا افضل ہونا
بھی ثابت ہوگیا پھر تو کچھ بھی استبعاد نہ رہا۔ باقی یہ ظاہر ہے کہ یہ فضیلت جزئی ہے
اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ انسان کو جہت سجدہ بھی بنایا جاوے یا انسان کا کوئی
طواف کرنے لگے اور یہ سب اُس وقت ہے کہ طواف بطور تعظیم ہو اور اگر یہ طواف
لغوی ہو یعنی آمد و رفت جو مناسب ہے زیارت کا تو وہ تو اپنے مفضول کے لئے بے تکلف
ہوسکتا ہے جیسا حدیث (نمبر ۵ و ۶) میں مصرح ہے ۔ اور محض ایسے امور سے افضلیت
کا لزوم کیسے ضروری ہوگا جب کہ حدیث (نمبر۲) میں تقدم بلالؓ کا حضور صلی اللہ
علیہ وسلم پر منقول ہے اسی لئے اس تقدم کو شراح حدیث نے تقدم الخادم علی المخدوم
سے مفسر کیا ہے پس ایسا ہی یہاں ممکن ہے نیز عرش جو کہ تجلی گاہ خاص حق ہے

اور اسکی صنعت میں کسی بشر کو دخل نہیں ظاہراً بیت معظم سے افضل ہے باوجود اس کے اُسکی حرکت ایک اُمتی کے لیے حدیث (نمبر ۳) میں مذکور ہے سو اسی طرح اگر بیت معظم کسی مقبول اُمتی کے لئے حرکت کرے تو کیا استبعاد ہے نیز روح ابن حرکت کی اشتیاق ہے سو جنت جو کہ حق تعالیٰ کے تجلی خاص کا دار ہے حدیث (نمبر ۴) میں اُس کا مشتاق ہونا بعض امتیان مقبولین کی طرف وارد ہے تو کعبہ کا اشتیاق بھی کسی مقبول امتی کی طرف کیا مستبعد ہے پس ان حدیثوں سے خود زیارت وطواف کا استبعاد تو دفع ہوگیا جو کہ بحث نقلی تھی اب صرف یہ بحث عقلی باقی رہی کہ خانہ کعبہ اتنا بھاری جسم ہے یہ کیسے منتقل ہو سکتا ہے سو اول تو اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ میں اس کا جواب عام موجود ہے دوسرے حدیث (نمبر ۷) کے ضمیمہ میں جواب خاص بھی ہے جو خصائص کبریٰ جلد اول ص (۱۶۰) میں نقل کیا ہے بتخریج احمد وابن ابی شیبۃ والنسائی والبزار والطبرانی وابی نعیم بسند صحیح اور یہ سب گفتگو قول اول کے متعلق تھی رہا قول ثانی یا ممکن ہے سو استفسار یہ ہے کہ آیا عقلاً ناممکن ہے یا شرعاً یا عادۃً اول کا انتفاء ظاہر ہے اگر شق ثانی ہے تو معترض کے ذمہ اس کا ثبوت ہے وانی لہ ذٰلک اور اگر شق ثالث ہے تو مسلم ہے بلکہ مفید ہے کیونکہ کرامت ایسے ہی واقعہ میں ہے جو عادۃً ممتنع ہو ورنہ کرامت نہ ہوگی۔ اب ایک شبہ باقی ہے وہ یہ کہ حس اسکی مکذب ہے کیونکہ تاریخ میں کہیں منقول نہیں کہ کعبہ اپنی جگہ سے غائب ہوا ہو سو ایسا ہی شبہ حدیث سابع کے ضمیمہ میں ہوتا ہے سو جو اُس کا جواب ہے وہی اس کا جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اُس وقت اتفاق سے کعبہ کا دیکھنے والا کوئی نہ ہو۔ اذا اراد اللہ تعالیٰ شیئاً هیأ اسبابہ اور یہ اُس وقت ہے جب یہی جسم منتقل ہوا ہو ورنہ اقرب یہ ہے کہ کعبہ کی حقیقت مثالیہ اس حکم کا محکوم علیہ ہے جس طرح حدیث (نمبر ۲) میں آپ نے بلال کی مثال کو دیکھا تھا ورنہ بلال یقیناً اُس وقت زمین پر تھے اب صرف ایک عام شبہ رہا کہ اس کی سند جب تک حسب شرائط محدثین صحیح نہ ہو اس کا قائل ہونا درست نہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ خود محدثین نے غیر احکام کی احادیث میں سند کے متعلق ایسی تنقید نہیں

۱۰۳

کی یہ تو اُس سے بھی کم ہے یہاں صرف اتنا کافی ہے کہ راوی ظاہراً ثقہ ہو اور اُس واقعہ کا کوئی مکذب نہو۔ اس تقریر سے اس کا جواب بھی نکل آیا جو سوال میں ہے کہ اگر قرآن و حدیث سے مدلل کیا جاوے الخ وہ جواب یہ ہے کہ اگر مدلل کرنے سے یہ مراد ہے کہ بعینہ وہی واقعہ یا اُس کا نظیر قرآن وحدیث میں ہو تب تو اسکے ضروری ہونے کی دلیل ہم قرآن وحدیث ہی سے مانگتے ہیں نیز ائمہ محدثین کی کرامات کو کیا اس طرح ثابت کیا جا سکتا ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ جن اصول پر وہ مبنی ہے وہ قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہوں تو بحمد اللہ تعالیٰ یہ امر حاصل ہے **تنبیہ** یہ سب اصلاح تھی غلو فی الانکار کی باقی جو غالی فی الاثبات ہیں علماً یا عملاً اُن کی اصلاح بھی واجب ہے واللہ اعلم۔ ۸۔ رجب ۱۳۳۵ھ۔

سوال۔ نماز سنت فجر مکان میں پڑھکر مسجد میں نماز فرض فجر کے لئے جاتا ہوں اس وقت نماز تحیۃ المسجد پڑھ سکتا ہوں یا نہیں؟

جواب۔ اُس وقت نہ تحیۃ الوضوء ہے نہ تحیۃ المسجد ہے نیز ان سنتوں کا مسجد میں پڑھنا افضل ہے بلکہ جمیع سُنن موکدہ کا تاکہ اتہام یا تشبہ باہل بدعت سے محفوظ رہے جو تارکین ان سُنن کے ہیں۔ ۱۰۔ رجب ۱۳۳۵ھ۔

سوال۔ سورۂ حج میں دو سجدہ میں سجدۂ اولیٰ کو حنفیہ کرتے ہیں اور سجدۂ ثانی کو نہیں کرتے ہیں چنانچہ کمترین بھی سجدۂ اولیٰ کا سجدہ کرتا ہے ایک صاحب فرماتے ہیں کہ دونوں سجدہ کرنا چاہئے لہٰذا اسکی بابت جیسا ارشاد ہو دونوں سجدے کروں یا صرف سجدۂ اولیٰ کروں

جواب۔ حنفیہ کے نزدیک سجدۂ اولیٰ واجب ہے اور دوسرا سجدہ ثابت نہیں لیکن حنفیہ نے یہ کلیہ لکھا ہے کہ مسائل اختلافیہ میں اختلاف کی مراعاۃ افضل ہے بشرطیکہ اپنے مذہب کے مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آئے سو اس قاعدہ کی بناء پر نماز کے خارج تو دوسرے سجدہ کا کر لینا بھی بہتر ہوگا البتہ نماز کے اندر چونکہ سجدۂ زائدہ بغیر سبب خلاف موضوع صلوٰۃ ہے اس لئے نماز کے اندر نکیا جاوے البتہ ایک خاص طریق سے کر لیا جاوے تو اس مکروہ کے ارتکاب سے بھی محفوظ رہے گا اور وہ طریق یہ کہ سجدۂ ثانیہ کی آیت پڑھ کر فوراً رکوع

بعد سنت فجر در مسجد آمدن نماز تحیۃ المسجد نیست ۱۰۴

تحقیق سجدۂ ثانیہ در سورۂ حج عند الحنفیہ

میں چلا جاوے تو سجدۂ صلوٰۃ میں یہ سجدہ بھی ادا ہو جاوے گا۔ تاریخ بالا۔

سوال۔ مجھکو اسمیں شبہ ہوگیا ہے وہ یہ کہ ناجائز جھاڑ پھونک یا کہ جائز جھاڑ پھونک جیسا کہ اکثر دستور ہے کہ قرآن شریف کی آیت سے جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور میں مطلق نہیں کرتا تو یہ خیال میرا خراب تو نہیں ہے اور کلام الٰہی کو کلام الٰہی جانتا ہوں اس سبب سے حضور کو تحریر کیا کہ میرا عقیدہ خراب تو نہیں ہے۔

جواب۔ جائز تو ہے مگر افضل یہی ہے کہ نہ کیا جاوے آپ کا عقیدہ ٹھیک ہے۔

۱۲- رجب ۱۳۳۰ھ ہجری۔

سوال۔ اور یہ بات بھی سُنی گئی ہے کہ گھوڑے میں اور مکان میں نحوست ہوتی ہے یعنی وہ مکان خراب ہے جو کہ تکونا ہو منحوس ہوتا ہے تو کیا ایسے مکان کی بابت منحوس ہونے کے خیال سے اُسکو چھوڑ دینا جائز ہے۔

جواب۔ یہ اعتقاد باطل ہے۔ تاریخ بالا

سوال۔ اکثر مسجدوں میں نماز کا وقت مقرر نہیں جب چار آدمی ہوئے جماعت ہوگئی اگر دیر سے جاوے تو جماعت نہیں ملتی اور اگر پہلے چلا جاوے تو بیٹھے بیٹھے تھکن سی معلوم ہوتی ہے تو اس بیٹھنے میں جو اپنا وظیفہ پڑھے جو بعد نماز پڑھا کرتا ہے تو کیا نہیں ہو سکتا۔

جواب۔ ہو سکتا ہے۔ تاریخ بالا

سوال۔ اکثر لوگ مسجد میں نیاز کے واسطے کچھ شیرینی وغیرہ لا رکھتے ہیں مثل گیارہویں وغیرہ کے اور نیاز کے واسطے کہتے ہیں کہ دیدو تو اب ایسے موقعہ پر کیا کرنا چاہئے نیاز دیدے یا صاف جواب دیدے۔

جواب۔ یوں کہدے کہ ہمکو نیاز دینا نہیں آتا۔ تاریخ بالا

سوال۔ آنجناب کی کتاب بہشتی زیور حصہ اول صفحہ ۲ میں خطوط کے القاب کا مضمون اس طرح واقع ہوا ہے بڑوں کے القاب اور آداب والد کے نام۔ جناب والد صاحب قبلۂ و کعبۂ فرزندان مخدوم و مطاع کمترینان الی آخرہ۔ ایضاً جناب والد صاحب

قبلۂ کونین وکعبۂ دارین الی آخرہ - ایضاً قبلہ وکعبہ فرزندان الی آخرہ - اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۷۹ میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔
استفتاء - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں تفصیل معہ حوالہ کتب ارقام فرماکر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں۔ سوال اول - قبلہ و کعبہ یا قبلۂ دارین وکعبۂ کونین یا قبلۂ دینی کعبۂ دنیوی یا قبلۂ آمال وحاجات یا قبلۂ مراداتا یا قبلۂ صوری وکعبۂ معنوی یا دیگر مثل ان الفاظ کے القاب آداب میں والد یا عموی کو یا اخوی کو یا اور کسی کو تحریر کرنے جائز ہیں یا نہیں حرام یا غیر حرام مکروہ ہے تحریمی یا تنزیہی مع عبارت ودلائل تفصیل ارقام فرمادیں۔ الجواب - ایسے کلمات مدح کے کسی کی نسبت کہنے اور لکھنے مکروہ تحریمی ہیں - لقولہ علیہ السلام لاتطرونی الحدیث جب زیادہ حد شان نبوی سے کلمات آپ کے واسطے ممنوع ہوں تو کسی دوسرے کے واسطے کس طرح درست ہوسکتے ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم ہٰذا رفع اشتباہ کی بناپر عرض ہے کہ ظاہراً ہر دو عبارت میں تخالف وتضاد جو معلوم ہوتا ہے اس کے رفع کی کیا توجیہ ہے ؟

الجواب - اگر مجاز کا ارادہ کیا جاوے تو تخالف نہیں ہے لیکن ظاہری تخالف جس شخص کے خیال میں ہو اس کو اس حالت میں فتاویٰ رشیدیہ پر عمل احوط ہے۔

۸ - شعبان ۱۳۳۵ھ

سوال - ہندہ کا خالد سے نکاح ہوا خالد ہندہ کو بے طرح بلکہ طرح طرح کی تکلیفیں دیتا ہے جب سے ہندہ کو زندگی وبال ہو رہی ہے خالد سے مطالبہ طلاق کرتی ہے تو طلاق نہیں دیتا اور حسن معاشرت چاہتی ہے تو وہ بھی نہیں کرتا جب گفتگو ہوتی ہے تو کہتا ہے کہ اپنا مہر لیکر باپ کے یہاں جاکر رہو مگر میں طلاق نہ دونگا اور نہ کبھی تیرے پاس پھٹکونگا گو ہندہ یہاں بھی کالمعلقہ ہے میاں بیوی کا معاملہ بالکل نہیں چونکہ چند عورتوں نے اس قسم کے خاوندوں کی طرف سے بدعنوانیں دیکھ کر ایسا کیا ہے کہ بعض عیسائی ہوگئیں اور بعض ہندو ہوگئیں

(باقی آئندہ)

۱۰۶

فصل ۹

جواز خوض حاکم برتطلیق بحالات اضطرار زوجہ

سوال - اس زمانہ کے انگریزی خواں لوگ جو پاؤں سے گیند مارتے ہیں جس کو انگریزی میں فوٹ بول کہا جاتا ہے یہ جائز ہے یا نہ -

الجواب - فی المشکوٰۃ ص۳۳۵ عن علیؓ قال کانت بید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوس عربیۃ فرای رجلا بیدہ قوس فارسیۃ قال ماھذہ القہا وعلیکم بھذہ واشباھہا الحدیث رواہ ابن ماجہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طرق ورزش میں بھی تشبہ باہل باطل ممنوع ہے جب کہ دوسرے طرق ورزش کے اس محذور سے خالی پائے جاویں اور یہاں دوسرے طرق نافعہ بھی موجود ہیں لہذا یہ عمل ممنوع ہوگا اور اسمیں غالباً جو اہل دعارت اور دین سے آزاد لوگوں سے جو اختلاط ہوتا ہے وہ خود بھی مستقلاً وجہ منع کی ہے ۔ ۱۲ - جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

سوال - قرآن شریف جسکے ایک ہی صفحہ میں کلام پاک عربی تحریر میں ہو اور اسکے ترجمہ انگریزی - اردو یا صرف انگریزی ترجمہ اور انگریزی میں تفسیر ہو رکھنا اور پڑھنا اور چھاپنا درست ہے یا نہیں -

یہاں سے یہ جواب گیا

عبارت سوال سے صورت اسکی ذہن میں نہیں آئی اسکا ایک صفحہ نقل کرا کر بھیجئے -
پھر سائل نے نمونہ بھیجا - جسکا یہ نقشہ ہے -

ترجمہ انگریزی	قرآن شریف
تفسیر انگریزی	

یہاں سے یہ جواب لکھا گیا

الجواب - اس طرز میں تشبہ ہے غیر اہل اسلام کے ساتھ کیونکہ یہ اُن ہی کا ایجاد اور اون ہی میں شائع ہے اور اہل اسلام میں اس کا ایسا شیوع نہیں ہوا کہ غیر اہل اسلام کے ساتھ اسمیں معنی اختصاص کے نہ رہے ہوں اس لئے منع کیا جاوے گا دوسرے اس ہیئت میں صورت معارضہ وتقابل وموازنہ کی سی ہے چنانچہ متن مختلفین میں تقابل وتوازن دکھلایا جاتا ہے وہ اسی ہیئت میں لکھے جاتے ہیں اور یہ امر

مشاہد ہے اور معارضہ قرآن کا جیسا مذموم ہے اسکی صورت موہمہ بھی مذموم ہے باقی ان اجزا کا جمع کرنا اس ہیئت سے بھی ہو سکتا ہے۔

قرآن شریف

ترجمہ

تفسیر

واللہ اعلم۔ ۲۵ رجب ۱۳۳۵ھ

سوال۔ میرے سے قرضۂ جنگ میں دو سو روپیہ کی طلبی ہے ایک بقال نے یہاں یہ کہہ رکھا ہے کہ میں روپیہ فی صدی لیکر دینے والے کی طرف سے روپیہ سرکار میں داخل کر دیتا ہے اور وہاں سے خود ہی وصول کرلے گا یعنی سرکاری دستاویز اپنے نام کی لیتا ہے اسکی بابت کیا حکم ہے یہ عقد کرکے اس سے روپیہ داخل کرادوں تو کوئی حرج تو نہیں۔

۴۲ جواب۔ یہ عقد ایک تاویل سے آپ کے لئے جائز ہے۔ وذلك التاويل ان هذا الدفع وان كان ربوا صورة لكنه رشوة معنى ويجوز دفعها للتوقى عن مثل هذا الاستقراض الذى هو الزام لما لا يلزم وايجاب للتبرع۔

۳۔ شعبان ۱۳۳۵ھ

نفع گرفتن بر نظارہ جانور عجیب

سوال۔ کسی نادر الوجود جانور کو پردہ میں رکھکر لوگوں کو ایک دو پیسہ لیکر دکھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ فی الدر المختار لا تصح اجارة الدار ليجلبها ولا بركيها ولا ايه لاجل ان يربطها على باب داره ليراها الناس فيقال له فرس الى قوله لما قدمنا ان هذه منفعة غير مقصودة من العين واذا فسدت فلا اجر الخ ص ۲۲۱ باب ما يجوز من الاجارة اس روایت کی بنا پر صورت مسئولہ میں پیسے لینا جائز نہیں الا ان يقصد اجارة ذاك البيت لتلك الساعة لدخولها وهو بعيد كما ترى۔ ۱۲ شعبان ۱۳۳۵ھ

باقی آئندہ

سائل۔ وجہ خامس عن بشر انہ سمع ابن عمر یقول ان رفعکم ایدیکم فی الصلوٰۃ لبدعۃ واللہ مازاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ھذا یعنی باصبعہ رواہ ابن ابی شیبۃ اس اثر سے معلوم ہوا کہ اشارہ فی الصلوٰۃ قائم مقام رفع یدین کے ہے اور ظاہر ہے کہ رفع یدین مع بسطہا سوال کے لئے موضوع ہے نہ کہ تہلیل کے لئے کہ عادۃً سائل مسئول عنہ کی طرف ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہے اور شریعت نے بھی اسے آداب دعا میں شمار کیا ہے پس رفع یدین کا محل سوال ہی ہوگا جس سے لازم آئیگا کہ اُسکے نائب مناب (اشارہ بالسبابہ) کا محل بھی سوال یعنی دعا ر آخر صلوٰۃ ہی ہو رہا اور بات ہے کہ تہلیل مقدمہ دعا کا ہو کر کالجزو ہوجانے کی وجہ سے وہ بھی محل رفع یدین میں داخل ہوگئی اور اُسکے واسطہ سے محل میں اُسکے نائب کے بھی داخل ہوگئی اس لئے ابتداء تہلیل ہی سے حکم اشارہ ہوا علاوہ ازیں اشارہ میں جہۃ نیابۃ لرفع الیدین کے ساتھ ایک دوسری جہۃ اشارۃ (فعلیہ) الی التوحید والاخلاص کی بھی تھی کہ بیہقی نے

روایت کی ان النبی کان یشیر بہا التوحید اور ابن تیمی سے مروی ہے سئل ابن عباس عن تحریک الرجل اصبعہ فی الصلوٰۃ قال ذلک الاخلاص لہذا ابتداء تہلیل ہی سے حکم ہوا کہ ادب دعا ادا ہونے کے ساتھ ایک دوسری غایۃ یعنی اشارہ الی التوحید والاخلاص بھی حاصل ہو کر قول وفعل میں مطابقۃ ہوجائے پھر لطف یہ کہ ان مقصدوں کے ساتھ اور فوائد بھی مثل انقطاع طمع شیطان لاضلالہ العبد والقائہ فی الشرک و رفع سہو وقمع شیطان وتخویف شیطان بھی مترتب ہوتے ہیں کہ وارد ہوا ھی ای الاشارۃ اشد علی الشیطان من الحدید رواہ البیہقی اور وارد ہوا ھی مذبۃ الشیطان لا یسہو احدکم مادام یشیر باصبعہ اور وارد ہوا تحریک الاصابع فی الصلوٰۃ مذعرۃ الشیطان رواہ البیہقی الحاصل اشارہ بالمسبحہ قائم مقام رفع یدین للدعاء ہونے کی وجہ سے آخر سلام تک باقی رہے گا +

مجیب۔ ابن عمرؓ کا قول اسمیں صریح نہیں یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ حرکت رفع یدین ہیئت صلوٰۃ کے منافی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں اتنی حرکت سے زیادہ

۱۹

ثابت نہیں پھر خواہ یہ حرکت کسی موقع پر ہو اُس سے روایت ساکت ہے اور دوسری روایات مبین ہیں کہ تشہد کے وقت تھی باقی احادیث مذکورہ وجہ ہذا کو اگر ثابت بھی ہوں مانحن فیہ سے کوئی مس نہیں اور حدیث اخیر کو تو ابن حجر نے ضعیف بھی کہا ہے کما فی المرقاۃ جلد اول ص ۵۵۹ - اور سائل نے جو تہلیل کو مقدمۂ دعائے آخر صلوٰۃ ہونے کا سبب محل اشارہ ٹھیرایا ہے اگر یہ امر صحیح ہوتا تو قعدۂ اولیٰ میں اشارہ نہ ہوتا کہ وہاں تہلیل مقدمۂ دعا نہیں ہے وہو کما تری دوسرے دعائے آخر صلوٰۃ مؤکد نہیں تو لازم آتا ہے کہ اسکے ترک پر اشارہ عبث ہو وہو کما تری +

سائل - وجہ ہشتم جبکہ احادیث صحیحہ کثیرہ و آثار صحابہ سے سنیۃ اشارہ ثابت ہو گئی اور اُسکے مقابلہ میں کوئی حدیث یا اثر صحیح کیا ضعیف بھی ایسا نہیں پایا گیا جو سنیۃ اشارہ کی رافع ہو تو قیاس جلی یوں چاہتا ہے کہ سنیۃ اشارہ آخر قعدہ تک یوں ہی مستمر و باقی رہے کہ اصول کا مسئلہ ہے شی اپنی حالۃ سابقہ پر باقی رہتی ہے تاوقتیکہ کوئی امر مغیر نہ پایا جاوے پس حکم سنیت اشارہ آخر قعدہ تک مستمر و باقی رہے گا۔

مجیب - یہاں مغیر نہ پایا جانا یقینی نہیں طبقہ ثالثہ کا فتویٰ دلیل ظنی ہے وجود مغیر کی دوسرے ایک قیاس اس کا معارض بھی ہے وہ یہ کہ اصل عدم اشارہ ہے اور اشارہ للعارض ہے پس ارتفاع عارض سے اشارہ مرتفع ہو جاوے گا جیسا رفع یدین کہ اصل نماز میں اُس کا عدم ہے مگر عارض انتقال سے اُس کا تحقق ہوتا ہے پھر اُسکے ارتفاع سے وہ رفع بھی مبدل بوضع یا ارسال ہو جاوے گا ورنہ سائل کے قیاس کا مقتضی یہ ہے کہ مثلاً وتر کی رکعت ثالثہ میں جو بعد قرأت کے رفع یدین کیا جاتا ہے اور اُسکے بعد وضع یا ارسال روایات میں منقول نہیں تو چاہیئے کہ وہی ہیئت رفع کی رکوع کے وقت تک مستمر رکھے اور قنوت اُسی ہیئت رفع کی حالت میں پڑھا جاوے فافہم - البتہ اس قیاس سے ترئین میں استمرار ہیئت عقد میں کام لیا ہے ولیشیر بالمسبحۃ ... رافعًا لہا عند النفی وواضعًا لہا عند الاثبات ثم یستمر علی ذلک لانہ ثبت العقد عند الاشارۃ بلاخلاف ولم یوجد امر یغیرہ فالاصل بقاء الشئ

۲۰

علےٰ ما ھو علیہ واستصحابہ الی آخر امرہ ومالہ الیہ ھذا ص (۸۷) اور اس قیاس کا کوئی معارض بھی نہیں بلکہ ترمذی کی حدیث اسکی موید ہے پس استمرار عقد میں اس قیاس پر عمل ہوگا۔

سائل۔ وجہ سابع ایسے ہی جبکہ ہمارے ائمہ ثلثہ ابوحنیفہ۔ صاحبین رحمہم اللہ سے حکم سنیۃ اشارہ بروایۃ معتبرہ ثابت ہوگیا اور اُسکے مقابلہ میں کوئی رافع نہیں پایا گیا تو حکم سنیۃ اشارہ بنا بر مذہب ائمہ کے بھی آخر تک باقی رہے گا۔

مجیب۔ فیہ ما قدمنا فی الجواب عن الوجہ السابق۔

التماس۔ عـ۱ تزیین العبارۃ اگر وہاں ہو تو تکلیف فرماکر یہاں عاریۃً بھیج دیجئے اُس کا مطالعہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ عـ۲ یہاں کتابیں نہیں ہیں بجز روایۃ مذکورۂ وجہ اول سے کچھ تردد ہوگیا اگر وہاں حضرات نے سب اجزا کی تحقیق کرکے اجزئیات طے کرلیجاوے میں اُس کا اتباع کرونگا۔ ۱۶ جمادی الاول ۱۳۳۵ھ

فصل ششم در تحقیق اجرۃ النکاح

سوال۔ بحضور فیض گنجور مولانا صاحب مدظلہ۔ تسلیم۔ تحقیق حضور دربارہ اجرۃ نکاح خوانی در فتاویٰ امدادیہ وعلیحدہ رسالہ دیدہ شد۔ چونکہ حضور حکیم الامۃ اند وتمام مخلوق سیما طائفہ علماء وملایاں دریں امر مبتلا اند از اول وقت حکام اسلام در دیار ہند تا حال لہٰذا تاویل صحت آں ضروری است۔ علامہ شامی دربارہ مسئلہ شرب دخاں در تنقیح فتاوی حامدیہ فرمودہ۔ مع ان فی الافتاء بحلہ دفع الحرج عن المسلمین فان اکثرھم مبتلون بتناولہ ۱۲ ونیز حضور والا در حوادث الفتاویٰ سنہ ۱۳۳۱ھ صہ ۱۱۳ در مسئلہ تحقیق عدم تعین عمل واجرت در استیجار عمال مزارعین فرمودند۔ بوجہ ابتلاء عام کے اس عقد کو اس تاویل سے جائز کہا جاوے ۱۲ بغرض خلاص عوام نہایت بعید تاویل اختیار فرمودند۔ در ما نحن فیہ ضرور بالضرور نظر ثانی فرمایند۔ وخلوق را از ورطۂ ضلالت واکل حرام خلاص دہند۔ ودریں امر نہایت صعب است

عـ۵ چنانچہ دو رسالہ مل گیا اور دیکھ لیا او سکو دیکھکر جواب ہذا میں کہیں کہیں اضافہ بھی واقع ہوا ہے۔ ۱۲ منہ

۴۱

وجود حضور رحمت است برائے امت مرحومہ۔ بہ برکت حاجی الحرمین شریفین علیہ الرحمۃ والغفران ضرور دریں مسئلہ خوض اتم ونظر ثانی بغور فرمایند۔ برائے دفع تکلیف حضور تمام مالہ وماعلیہ وروایات جواز وفتاویٰ علماء کرام بندہ درگاہ حاضر خدمت میکند۔ جناب بعمق نظر فرمودہ بواپسی اطلاع فرمائند ٹکٹ برا بلاغ است۔ ملایاں وافسر اوشاں مسمیٰ بہ قاضی گرداور ایں اجرت بدلہ عمل خود میگیرند وصورت مسئلہ در سوال وجواب علماء مستشار العلماء مفصل است ملاحظہ فرمائند۔ بدلہ اجازت ووجاہت نمی باشد ونزد ما محض فرقیہ متصور است تاکہ روایۃ مولوی محمد اسحاق دہلوی کہ در امداد الفتاویٰ استدلال فرمودہ اند سند ایں امر شود۔ بلکہ حکام وقت ایں رقم کہ بموجب دستور قدیم وصول می شد ۳/۴ حصہ از اں ملا را بدلہ کار او مقرر کردہ اند وچہارم حصہ افسر پڑتال کنندہ مسمیٰ قاضی را بدلہ کار او مقرر کردہ اند تفصیل کار ہر دو در سوال جواب مستشار العلماء موجود است خلاصہ (المعروض آنکہ) ضرور از تمام امور ربانی غرق مقدم است۔ زیادہ حد ادب

۲۹۔ جمادی الاول ۱۳۳۵ھ

نقل جواب مسئلہ اجرۃ نکاح از دفتر انجمن مستشار العلماء لاہور مورخہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

سوال۔ چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ دریں دیار از قدیم قبل از حکومت ہذا عرف بلا نکیر جاری است کہ در ہر قریہ ومحلہ یک ملا نکاح خواں مقرر است مردمان بر تقرر او راضی اند واو عوض ذہاب وایاب جلسہ نکاح وتلقین تجدید شرائط ایمان وطرائق ایجاب وقبول واندراج رجسٹر مبلغ عہ یا کم وبیش رقم نکاح خوانی میدہند در حکومت ہذا از جانب سرکار عالی بر سر تمام ملایاں تحصیل یک افسر باسم قاضی مقرر است آں قاضی تمام ملایاں را طرائق اندراج رجسٹر ونقشہ وہدایات شرعی در بارہ نکاح وطلاق تحریراً وتقریراً تلقین میکند واصلاح رجسٹر اوشاں می کند ونزد ہر ملا دورہ برائے اصلاح اوشاں میکند تاکہ کدام غیر شرعی امر ارتکاب نکند۔ عوض ایں خدمت برائے قاضی از ہر ملا از ہر نکاح خوانی چہارم حصہ یافی نکاح ۱/۴ مقرر است۔

(باقی آئندہ)

اب بعض وہ افراد اختلال حفظ مراتب کے بیان ہوتے ہیں جو عورتوں کی طرف نسبت کئے جا سکتے ہیں۔ جب دلائل و واقعات میں غور کیا جاوے گا تو یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ گو مردوں کی طرف سے بھی کچھ افراد اختلال حفظ مراتب کے ضرور پائے جاتے ہیں جیسا کہ بیان ہوا لیکن اس کا زیادہ حصّہ عورتوں کی طرف سے پایا جاتا ہے جسکا بڑا سبب کمی فہم اور کمی فہم ہے یہ بات عورتوں میں طبعی ہے لیکن نہ اس درجہ میں کہ عورتوں کو اُس کی وجہ سے معذور سمجھا جائے کیونکہ اس قدر عقل حق تعالیٰ نے ہر فرد انسان کو دی ہے جس سے وہ بُرے بھلے کو پہچان سکے اور یہی مدار تکلیف کا ہے انسان کو مکلف کہنا اسی بات پر موقوف ہے کہ اُسکو اتنا سمجھنے والا مان لیا جائے کہ بھلے بُرے میں تمیز کر سکتا ہے از خود نہ سہی بتلانے سے تو سمجھ لے اتنی سمجھ عورتوں میں بھی موجود ہے قال اللہ تعالیٰ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ترجمہ۔ ہم نے انسان کو پیدا کیا تاکہ اُس کا امتحان کریں لہذا ہم نے اُسکو سُننے والا اور دیکھنے والا بنا دیا معلوم ہوا کہ اتنی سمجھ تو ہر انسان میں ہے خواہ مرد ہو یا عورت جس سے وہ بھلے بُرے کو سمجھکر قابل امتحان ہو سکے اسی کے لئے دوسرا لفظ ہے کہ وہ مکلّف کہا جا سکے جب عورتیں بھی مکلّف ہیں تو لامحالہ اُن میں بھی اتنی سمجھ ضرور ہے کہ نیک و بد کو سمجھ سکیں ہاں یہ مسلم سہی کہ مردوں کے برابر سمجھ نہیں مردانی اور زنانی سمجھ میں دو طرح کا فرق ہے کمی کا اور کجی کا نہ عورتیں مردوں کی برابر سمجھدار ہیں نہ اُن کی طرح فہم سلیم رکھتی ہیں لیکن اتنی سمجھ ضرور رکھتی ہیں کہ بتلانے سے نیک و بد کو جان لیں اور بلفظ دیگر عورتوں میں یہ قابلیت ضرور ہے کہ تعلیم سے بقدر ضرورت اُنکی اصلاح ہو سکے یہ لفظ آجکل بالکل متفق الیہ ہے بلکہ ابنائے زمان نے اس میں اتنی زیادتی کی ہے جسکو ہم غلو کے مرتبہ میں داخل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی کام ایسا نہیں جو مرد کر سکیں اور عورتیں نہ کر سکیں یہاں اس بحث کو طول دینا منظور نہیں اسکی نسبت صرف یہ کہنا کافی ہے کہ آج تک کسی قوم نے سیاسی امور میں اور انتظامی امور میں عورتوں کو مرد کی برابر حق نہیں دیئے یہ اس بات کی بدیہی

٥٥

دلیل ہے کہ عورتوں کا مرتبہ مردوں سے کم ہونا تمام عالم کا متفق علیہ مسئلہ ہے یہاں ہمکو
بتلانا یہ ہے کہ عورتوں کی کمی فہم اور کجی فہم مان لینے کے بعد بھی اُن کے مناسب حال
اصلاح کس طرح ہوسکتی ہے اس تقریر سے ظاہر ہو گیا ہوگا کہ عورتوں کی طبیعت میں کجی
فہم اور کمی فہم سہی مگر حق بات کے سمجھ لینے کی قابلیت بقدر ضرورت ضرور ہے اور اسکے
یہ معنی ہیں کہ خود تو وہ بہت سے امور کے صحیح ادراک سے قاصر ہیں لیکن بتلانے سے
سمجھ سکتی ہیں بتلانے کا دوسرے لفظ میں ترجمہ تعلیم ہے حاصل یہ ہوا کہ تعلیم سے عورتو
انکو بقدر ضرورت نفع ہوسکتا ہے اور جو مفاسد عدم تعلیم پر مبنی ہیں وہ تعلیم سے
مرتفع ہوسکتے ہیں اختلال حفظ مراتب ایک بڑا مفسدہ ہے جسپر تمام مفاسد خانہ داری
کی بناء ہے وہ تعلیم سے مرتفع ہوسکتا ہے اسمیں کوئی شبہ باقی نہیں اب صرف یہ
کلام باقی رہتا ہے کہ وہ تعلیم کونسی ہے جس سے یہ بات حاصل ہو کہا جاسکتا ہے کہ
ہر قسم کی تعلیم کو اسمیں کچھ نہ کچھ دخل ہے چنانچہ یہ بات عام طور سے زبانوں پر ہے
کہ عورتوں کو تعلیم کی سخت ضرورت ہے اور مشاہدہ بھی ہے کہ تعلیم یافتہ عورت خواہ
اُس نے کسی قسم کی تعلیم پائی ہو بالکل جاہل عورتوں سے ضرور مہذب ہوتی ہے۔
اِسی بناء پر آجکل تعلیم نسوان کا اسقدر چرچا ہوا ہے کہ محتاج بیان نہیں اور عورتوں
نے اسمیں ایسا قدم رکھا ہے کہ مردوں سے بھی آگے نکلنا چاہتی ہیں اور مردوں کے
ذہن میں بھی یہ مضمون عام طور سے آگیا ہے کہ تعلیم ضرور ہونی چاہئے اور اُسکے عمدہ
نتائج اور فوائد کو پیش کرکے پُرانے خیال کے لوگوں کو اکثر آدمی گرویدہ بنا لیتے ہیں صاحبو
اسمیں ایک ذرا سا چور باقی ہے وہ یہ ہے کہ کسی کام کے فوائد پیش کرکے اُس کا مطلقا
اچھا ہونا ثابت کرنا صحیح نہیں ورنہ دنیا میں کوئی کام بھی ایسا نکلنا مشکل ہے جسمیں
کوئی فائدہ نہو۔ مثلاً چوری ڈاکہ رہزنی کیا انکی نسبت کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان میں فائدہ
نہیں اگر کچھ فائدہ نہیں ہے تو کوئی انسان ان کا ارتکاب کیوں کرتا ہے کیا کوئی اپنے
نقصان کا کام بھی کرنا گوارا کیا کرتا ہے تحقیق یہ ہے کہ مطلق نفع پر کسی کام کے خیر و
شر ہونے کی بناء رکھنا صحیح نہیں کیونکہ کوئی کام نفع و نقصان سے خالی نہیں بلکہ

۵۶

نفع ونقصان میں سے جسپر بناء رکھی جاتی ہے وہ جزو غالب ہے جس کام میں نفع غالب ہو
اُسکو خیر کہہ سکتے ہیں اور جسمیں نقصان غالب ہو اُسکو شر کہنا ضرور ہے اسکی ایک مثال
دیجاتی ہے جس سے یہ مسئلہ بالکل بداہت کے ساتھ سمجھ میں آجائیگا وہ یہ ہے کہ حق تعالےٰ
نے سیکڑوں دوائیں پیدا کی ہیں اور قسم قسم کے نفع اُن میں رکھے ہیں کوئی بھی دوا ایسی
نہیں ثابت کی جاسکتی جسمیں کوئی نفع نہو اگر کوئی ناواقف وجود نفع پر بناء کرکے دوا
کا استعمال شروع کردے تو اُسکو اس اپنے فتویٰ کے بموجب سنکھیا کے کھانے میں بھی
باک نہوگا پھر اگر اُس شخص کو منع کیا جائے تو وہ جواب دیگا کہ دنیا میں دوا ہمیشہ
نفع کے لئے کئے جاتے ہیں اور نفع سنکھیا میں بھی ہے تو مجھکو منع کرنے کا کسی کو کیا
حق ہے اس کا جواب وہ لوگ کیا دیسکتے ہیں جو مطلق نفع کو مدار خیر ہونے کا ٹھیراتے
ہیں اس مغالطہ کا حل یہی ہے اور کوئی محقق اُس شخص کو اگر سمجھا سکتا ہے تو اسی طرح
کہ صرف نفع کو دیکھنا نہیں چاہئے بلکہ ہر دوا میں نقصان بھی ہے نقصان اور نفع میں سے
جو غالب ہو اُسپر مدار رکھنا چاہئے اور ہر دوا میں نقصان بھی ہے سنکھیا میں کوئی نفع ہو
لیکن ضرر اُس سے زیادہ ہے اس واسطے اُس سے احتراز ہی ضروری ہے اس مثال
سے بخوبی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ مسئلہ زیر بحث میں بھی ہر تعلیم کو کسی نفع کی بناء پر مناسب
سمجھ لینا صحیح نہیں بلکہ اُسکے نقصانات پر بھی نظر ہونی چاہئے اسکو سُنکر بعض نئے مذاق
کے آدمی گو جواب نہ دے سکیں مگر حیرت میں ضرور ہو جائینگے کہ تعلیم بھی کوئی مضر
ہوسکتی ہے لیکن یہ بات ذہن سے اس طرح بہت آسانی سے نکل سکتی ہے کہ حاکم
زمانہ کے قانون کو دیکھیں کہ وہ بھی بعض تعلیموں کو روکتا ہے مثلاً جعل بنانے کی تعلیم
جس سے جعلی نوٹ بنائے جاسکیں یا جرائم پیشہ لوگوں کے لئے فوجی تعلیم جس سے
وہ لوگ گورنمنٹ کے مقابلہ کے لئے تیار ہوسکیں یہ اشکال اُس وقت ذہن میں کیوں
نہیں آتا اب یہ بات بخوبی ذہن میں آگئی ہوگی کہ ہر تعلیم بھی اختیار کرنے کے قابل
نہیں اور تعلیم کی دو قسمیں ہیں ایک مفید ایک غیر مفید یعنی ایک واجب الترک اور
ایک ضروری اب اتنی بات باقی رہی کہ کون سی تعلیم مفید ہے اور کون سی مضر یا غیر مفید

مسئلہ بھی بہت آسانی سے حل ہو سکتا ہے اس طرح کہ کسی چیز کا اچھا ہونا اُسکے موضوع یعنی غرض کے اچھے ہونے پر موقوف ہے اور بُرا ہونا موضوع کے بُرے ہونے پر ہے یہ ایسا معیار ہے جس سے صرف بُرائی و بھلائی نہیں بلکہ بُرائی اور بھلائی کے مراتب بھی بخوبی معلوم ہو سکتے ہیں انسان کو ضرورت دو چیز کی ہے دین کی اور دُنیا کی اور یہ دونوں ضرورتیں ایک درجہ کی نہیں ہیں کیونکہ ان کا تعلق جس جس موضوع سے ہے وہ باہم برابر نہیں ہے دین کا تعلق حق تعالیٰ کے ساتھ ہے اور دنیا کا تعلق وجود انسان کے ساتھ ایسی ہے نسبت حق تعالیٰ اور وجود انسان میں ہے وہی نسبت دونوں کے متعلقات میں ہونی چاہیے ثابت ہوا کہ دین کی ضرورت دُنیا سے بہت زیادہ ہے تو یہ تفاوت دونوں تعلیموں میں بھی رکھنا ضروری ہے اور اگر یہ فرق نہ رکھا جائے تو ایسا ہو جائیگا جیسے کسی کا سر بوجہ اونچا نہ ہونے کے کمر میں گھسا ہوا اور اعضاء کی برابر ہو اور اگر اُس کا اُلٹا کر دیا جائے یعنی تعلیم دُنیا کو مقدم اور تعلیم دین کو مؤخر کر دیا جائے تو ایسا ہوگا جیسے آدمی کا سر نیچے اور پیر اوپر کر دئے جائیں تو صحیح طریقہ تعلیم کا یہ ٹھیرا کہ دین کی تعلیم زیادہ اور اہتمام کے ساتھ ہو اور دُنیا کی تعلیم بقدر ضرورت ہو اس مضمون کو اس وقت طول دینا منظور نہیں صرف یہ بیان کرنا تھا کہ منجملہ افراد تعلیم کے کون کون سا فرد ضروری ہے اور وہ ثابت ہوگیا یہاں اس بات کو بھی طول دینا مقصود نہیں کہ تعلیم دین کے بھی کون کون سے اجزاء عورتوں کے لئے ضروری ہیں یہ بحث بہشتی زیور وغیرہ میں بہت کافی موجود ہے اس وقت ہم کو دینی تعلیم کے اجزاء میں سے صرف اُن اجزاء کا بیان کرنا ہے جس سے عورتوں کے مرض عام اختلال حفظ مراتب کی یعنی اضاعت حقوق کی اصلاح ہو سکے اصلاح کے طریقہ کے بیان سے پہلے مراتب کا بیان اور اُن کی حفاظت کے طریقے اور اُن میں اختلال کے وجوہ بیان کرنا لازم ہے تاکہ مضمون منضبط اور جامع ہو سکے اور ان میں سے بھی صرف اُن کو یہاں بیان کیا جاتا ہے جن میں عورتیں زیادہ تر مبتلا ہیں تمام افراد کے احاطہ کا یہ موقع نہیں

۵۸

الاحکام الوقتیہ

بابت رمضان ۳۵ھ

رسالہ زوال السنہ عن اعمال السنہ مولفہ حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم بذیل سرخی (رمضان) ملاحظہ ہو + (نائب مدیر)

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی دامت برکاتہم کی تازہ تیارہ تصنیف

گنج عجب

یعنی

امواج طلب معہ چار باغ طرب

بیا تا برآریم دستے زدل   کہ نتواں برآورد فردا زگل

حضرات۔ دعا کے فضائل اور برکات تو ہر شخص جانتا ہے لیکن دعا اگر دل لگا کر کیجائے تو ظاہر ہے کہ اسکی قبولیت کی زیادہ امید ہے اور پُر درد اشعار ایسی شے ہے کہ ان سے اکثر طبائع کو دلچسپی ہوتی ہے اور ان کا یاد رکھنا بھی آسان ہوتا ہے بنا بریں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہ نے اردو۔ فارسی عربی کی جدید و قدیم مناجاتیں یکجا جمع فرما دی ہیں کہ جن کو پڑھکر حق تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کرنے میں دل بھی زیادہ لگے اگر کوئی چاہے تو ان کو حفظ یاد کر کے تہجد و غیرہ میں بھی پڑھ سکے اور ان کے سات حصے بھی کر دیے ہیں تاکہ اگر کوئی صاحب ہفتہ کے ایام میں منقسم کر کے ورد کرنا چاہیں تو کر سکیں۔ اور اس کے ساتھ مثنوی زیر و بم۔ رونمائے مثنوی اور رسالہ تشنیع الاسماع اور لوح الالواح بھی شامل کر دیا گیا ہے اس مجموعہ کی رعایتی قیمت (۷) سا ہے۔ نیازمند

رفیق احمد و شبیر علی از امداد المطابع تھانہ بھون

اصول ومقاصد رسالہ ہذا و ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹائٹل کے اڑھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عہ ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویپو کا اضافہ کر کے عہ کا ویلو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے ان کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۴۴ ہجری سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب بیچ سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کر دی جائیگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی شبیر علی صاحب برادر زادہ مولانا مد ظلہم العالی مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

راقم رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

۵۷ دلیل اس عقد کے جواز کی رد المحتار مطبوعہ مصر ۱۳۲۳ ہجری جلد رابع صفحہ ۱۸ و ۱۹ پر مذکور ہے ۱۲ منہ

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

وقل رب زدنی علماً ... قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... اللھم علمنا ما ینفعنا

امتثالاً للآیۃ کہ دال ست بر مطلوبیت ازدیاد علوم وامداد وللحدیث کہ دال ست بر محبوبیت تحریر از

نسل دو بار شاید صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ ودائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد وحوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ ملفوظات خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است تا بحل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ لقب صحیفہ مشیرست بہ تبرک بنام نامی ایشان ... از تحقیقات ازو دیگر اہل فضل ست

جلد (۳) | بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۳۵ ہجری | عدد (۲)

باہتمام الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

این صحیفہ کا مدرسہ امداد نام		یافتہ امداد المطابع انتظام	

فہرست مضامین رسالۃ الامداد بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۳۵ھ

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگرچہ ہر پرچہ کو شروع کرتے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں انشاء اللہ بوجہ مزید لطف کا ہو۔ (نائب مدیر)

عبدیت و نیز عقلی مصلحت کا بھی یہی مقتضا ہے کہ علل سے سوال نہ کیا جاوے

اور جب یہ ہے تو ہمکو بھی احکام سنکر بس یہی چاہئے کہ ؎

زباں تازہ کردن باقرار تو — نینگیختن علت از کار تو

اور قطع نظر اس کے کہ یہ مقتضا عبدیت کا ہے ہمارے لئے مصلحت عقلی بھی یہی ہے کیونکہ اگر یہ کاوش ہمارے لئے مفید ہوتی تو حضورؐ ہمکو اجازت دیتے ممانعت نہ فرماتے حالانکہ حضورؐ نے صاف ممانعت فرمائی سو دیکھئے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جو کہ حضورؐ کی صحبت اٹھائے ہوئے تھے اور جن کی فطرتیں بالکل سلیم تھیں جب ان حضرات نے مسئلہ قدر میں گفتگو کی تو حضورؐ نے بالکل روک دیا اور بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ اگلی قومیں اسی کھود کرید کی بدولت ہلاک ہوئیں۔

احکام شرعیہ میں کھود کرید کرنے کے مضر ہونے کا راز

اور مضر ہونے کا سبب یہ ہے کہ جس طرح بہت سے امور استدلال سے حل ہوتے ہیں اسی طرح بہت سی باتیں ایسی بھی ہیں کہ ان میں استدلال کا گذر نہیں ان کیلئے مشاہدہ اور معائنہ کی ضرورت ہے اور وہ ہمکو نصیب نہیں تو ایسی باتوں میں لم کیف کرنے کا بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ ہم تباہ ہوں اور خسر الدنیا والاخرۃ ہماری حالت ہو مجھے اس کے مناسب ایک حکایت یاد آئی۔

حکایت ۔ مشہور ہے کہ ایک لڑکے نے اپنے نابینا استاد کی دعوت کی اور کہا کہ میں آپ کو کھیر کھلاؤنگا استاد صاحب نے چونکہ کھیر کو نہ کبھی دیکھا تھا نہ ابھی تک کھانے کا اتفاق ہوا تھا اسلئے لڑکے سے پوچھا کہ بھائی کھیر کیسی ہوتی ہے لڑکے نے جواب دیا کہ کھیر سفید ہوتی ہے استاد نے کہا سفید کسکو کہتے ہیں اس نے کہا جیسے بگلا مگر استاد صاحب نے کبھی بگلا بھی نہ دیکھا تھا اسلئے اس کی بابت بھی پوچھا اس نے ہاتھ سے بگلے کی ہیئت بتائی استاد صاحب نے ہاتھ سے مس کر کے دیکھا تو فرمانے لگے بھائی یہ کھیر تو بہت ٹیڑھی ہے کیسے کھاؤنگا تو جیسے اس نابینا کے سمجھنے

کی غلطی کی وجہ یہی تھی کہ معائنہ کی چیز کو بیان سے سمجھنا چاہتا تھا یہی حالت ہماری بھی ہے۔

اسرار احکام پر اطلاع کا حقیقی طریقہ

ہاں اگر سمجھنا چاہو تو اول قلب میں نور پیدا کرو خود بخود یہ کیفیات پیدا ہوں گی اور ہر چیز کی سینکڑوں حکمتیں نظر آنے لگیں گی دیکھو اگر کوئی معمولی شخص کسی والی ملک سے کہے کہ مجھے اپنے خزانے کے جواہرات دکھا دو تو اس کی سخت غلطی ہے اور کبھی یہ شخص کامیاب نہیں ہو سکتا البتہ کامیابی کی یہ صورت ہے کہ پہلے صاحب جواہرات سے ایک خاص تعلق پیدا کرے اور اس کے خواص میں داخل ہو جائے اس کے بعد بغیر درخواست ہی کبھی وہ مہربان ہوگا تو خود دکھلا دیگا اسی کو کہتے ہیں شعر

بینی اندر خود علوم انبیا	بے کتاب و بے معید و اوستا
علم چوں برتن زنی مارے بود	علم چوں بر دل زنی یارے بود

تو دل پر موثر بناؤ اس کے بعد دیکھو کن علوم کا انکشاف ہوتا ہے اب لوگ چاہتے ہیں کہ ساری باتیں استاد کے سامنے بیٹھکر حل کریں حالانکہ یہ محض فضل خداوندی سے ہوتا ہے اور وہ بھی جب کہ خدا تعالیٰ چاہیں کہ فضل اسی خاص طریقہ سے ہو۔

بعض کے لئے اسرار پر اطلاع نہ ہونا ہی خیر اور مصلحت ہے اور اسی طرح احوال کا نہ ہونا بھی

کیونکہ کبھی کسی خاص شخص کے بارے میں یہی فضل ہوتا ہے کہ اسکو اسرار پر مطلع نہ کیا جائے جیسا کہ بعض کیلئے مطلع ہونا فضل ہوتا ہے۔

اور وجہ اس فرق کی یہ ہے کہ بعض آدمیوں کو جو کچھ اسرار معلوم ہونے لگتے ہیں تو ان کو ناز ہو جاتا ہے حتی کہ بعض بعض اپنے کو اکابر کی برابر سمجھنے لگتے ہیں لہذا اس کے لئے یہی مناسب ہے جب ہر ایک کے لئے مصلحت جدا ہے تو خود کچھ بھی تجویز نہ کرو شعر

۱۹۲

کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند		تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن

اسی واسطے یہ مذہب ہے کہ بلا اختیار جو وارد بھی ہو اسی میں خوش رہے، اور خود ہرگز کسی خاص وارد کی خواہش نہ کرے گویا یہ مذہب ہونا چاہئے کہ ؎

کہ آنچہ ساقی ما ریخت عین الطاف ست		بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش

اگر دُرد پلائیں تب بھی اسی ذوق سے پینا چاہئے جس طرح کہ صاف پی جاتی ہے کیونکہ اس میں بھی کوئی حکمت ضرور ہے۔

مگر ہمکو عبدیت کی حیثیت سے کسی مصلحت کی بھی طلب نہیں

بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر خلاف مصلحت بھی ملتا تب بھی ہمکو دم مارنے کی گنجائش نہ تھی کیونکہ ہم عبد ہیں ہمکو اس نیت کی بھی مجال نہیں کہ یہ ہمارے لئے مصلحت ہے۔ کیونکہ آخر ہم ہیں کیا چیز کچھ بھی نہیں جو کچھ ملے جتنا ملے جس طرح ملے سب ان کا احسان ہے۔

حکایت مشہور ہے کہ حضرت لقمانؑ نے کسی شخص کے ہاں باغبانی کی نوکری کی ایک روز وہ باغ میں گیا اور ان سے کہا کہ ایک ککڑی لیکر آؤ آپ ایک ککڑی لائے آقا نے اسکو چھیل کر اس کی قاشیں کیں اور اول ایک قاش حضرت لقمانؑ کو دی آپ لیکر کھا گئے اس کے بعد جو آقا نے کھائی تو معلوم ہوا کہ بالکل کڑوی ہے اس نے حضرت لقمانؑ سے کہا کہ تم نے یہ تلخ ککڑی کھالی کہا کیوں نہیں کہ یہ تلخ ہے حضرت لقمانؑ فرماتے ہیں کہ جس ہاتھ سے ہزاروں شیریں چیزیں کھائیں اگر ایک دفعہ تلخ بھی ملجائے تو شکایت نہیں کرنی چاہئے ؎

عذر کشش بنہ ار کہے بہ نتیجہ ستم		آنرا کہ بجائے تست ہر دم کرمے

پس اگر کبھی ہماری مصلحت کے خلاف بھی اُدھر سے برتاؤ ہو تب بھی ہمارے ادب میں فرق نہ آنا چاہئے صاحبو! عاشق تو ہر حالت میں عاشق ہی رہتا ہے کیا لوگوں کے خیال میں خدا سے برادری کا سا تعلق ہے کہ اس سے کادش کیجاوے دیکھئے عشاق کو تو جان جان کر ستایا جاتا ہے مگر وہ یہی کہتا ہے ؎

دل فدائے یار دل رنجان من		ناخوش تو خوش بود بر جان من

غرض جو شخص اپنی تربیت چاہتا ہے اور اسکو اسرار شریعت پر مطلع ہونے کی ہوس ہے تو اپنے اندر یہ کیفیت پیدا کرے یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

اصلاح باطن بدرجہ کمال نہ ہونے پر قدر ضروری کو تو نہ چھوڑے

اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ صاحب کیا ہم جنید بغدادی بن جائیں میں کہتا ہوں کہ صاحب آپ جنید بغدادی نہیں لیکن یہ بھی تو نہ ہو کہ بالکل نکمے ہی رہیں غور کیجئے آپ جنید بغدادی کی سی بہت سی باتیں کرتے ہیں مثلاً ایک نمازی ہے کیا کوئی شخص کہ سکتا ہے کہ میں جنید بغدادی کی برابر نماز پڑھتا ہوں ایک بزرگ کی یہ حالت تھی کہ ایک رات قیام کی نیت کی ہے تو نیت باندھکر ساری رات کھڑے کھڑے گذار دی ایک رات رکوع کے لئے تجویز کی ہے تو تمام رات رکوع ہی میں ختم ہو گئی اور فرمایا کرتے تھے کہ افسوس رات بہت جلد ختم ہو جاتی ہے دل نہیں بھرتا یہ حالت تھی کہ سہ

نہ آیا وصل میں بھی چین ہمکو	گھٹا کی رات اور حسرت بڑھا کی

پس جب کسی حالت میں بھی ہم ان کی برابر نہیں لیکن پھر بھی ہم کسی بات کو چھوڑ نہیں دیتے نماز بھی پڑھتے ہیں روزہ بھی رکھتے ہیں مثل مشہور ہے کہ گندم اگر بہم نرسد جو غنیمت است تو جب ساری چیزیں ہم میں ادنیٰ درجہ کی ہیں تو یہ حالت بھی ادنیٰ درجہ کی سہی۔

اہل اللہ سے تعلق کی ضرورت

اور اس کا طریق یہی ہے کہ کسی صاحب باطن سے تعلق پیدا کیا جائے اگر صحبت ممکن ہو تو بہت ہی خوش قسمتی کی بات ہے لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم مراسلت تو ضرور رکھنی چاہئے اور ان پر اپنا پورا حال ظاہر کر کے علاج کی تدبیر دریافت کیجئے۔

اپنی رائے سے کوئی کام نہیں ہوتا دینی ہو یا دنیوی

صاحبو اگر اپنی رائے سے کوئی شخص اپنی اصلاح کی تدبیر ہو چکر چار گھنٹے اسمیں مشغول رہنے کیلئے

سفر کرے تو اسمیں وہ بات حاصل نہ ہوگی جو کسی ماہر کی تجویز پر نصف گھنٹہ عمل کرنے میں حاصل ہو جائیگی مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ میں بخار میں مبتلا ہوا ایک طبیب سے رجوع کیا انھوں نے نسخہ تجویز کر دیا جس کے استعمال سے چند روز میں فائدہ ہو گیا میں نے نسخہ کو مفید دیکھکر اپنے پاس محفوظ رکھا اتفاق سے دوسرے برس پھر کچھ شکایت ہوئی تو میں نے اسی نسخہ کو منگا کر استعمال کیا لیکن کچھ بھی فائدہ نہوا اسلئے آخر پھر اسی طبیب سے رجوع کیا اور ان کے تجویز کردہ نسخہ سے صحت ہو گئی اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ اول حکیم صاحب کی زبان میں یا قلم میں کوئی خاص اثر رکھا ہوا تھا کہ صحت اسپر موقوف تھی بلکہ وجہ یہ تھی کہ نسخہ کی تجویز میں جس طرح مریض کے مزاج کی رعایت کیجاتی ہے زمان اور مکان کی رعایت بھی کیجاتی ہے یعنی ایام ربیع میں ایک نسخہ تجویز کیا جاتا ہے تو ایام خریف میں دوسرا کیونکہ دونوں موسموں کے مزاج بالکل الگ الگ ہیں اسی طرح سرد ملک میں جو دوا مفید ہوگی گرم ملک میں اس کا مفید ہونا ضروری نہیں ہے تو جیسے بدن کے امراض میں محض اپنی تدبیر اور رائے مرض کے زوال کے لئے کافی نہیں ہے یوں ہی نفسانی امراض میں بھی سمجھئے اور میں کہتا ہوں کہ اہل اللہ کی زبان میں بھی اثر ہے۔

اہل اللہ سے تعلق رکھنے کے متعلق وساوس کا رفع

اور اہل اللہ سے تعلق رکھنے کو جو کہتا ہوں کوئی شخص میری اس تقریر سے یہ نہ سمجھے کہ میں نوکری کرنے یا تجارت میں لگنے کو منع کرتا ہوں اور ترک تعلقات کی رائے دیتا ہوں ہرگز نہیں بلکہ میں صرف یہ کہتا ہوں کہ کسی اہل دل سے وابستگی پیدا کیجئے۔ صاحبو یہ حضرات نہایت ذی عقل ہوتے ہیں ان کو دین کی عقل کے ساتھ دنیا کی بھی کامل عقل ہوتی ہے ان کی نسبت یہ گمان ہرگز نہ کرو کہ وہ اس وابستگی کے بعد تم کو تمہاری اہل وعیال سے چھڑا دینگے بھلے حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہ سے جب کوئی خادم عرض کرتا کہ حضور جی چاہتا ہے ملازمت چھوڑ دوں تو فرماتے کہ بھائی ایسا نہ کیجو نوکری بھی کرو اور خدا کی یاد میں بھی لگے رہو اور وجہ اس ممانعت کی یہ تھی کہ جانتے تھے قلب میں قوت توکل ہے نہیں ظاہری سہارے کو چھوڑ کر خدا جانے کن مصیبتوں میں پھنس جائے اور حالت کیا سے کیا ہو جائے اکثروں کو ایسے

واقعات پیش آئے کہ انھوں نے معاش کی تنگی کی وجہ سے نصرانیت یا یہودیت کو اختیار کیا بعض کے دل میں خدا کی شکایت پیدا ہوگئی اور وہ یوں دین سے برباد ہوگئے تو اگر نوکری پر لگے رہیں گے تو زیادہ سے زیادہ کسی معصیت ہی میں مبتلا ہوں گے کفر و شرک سے تو بچے رہیں گے پس یہ حضرات چونکہ چار طرف نظر رکھتے ہیں اسلئے بقاعدہ من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما کبھی ضعفا کو ترک تعلقات کی رائے نہیں دیتے اور جن لوگوں کو گوشہ نشینی اور ترک تعلقات کا حکم انھوں نے کیا ہے وہ ایسے لوگ ہیں جنکو انھوں نے پورے طور سے جانچ لیا ہے اور دیکھ چکے ہیں کہ ان کی قوت توکل کامل ہے ایسوں کے لئے نہ ترک تعلق کی ترغیب مضر نہ اس پر عمل کرنا نقصان دہ۔ تو اہل اللہ سے تعلق پیدا کرتے ہوئے اس کا بالکل خوف نہ کیجئے وہ انشاء اللہ آپ کے قصد ترک سے پر بھی نہ چھوڑنے دیں گے۔

اپنی عقل رہبری کیلئے کافی نہیں

غرض یہ ہے کہ نری عقل سے اسرار کو دریافت کرنے کی فکر بے سود ہے اس کی تمنا ہے تو خدا کے ساتھ لگاؤ پیدا کرو دیکھو تجربہ کاروں کا قول ہے ؎

	آزمودم عقل دور اندیش را		بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را	

کہ اول ہمنے عقل سے کام لیا وہ تھوڑی دور چلی مگر تھک کر رہ گئی آخر اسکو چھوڑا اور دیوانگی اور عشق کا دامن پکڑا اس نے انتہا تک پہونچا دیا اس سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ عقل بالکل بے کار ہے عقل کار آمد ضرور ہے لیکن ایک حد تک کام دیتی ہے اس کے بعد معطل ہو جاتی ہے عقل کی حالت گھوڑے کی سی ہے دیکھو اگر کسی کا محبوب ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہو اور یہ عاشق اس کے پاس پہونچنا چاہے اور ایک گھوڑے پر سوار ہو کر چلے تو ظاہر ہے کہ گھوڑا دامن کوہ تک پہونچکر عاجز ہو جائیگا آگے جہاں سے پہاڑی زینہ شروع ہوا ہے وہاں گھوڑا نہیں چل سکتا اب اگر یہ عاشق آگے بھی جانا چاہے تو اس کی کیا صورت ہے بجز اس کے کہ ؎ وزانجا بال محبت پری یعنی عشق کا جوش اپنے اندر پیدا کرے اور راہ طے کرتا چلا جائے غرض عقل سے کام لینا چاہئے لیکن صرف اس قدر کہ فلاں شخص مقتدا بنانے کے قابل ہے اور فلاں شخص نہیں

مریض کو عقل سے کام لینا ہے لیکن محض انتخاب معالج میں کیونکہ ایسا نہ کریگا تو کثرت مدعین طبابت سے
وہی حالت ہوگی کہ ع شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا۔ مگر انتخاب کے بعد پھر چون وچرا کی
گنجائش نہیں ہے جس رستہ معالج ڈالدے اسپر بے خوف وخطر چلا جائے ورنہ اگر وہاں بھی ایں
چون است وآں چرا است سے کام لیا تو ایک قدم بھی نہ سرک سکے گا اور صدہا الجھنیں پیش آئینگی
اسلئے کہ معمولی عقل کبھی ایک فتوے پر قائم نہیں رہتی صبح کچھ رائے دیتی ہے شام کو کچھ دن کو کچھ
رات کو کچھ بعضوں کو دیکھا ہے کہ آج اہل سنت وجماعت میں داخل ہیں کل تشیع پر قائل ہیں صبح
کو قدری ہیں شام نہیں ہوئی کہ جبری بن گئے یہ انقلاب اور تبدیلیاں اسی باعث ہیں کہ عقل
ایک ٹھکانے نہیں رہنے دیتی دربدر خاک بسر پھراتی ہے۔ گویا اس کی یہ حالت ہے۔ ؎

بیزارم ازاں کہنہ خدائے کہ تو داری	ہر روز مرا تازہ خدائے دگرے ہست

حکایت۔ ابن العربی کا ایک خط اپنی کشکول میں علامہ بہاؤالدین عاملی نے نقل کیا ہے جو
انھوں نے اپنے ایک معاصر عالم کو لکھا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ایک روز بیٹھے
رو رہے تھے آپ کے کسی شاگرد نے وجہ پوچھی تو آپ نے وجہ بیان کی کہ میں کتنے سال سے ایک
دعوے کو دلیل عقلی سے صحیح سمجھے ہوئے تھا آج ایک مقدمہ اس دلیل کا مخدوش معلوم ہوا۔ تو میں
اسلئے رو رہا ہوں کہ اتنے زمانے تک جہل میں مبتلا رہا اور اب بھی اطمینان نہیں کہ جواب ثابت
ہوا وہ بھی صحیح ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ تم نے اپنے علم ظاہری کی قوت دیکھی اب چاہیے کہ دوسرا
علم حاصل کرو جسکا طریقہ یہ ہے کہ خلوت اور دوام ذکر اختیار کرو۔ بس اس قسم کا مضمون لکھا ہے
امام رازی اتنے تبحر کے بعد جب کہ ان کو کچھ حقیقت شناسی کا ذائقہ نصیب ہوا اُس وقت یوں
کہتے ہیں ؎

نهاية اقدام العقول عقال	وغاية سعي العالمين ضلال
ولم نستفد من بحثنا طول عمرنا	سوى ان جمعنا فيه قیل وقال

کہ ساری عمر کے مباحث اور علوم کا نتیجہ جو آخیر میں کھلا تو یہ تھا کہ قیل کذا وقال فلان کذا۔

۱۹۷

شیخ کامل کی علامات اور اسکے انتخاب کا طریقہ

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بتلا دینا بھی ضروری ہے کہ انتخاب جو کیا جائے تو کس معیار پر کیا جائے کیونکہ آج کل عوام الناس نے عجیب و غریب معیار تراش رکھے ہیں مثلاً اگر کسی شخص کا دربار نہایت عالی ہو لوگوں کی آمد و رفت اس کی طرف زیادہ ہو تو سمجھتے ہیں کہ یہ بہت بڑا بزرگ ہے خصوصاً اگر امرا اور رؤسا کی جماعت بھی ادھر مائل ہو تب تو گویا ان کی بزرگی پر رجسٹری ہو گئی حالانکہ میں نے ایک نہایت کامل اور ماہر فن جامع شریعت و طریقت شیخ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جس درویش کے پاس زیادہ تر دنیا داروں کا ہجوم ہو اور علما و صلحا کا ہجوم کم ہو تم ادھر متوجہ نہ ہو کیونکہ دنیا داروں کا گرنا اور دیداروں کا پرہیز اس درویش کے نقص کی دلیل ہے اسلئے الجنس یمیل الی الجنس کبوتر با کبوتر باز با باز تو وہ درویش بھی دنیا دار ہے اور بعض لوگوں کے نزدیک معیار بزرگی اسکے علاوہ ایک دوسرا امر ہے اور وہ اس سے زیادہ دقیق ہے وہ یہ ہے کہ اکثر کم سمجھ لوگ یوں جانتے ہیں کہ جس شخص میں کشف و کرامات زیادہ ہو خوارق کا صدور اس سے زیادہ ہوتا ہو وہ سب سے بڑا بزرگ ہے حالانکہ یہ معیار بھی بالکل لغو ہے کیونکہ کشف و کرامت کا صدور کثرت ریاضت و مشاقی و صحت قوائے جسمانی و نفسانی پر موقوف ہے جس میں یہ سب باتیں جمع ہوں گی اسے کشف ہونے لگے گا اگرچہ وہ کافر ہی ہو ایسے واقعات بکثرت سننے میں آئے اور نہ بھی سنتے تب بھی یہ بات ظاہر تھی دیکھو دجال جو کہ مدعی الوہیت ہو گا کیسے کیسے شعبدے اس سے ظہور پذیر ہوں گے بارش تک کر کے دکھلا دیگا زمین کے خزانے اس کے ہمراہ چلیں گے پس ظاہر ہوا کہ خوارق کا صدور بھی صحیح معیار نہیں ہے صحیح معیار دریافت کرنے کے لئے اول یہ سمجھو کہ انسان کے لئے سب سے بڑا کمال اس کی وہ حالت ہے جس کے لئے اس کو دنیا میں بھیجا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ کشف و کرامت کے لئے انسان کو دنیا میں نہیں بھیجا گیا کیونکہ اگر یہ مقصود ہوتا تو دنیا میں بھیجنے کی کیا ضرورت تھی عالم ارواح میں اسپر بہت کچھ منکشف تھا نیز مرنے کے بعد کافر تک کو بہت سے مغیبات منکشف ہو جائیں گے ارشاد ہے وبدا لهم من الله ما لم يكونوا يحتسبون۔

(باقی آئندہ)

۱۹۸

تصور شیخ برابر جاری رکھوں۔
(جواب) شیخ کا تصور بالخصوص نماز میں قصداً خلاف سنت اور بعض حالات میں سبب حدمضر ہو جاتا ہے البتہ بلا قصد اگر آ سے تب بھی اختیار سے اسکو باقی نہ رکھا جاوے ذکر کی طرف یا مذکور کی طرف التفات تازہ کر لیا جاوے اگر اسپر بھی باقی رہے تو وہ مبارک حالت ہے اس کو نعمت سمجھکر خدا کا شکر کیا جاوے کہ ناشی ہے محبت شدیدہ سے مثل دوسرے خیالات فاسدہ کے اس کو واجب الدفع نہ سمجھا جاوے کہ خیال مانع عن اللہ خیال موصل الی اللہ کی برابر نہیں اگر سمجھ میں نہ آیا ہو دوبارہ تفصیل دریافت کر لی جاوے۔

(حال) آج شب کو خواب میں مولانا شبیر احمد صاحب دیوبندی کو دیکھا کہ حضرت والا کے سامنے پیالہ ہاتھ میں لئے (جیسا کہ طلبہ کھانا لانے کے واسطے جایا کرتے ہیں) حاضر ہونے میں اسوقت ان کے قلب کی طرف نگاہ کرنے لگا اور قلب کی اچھی حالت معلوم ہوئی مولوی صاحب موصوف کہنے لگے کہ میں سمجھ گیا جو کچھ تیرے دل میں ہے میں نے ہنس کر عرض کیا کہ ماشاء اللہ اب تو آپ صاحب کشف ہوگئے اس کے بعد ہم دونوں میں مقامات انبیاء علیہم السلام کی بابت گفتگو ہونے لگی وہ فرماتے تھے کہ مقامات انبیاء علیہم السلام کی کسی کو ہوا بھی نہیں لگی میں نے عرض کیا کہ مقامات انبیاء علیہم السلام میں رسوخ تو غیر نبی کو نہیں ہو سکتا لیکن محض ان مقامات کی سیر کرنا اور ان کو جان لینا ممکن ہے اور بحمد اللہ میں نے مقامات انبیاء علیہم السلام کی سیر کی ہے صعود تو بہت سہل تھا مگر نزول کے وقت دشواری معلوم ہوئی تھی اس گفتگو کے بعد میں نے اپنے آپ کو ایک عالیشان عمارت پر چڑھتے دیکھا اور دل میں یہ بات آرہی تھی کہ میں مقامات انبیاء علیہم السلام کی سیر کر رہا ہوں مقام بہت ہی بلند تھا اور واقعی صعود تو بہت ہی سہل تھا نزول کے وقت دقت معلوم ہوتی تھی تعبیر سے مشرف فرمایا جاوے۔

(تحقیق) مولوی شبیر احمد کی کامیابی کی بھی بشارت ہے خدا تعالیٰ نصیب کرے اور مقامات انبیاء علیہم السلام کے متعلق عجیب تحقیق معلوم کرائی گئی جو مجموعہ قولین سے ثابت ہوئی یعنی حصول قدمی تو ان مقامات کا غیر نبی کو نہیں ہو سکتا مگر سیر نظری ہو سکتی ہے فاجتمعا۔

(حال) اس مرتبہ خدمت اقدس میں بیٹھنے کا کم موقعہ ملا مگر الحمد للہ کہ قلب اکثر حضرت والا ہی

کی خدمت میں حاضر تھا اور آج کل تھانہ بھون حاضر ہونے سے سکون بڑھتا ہے اور قلب میں ایسی برودت محسوس ہوتی ہے کہ اس سے تمام بدن سرد ہو جاتا ہے پہلے خدمت والا میں حاضر ہونے سے شورش بڑھتی تھی۔

(تحقیق) وہ ابتدا کی حالت تھی اُس وقت طلب و شوق کی حرارت ہوتی ہے یہ انتہا کی حالت ہے اس وقت انس و تمکین کی برودت ہوتی ہے۔

(حال یکے از منتہیان) ۔ مولائی اور کبھی فانی غارق ۔ فی لجۃ الشہوات و العصیان حالت یہ ہے کہ پہلے تو غیر اللہ کی طرف میلان قلیل سے بھی نفرت اور غیرت آتی تھی کہ محبوب حقیقی کے ہوتے ہوئے غیر ہرگز قابل التفات نہیں اور اب ذرا ذرا سی چیز بھی اپنی طرف مائل کر لیتی ہے حتی کہ نظر شہوت وغیرہ سے بھی باک نہیں بحمداللہ تنبہ جلد ہو جاتا ہے اور توبہ و استغفار بھی کر لیتا ہوں مگر یہ معلوم قلب اب غیر اللہ کی طرف اسقدر جلد کیوں مائل ہو جاتا ہے۔

(تحقیق) ابتدا میں شوق کا غلبہ ہوتا ہے اور انتہا میں انس کا شوق میں مانعیت طبیعہ ہے اور انس میں مانعیت عقلیہ مگر امتحان کا موقع یہی ہے پس میلان موجب غم نہیں اُس پر عمل البتہ موجب غم ہے اسمیں تساہل موجب غیرت حق ہے حدیث میں ہے واللہ یغار ان یزنی عبدہ او امتہ اور حدیث میں ہے والعینان تزنیان پس ہمت سے کام لینا چاہیئے ورنہ بد شود۔

(حال) دوسری بات قابل عرض یہ ہے کہ احقر کو صدور معاصی سے محبت و تعلق مع اللہ کم نہیں ہوتا بلکہ اگر کبھی نفس میں کسی قدر حجاب آتا بھی ہے تو یہ خیال اُس حجاب کو رفع کر دیتا ہے کہ کیا اس تعلق کو اپنے افعال حسنہ کا ثمرہ سمجھتا ہے جو افعال قبیحہ سے اسمیں کمی ہو جاوے نہیں جو کچھ ہے بلا سعی کے محض موہوب ہے نہ کسی فعل صالح پر اُس کا ترتب موقوف تھا نہ قلت عمل صالح سے اُسمیں کمی ہونی چاہیئے اس کی بابت کیا ارشاد ہے کہیں یہ حالت موجب جرأت علی المعاصی تو نہیں۔

(تحقیق) یہ حالت بد ہے نیک نما۔ کلمۃ حق ارید بہا الباطل ہے۔ شیطان کا دھوکہ ہے یہ ظاہر ہے کہ محبت عبد مع الحق ظل ہے محبت حق مع العبد کی اور معصیت سے ثانی میں کمی

ہوتی ہے للمنافاۃ بین الرضا والسخط پس اول میں بھی کمی لازم ہے اور جو چیز کم نہیں معلوم ہوتی ہے وہ حقیقت تعلق کی نہیں وہم اور خیال تعلق کا ہے پس یہ حالت سبب جرأت ضرور ہے غرض معصیت کو علت سخط ضرور سمجھے لیکن طاعت کو مؤثر فی الرضا نہ سمجھے کیونکہ ہماری طاعت میں ایسا اثر نہیں ہے لیکن معصیت میں ضرور یہ اثر ہے۔ فلا تزل قدمک۔

(سوال) حضور کوئی وظیفہ صفائی قلب کے لئے تحریر فرمائیں۔

جواب صفائی قلب کے لئے وظائف مقرر نہیں قلب کی صفائی اعمال کی اصلاح سے ہوتی ہے اعمال ظاہرہ اور اعمال باطنہ بھی اور وظیفے ان اعمال کی اعانت کے لئے ہوتے ہیں اگر اس کا شوق ہو اپنے مفصل حالات مجھکو لکھکر بھیجیں تاکہ میں بقاعدہ تعلیم کروں۔

(حال) کچھ دنوں سے میری طبیعت کو یکسوئی نہیں ہوتی ایک طرح کی وحشت اور غیر اطمینانی حالت رہتی ہے حالانکہ اس کی کوئی وجہ نہیں ہے روزانہ بعد نماز فجر ۱۰۰ بار لاحول ولا قوۃ اور ۱۰۰ بار درود شریف اور بعد نماز عشا ۱۰۰ بار استغفار و ۱۰۰ بار درود شریف وغیرہ پڑھا کرتا ہوں لیکن اس سے قلب کو طمانیت اور سکون نہیں حاصل ہوتا لہذا بکمال ادب گزارش کرتا ہوں کہ کوئی ایسا وظیفہ تحریر فرما دیجئے کہ جس سے میری شکایت رفع ہو جائے اور طاعت میں شوق پیدا ہو۔

(تحقیق) السلام علیکم یکسوئی نہ ہونے سے آپکا کیا ضرر ہے اس کا جواب آنے کے بعد عرض کروں گا والسلام۔

(حال) چند روز سے خادم کی ظاہری و باطنی حالت میں کچھ تغیر و تبدل سا معلوم ہوتا ہے اول یہ جو کہ جناب والا کا شوق و اشتیاق حضوری بالاضطرار و بالاضطراب تھا اس میں کمی ہے پہلے ہر وقت خیال رہتا تھا اب گاہ گاہ یاد و شوق آتا ہے۔

(تحقیق) یہ حالت مذموم نہیں کیفیت شوقیہ ابتدائیہ کا بقا ضرور نہیں۔

(حال) دوسری حالت ظاہری یہ ہے کہ پہلے معاملات دنیاداری کی جانب توجہ کم تھی اور دنیادی کاموں سے جی اوکتا تا تھا اور اب اشتغالات دنیا میں جی لگتا ہے اور اُن کے انتظام و انصرام میں وقت زیادہ صرف ہوتا ہے لیکن دل گھبراتا ہے جی نہیں لگتا ہے۔

(تحقیق) وہ اشتغالات دنیویہ اگر ضروری ہیں تو یہ مضر نہیں خاصکر دل گھبرانے کے ساتھ

اور اگر فضول ہیں تو مضر ہے علاج اس کا ان فضولیات کا ترک ہے اگرچہ تکلف کے ساتھ ہو۔

(حال) تیسری بات یہ ہے کہ حظوظ نفسانی کے اشیاء وسامان جمع کرنے کو جی چاہتا ہے

(تحقیق) اس کی مثال لکھنا چاہیئے۔

(حال) میں جناب مولانا ...... کے حلقہ میں داخل ہوا تھا کچھ عرصہ تک حلقہ میں شامل رہا اب مولانا کے یہاں کی حالت بہت نازک ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے کشف ایسا یقینی سمجھا جاتا ہے کہ اس پر ملازمین پر احکامات جاری کئے جاتے ہیں اور پوچھا جاتا ہے کہ کیا دیکھا ذہیم بندیوں کو فاسد العقیدہ کہا جاتا ہے۔ میلاد شریف میں قیام کیا جاتا ہے اور کئی آدمی ملکر سلام پڑھتے ہیں مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں پھول لوٹائے جاتے ہیں ایک صاحب کو کشف ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پھول اٹھاتے ہیں یا پھول اٹھا کر اپنی گود میں رکھتے ہیں ایک شخص مولانا کے خاص ملازموں میں ہے وہ نماز نہیں پڑھتا ہے ان کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے صرف ایک عیب ہے کہ نماز نہیں پڑھتا ان خرافات کا کہاں تک بیان کر کے جناب کا وقت خراب کروں میں نے اب حلقہ سے علیحدگی اختیار کر لی ہے اسم ذات جسقدر ہو سکتے ہیں پڑھ لیتا ہوں اور جناب سے امیدوار ہوں کہ میری دستگیری فرمائی جاوے اور مجھکو بیعت سے مشرف فرمایا جاوے، اور جیسا حکم فرمایا جاوے ویسا عمل کروں فقط

(تحقیق) ایک دفعہ جلدی کر کے اب تک پچتا رہے ہیں کبھی دوسری بار پھر نہ پچتانا پڑے لہذا بیعت میں تعجیل مناسب نہیں اچھی صورت یہ ہے کہ جس سے بیعت ہونے کا قصد ہو پہلے اس کے پاس مہینہ دو مہینہ قیام کر لیا جاوے جب ہر طرح قلب مطمئن ہو جائے جب درخواست کی جائے اگر درخواست کے وقت دوسرے کا قلب بھی مطمئن ہوگا۔ تو قبول کرے گا اور اگر اس نے کچھ عذر کیا تو اور قیام کیا جاوے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس طرح کرنے سے دوسرے کا انکار طویل نہ ہوگا ایسی بیعت کا لطف دیکھنے کے قابل ہوگا باقی یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے کہ جس کو سنا اس کے پیچھے ہوئے بقول کسی شاعر کے ؎

من قاش فروش دل صد پارۂ خویشم	لختے برد از دل گزرد ہر کہ ز پیشم

(حال) حضور کئی روز ہوتے ہیں کہ ایک شب کو نماز وتر کے ادا کرنے میں دیر ہو گئی تھی اور

۱۲۴

دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب سونے کے بعد صبح کو سویرے آنکھ کھلے گی یا نہیں کہ جس کی وجہ سے قبل نماز صبح وظیفہ سے فراغت ہو جائے اسی خیال میں جب سو گیا تو ایک دفعہ تھوڑی ہی دیر کے بعد آنکھ کھل گئی اور اٹھ کر صحن میں جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ سوئے ہوئے دیر نہیں ہوئی پھر سویا تو ایک ایسے خواب میں مبتلا ہوا کہ جس کا ابتدائی حصہ صرف اتنا یاد ہے کہ کچھ ذکر خیر ہو رہا تھا مگر اخیر کا حصہ عجب پریشان کن تھا کہ بالکل سمجھ میں نہیں آتا وہ یہ کہ خواب ہی میں میں نے یہ دیکھا کہ کوئی شخص آکر میرے بائیں مونڈھے کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ رہا ہے اور میں اس سے کہہ رہا ہوں کہ اتقوا اللہ۔ مگر وہ نہیں باز آیا یہاں تک کہ زور سے چلایا جب میں نے کہا تو فوراً بیدار ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی اپنی آواز سنی اور یہ معلوم ہوا۔ کہ کوئی شخص ابھی یہاں سے ہٹ گیا ہے مگر جب اِدھر اُدھر نظر ڈالی تو کوئی نہ تھا اس پریشانی میں یہ خیال ہوا۔ کہ شاید اب سونے کے بعد صبح سے پہلے وظیفہ پڑھنے کے وقت آنکھ کھلے یا نہ کھلے اسی وقت پڑھ کے اطمینان سے سونا چاہئے چنانچہ اسی وقت پڑھنا شروع کیا اور فراغت پاکر اطمینان سے سویا تو صبح کے وقت نماز کے وقت آنکھ کھلی اطمینان سے وہ بھی ہو گئی مگر رات کے واقعہ سے حیرت تھی اور اب بھی ہے۔

(تحقیق) قرائن سے شیطان معلوم ہوتا ہے ایسے امور اکثر پیش آجاتے ہیں کوئی پریشانی کی بات نہیں انہ لیس لہٗ سلطان علی الذین اٰمنوا وعلیٰ ربہم یتوکلون۔

(حال) ایک بار اور بھی ایسا ہی واقعہ ہوا اس مرتبہ یہ معلوم ہوا کہ کسی نے آکر سر پکڑ کر کہا کہ اٹھو تو میں اٹھ بیٹھا اِدھر اُدھر دیکھنے لگا کوئی نظر نہیں آیا تو پھر سو گیا مگر بعد کو کچھ پریشانی نہیں ہوئی۔

(تحقیق) قرائن سے یہ کوئی روح طاہر معلوم ہوتی ہے باذن حق ایسی صورتیں اعانت کی ظاہر ہوتی ہیں۔

(حال) اس روز یہ خیال ہوا۔ کہ حضور والا میں تحریر کروں لیکن محض ایک خیال کا شبہ ہوا۔ اس وجہ سے رک گیا میں نے کئی بار یہ دیکھا کہ جب کوئی نئی بات ہوتی ہے اور اس کی نسبت میرا یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کا لکھنا حضور والا میں فضول ہے تو کچھ دنوں بعد پھر وہی یا اسی کے مثل واقعہ ہو کر مجھ کو گویا مجبور کرتا ہے کہ حضور سے دریافت کروں اور جہاں حضور کے یہاں تحریر ہوئی بس اطمینان ہو جاتا ہے۔

۱۲۵

(تحقیق) یہ تقاضائے فضل رحمت ہے رب زدنی علما پر عمل کرایا جاتا ہے۔

(حال) مجھکو شرم معلوم ہوتی ہے کہ میری وجہ سے حضور کو بہت تکلیف ہوتی ہوگی کیونکہ حضور کو ابتک ضعف کی شکایت باقی ہے اور جب خط جائیگا تو حضور کو جواب لکھواتے میں ضرور تکلیف محسوس ہوتی ہوگی۔

(تحقیق) کچھ تکلیف نہیں ایسا وسوسہ نہ لاویں۔

(حال) حضور کا ضعف تو ایسا تھا جیسے ہمارے ساتھ ہمارے معاصی کو پیچھا ہی نہیں چھوڑتے

(تحقیق) یہ تشبیہ صحیح نہیں کہاں زحمت بالزاے کہاں رحمت بالراء۔

(حال) الحمد للہ کہ حضور کے فیض سے اب یہ بات حاصل ہو گئی ہے کہ کسی کی نسبت دل میں حسد نہیں رہتا، و نیز غیبت و اعراض الناس میں پڑنے سے سخت وحشت ہوتی ہے جس چیز کو دیکھتا ہوں ایک عبرت اپنے نفس کیلئے اُس سے پیدا ہو جاتی ہے یہانتک کہ لہو و لعب سب و شتم دیکھکر اور سنکر کے بھی ایک قسم کی عبرت حاصل ہوتی ہے اور کسی کی بات خواہ بھلی ہو یا بری یاد نہیں رہتی بعض وقت تو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ دماغ جب پریشان ہوتا ہے تو یہ چاہتا ہوں کہ کسی کے ساتھ کہیں ایسی جگہ جاوٴں کہ وہاں کچھ دیر جی بہل جائے مگر وہاں بھی ان باتوں سے خیال نہیں ہٹتا بلکہ بعض وقت تو ایسا ہوا ہے کہ جب کسی تماشہ میں گیا تو وہاں، ویرنہ یادہ پریشانی ہوئی، ور یہ خیال ہوا کہ یہ لوگ دنیا کے لئے اسقدر کوشش کرتے ہیں اور ایک ہم ہیں کہ دین کے واسطے اس کا ایک شمّہ بھی نہیں کرتے اور یہ خیال کرکے آنکھیں آنسو بھر آئے مگر بہت مشکل سے رونے سے محفوظ رہا اور کسی بہانہ سے وہاں سے ہٹ کر کے نجات ملی میرے مکان کے اردگرد سارے ہندوؤں کے مکانات ہیں اُن کے یہاں رات دن گانا بجانا رہتا ہے بہت فحش گالیاں شادی وغیرہ کے ایام میں گاتے ہیں اس بات کا خیال کرکے رونا آتا ہے بلکہ کبھی کبھی رو دیتا ہوں کہ کاش اگر ان کے گالی دینے کے وقت میں خدا کی یاد کرتا تو میرے لئے کس قدر مفید ہوتا مگر افسوس کہ نہیں ہو سکتا اسپر رونا آجاتا ہے اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ ایک بھی گالی کا خیال نہیں رہتا بعض لوگ کسی موقع پر اگر مجھکو کوئی سخت بات کسی امر کے لئے کہدیتے ہیں تو تھوڑی دیر بعد یا کچھ دنوں بعد بالکل اس کا خیال دل میں نہیں رہتا یہانتک کہ اگر کوئی شخص اس

قصہ کو چھیڑو تو ایک قسم کی نفرت پیدا ہوتی ہے کہ فضول گزشتہ بات کے ذکر کی کیا ضرورت ہے۔

(تحقیق) یہ سب علامات ہیں فنائے حسی کی مبارک ہو۔

(حال) بعض وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے جسم کے اندر کیا چیز ڈال دی ہے جس کے سبب سے میں حرکت کر رہا ہوں پھر جب غور کرتا ہوں تو اپنے وجود کا خیال کوئی چیز ہی نہیں معلوم ہوتا اس وقت شان خدا کے اوپر فدا ہو جانے کو جی چاہتا ہے مگر یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ؎ ایں خیال است و محال است و جنوں۔

(تحقیق) یہ علامت ہے فنائے علمی کی مبارک ہو۔

(حال) خیال میرا یہ تھا کہ شاید ضعف دماغ سے یہ باتیں محسوس ہوتی ہیں اس کے واسطے مقوی دماغ دوائیں استعمال کیں مگر ہنوز روز اول است۔

(تحقیق) اگر ضعف ہو تو خود وہ بھی مستقلاً قابل تدارک ہے خواہ یہ آثار اس کے نہوں۔

۱۲۷

(حال) بحمد اللہ تمام معمولات مع چھ ہزار اسم ذات خفی کے جاری ہیں اور ہزار ہزار شکر ہے کہ بلا ناغہ جاری ہیں یہ محض اعلیٰ حضرت کی توجہات کا ثمرہ ہے۔

(تحقیق) ؎

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں　　مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

قال علیہ السلام انما انا قاسم واللہ یعطی۔

(حال) جس کیفیت کو حضرت والا نے سلطان الاذکار تحریر فرمایا ہے وہ ایک روز ادھر اور ہوئی تھی پھر موقوف ہو گئی جس کا قلق اور افسوس ہے۔

(تحقیق) ؎ روزہا گر رفت گو رو باک نیست ٭ تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست

یعنی تعلق مع اللہ۔

(سوال) اور میری طرف سے جو گھر میں ان کو رنج پہنچتا ہے تو مجھکو یہ بات زیبا ہے کہ میں ان سے معافی مانگوں یا نہیں۔

(جواب) مناسب ہے مگر ایسے طور پر کہ ان کو دلیری اور تکبر نہ پیدا ہو جاوے۔

(حال) تھوڑے سے عرصہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر باجہ کی آواز اضطراراً کبھی کان میں پڑتی ہے

تو عجیب توجہ الی اللہ محسوس ہوتی ہے مگر قصداً سماع سے رکتا ہوں یہ تنزل تو نہیں ہے بوجہ مخالفت سنت کے ظاہراً۔

(تحقیق) یہ غلبہ ہے توحید کا کہ مصنوع جاذب ہوتا ہے صانع کی طرف اور گو یہ امر ہر مصنوع میں مشترک ہے مگر آواز خوش میں بعض خاص خصوصیات ہیں جو اہل فن کے نزدیک معروف ہیں اور میلان امر فطری ہے اور ناشی عن سلامۃ الحس ولطافۃ الادراک اور امر فطری کوئی مخالف سنت کے نہیں بلکہ متقی کے لئے یہ میلان اعون فی الدین ہے کیونکہ باوجود میلان کے اس کے مقتضا پر عمل نہ کرنا اقرب الی التقویٰ ہے ؎

شہوت دنیا مثال گلخن ست		کہ ازو حمام تقویٰ روشن ست

اور بعض حالات میں اس سے طبعی نفرت ہوتا یہ ناشی ہے غلبہ حال سے جو کہ مبتدی یا متوسط کو ہوتا ہے فقط۔

(حال) بتوفیقہ تعالیٰ اذکار بدستور جاری ہیں البتہ بعض اوقات بباعث ناسازی طبع تعداد میں قلت ہو گئی تھی۔

(تحقیق) لا باس بہ۔

(حال) توارد قبض وبسط بدستور جاری ہے البتہ اس طرف قبض دیر تک رہتا ہے اور زمانہ بسط کم ہوتا ہے۔

(تحقیق) در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست۔

(حال) اب اشغال میں یہی توجہ الی اللہ تعالیٰ قائم رہتی ہے۔

(تحقیق) الحمد للہ۔

(حال) البتہ ان اشغال میں جن میں تفکر وغور کرنا پڑتا ہے فی الجملہ غفلت ہو جاتی ہے۔

(تحقیق) معلوم نہیں وہ کونسا شغل ہے بہرحال اس کو چھوڑ دیا جاوے۔

(حال) طبیعت تلاوت کلام مجید اور اس کے معانی میں تدبر کی طرف زیادہ مائل ہے مگر چونکہ آنجناب سے اس کی اجازت حاصل نہیں کی ہے۔ اس لئے معمول سے زیادہ تلاوت نہیں کرتا اور نہ معانی میں زیادہ غور وفکر کرتا ہے۔

(تحقیق) اگر بے ساختہ اسطرف انجذاب ہو تو میں اُس ممانعت سے رجوع کرتا ہوں۔

(حال) بعض اوقات حالت ذکر میں ایکطرح کی روشنی جو مشابہ بجلی کے ہوتی ہے دکھائی دیتی ہے اور دوسروں نے بھی اس روشنی کو خادم کے خواب کی حالت میں دیکھا ہے۔

(تحقیق) ظاہرا یہ انوار ذکر کے ہیں جو اس صورت سے متمثل ہوتے ہیں محمود ہیں مگر مقصود اور کمال نہیں۔

(حال) بوقت ذکر شب میں یہ خیال ہوتا ہے کہ ایسا نہو کہ یہ ذکر اہلیہ کے خواب میں مخل ہو اور وہ اوبانہ کہتی ہوں اس کے متعلق جیسا ارشاد ہو عمل میں لاوے۔

(تحقیق) بے تکلفی کا رشتہ ہے پوچھ لیا جاوے۔

(حال) خادم میں قدیمی عیب یہ ہے کہ بہت جلد مغلوب الغیظ ہو جاتا ہے مگر آج کل اس عیب میں ترقی پاتا ہے۔

(تحقیق) یہ ترقی عارضی ہے غلبۂ آثار ذکر سے آزادی بڑھ جاتی ہے آزادی سے غصہ بڑھ جاتا ہے مگر آثار ذکر کے رسوخ سے تمکین حاصل ہو جاوے گی۔

(حال) وساوس میں ترقی ہے خصوصاً بوقت ذکر۔

(تحقیق) مضر نہیں بلکہ ایک گونہ مجاہدہ ہے التفات نہ کیا جاوے اور پھر اطلاع دیجاوے۔

(حال) احقر بفضل خدا ہنوز اپنے وظیفہ میں سرگرم ہے لیکن میرا حال مختلف قسم کا رہتا ہے کیا ہو جاتا ہے کہ اہل مکان کو شرع کے خلاف چلنے سے ان پر غضب ناک ہو جاتا ہوں تحمل نہیں کر سکتا یہاں تک کہ ایسی نوبت پہونچی کہ مکان والے سب مجھ پر خفا و ناراض ہو گئے حضرت والد صاحب بھی دلگیر ہیں بلکہ مجھکو دیوانہ سمجھ رکھا ہے اور درحقیقت حال بھی کبھی کبھی دیوانوں کی طرح ہی ہو جاتا ہے گاؤں میں بھی دشمن بہت ہیں کبھی دل میں یہ خیال آتا ہے کہ شاید کسی نے مجھ پر جادو کیا ہوگا کہ مربیوں کے ساتھ جنگ و جدل کرتا ہوں ان لوگوں کو نہیں دیکھ سکتا کبھی دل میں رحم بھی آجاتا ہے مگر مکان سے غیر جگہ میں حالت اچھی رہتی ہے مکان جانے سے وہی حال ہو جاتا ہے۔ اس وقت پردیس میں اچھا حال ہے مدرسہ میں پڑھانے سے جی خوش رہتا ہے مگر مدرسہ کا کام تلاوت قرآن و مناجات مقبول کے وقت کے بعد کرتا ہوں ذکر کے وقت اگر نہ کروں

تو طلبہ کو اور وقت پڑھنے کا میسر نہیں ہوتا پس کیا ذکر منفصل کرنے کی اجازت ہے یعنی بعد تلاوت قرآن مناجات کے گھنٹہ دو گھنٹہ طلبہ کو پڑھا کے باقی وظیفہ جو چھ ہزار مرتبہ ذکر اللہ ہے ادا کروں۔

(تحقیق) یہ منصب مربی اور مقتدا کا ہے کہ اپنے متعلق جو مناسب ہو تجویز کیا جاوے آپ خود بھی اپنے کام سے فارغ نہیں ہوئے آپ کو کسی سے الجھنا مناسب نہیں اگر مدرسہ میں دل مطمئن رہتا ہے تو مدرسہ ہی میں زیادہ رہا کیجئے ذکر بلا اتصال بھی نافع ہوگا۔

(حال) میرے ذہن میں مقصود اس طریق کا محض رضائے الٰہی ہے کوئی لذت اور کیفیت اس سے مقصود نہیں قطع نظر اس سے خواہ اسی ذریعہ سے خواہ کسی اور صورت سے اگر خواہش اور مقصود ہے تو یہ کہ دل میں صفائی پیدا ہو منہیات سے نفرت اور طاعت سے رغبت ہو کہ مجھ سے اچھے فعل سرزد ہوں اور دل کو ذکر حق سے انس ہو وحشت جاتی رہے جو مخل ذکر ہوتی ہے اس سے زیادہ میرا نقصان علم اپنے مدعا کو ظاہر نہیں کرسکتا میں بیمار ہوں آپ طبیب ہیں تشخیص آپ کی جو کچھ ہو وہی لائق تسلیم ہے۔

(تحقیق) بعد عشا تہجد پڑھ لینا بھی کافی ہے مگر ذکر نفی و اثبات ایک معتد بہ مقدار میں ہونا ضروری ہے تعداد اس کی اپنے قوت و تحمل پر نظر فرما کر تجویز کر لی جاوے پھر مجھ کو اطلاع ہو جانا چاہئے اس طریق کا جو مقصود تحریر فرمایا ہے ٹھیک ہے دوسرا مقصود بھی صحیح ہے مگر اس میں کسی قدر تفصیل کی حاجت ہے وہ یہ کہ نفرت اور رغبت اس درجہ کی کبھی نہیں ہوتی ہے کہ ارادہ اور اہتمام کی حاجت نہ رہے یا کوئی داعیہ خلاف کا تقاضا نہ رہے ایسا درجہ ضرور ہو جاتا ہے کہ تھوڑا سا اہتمام کافی ہو جاوے اور معوق کی مدافعت میں تھوڑی توجہ سے کامیابی ہو جاوے اس لئے کہ اگر داعیہ خلاف کا بالکل فنا ہو جاوے تو پھر ابتلا جو شان مکلف کی ہے بالکلیہ جاتا رہے تو اس صورت میں یہ شخص مستحق اجر بھی نہ ہوگا دوسرا امر یہ قابل عرض ہے جو کہ اسی مضمون سابق کی فرع ہے کہ توحش عن الذکر اگر غالب بھی ہو جب بھی مخل مقصود نہیں ہے۔ جیسا آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ مخل ذکر ہے کیونکہ ذکر پر اختیار تو اس وقت بھی باقی رہتا ہے البتہ گرانی ضرور ہوتی ہے مگر اس گرانی کا مقابلہ امر اختیاری ہے پھر مخل ہونے کے کیا معنی یہ ایک نفس کا کید ہے کہ مشقت سے بھاگتا ہے اور محب حق ہو کر بھی عافیت کا محب بنتا ہے۔

اصلاح انقلاب متعلق مہر

اس باب میں بھی متعدد و مختلف کوتاہیاں ہوتی ہیں بعضہا اشد من بعض چنانچہ ایک کوتاہی جو بعض وجوہ سے سب سے زیادہ سخت ہے یہ ہوتی ہے کہ اکثر لوگ مہر ادا کرنے کا ارادہ ہی دل میں نہیں رکھتے پھر خواہ جانب ثانی بھی وصول کا ارادہ نہ کرے اور خواہ کسی سبب عارض طلاق یا موت سے وہ یا اس کے بعد اس کے ورثہ وصول کرنے کی کوشش کریں لیکن بہرحال ہیں زوج کی نیت ادا کی نہ ہو سو لوگوں کی نظر میں یہ بات نہایت سرسری امر ہے حتی کہ اس کا سرسری ہونا ان کی تصریحات سے بھی معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ قلت و کثرت مہر کی گفتگو میں بے دھڑک کہتے ہیں کہ میاں کون لیتا ہے کون دیتا ہے خیر یہ بھی ایک بات ہی تو ہے اس اعتقاد کا صریح اقرار کرتے ہیں کہ مہر محض نام ہی کرنے کو ہوتا ہے دینے لینے کا اس سے کوئی تعلق نہیں سو اول تو فی نفسہ بھی یہ دعویٰ غلط اور باطل ہے مہر بنص شارع حق واجب و لازم اور مثل دیگر دیون مفترض الادا ہے جب تک کوئی مسقط اس کا نہ پایا جاوے مثل ابراء یا اس کے جز یا کل کا زوج کو میراث میں پہنچ جانا یا طلاق قبل الدخول نصف مہر کے لئے وغیر ذلک من الاسباب المذکورۃ فی کتب الفقہ بہرحال وہ فی نفسہ واجب الادا ہے تو اس کی نسبت دعویٰ عدم وجوب باطل ہے دوسرے موقع پر خود یہ مدعی ہی اپنے فعل سے اپنے اس قول کی تکذیب کرنے لگتے ہیں یعنی جب ان کی متعلقہ کا جبکہ وہ معلقہ یا مطلقہ ہو جاوے کوئی معاملہ پیش آتا ہے تو سب سے اول یہی مدعی صاحب اس مہر کے لزوم کے مدعی بن جاتے ہیں بہرحال اس کے سرسری ہونے کا دعویٰ تحقیقاً و الزاماً ہر طرح غلط ہے مگر پھر بھی بمصداق یقولون بافواہہم ما لیس فی قلوبہم عام طور سے اس کا سرسری ہونا زبان زد ہو گیا ہے سو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کو سرسری سمجھنا اور دینے کی نیت نہ رکھنا اتنی بڑی سخت بات ہے کہ حدیث شریف میں اس پر بہت ہی بڑی وعید آئی ہے چنانچہ کنز العمال میں بروایت ابو یعلی و طبرانی و دارقطنی و ابن النجار و ابن عساکر و بیہقی کے حضرت صہیبؓ سے و بروایت ابن مندہ کے میمون بن جابان الصردی عن ابیہ سے باختلاف بعض الفاظ یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کا کچھ مہر ٹھہرا دے پھر یہ نیت رکھے کہ اس کے

۴۳

مہر میں سے اُسکو کچھ نہ دیگا یا اُس کو پورا نہ دیگا تو وہ شخص زانی ہو کر مریگا اور اللہ تعالیٰ سے زانی ہو کر ملے گا (ج ۸ صفحہ ۲۴۰) سو ملاحظہ کیجیے کہ کتنی بڑی سخت وعید ہے کہ باوجود صورت نکاح پھر اس شخص کا شمار زانیوں میں ہوا۔ تو کیا اب یہ کوتاہی قابل تدارک نہیں ہے اور ہر چند کہ عمل میں اور وعید میں وجہ تعلق معلوم کرنے کی ضرورت نہیں لیکن تبرعاً ایک ظاہری وجہ پر متنبہ بھی کرتا ہوں اُس سے پہلے دو مقدمے جان لینا چاہئے۔ ایک یہ کہ بتصریح احادیث نکاح اور زنا میں مابہ الفرق یہ امور ہیں ولی بعض صورتوں میں اور دو گواہ اور مہر جا فی الروایات مصرحًا کما فی کنز العمال ج ۸ صفحہ ۲۴۵ و ۲۴۶ و ۲۴۷ و ۲۴۹ و ۲۹۶ و ۲۹۰ فی شہادۃ رجل وامرأۃ ابطلہا عمرؓ دوسرا یہ کہ کوئی عمل شرعی بدون نیت عند اللہ معتبر نہیں پس مہر مقرر کرنا ایک عمل ہے اور جب نیت دینے کی نہ ہوئی تو یہ مقرر کرنا معتبر نہ ہوا للمقدمۃ الثانیۃ پس گویا مہر مقرر ہی نہیں ہوا اور مہر مقرر نہ کرنا خاصہ زنا کا ہے للمقدمۃ الاولیٰ بس اس حیثیت خاص سے یہ نکاح مشابہ زنا کے ہوا۔ اس لئے ایسے ناکح کو زانی فرمایا گیا مراد یہ کہ مشابہ زانی کے ہے جسکی وجہ ابھی مذکور ہوئی اور اس تقریر سے جس طرح وجہ وعید معلوم ہوئی اسی طرح اس حدیث کی شرح اور توجیہ بھی ہو گئی نیز اسی حدیث مذکور میں ایک جزو اور بھی ہے وہ یہ کہ اگر کسی سے کچھ مال خریدے اور اُس کی قیمت ادا کرنے کی نیت نہ رکھے یا کسی کا کچھ دین ہو اور وہ اُس کے ادا کی نیت نہ رکھے یا کسی سے کچھ قرض لیا ہو اور اُس کو ادا کرنا نہ چاہتا ہو تو وہ شخص موت کے وقت اور قیامت کے روز خائن اور چور ہو گا اور ظاہر ہے کہ مہر ایک دین ہے پس جب اُس کے ادا کی نیت نہ ہوئی تو حدیث کے اس دوسرے جزو کے اعتبار سے یہ شخص خائن اور چور بھی ہوا۔ تو ایسے شخص پر دو جرم قائم ہوئے زانی ہونا للجزء الاول اور خائن و سارق ہونا للجزء الثانی اور اس عمل میں اور اُس کی وعید میں وجہ تعلق اول کی طرح مخفی نہیں بلکہ ظاہر ہے کیونکہ کسی کے حق مالی کو ضائع کرنا ظاہر ہے کہ خیانت و سرقہ ہے جب ایک ہی وعید کے ترتب پر میں نے اوپر کہا ہے کہ کیا اب بھی یہ کوتاہی قابل تدارک نہیں اب تو دو وعیدوں کا ترتب ثابت ہو گیا اب تو زیادہ زور کے ساتھ کہا جاویگا کہ کیا اب بھی یہ کوتاہی قابل تدارک نہیں ہوا اس کا تدارک ظاہر ہے کہ یہی ہے کہ ادا کرنے کی مصمم نیت رکھی جاوے مگر تجربہ اور وجدان شاہد ہے کہ بعادۃ اکثریہ مصمم نیت اُسی عمل کی ہو سکتی ہے جس پر عادۃً قدرت ہو ورنہ نیت کا محض تخیل ہوتا ہے تحقق نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ جس شخص کو سو روپیہ دینے کی قدرت نہ ہو

۴۴

وہ عادۃً لاکھ سوا لاکھ بلکہ دس ہزار یا پانچ ہزار دینے پر بھی قادر نہیں جب قادر نہیں تو بحکم مقدمہ مذکورہ وہ اس کے ادا کی نیت بھی نہ رکھے گا پس اگر ایسے شخص کا اتنا مہر ہوا۔ تو وہ ادا کی نیت نہ رکھنے کے سبب لامحالہ اس وعید کا محل بنے گا پس نیت ادا کے تحقق کی صورت بنا بر تقدیر مذکور بجز اس کے کچھ نہیں کہ وسعت سے زیادہ مہر مقرر نہ کیا جائے اور چونکہ وسعت اکثر لوگوں کو اور اکثر زمانوں میں قلیل ہے اسلئے اسلم و احوط طریقہ یہی ٹھیرا کہ مہر قلیل ہو پس مہر کا کثیر تعداد میں مقرر کرنا ایک کوتاہی ہے جسپر پہلی کوتاہی بلزوم عادی مرتب ہوتی ہے اسی واسطے حدیثوں میں مہر زیادہ ٹھہرانے کی کراہت اور کم ٹھہرانے کی ترغیب آئی ہے چنانچہ حضرت عمرؓ نے خطبہ میں فرمایا کہ مہروں میں زیادتی مت کرو کیونکہ یہ اگر دنیا میں عزت کی بات یا اللہ کے نزدیک تقوی کی بات ہوتی تو سب سے زیادہ اس کے مستحق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو کسی بی بی کا اور اسیطرح کسی بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ نہیں ہوا۔ (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم تقریباً چار آنہ چار پائی کا) اور حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کا مبارک ہونا یہ بھی ہے کہ اس کا مہر آسان ہو اخرجہما فی کنز العمال الاول عن عب وط والحمیدی ص وابن سعد وابی عبید فی الغریب ش حم والعدنی والدارمی دت وقال صحیح ن ح حب ک قط فی الافراد حل ق ص ص۲۹ والثانی عن حم ک ق ص۲۲۹ اور ایک حدیث میں ہے کہ اچھا مہر وہ ہے جو آسان اور قلیل ہو کنز العمال ص ۲۲۸ اور حدیث میں ہو کہ آسانی اختیار کرو مہر میں کنز ص۲۲۹ . اور اگر حضرت عمرؓ کی روایت پر کسی کو بوجہ کے معارضہ مشہورہ کے بعد حضرت عمر رضہ کے رجوع کا شبہ ہو تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ رجوع اسکی ترجیح یا اسکے ضد کی کراہت سے نہیں ہے بلکہ پہلے حضرت عمرؓ کی رائے یہ ہوگئی تھی کہ اسکو ایک قانون بنادیں کہ مقدار خاص سے زیادہ مقرر کرنا باطل قرار دیا جاوے اور اسکو واجب ہی نہ کہا جاوے تو اس سے آپ نے رجوع فرمالیا یعنی ایسا قانون نہیں بنایا۔ اس توجیہ میں روایات معرضہ میں وہ روایات ملحق نمبروں کی کنز العمال میں مذکور ہیں (۵۱۰۶) (۵۱۰۷) (۵۱۰۸) (۵۱۰۹) وغیرہا ص۲۹۸ ج ۸ غرض دلائل صریحہ مرفوعہ وموقوفہ سے نیز قواعد شرعیہ سے اکثر تحمل ما لا یطیق سے ممانعت آئی ہے کما فی حدیث رواہ الترمذی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی للمؤمن ان

یبذل نفسہ قبل یا رسول اللہ وکیف یذل نفسہ قال یتحمل من البلاء لما لا یطیقہ) تحمل
سے زیادہ مہر کے التزام نہ کرنے کا اور اسکی تقلیل کا مطلوب شرعی ہونا ثابت ہو گیا اب یہ کلام باقی رہ
کہ آیا اس تقلیل کی بھی کوئی حد ہے یا نہیں سو امام شافعیؒ کے نزدیک تو اسکی کوئی حد نہیں قلیل سے قلیل
مقدار بھی مہر بن سکتا ہے بشرطیکہ مال متقوم ہو خواہ ایک ہی پیسہ ہو اور احادیث کثیرہ کے ظاہر الفاظ
اسی کی موافق ہیں مثلاً (یتزوج بقلیل او کثیر) اور (ولو بسوط) اور (ولو بخاتم من حدید)
اور (ملاء کفیہ برا او سویقا او تمرا او دقیق) اور (بدرھم) اور (ما تراضی بہ الاھلون
ولو قبضة من اراک) اور (ما اید بہ طعاما) کنز العمال ص ۲۴۸ و ۲۴۹ + اور (تزوج
علی نعل) ص ۲۹۹ + اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس تقلیل کی حد دس درم ہیں یعنی اس سے
کم مہر جائز نہیں حتی کہ اگر تصریحاً بھی اس سے کم مقرر کیا جاویگا تو بھی دس ہی درم واجب ہوں گے
اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے مع تضعیف محدثین عن جابر لا صداق اقل من عشرة دراھم قط
ق وضعفاہ : عن علی قال ادنی ما یستحل بہ الفرج عشرة دراھم ق وضعفہ
وعن علی قال لا صداق دون عشرة دراھم قط ق وضعفہ مگر صاحب فتح القدیر نے اس
حدیث کا ایک طریق حسن نقل کیا ہے اسکی یہ عبارت ہے ورواہ ابن ابی حاتم بسند حسن کما
قالہ ابن حجر اور مزید تحقیق اس کی احیاء السنن اور اس کی تعلیق میں ہے باقی تمسکات شافعی کا جواب
یہ دیا جاسکتا ہے کہ وہ سب مہر معجل پر محمول ہیں چنانچہ بعض روایات کے الفاظ اس کا قرینہ بھی ہیں
فی کنز العمال عن ابن عباس قال اذا تزوج الرجل المرأة فان استطاع ان لا یدخل
علیہا حتی یعطیہا شیئا فان لم یجد الا احدی نعلیہ فلیخلعہا فلیعطہا ایاھا (ابن
جریر) ص ۲۹۹ اور چونکہ تمسک امام صاحب کا اپنے مدلول میں اصرح ہے بہ نسبت تمسکات شافعیؒ کے
اسلئے ترجیح میں تاویل مناسب نہیں ہوئی۔ یہ کلام تو عالمانہ ہے باقی عاملانہ تقریر یہ ہے کہ موقع اختلاف
میں احوط پر عمل مناسب ہے جو دس دراہم سے کم کا جواز تو مختلف فیہ ہے اور دس درہم کا جواز متفق علیہ
اسلئے احوط یہی ہے اور یہ احتیاط ایسی ہے جیسے نصاب سرقہ میں ایک قول ربع دینار یعنی ڈھائی
درم ہے اور ایک قول دس درم ہیں ربع دینار نصاب مختلف فیہ ہوا۔ اور دس درم نصاب متفق
علیہ پس دس ہی درم لینا احوط ہے اور اس سے کم میں مختلف فیہ ہونے سے شبہ ہو گیا کہ موجب حد ہو یا نہیں

۴۷

(باقی آئندہ)

سوال۔ ایک عامی شخص کا خط آیا جسمیں ایک مسئلہ پر زید کے نام سے حدیث کا مطالبہ کیا تھا اور اس خط میں ایک چھوٹا پرچہ بھی تھا اسمیں بہشتی زیور کو ہر کے تمام مسائل میں حوالہ کی درخواست کی تھی اس خط کا یہ جواب گیا۔

جواب۔ زید سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ اصول شرعیہ کے ہیں کیا اجماع و قیاس حجت نہیں جو وہ حدیث ہی طلب کرتا ہے اور چھوٹے پرچہ کا جواب یہ ہے کہ عامی کو تو دلیل کی ضرورت نہیں اور عالم خود دلیل جانتا ہے پھر اگر کوئی نہ ملے تو وہ دوسرے سے پوچھ لے کچھ اسی کتاب پر حصر نہیں ہمکو اتنی وسعت نہیں جسکو اعتقاد نہو اسکو ہم مجبور نہیں کرتے یہ مسئلہ اسی کتاب پر منحصر ہے کتب مسائل کی بہت ہیں اور اگر جتنے کتابوں کا نام بھی لکھدیا تو جو شخص ان کتابوں کو بھی نہ مانے اس کے سمجھانے کے لئے کیا لکھا جاویگا حتی کہ جو لوگ حدیث کو بھی نہ مانیں جیسے فرقہ قرآنیہ تو ان کے واسطے ان احکام کے متعلق آیتیں کہاں سے لائیں گے فقط ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ

سوال۔ جو نماز حصول زیارت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نشر الطیب میں لکھی ہے اور اسکو دو شب جمعہ سے پڑھتا ہوں اس کی بابت کیا ارشاد ہوتا ہے۔

جواب۔ درود شریف جسقدر ہو موجب برکت ہے باقی کسی درود میں یہ خاصیت کہ اس سے ضرور زیارت ہو جاوے اس کے لزوم کا اعتقاد نہ کیجئے اور نہ اس ثمرہ کے عدم ظہور سے تنگ دل ہوجئے نہ اس حالت میں اسکو ترک کر دیجئے کیونکہ اس ثمرہ کا کہیں خدا رسول کی جانب سے وعدہ نہیں کیا گیا یہ مشائخ کے اقوال ہیں جو توقع کے درجہ سے آگے بڑھے ہوئے نہیں بلکہ پڑھنے میں یہ نیت بھی نہ رکھئے غالباً اس سے وہ محذورات پیدا ہو جاتے ہیں بلکہ درود پڑھئے صرف درود کے برکات حاصل کرنے کیلئے اور تمنائے زیارت رکھئے مستقل طور پر اور اس کے لئے صرف دعا کر لیا کیجئے لیکن اسکے ساتھ ہی یہ اعتقاد و وثوق کے ساتھ رکھئے کہ اگر عمر بھر بھی زیارت منامی سے کوئی شخص مشرف نہو مگر ہو متبع سنت وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہے اور جو روزانہ تمام شب مشرف بزیارت منامیہ ہو مگر اتباع سنت سے محروم ہو وہ شخص حضور اقدس کے نزدیک مبغوض ہے خوب سمجھ لیجئے ایک طبقہ کا طبقہ اس غلطی کے اندر مبتلا ہے۔

سوال۔ میں نے تفسیر بیان القرآن پوری منگالی ہے اس میں میں نے ان آیات کے معنی دیکھے

جسمیں قادیانی نے تحریف کی ہے اب تک ان کے اس استدلال کا جواب سمجھ میں نہ آیا وہ کہتے ہیں کہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم سے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے تفسیر میں جناب والا نے ایک اور رسالہ کا حوالہ تحریر فرمایا ہے جسمیں حیات مسیح پر بحث ہے

جواب - حوالہ تو یاد نہیں باقی خود اس مقام پر اس استدلال کا جواب متن اور حاشیہ میں صاف موجود ہے معلوم ہوتا ہے غور ہی نہیں کیا اس جواب کا حاصل بھی تبرعاً لکھے دیتا ہوں کہ مدعی کے دعوے کو منع یعنی احتمال جانب مخالف کا مضر ہوتا ہے فافہم ۱۰ رجب ۱۳۳۵ھ

سوال - اہلیہ احقر نے کل دوپہر یہ خواب دیکھا کہ ایک شخص خوبصورت سفید لباس پہنے ہوئے یہ کہتا ہے کہ اب اینٹوں پر کلام مجید کی آیتیں لکھی جاویں گی دریافت کیا کہ کیوں فوراً بیدار ہوگئی تعبیر عطا ہو۔

جواب - خواب ذووجہین ہے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ قلوب جن پر قرآن لکھا ہو ہے مثل اینٹوں کے سخت ہو جاویں گے تو اشارہ ہوگا غلبہ باطل کی طرف اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اینٹوں جیسی غیر متاثر چیزوں پر بھی قرآن کا اثر ہوگا تو اشارہ ہوگا غلبہ حق کی طرف واللہ اعلم باسرارہ ۲۰ رجب ۱۳۳۵ھ

سوال - یک مسئلہ میں عوام الناس سے ناچیز کو بڑی دشواری اٹھانی پڑی ہے وہ یہ کہ بہشتی زیور میں حضور نے ریل کے اندر نماز پڑھنا اور جہاز کے اندر نماز پڑھنا ایک درجہ میں رکھا ہے اور رفیق سفر میں مولوی اصغر حسین صاحب نے مفتی صاحب کا قول نقل کیا ہے کہ محض گر جانے کے اندیشہ یا سر گھومنے کے اندیشہ سے بیٹھکر نماز پڑھنا درست نہیں بلا عذر شرعی اور یہ رسالہ غالباً حضور کی نظر سے بھی گذرا ہے جواب جلد عنایت ہو۔

جواب - جس مسئلہ میں دشواری لکھی ہے غایت اس کی تعارض ہے اہمیں دشواری کی کیا بات ہے اہل علم کے اقوال میں تعارض کوئی جدید بات نہیں بلکہ کبھی ایک ہی شخص کے دو قولوں میں ایسا ہوتا ہے آپ خود عالم ہیں جو فتویٰ موافق قواعد کے ہو اس کو صحیح کہئے دوسرے کو غلط سمجھئے ۲۸ رجب ۱۳۳۵ھ۔

سوال - طالب حق یعنی ذاکر شاغل کیلئے مردہ کا لباس اور تیجے چالیسویں کا کھانا یا علاوہ اس کے جو کھانا دانا مردہ کی طرف سے کھلایا جاتا ہے اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔

۵۶

جواب۔ ذاکر شاغل کی کیا تخصیص ہے احکام شرعیہ سب مسلمانوں کے لئے یکساں ہیں۔
۲۸ رجب ۱۳۳۵ھ

سوال۔ پیر سے ایک دفعہ بیعت ہو کر اگر دوبارہ بیعت اسی پیر سے اس خیال سے ہو کہ شاید احتیاطی کی وجہ سے بیعت پہلی فاسد ہو گئی ہو تو بیعت ہو جائے یا نہ۔

جواب۔ اس حالت کو بیان کر کے اس پیر ہی سے پوچھے اگر وہ پیر متبع سنت ہو۔ ۲۱ رجب ۱۳۳۵ھ

الرق المنشور + فی اشتات

الکلام المنظوم والمنثور

مکتوبات خبرت کا ایک جزو ہے

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ وہ کلام ہے جو کسی خاص رسالہ کا جزو نہیں بن سکا اور بلا تکلف بن بھی نہ سکتا تھا اسلئے اسکو مستقل بالتدوین کر دیا گیا۔ اس کے دو حصے ہیں جو بمناسبت رق کے ورق سے ملقب ہیں۔ ورق اول۔ کلام منظوم ہیں اور اظہار تمایز کیلئے اس کے تین طبق[1] کر دیئے طبق اول۔ بیس سال کی عمر سے قبل کا طبق ثانی بیس اور چالیس سال کی عمر کے درمیان کا طبق ثالث۔ چالیس سال کی عمر کے بعد کا۔

[1] فی القاموس الطبق ایضا ای قولہ والقرن من الزمان او عشرون سنۃ ومن الناس والجراد للکثیر او الجماعۃ اھ ولا یخفی ما فیہ من المناسبۃ بالتقسیم علی الاقسام باعتبار السن ولا یخفی ایضا ما فی مجموع لفظ الرق والورق والطبق من الصناعۃ اللفظیۃ ۱۲ منہ۔

ورق ثانی کلام منثور میں یہ مجمل فہرست ہے اس عجالہ مختصرہ کی اب اس کی تفصیل آتی ہے۔ ورق اول کا طبق اول۔ اس میں کئی جزو ہیں جزو اول یک غزل لکھی تھی جو گم ہو گئی اس کے صرف بعض اشعار یاد رہ گئے۔

غزل

از دوست این زمانہ بگریز شصت فرسنگ	مانند موم ہر روز وزپس گراں تر از سنگ
یارب چہ دور آمد کز دوست میگریزند	با آسماں برآئیم یاروں چگونہ در جنگ
طے شدہ منزل دل عمرم شدہ درین غرق	مویم سفید گشت و پایم شدہ درین لنگ
اشرف چرخ فرخ ہست این جراوری شفیع است	از قبر زندہ گشتہ درد امنش زنی چنگ

جزو دوم (یہ زمانہ تحریر یہ روم کا تھا خواہ اسی کو جزو دوم سمجھا جاوے) **طبق ثانی**۔ اس میں بھی کئی جزو ہیں۔ **جزو اول**۔ ابیات فردہ در ضبط بعض اصول فرائض **ترتیب ارث**…… ذو فرض و عصبہ نسب و سبب پس عصبہ اش پس رد بر ذوی الارحام و مولی دگر موصی و بیت المال

موانع ارث…… اے برادر مانع ارث اند چار + رق و قتل و اختلاف دین و دار +

ذوی الفروض۔ اب و جد و زوج و برادر ام ہست اخت و دو بنت و زن و جدہ ام + **حالات** اب با پسر سدس و عصبہ ہم بہ بنات بدوں کسے جز بہست از عصبات + **حالات جد** چوں پدر ہست جبکہ در چار + نیست بام اب ثلث ام بشمار + ارث علات و عین جز با بام + سدس اب حق ست جد نا کام + (عند ابی یوسف رح)

حالات اولاد ام یکے را سدس و افزوں را ثلث دہ + بولد و ولد ابن وجد واب نہ +

حالات زوج بولد و ولد ابن او را ربع دہ + نباشد گر کسے نصفش جدانہ۔ **حالات زوجہ**۔ بولد و ولد ابن او را ثمن دہ + نباشد گر کسے ربعش جدانہ + **حالات بنات صلبی**۔ یکے را نصف و افزوں راست ثلثین۔ با ابن او ذکر را حظ انثیین + **حالات بنات الابن**…… یکے نصف و فزوں ثلثین گیرد گر نہ صلبی اند + بیک صلبی سدس گیرد بدو صلبی تہی دستند مگر باشد غلامے در برابر یا بزیر آں + ہمہ عصبہ اند و پیش ابن ساقط ای فرائض داں۔ **حالات اخوات عینی**۔ یکے نصف و فزوں ثلثین و با بنت نصف خواں + بنت و بنت ابن عصبہ با بن جد وا گر باب

ﮧ۵

لہذا اگر یہ عورت قاضی یا حاکم کے یہاں یہ استغاثہ کرے کہ مجھکو میرے شوہر سے جبراً طلاق دلوادی جاوے اور حاکم جبراً خاوند کو مجبور کرکے طلاق دلوادے تو یہ فعل جائز ہے اور شرعاً عورت ایسا دعوی رجوع کرنے کا حق رکھتی ہے یا نہیں۔

الجواب - قال اللہ تعالیٰ فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا ۱۲ یہ آیت اپنے عموم الفاظ سے دال ہے تحریم اضرار پر اور ایجاب تسریح پر جبکہ امساک بالمعروف نہ ہوسکے پس جب صورت مسئولہ میں زوج پر تطلیق واجب ہے اور واجب پر قادر شخص کو جبر جائز ہے اسلئے حالت کذائیہ میں حاکم سے استغاثہ واستعانت جبر فی التطلیق میں بلاشبہ جائز ہے باقی اگر شوہر باوجود اس کے طلاق نہ دے تو خود حاکم کا حکم بالتفریق نافذ ہے بشرائط۔ ۱۱ر شعبان ۱۳۳۵ھ۔

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے دو لڑکی جڑی ہوئی پیدا ہوئیں کہ جن کے دو دو پیر اور دو دو ہاتھ اور جدا جدا سر اور علیحدہ علیحدہ پیشاب کے راستے مگر مقام براز دونوں کا ایک ہی ہے چونکہ کمر سے اوپر کا حصہ جدا جدا ہے اور کمر سے سرین تک ایک ہے اب اسکو ایک سمجھا جاویگا یا دو اگر زید نکاح کا ارادہ کرے تو کیا اجازت ہے بینوا توجروا۔

الجواب - جو اعضاء مکرر ہیں اگر ان دونوں سے ان کے افعال مختصہ صادر ہوتے ہیں تب تو وہ دو لڑکیاں ہیں ورنہ ایک لڑکی پس ایک ہونے کی صورت میں تو اس کا نکاح مرد سے جائز ہے بقیہ اعضاء کو زائد سمجھا جاویگا۔ اور دو ہونے کی صورت میں دیکھنا چاہئے کہ وہ اسی طرح سے رکھی جاویں گی یا حکماء کے مشورہ سے ان کو جدا جدا کر دیا جاویگا اگر جدا جدا کر دیا جاوے تب بھی دونوں کا نکاح دو مردوں سے درست ہے اور اگر ملی ہوئی رہیں تو ان کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر دونوں کا ایک سے کیا جاوے تب تو دو بہنیں ایک شخص سے نکاح نہیں کرسکتیں اور اگر ایک مرد سے ایک ہی کا کیا جاوے تو اسلئے جائز نہیں کہ اس سے تمتع بدون دوسری سے متمتع ہوئے ممکن نہیں۔ اور غیر منکوحہ سے تمتع حرام ہے پس موقوف علی الحرام بھی حرام ہے بخصوص جبکہ عضو مشترک میں احتمال ہے کہ یہ شاید غیر منکوحہ کا ہو یا منکوحہ غیر منکو

میں مشترک ہو جیسے کہ خنثی سے نکاح ایسے ہی اشتباہ کے سبب باطل ہے وقد مرجوابہ ۱۰ شعبان ۱۳۳۵ ہجری۔

سوال وجواب متعلق حل حدیث مالک بن اوس وحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متعلق ترکہ نبویہ بعبارت مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی

احقر نے حدیث مالک بن اوس کے متعلق دریافت کیا کہ حضرت اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ وحضرت عباس کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث لا نورث سے تسکین نہیں ہوئی اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضور میں آکر وراثت کے دعویدار ہوئے جب انھوں نے بھی حدیث لا نورث کی بنا پر ان کے دعوے کو خارج کر دیا تو اب بھی ان کو تسکین نہیں ہوئی اور انھوں نے تیسری مرتبہ پھر وراثت کا دعوی کیا، تو ناممکن ہے کہ ان حضرات نے شیخین کو روایت حدیث میں جھوٹا سمجھا ہو کیونکہ اگر واقعی آپ کی جلالت وعظمت سے قطع نظر بھی کر لیجائے تب بھی امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کا جو ان کی نسبت عقیدہ ہے وہ یہی ہے کہ شیخین تمام امت سے افضل ہیں چنانچہ وہ کوفہ کے منبر پر علی رؤس الاشہاد اس کا اعلان فرماتے تھے اور ایک حدیث میں فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھے حدیث بیان کرتا ہے میں اس سے قسم لیتا ہوں مگر حدثنی ابوبکر وصدق ابوبکر الخ پس لامحالہ ان کو کوئی اور شبہ ہوگا پس میں وہ شبہ دریافت کرنا چاہتا ہوں اس وقت مجھے شیعوں کو جواب دینا مقصود نہیں کیونکہ شیعوں کیلئے تو وہ جواب موجود ہیں کہ وہ دم بھی نہیں مار سکتے۔ بلکہ مقصود صرف حضرت علی وعباس کا اپنی تسکین کیلئے عذر معلوم کرنا ہے اسکے جواب میں ارشاد فرمایا کہ روایات صحاح میں اسکی کہیں تصریح نہیں ہے کہ ان حضرات نے دوبارہ حضرت عمر رض کے اجلاس میں وراثت کا دعوی کیا۔ اسلئے یوں کہا جائیگا کہ ان کو عدم موروثیت ترکہ نبوی کی تصدیق تو ابوبکر صدیق رض کے زمانہ میں ہی ہوگئی تھی، وہ امیر المومنین عمر بن الخطاب کے اجلاس میں ابتداء یہ طلب تولیہ کے لئے تشریف لائے تھے مگر اپنے مقصود کو انھوں نے صاف لفظوں میں ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ یوں کہا۔ ادفعہ الینا کما فی صحیح مسلم جس میں دعوی میراث اور طلب تولیت دونوں کا احتمال رکھتے تھے اور خلافت صدیقی میں بعد ثبوت

کا دعوی کر بھی چکے تھے اس سے امیر المؤمنین یہی سمجھے کہ اب بھی یہ میراث ہی کا دعوی کر رہے ہیں اسلئے امیر المؤمنین نے فرمایا کہ وراثۃ تو میں تمکو حدیث لانورث کی وجہ سے نہیں دے سکتا۔ ہاں اگر تم چاہو تو تولیۃ دے سکتا ہوں چونکہ انکا مقصود دعوی میراث تھا بھی نہیں بلکہ طلب تولیت ہی مقصود تھی جسکو امیر المؤمنین نے خود منظور کر لیا نیز انھوں نے سمجھا کہ اسوقت یہ کہنا کہ ہمارا مقصود دعوئی وراثت نہ تھا جیسا کہ آپنے سمجھا ایک گونہ خلاف ادب ہے کیونکہ بلا ضرورت تغلیط ہے امیر المؤمنین کے خیال کی۔ اس لئے انھوں نے اپنے مقصد کی توضیح کی ضرورت نہ سمجھی اور تولیت قبول کر کے چلے آئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ انھوں نے قبول تولیت ہی کو اپنے مدعا کی توضیح کے لئے کافی سمجھا ہو اسلئے الفاظ سے توضیح کی ضرورت نہ سمجھی ہو۔ غرض کہ یہ تولیت لیکر آئے کچھ دنوں کے بعد حضرت علی و عباس میں تولیت کے متعلق جھگڑا ہوا اور یہ دونوں طالب تقسیم تولیت کیلئے خدمت امیر المؤمنین میں حاضر ہوئے اسوقت بھی انھوں نے اپنے مقصد کی توضیح نہیں کی بلکہ حضرت عباس نے ان الفاظ سے حضرت علی کی شکایت کی یا امیر المؤمنین اقض بینی و بین ھذا الکاذب الآثم الغادر الخائن کما فی صحیح مسلم۔ چونکہ اولاً یہ خلافت صدیقی میں دعوئی وراثت کر چکے تھے اور اس کے بعد ایک مرتبہ خود امیر المؤمنین کے اجلاس میں انھوں نے مجمل الفاظ میں تولیت طلب کی تھی جسکو امیر المؤمنین نے دعوی وراثت سمجھا تھا اور ان کے خیال کی غلطی بوجود مذکورہ ظاہر نہ ہوئی تھی اس لئے انھوں نے اس نزاع کو بھی دعوئی وراثت سے متعلق سمجھا اور چونکہ امیر المؤمنین کے خیال میں ان کا دعوئی وراثت دو دفعہ بحدیث نبوی خارج ہو چکا تھا اسلئے ان کے بار بار دعوے کرنے پر امیر المؤمنین کو غصہ آگیا اور آپ نے ابطال دعوے وراثت کے لئے اسقدر اہتمام کیا کہ جو دعوے کرتے تھے اسکو حاضرین جلسہ اور خود ان متنازعین سے تسلیم کرا لیتے تھے جب یہ لوگ اس دعوے کو تسلیم کر لیتے تھے تب دوسرا دعوی کرتے تھے اسی گفتگو کے ضمن میں امیر المؤمنین نے معاتبانہ طور پر یہ بھی فرمایا کہ تمنے اولاً ابوبکر صدیق کے اجلاس میں وراثت کا دعوی کیا انھوں نے تمہارے دعوے کو حدیث لانورث کی بنا پر خارج کیا پھر تمنے دوبارہ پھر میرے یہاں وراثت کا دعوی کیا چونکہ اس دعوی کی کوئی اور وجہ میری سمجھ میں نہیں تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمنے انھیں کاذب آثم و خائن و غادر سمجھا اور جب میں نے بھی

۱۰۹

تمہارے دعوی کو اسی حدیث کی بنا پر خارج کر دیا اور تمکو تولیت دیدی تو اب پھر تم وہی دعوی لیکر آئے ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے مجھے بھی کاذب و آثم وخائن وغادر سمجھا کیونکہ اس کے علاوہ میرے فیصلہ کو منظور نکرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی پس خواہ تم ابوبکر صدیق رض کو اور مجھے کاذب آثم وغادر وخائن سمجھو۔ جیسا کہ تمہارے بار بار دعوی وراثت کرنے سے مفہوم ہوتا ہے مگر خدا شاہد ہے کہ ابوبکر صدیق ہی صادق وبار وراشد وتابع للحق تھے اور میں بھی ہیں جبکہ ہمارے سابق فیصلے مطابق حکم خدا ورسول ہیں تو اب میں انہیں منسوخ نہیں کرسکتا تم کو تولیت منظور ہو کھو یہ منظور ہو میرے حوالہ کر دو میں خود منتظم ہو نگا۔ امیر المومنین چونکہ ذاتی طور پر بھی باہیبت تھے اور رعب حکومت اور غصہ نے اسکو اور بھی بڑھا دیا تھا اور اس کے ساتھ ان حضرات کو ان کا ادب بھی ملحوظ تھا ان وجوہ سے اِن کو اس وقت بھی یہ کہنے کی جرات نہوئی کہ امیر المومنین ہم وراثت کے مدعی ہوکر نہیں آئے بلکہ تقسیم تولیت کی درخواست کیلئے آئے ہیں اس لئے حضرت عباس نے جو کہ مدعی ہوکر آئے تھے اپنے دعوے سے دست برداری دیدی اور تولیت پوری امیر المومنین کے قبضہ میں آگئی یہ قصہ ہے اسمیں نہ حضرت عباس رض وعلی رض پر کوئی شرعی الزام عائد ہوتا ہے نہ شیخین پر۔ بلکہ حضرت عمر رض سے اُن کے مقصد کے سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی جسمیں وہ معذور تھے اور حضرت علی رض وعباس رض سے اپنے مدعا کے توضیح نہ کرنے میں کوتاہی ہوئی جسمیں وہ بھی معذور تھے انتہی ما افادہ عم فیضہ (لحال بقائہ علی رؤس المستفیدین۔ مع توضیح) اس کے بعد میں نے روایت غضبت فاطمۃ وہجرتہ ولم تکن تہاجرۃ حتی توفیت او تحوہ کا جواب چاہا تو اس کے جواب میں افادہ فرمایا کہ اُن کی نسبت یہ تو خیال نہیں ہوسکتا کہ انھوں نے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سننے کے بعد بھی اپنے دعوے وراثت پر اصرار کیا ہو اور یہ غصہ اور ہجر اسوجہ ہوا ہو کہ ان کو حصہ کیوں نہیں دیا گیا اور یہ بھی خیال نہیں ہوسکتا کہ انھوں نے ہجر ممنوع شرعی کا ارتکاب کیا ہو کیونکہ یہ دونوں باتیں ان کی جلالت شان سے نہایت ہی بعید ہیں۔ اسلئے بر تقدیر صحت واقعہ وعدم خطاء الناقل فی الفہم یوں کہا جاویگا کہ ناز ک مزاج شہزادی تھیں یہ عتاب ان کا بطور ناز کے تھا جو اپنے مخصین پر ہوتا ہے اور وجہ اس کی ان کا یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر رض نے مخلص ہوکر ہم سے ضابطہ کا برتاؤ کیوں کیا۔

۱۱۰

قاضی مذکور از ہر ملا میگیرد۔ ایں تمام انتظام سرکار عالی برائے فوائد مسلمانان مقرر کردہ اند کہ بوقت
خصومت مقدمہ نکاح اصلیت ظاہر گردد و نکاح بموجب شرع صحیح منعقد گردد بیان فرمایند ملا را از قسم
نکاح خوانی و قاضی را چہارم یا ۴ ہر فی نکاح از ہر ملا گرفتن بموجب حکم شرع شریف عوض عمل مذکور
جائز است یا نہ + اگر جائز است بہتر ورنہ دیگر مصیبت عظیم است کہ تمام اہل علم ایں دیار بایں مبتلا
اند۔ بائی کافہ مسلماناں را از حرام خوری ضروری است بینوا توجروا۔

(الجواب) مندرجہ بالا صورت ایک قسم کا اجارہ ہے۔ اور جس طرح تعلیم قرآن۔ تعلیم فقہ امامت
اور اذان پر بلحاظ ضرورت کے اجرت مقررہ یا اجر مثل کا دینا یا لے لینا درست ہے اسی طرح ملائے نکاح
خوں کو حرمت وحلت نکاح کے مواقع اور مشروع صورت میں نکاح کے ایجاب وقبول اور تقرر مہر وغیرہ
کے شرعی طریقے بتلا دینے کی اجرت مقررہ یا اجر مثل لینا اور عقد کرنے یا کرانے والوں کو دینا شرعاً
درست ہے جس طرح مثلاً تعلیم فقہ پر اجرت کے لینے اور دینے کے بند ہو جانے میں علم فقہ کے ضائع ہو جانے
کا اندیشہ ہے اسی طرح ملائے نکاح خواں کی مذکورہ بالا اجرت بند ہو جانے میں نکاحوں کے شرعاً فاسد
اور باطل ہو جانے اور دیگر مفاسد پیدا ہو جانے کا سخت خطرہ ہے اسی طرح قاضی کو جو ان ملاؤں کو
رجسٹروں کے نقشے اور ان کے اندراج کے طریقے اور نکاح وطلاق کے احکام اور ہدایات کی
تعلیم دیتا ہے اجرت مقررہ یا اجر مثل جیسی کہ صورت ہو لے لینا درست ہے۔ اور تعلیم فقہ کے جواز
میں اس کا جواز بھی شامل ہو سکتا ہے علاوہ بریں جب عام مسلمانوں میں مدت مدید سے اس کا
تعامل اور تعارف چلا آتا ہے اور کسی نص شرعی اور صریح حکم مذہبی کے برخلاف بھی نہیں ہے تو
اب اس کے جواز میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی شیخ الاسلام علاء الدین حصکفی
کتاب درمختار میں فرماتے ہیں "ویفتی الیوم بصحتہا لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان
ویجبر المستأجر علی دفع ما قبل فیجب المسمی بعقد واجر المثل اذا لم تذکر مدۃ شرح وہبانیہ
من الشرکۃ ویحبس بہ وبہ یفتی" جلد ۵ صفحہ ۳۴ نیز ایک اور موقع پر فرماتے ہیں وجاز
اجرۃ الحمام لانہ علیہ الصلوۃ والسلام دخل حمام الجحفۃ وللعرف وقال علیہ الصلوۃ
والسلام ما راٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن قلت والمعروف وقفہ علی ابن مسعود
کما ذکرہ ابن حجر جلد ۵ صفحہ ۳۵ - علامہ سید محمد امین کتاب ردالمحتار میں فرماتے ہیں -

قولہ وللعرف لان الناس فی سائر الامصار یدفعون اجرۃ الحمام وان لم یعلم مقدار ما یستعمل من الماء ولا مقدار القعود مدل اجماعہم علی جواز ذلک وان کان القیاس یاباہ لورودہ علی اتلاف العین مع الجہالۃ انتہی اتقانی جلد ۸ صفحہ ۳۵ -

ھذا واللہ اعلم بالصواب ۱۲ کتبہ العبد المذنب المفتی محمد عبد اللہ عفی عنہ -

دستخط علماء مستشار العلماء لاہور

الجواب صحیح — المجیب مصیب

اصغر علی مدرس عربیہ مدرسہ لاہور — احمد علی عفی عنہ

قد اصاب من اجاب — المجیب مصیب فی ھذا الجواب

محمد عالم امام مسجد گنجی بازار — محمد یحیی عفی عنہ امام مسجد طلائی لاہور

نقل تحریر مولوی علی گوہر صاحب تونسوی

۲۴

در بارہ اجرت نکاح حسب الارشاد در جواب مسئلہ مسئولہ عرض میرود کہ ملایان حسب دستور و رواج جماعہ مسلمین از قبیل اجیر مشترک اند - کہ بر عمل خود کہ مشتمل است بر حرکات و نقل و تردد و حضور جماعت و جلسہ نکاح و اقوال تعلیم تجدید ایمان و طریق ایجاب و قبول کہ ہمہ آں از قبیل مباحات اند نہ واجب لعینہ و نہ معصیت اند - و استیجار برو شرعاً جائز است کہ تعریف اجارہ کہ بیع المنفعۃ مع عوض است برو صادق است و اجر میگیرند - بنا برینکہ المتعارف کالمشروط تعیین اجرت ناکردن بغرض تبرع جانبین یا فساد نمیگردد غایۃ امر اگر ملا زیادت کہ از قدر متعارف طمع کند بعد محاورہ جانبین بتراضی طرفین فساد مرتفع خواہد بود و ملا را اخذ اجرت کہ ناکحین یا اولیاء ایشان بطیب خاطر یا برضاء دون الاکراہ حوالہ اش کردہ اند درست خواہد بود - البتہ اخذ اجرت اضعافاً مضاعفۃ بالجبار اولیاء بنا بر تعیین خود کہ از حکام وقوع یافتہ از قبیل رشوت و سحت خواہد بود - ملا مقرر را اجارہ جوئی کردن دریں باب کہ دیگرے نکاح نخواند ہم ازیں قسم میتواں شد کہ یک اجیر مستاجر را اجیر ساختن خود تحریص کند لیکن در صورت تراضی طرفین ایں کراہت مرتفع است و در عوض محبت پیدائی کند و قاضی کہ برائے ملاحظہ رجسٹر و درستگی عمل

ملایان مقرر است ایں ہم منجملہ مشروعات ومباحات است ملا را ازیں تصحیح وتنبیہات وہدایات نکاحی
است۔ وتعیین اجر بروجائز است۔ درباب قسمت دیدہ باشند کہ فقہا فرمودہ اند کہ اولی آنست کہ وظیفہ
قاسمین از بیت المال باشد۔ واگر بر قاسمین مقرر کردہ شود واجرت از ایشان گرفتہ شود ہم جائز است
کہ نفع عمل او بمقاسمین راجع است وعمل او برائے ایشان اگر ملا عذر کند کہ مارا برائے تصحیح کارروائی احتیاج
تعیین قاضی معین نیست من خود درست کردن میتوانم یا از کسے عالم مجانا درستگی حاصل کردن میتوانم
ایں عذر او نامسموع است چراکہ حکام وقت برائے مصلحت عامہ باتفاق رائے جماعۂ مسلمین ودفع فساد
انکحہ وکشاجرات درباب نکاح ایں امر مقرر کردہ اند۔ وچونکہ عمل ملا بدون پڑتال وملاحظہ عالم نا تمام است
پس تقوم فعل ملا بریں موقوف خواہد بود واورا ضرور نیست کہ ادائے ایں اجر بطیب خاطر قبول کند ودر صورت
عدم رضا مکابر خواہد بود۔ ومستحق اجر بر عمل غیر تام خود نخواہد بود۔ وحکام نمی توانند کہ دیگر ملا را کہ بطیب خاطر
ایں قدر اجر دادن بر تصحیح عمل خود قبول کند مقرر کنند پس ضرور است کہ پنجم حصہ دادن ملا برضا وطیب خاطر
خواہد بود۔ وعمل قاضی از قسم نقل ودورہ وملاحظہ رجسٹرات متقوم است کہ تعیین عوض بروے صحیح است
قضاۃ وعلما را اگرچہ وظیفہ ایشان مقرر باشد بر کتابت فتوی وتلاش سند وتفتیش کتب اجر مثل گرفتن
جائز داشتہ اند چنانچہ درباب القضاء در فقہ مقرر است۔ بالجملہ عمل ملایان از رفتن بمجلس نکاح وتعلیم
تجدید ایمان وطریقہ ایجاب وقبول ونیز عمل قضاۃ از دورہ وملاحظہ رجسٹرات وغیرہ از قبیل عمل متقوم
است کہ اخذ اجرت بروجائز است البتہ از امور یکہ از مفسدات اجارہ باشند از اکراہ بر زیادت
وجبر گرفتن زیادت از اجر مثل متعارف یا کار نا کردہ محض بر بنائے تعیین خود اجر وصول کردن ازیں
احتراز میباید کرد فقط

(در مسئلہ اجرۃ نکاح حضور فرمودند در صفحہ ۳۳ سطر ۱۲ اور شرح میں اسکی نظیر نہیں)

نظائر شرعی

(۱) وأما کاتب القاضی واجر قسامہ فان رأی القاضی ان یجعل ذلک علی الخصوم
فلہ ذلک وان رأی ان یجعل ذلک فی بیت المال وفیہ سعۃ فلا بأس بہ۔ فتاوی
عالمگیریہ جلد ثالث ص ۳۳۰ کتاب الادب (ادب)

(۲) وفی النوازل قال ابراہیم سمعت ابا یوسف سئل عن القاضی اذا اجری له ثلثون درهما فی ارزاق کاتبه وثمن صحیفته وقراطیسه واعطی الکاتب عشرین درهما وجعل عشرة لرجل یقوم معه وکلف الخصوم الصحف یسعه ذلک قال ما احب ان یصرف شیئًا من ذلک عن موضعه الذی جعل له کذا فی التاتارخانیه ۱۲ عالمگیریه صفحہ ۳۳

(۳) واجرهذه الصحیفة التی یکتب فیها دعوی المدعی وشهادة الشهود ان رأی القاضی ان یطلب ذلک من المدعی فله ذلک ۱۲ فتاوی عالمگیریه جلد ثالث صفحہ ۲۳۵

روایات کتب معتبرہ فقہ در جواز اجرۃ نکاح خوانی

(۱) وکل نکاح باشره القاضی وقد وجبت مباشرته علیه کنکاح الصغار والصغائر فلا یحل له اخذ الاجرة علیه ومالم تجب مباشرته علیه حل له اخذ الاجرة علیه کذا فی المحیط واختلفوا فی تقدیره والمختار للفتوی انه اذا عقد بکرا یاخذ دینارا وفی الثیب نصف دینار ویحل له ذلک وهکذا قالوا کذا فی البرجندی ۱۲ فتاوی عالمگیریه جلد ثالث الباب الخامس عشر فی اقوال القاضی وما ینبغی للقاضی ان یفعل ومالا یفعل مطبوعه مصر صفحہ ۳۱۵ ۔

(۲) وفی شرح اداب القاضی للخصاف ان للقاضی ان یاخذ فی عقود الانکحة شیئا زائدا علی ما یاخذه الاکابر فی ذلک الموضع ان کان الولی غیره وان کان هو الولی لا یحل له الاخذ واختلفوا فی تقدیره والمختار للفتوی انه اذا عقد بکرا یاخذ دینارا وفی الثیب نصف دینار یحل له ذلک وهکذا قالوا ۱۲ برجندی جلد رابع کتاب القضاء صفحہ ۔

(۳) وذکر عن البقالی فی القاضی یقول اذا عقدت عقد البکر فلی دینار ولو ثیبا فلی نصفه انه لا یحل له ان لم یکن لها ولی ولو کان لها غیره یحل بناء علی ما ذکرنا ۱۲ ۔ فتاوی بزازیه ۔

(۴) ولا یحل اخذ شیئ علی نکاح الصغار وفی غیره یحل ۱۲ خلاصة الفتاوی ۔ (لا ولی لهم ۱۲)

(باقی آئندہ)

جن لوگوں کے حقوق عورتوں کے ذمہ ہیں اور جن کو عام طور سے آج کل تلف کیا جاتا ہے اور اسی کا
نتیجہ زندگی کا بے لطف ہونا اور خانہ جنگیاں ہیں یہ لوگ عورتوں کے وہ قرابت دار ہیں جو کنبوں میں
اکثر موجود ہوتے ہیں یوں تو سارے قرابت داروں کے حق ادا کرنا ضروری ہیں۔ مگر ہم کو یہاں صرف
اُن قرابت داروں کے حقوق کو بیان کرنا ہے جن سے کم گھر خالی ہیں اور جن میں ابتلاء عام ہے
اور اُن کے حقوق کے بارہ میں افراط و تفریط کیجاتی ہے وہ لوگ یہ ہیں ماں باپ۔ شوہر۔ خسر۔ نند
دیور انی جٹھانی۔ بھاوج۔ بہو۔ ساس ان سب کے حقوق اور اُن کی محافظت وغیرہ کو تفصیل وار
بیان کرنے سے پہلے ایک ایسا گر بتایا جاتا ہے جو اجمالاً ان سب کے حقوق کے ادا کے لئے کافی ہے
بلکہ ان مذکورین کی تخصیص بھی نہیں تمام دنیا کے حقوق کے ادا کے لئے کافی ہے اور جس کو بہت
قدر کے ساتھ یاد کرنا چاہئے گویا وہ اصل الاصول ہے عورتوں کو چاہئے کہ اُس کو ذہن میں نقش
کا لحجر کرلیں اور بار بار اُس پر خیال رکھا کریں امید ہے کہ جس کنبہ کے تمام آدمی اس اصول کے کاربند
ہوں گے اُس میں انشاء اللہ کبھی بگاڑ اور ناچاقی کی نوبت نہ آئیگی وہ اصول یہ ہے کہ ہر شخص اس
بات کیلئے مستعد رہے کہ اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرے اور دوسرے کے حقوق کو ضائع نہ ہونے دینے
کا اہتمام رکھے اس اصول کے دو جزو ہوئے اگر ان دونوں کو کوئی شخص پورے طور سے محفوظ رکھے
اور دونوں کا کاربند رہے تب تو سبحان اللہ اور اگر دونوں بھی نہ ہو سکیں اور صرف ایک کو یاد رکھے
خواہ اول جزو کو یا دوسرے جزو کو تب بھی کافی ہے بیان اسکا یہ ہے کہ غور کر کے دیکھو کہ جس گھر میں
باہم ناچاقیاں پیش آتی ہیں اُس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ گھر والوں میں سے ہر شخص اس بات کا
متمنی رہتا ہے کہ دوسرے میرے حق کو ادا کریں اور اُس کو خود دوسروں کے حقوق کا کبھی خیال
نہیں ہوتا باپ بیٹوں میں جہاں مخالفت ہوتی ہے وہاں بھی وجہ ہوتی ہے کہ دونوں یا دونوں
میں ایک یہ تو چاہتا ہے کہ دوسرا میرے پورے حقوق ادا کرے اور اس کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ
میں بھی دوسرے کے حق ادا کرتا ہوں یا نہیں بعض بابوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ اولاد کو اور اپنے
چھوٹوں کو مثل اپنے زرخرید غلاموں کے سمجھتے ہیں اُن کے مالوں کو بے دریغ جابجا صرف کر ڈالتے
ہیں یا چھوٹوں پر جابجا ایسا تشدد کرتے ہیں جس میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور اگر چھوٹے
کوئی عذر کرتے ہیں تو اسکو گستاخی سمجھتے ہیں حالانکہ بیوقوفی اپنی ہے اور اس کی بدولت گھر میں

تمام بالغنی ہو رہی ہے ایک قصہ یہ ہے کہ ایک شخص کے دو بیٹے تھے جو نہایت لائق اور مطیع تھے
اُن کی شادیاں بھی کردی تھیں اُن کی اطاعت کی یہ حالت تھی کہ باپ کو کچھ معاش کی تنگی پیش
آئی تو دونوں بیٹوں نے باوجود اس کے کہ خود بھی چنداں فارغ البال نہ تھے دس دس روپیہ ماہوار
باپ کے مقرر کر دیئے اور کسی طرح باپ کے کہنے سے باہر نہ تھے لیکن اُن لڑکوں کی ماں کا انتقال
ہوگیا اور باپ نے دوسرا نکاح کر لیا ظاہر ہے کہ اُس نئی عورت سے اور بیٹوں سے بھی بننا مشکل تھا
مگر خیر بیٹوں کی سعادتمندی اور اطاعت نے یہ نوبت نہ آنے دی لیکن بہوؤں سے نباہ کی کیا صورت
تھی سوتیلی اولاد سے بھی نہیں بنتی ہے چہ جائیکہ اولاد کے متعلقین سے بس گھر میں ناچاقی شروع ہوئی
اور قسم قسم کے جھگڑے نکلنے لگے اس کی ہر چند تدبیریں کی گئیں مگر اصلاح نہ ہو سکی بیٹوں نے مجبوری
یہ تجویز پیش کی کہ ہم دونوں کو علیحدہ ہونے کی اجازت دیجئے لیکن باپ تھے کہ کسی طرح نہیں مانتے
تھے یہاں تک کہ بعض دفعہ مار کٹائی کی نوبت آتے آتے رہ گئی بلکہ یہ اندیشہ ہوگیا کہ کوئی خون
ہو جائیگا یہ سب باتیں اُن کو معلوم تھیں اور ایک شخص نے ثالث بنکر یہ سب نشیب و فراز سمجھائے لیکن
اُن کا قول یہی تھا کہ چاہے میری جان جاتی رہے یا گھر میں خون پر خون ہو جائے مگر چولہا الگ
نہ ہونے نہیں دونگا کیونکہ اس سے ہوا خیزی ہوتی ہے اور پشت ہا پشت سے کبھی ایسا نہیں ہوا بالآخر
تنگ ہو کر بیٹوں نے ایک محقق عالم سے اس کا فتویٰ پوچھا انھوں نے جواب دیا کہ فوراً بلا کسی پس
و پیش کے الگ ہو جاؤ یہ حقوق والدین میں سے نہیں ہے کہ دوسری کی بیٹیوں کو شریک رہنے
پر مجبور کیا جائے۔ دیکھئے اس واقعہ میں باپ نے اسی پر عمل کیا کہ اپنے حقوق کا تو مطالبہ کیا اور
بیٹوں کے حقوق پر نظر ڈالی اگر بجائے اسکے یہ ہوتا کہ باپ اپنے حقوق کے مطالبہ کی جگہ بیٹوں کے
حقوق کی رعایت کرتا تو بھی بات بنی رہتی اور خانہ جنگی کی نوبت نہ آتی اس ثالث شخص نے
بھی مشورہ اُس کو دیا تھا کہ جب آپ کے کان میں اس بات کی بھنک بھی پڑ گئی تھی کہ بیٹے الگ
ہونا چاہتے ہیں تو آپ کو فوراً چاہئے تھا کہ اُن کی اس بات کو ظاہر کرنے سے پہلے خود اُن کو
الگ کر دیتے اسمیں آپ کا بڑا پن بھی قائم رہتا اور خانگی اصلاح بھی ہو جاتی لیکن اُن کی سمجھ میں
نہیں آیا۔ اسی طرح دوسرا واقعہ ہے کہ ایک گھر میں ایک باپ اور کئی بیٹے تھے سب سے چھوٹے بیٹے
اور باپ سے بہت کشیدگیاں رہتیں.

(باقی آئندہ)

قرآن مجید

مع ترجمہ و تفسیر

حضرت حکیم الامت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم

حضرات۔ آپکو معلوم ہے کہ حکیم الامت حضرت مفسر تھانوی دامت برکاتہم نے ایک مدت ہوئی
ایک تفسیر مسمّی بہ بیان القرآن تحریر فرمائی تھی جسکی کل بارہ جلدیں ہیں مگر اتفاق سے اسکی قیمت اسقدر
زیادہ ہوگئی کہ بجز ذی استطاعت حضرات کے اور کوئی اسکو خرید ہی نہ سکتا تھا خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ حق تعالیٰ نے
ہم خادمان مسلمین کو اس امر کی توفیق عطا فرمائی کہ ایک قرآن شریف اس قسم کا کہ جسکے حاشیہ پر تفسیر بیان القرآن
چھپائی جاوے طبع کرنا شروع کر دیا نمونہ پتہ ذیل سے منگا لیجئے مل سکتا ہے جسمیں حسب ذیل امور کی رعایت رکھی گئی
ہے نمبر۱۔ قرآن شریف خوب واضح ہو تاکہ زیادہ عمر والے حضرات بھی تلاوت کر سکیں نمبر۲۔ بین السطور ترجمہ بھی
حضرت مفسر صاحب دام ظلہم ہی کا ہے نمبر۳۔ حاشیہ پر جو تفسیر چھپائی گئی ہے اسمیں بھی پورا قرآن شریف و ترجمہ لکھدیا گیا
تاکہ اگر کوئی صاحب مسلسل مطالعہ فرمانا چاہیں تو ان کو آسانی ہو نمبر۴۔ حضرت مفسر صاحب دام ظلہم نے جسقدر آیات کو ایک جگہ
جمع فرما کر ان کی یکجائی تفسیر لکھی ہے قرآن شریف میں ان آیتوں کے بعد و حاشیہ میں آیتوں سے پہلے نمبر ڈالدیا گیا ہے تاکہ اگر تلاوت
کرتے وقت کسی آیت کی تفسیر دیکھنی ہو تو آیت کے آخر میں جو نمبر ہے اس نمبر کے ذیل میں تفسیر دیکھ لی جاوے نمبر۵۔ اس تفسیر کا مقابلہ
خود اصل مسودہ حضرت مفسر صاحب دام ظلہم سے کیا گیا ہے تاکہ جو غلطیاں طبع اول میں رہ گئی ہیں وہ سب نکل جاویں نمبر۶۔ اس تفسیر
میں جسقدر حواشی ہیں ان سب کو ایک جگہ جمع کر کے رسالہ کی صورت بنا دی گئی ہے اور اسکو قرآن شریف کے بالکل آخر میں
لگا دیا ہے اور ہر حاشیہ کے شروع میں وہ صفحہ لکھدیا گیا ہے جہاں کا وہ حاشیہ ہے تاکہ اہل علم اس سے منتفع ہوں لیکن حصہ عربی کا بدا...
اہل علم کیلئے بہت اچھا ہے نمبر۷۔ بعد تفسیر لکھے جانے کے بعض مقامات کی توضیح کیلئے خود حضرت مفسر صاحب دام ظلہم نے جو ...
لکھے تھے انکو بھی بجنسہ حاشیہ کے تفسیر پر چھپا دیا گیا ہے نمبر۸۔ قصد ہے کہ اصل قرآن شریف کا ایک پروف خود حضرت مفسر صاحب
دام ظلہم کی خدمت میں پیش کر دیا جایا کریگا جسپر وہ ایک سرسری نظر ڈال لیا کرینگے اگر تصحیح میں کوئی غلطی رہیگی تو انشاء اللہ وہ بھی نکلجایا کریگی
اس قرآن مجید کا ہدیہ باوجود اس حسن و خوبی صرف تیس روپیہ رکھا جاتا ہے اور جو حضرات پیشگی قیمت بھیجدیں
... سال ... کے لئے صرف چھبیس روپے ہدیہ مقرر ہے امید کہ بہت جلد فرمائشیں بھیجینگے ورنہ پھر شاید ...
... وما علینا الا البلاغ۔ نیاز مند

رفیق احمد و شبیر علی مالکان امداد المطابع تھانہ بھون۔

الاحکام الوقتیہ بابت شوال ۱۳۵۰ھ

رسالہ زوال السنۃ عن اعمال السنۃ مؤلفہ حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم ...

اصول ومقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمّتِ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلکِ اہلِ حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹائٹل کے ڈھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عہ ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے عہ کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۵ ہجری سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جائیگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی شبیر علی صاحب برادرزادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرماکر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ...

۴۸۶

قال الله تعالیٰ

وقل رب زدنی علما

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تخولنا بالموعظة مخافة السآمة علینا

امتثالا للآیة که دال ست بر مطلوبیت زیادت علوم و امداد و للحدیث که دال ست بر بندبیت

فصل دار ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ سلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح ال

تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العا

ملفوظات خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات مسلسلہ حضرت مولانا

صاحب مدظلہ است با جل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد ا

لقب صحیفہ مشیرست بہ تبرک بنام نامیش نیز دخا مسہا الاشتات کہ از تحقیقات دائرہ دیگرا

عدد (۵) | بابت ماہ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ ہجری | ج

بادارۃ الاحقر فتح احمد

این صحیفہ کا مدش امداد نام یافت ز امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ ذی قعدہ ۱۳۳۵ھ

به برکت دعا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں
تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہو۔ (نائب مدیر)

حق تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں صرف عبدیت ہی کیلئے بھیجا ہے

پس معلوم ہوا کہ دنیا میں اسکو کسی دوسری بات کے حاصل کرنے کو بھیجا گیا ہے اور وہ حالت عبدیت ہے یعنی دنیا میں انسان کو اسلئے بھیجا ہے کہ وہ امتثال اوامر و نواہی کرکے عبدیت حاصل کرے کیونکہ جب تک اس عالم میں نہ آیا تھا تو محض روح تھا اور روح بوجہ مجرد ہونیکے نہ قیام پر قادر تھی نہ قعود پر نہ رکوع پر نہ سجود پر تو روح کو اس عالم میں وہ ترقی کرنا جو ان عبادات خاصہ پر موقوف ہے ممکن نہ تھا اور یہ صفت عبدیت بکمالہا نہیں پیدا ہوتی اور جب صفت عبدیت مطلوب ہے تو جس کو اس سے تعلق ہو وہ مطلوب ہوگا اسی معاملہ کی نسبت مولانا روم علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں ؎

کار مرداں روشنی و گرمی ست	کار دوناں حیلہ و بے شرمی ست

دو چیزیں اس شعر میں علامت کے طور پر بیان فرمائی ہیں ایک روشنی دوسرے گرمی روشنی کا مطلب یہ نہیں ہو کہ یہاں سے بیٹھے ہوئے کلکتہ اور بمبئی نظر آنے لگے بلکہ یہ معنی ہیں کہ دل میں عرفان اور علم حقیقی پیدا ہو جائے اور گرمی سے مراد محبت ہے حاصل یہ ہوا کہ جسکو محبوب حقیقی سے محبت ہو اور معرفت حاصل ہو وہ مرد ہے لیکن محبت قلبی صفات میں سے ہے جسکا احساس نہیں ہوسکتا اسلئے اسکے کچھ لوازم بیان کئے جاتے ہیں۔

محبت کے لوازم اور شیخ کامل کے صفات

سب جانتے ہیں کہ انسان کو جس سے محبت ہوتی ہے ایک تو اُس کی یاد کسی وقت دل سے نہیں اترتی سوتے ہوئے خواب بھی دیکھتا ہے تو محبوب ہی نظر آتا ہے اور دوسرے اسکے ہر حکم کو گوش قبول سے سنتا اور نہایت شوق سے آمادہ امتثال رہتا ہے کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ عاشق سے محبوب کے کسی حکم میں بھول چوک یا نافرمانی کا ظہور ہو کیونکہ بھول ہمیشہ اُس کام میں ہوا کرتی ہے جسکی جانب پوری توجہ اور التفات نہو اور جو چیز ہر وقت دل پر مستولی ہو اسمیں بھول کا ہونا عادۃً ممکن نہیں اسی طرح نافرمانی اُس کے حکم کی ہوتی ہے جسکی وقعت

199

اور محبت دل میں تنہا جب ہر دم کی یاد اور کامل اطاعت علامت محبت سے ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قابل انتخاب وہ ہے جسکو روشنی علم و معرفت اور گرمی یعنی محبت خداوندی حاصل ہو تو خلاصہ مقتدا کی صفات کا یہ نکلا کہ اُسکو بقدر ضرورت علم دین ہو اگرچہ وہ اصطلاحی مولوی نہو دوسرے یہ کہ اُسکو کسی شیخ کامل کی صحبت نصیب ہوئی ہو کیونکہ گرمی امر مکتسب نہیں بلکہ موہوب لہ ہے اور عادۃ اللہ ہے کہ وہ اسی طرح حاصل ہوتا ہے کہ کسی گرمی والے کے پاس رہے اور اُس کی ہدایت کے بموجب عمل کرے اور یہی وہ چیز ہے جو سینہ بسینہ چلی آتی ہے نہ مولوی بنکر حاصل ہوتی ہے نہ مورخ اور یہ کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ دنیا میں اسکے سوا بھی اکثر کام ایسے ہیں جو سینہ بسینہ چلے آتے ہیں مثلاً باورچی گری کا کام درزی کا کام کہ اگر کوئی سی خوان نعمت حفظ کرے مگر جب تک کسی کامل استاد کے پاس نہ رہے تو اُس کو باورچی گری نہیں آسکتی اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کتاب میں دیکھکر انچکن وغیرہ کی کاٹ تراش بالکل ازبر کرے تو اسکو درزی کا کام نہیں آسکتا تصوف کے سینہ بسینہ ہونے کے یہی معنی ہیں نہ یہ کہ اسکے مسائل سینہ بسینہ ہیں کیونکہ مسائل تو تمام کتابوں میں مدون ہیں بلکہ وہی ایک نسبت ہے جسکو گرمی سے تعبیر کیا ہے کہ سینہ بسینہ چلی آتی ہے ایک صفت یہ ہے کہ وہ با عمل ہو یہ تو علامات کامل ہونے کی ہیں۔

شیخ کے مکمل ہونیکی علامات

اور مکمل ہونیکی علامات دوسری ہیں اور وہ بھی نہایت ضروری ہیں کیونکہ مریض کو اپنے مرض کو دور کرنیکے لئے ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ خود بھی تندرست ہو اور طبیب بھی ہو تو اُس کی پہچان یہ ہے کہ اسکے پاس بیٹھنے سے دل میں ایک سکون اور راحت پیدا ہو اور خدا تعالیٰ کی محبت بڑھے دنیا کی محبت کم ہو اگرچہ یہ باتیں فوراً نہ پیدا ہوں بلکہ کچھ دنوں کے بعد ہوں دوسرے اگر اُس سے اپنا مرض بیان کیا جائے تو جواب سے دلکو تسلی ہو معلوم ہو کہ یہ ہمارے مرض کو بالکل سمجھ گیا خوب کہا ہے ؎ وعدہ اہل کرم گنج بود وبس جب ایسا شخص میسر ہو جائے تو ضروری ہے کہ اسکی صحبت اختیار کیجائے اگرچہ اس سے بیعت نہو کیونکہ بیعت ہونا چنداں ضروری نہیں ہے۔

۲۰۰

بیعت موقوف علیہ سلوک نہیں لیکن بیکار بھی نہیں

لیکن یہ بھی نہ سمجھنا چاہئے کہ بیعت بالکل بے سود ہے۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ بیعت بالکل بیکار ہے اس کی کیا ضرورت ہے کہ کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر ہی کام کرے میں نے کہا کہ صاحب آپ نے کبھی علاج بھی کرایا ہے کہ نہیں کہنے لگے کہ بیشک ضرورت کے وقت علاج کرایا ہے میں نے پوچھا کہ کسی ایک طبیب سے رجوع کیا ہے یا اس طرح کہ آج ایک سے کل دوسرے پرسوں تیسرے سے کہنے لگے کہ کسی ایک ہی کیطرف جسپر اطمینان ہوا رجوع کیا ہے پھر میں نے پوچھا کہ اسمیں آپنے کیا مصلحت سوچی کہنے لگے کہ روز روز نئے طبیب بدلنے سے کسی ایک کو بھی توجہ اور شفقت مریض پر نہیں ہوتی کیونکہ کوئی ایک بھی اُسکو اپنا مریض نہیں سمجھتا میں نے کہا کہ بس یہی حکمت اور نفع ہے بیعت ہونیکا کیونکہ بیعت ہونیکے بعد مرشد مرید کو اپنا سمجھنے لگتا ہے اور یہ حالت ہوتی ہے کہ یوں کہتا ہے ؎ من غم تو میخورم تو غم مخور + مرید کو ہر وقت تسلی رہتی ہے کہ میرا ایک شفیق میرے ساتھ موجود ہے اور مرشد کو یہ لاج ہوتی ہے کہ یہ میرا شخص ہے یہ مصلحت ہے بیعت میں ہاں اگر نرے نذرانہ کی بیعت ہو تو کسی درجہ میں بھی مفید نہیں آج کل یہ حالت ہو کہ بعضے فخر کرتے ہیں کہ میرے ایک لاکھ مرید ہیں معاذ اللہ گویا ایک فوج جمع کی ہے غرض اگر اس قسم کی پیری مریدی نہو تو اُس میں بیحد نفع ہے۔

نسبت مع اللہ کی فضیلت

نسبت مع اللہ ایسی چیز ہے کہ جب یہ دل میں جگہ کر لیتی ہے تو خس وخاشاک ماسوا سب بہہ جاتے ہیں بس نہ کوئی شبہ رہتا ہے نہ مزاحم ؎

عشق آں شعلہ ست کو چوں برفروخت	ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

اور اس کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ ؎

تیغ لا در قتل غیر حق براند	در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت	مرحبا ای عشق شرکت سوز زفت

۲۰۱

توجب یہ تمام وساوس منقطع ہو جائیں گے تو کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوگا اور معلوم ہو جائیگا کہ ہمکو خدا تعالیٰ سے کیا تعلق ہے اسکے بعد کوئی حکم ناگوار نہ گذریگا کیونکہ عاشق کو کوئی حکم محبوب کا ناگوار نہیں ہوتا بلکہ یوں چاہیگا کہ کسی طرح ہر وقت اُدھر سے کچھ ارشاد ہوتا رہے۔

حکایت - ایک شخص کا واقعہ ہے کہ وہ ایک طبیب پر عاشق ہو گیا تھا آخر بیمار پڑا لوگ اس طبیب کو علاج کیلئے لائے تو یہ مریض یوں تمنا کرتا تھا کہ مجھے کبھی شفا نہ ہو تاکہ اسی بہانہ سے روزانہ طبیب میرے پاس چلا تو آیا کرے - صاحبو واقعی یہ آگ بہت غضب کی چیز ہے کہ عاشق تو عاشق معشوق کو بھی متوجہ کر دیتی ہے ؎

عشق را نازم کہ یوسف را ببازار آورد
ہمچو صنعا زاہدے را زیر زنار آورد

دیکھئے اس مریض کا مرض ہی تھا کہ جس نے طبیب کو بھی کھینچ ہی لیا آج کل کے عقلاء اسکو نہ سمجھیں گے کیونکہ یہ محض ذوقی و وجدانی امر ہے چند ہی روز ہوئے کہ سفر الٰہ آباد پیش آیا میرے ہمراہ ایک دوست بھی تھے وہ چونکہ شاعر بھی ہیں ایک موقعہ پر اپنے کچھ اشعار پڑھ رہے تھے کہ ان میں یہ شعر بھی پڑھا ؎

کیا بیٹھا ہے سینہ پر زانو کو دھر کر قاتل
ہاں پھیر بھی دے خنجر کیوں دیر لگائی ہے

اس مجمع میں ایک مولوی صاحب تھے جنکی کتابیں عربی کی سب تمام تھیں لیکن شعر سے بالکل مناسبت نہ تھی انھوں نے جو یہ شعر سنا تو نہایت تعجب سے کہا کہ اس شعر کا کیا مطلب ہے یہ تو بالکل لغو معلوم ہوتا ہے کیونکہ نہ تو محبوب حقیقی نے کسی کے گلے پر خنجر پھیرا نہ ان شاعر کے مرشد نے کبھی ایسا کیا البتہ طمانچہ شاید کبھی کسی کو مار دیا ہو لیکن سینہ پر زانو رکھکر تو کبھی نہیں بیٹھے غرض انکو ہرچند سمجھایا گیا لیکن اخیر تک انکی سمجھ ہی میں نہ آیا وہ اسکو برابر غلط ہی کہتے رہے اور لوگ ہنسا کئے تو دیکھئے شعر سے مناسبت نہ ہونیکی وجہ سے وہ ایک صاف شعر کو نہ سمجھ سکے تو اسی طرح جن لوگوں کو یہ نسبت حاصل نہیں ہے ان کی سمجھ میں نہ آئیگا کہ کیا بات پیدا ہو جاتی ہے لیکن ایسے لوگوں کو اہل محبت پر طعن کرنا ہرگز زیبا نہیں غرض محبت ایک عجیب چیز ہے ذرا غور کر لیجئے کہ اگر ایک مرد عورت سے محبت ہو جاتی ہے تو کیا حال ہوتا ہے کہ اسکے درشت اور ناز یبا کلمات بھی اچھے معلوم ہوتے ہیں اور بیجا فرمائشیں بھی پوری کیجاتی ہیں اور دل پر ناگواری نہیں ہوتی۔

۲۰۲

توبہ کی ترغیب اور اسکی حقیقت

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ الخ مقصود اس آیۃ کا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے ایمان والے بندوں کو توبہ کا حکم کرتا ہے چنانچہ ترجمہ سے معلوم ہوگا فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو خدا کی طرف متوجہ ہو جاؤ اسی کو توبہ کہتے ہیں کہ بندہ خدا کی طرف متوجہ ہو جائے یہی توبہ کی حقیقت ہے اور صرف لفظ توبہ زبان سے کہہ لینا کافی نہیں کیونکہ صرف زبانی وہی توبہ ہے جسکو کہتے ہیں ؎

سبحہ بر کف توبہ بر لب دل پُر از ذوق گناہ		معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

تو حقیقت توبہ کی یہ ہوئی کہ دل سے توجہ ہو تو فرماتے ہیں۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ الخ چونکہ توبہ کی حقیقت معلوم ہو چکی ہے اسلئے اب میں توبہ ہی کا لفظ کہونگا کہ اے ایمان والے بندو توبہ کرو خدا کی طرف خالص توبہ یہ حاصل ہے اس جملہ کا۔

گناہ کی حقیقت اور گناہوں سے بیخبری کی شکایت

گناہ کا خلاصہ ہے خدا کی نافرمانی کرنا تو اول یہ معلوم کرو کہ خدا نے کس کس بات کا ہمکو حکم کیا ہے پھر دیکھو کہ ہم ان میں سے کتنے حکموں پر عمل کرتے ہیں اور کتنے تو اہی سے اجتناب نہیں کرتے اور یہ اُسوقت معلوم ہو سکتا ہے کہ شریعت کا علم سیکھا جائے کیونکہ یہ اسپر موقوف ہے خلاصہ یہ ہے کہ اس مقام پر توبہ کا حکم ہے اور توبہ گناہ سے ہوتی ہے اور گناہ کا علم دین کے جاننے سے ہوتا ہے کہ اُس سے یہ پتہ چل جاتا ہے کہ گناہ کسقدر ہیں اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ شاید ہی کوئی وقت ایسا گزرتا ہو کہ ہم سے گناہ نہ ہوتے ہوں مثلاً دل ہی ہے کہ اس کے گناہوں کو کوئی گناہ ہی نہیں سمجھتا حالانکہ اُس کے بہت سے گناہ ہیں مثلاً کسی شخص کو نظر حقارت سے دیکھا یہ بھی گناہ ہے جسکو کوئی گناہ ہی نہیں سمجھتا۔

حکایت ۔ حضرت جنید بغدادی کی حکایت ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو سوال کرتے دیکھا جو کہ صحیح و تندرست تھا آپ نے دل میں فرمایا کہ یہ شخص صحیح سالم ہے اور پھر سوال کرتا ہے رات کو

آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص آپکے پاس مردار لایا اور کہا کہ اسکو کھایئے انھوں نے
کہا کہ یہ تو مردہ ہے کیونکر کھاؤں اُس شخص نے جواب دیا کہ آج صبح تمنے اپنے ایک بھائی کا گوشت
کھایا ہے تو اسکے کھانے میں کیوں تامل ہے انھوں نے کہا کہ میں نے تو غیبت نہیں کی اُسنے
جواب دیا کہ گو زبان سے غیبت نہیں کی لیکن دل میں اُسکو حقیر تو سمجھا اور دل ہی سے تو سب
کچھ ہوتا ہے آخر جنید بہت گھبرائے اور اُس فقیر کے پاس پہونچے وہ کوئی کامل شخص تھا ان کو
دیکھتے ہی کہا وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ ۵ سو ان گناہوں کی طرف کبھی ہمارا
ذہن بھی نہیں جاتا کہ یہ بھی گناہ ہیں اسی طرح بعض جوارح کے ایسے گناہ ہیں کہ ان کو گناہ نہیں سمجھا
جاتا بلکہ نہایت بے تکلف کیا جاتا ہے جیسے زبان کے اکثر گناہ اسی طرح اپنے کو بڑا سمجھنا اسکو بھی
ہم لوگ گناہ نہیں سمجھتے بلکہ خود بینی اور خود رائی کو عزت سمجھتے ہیں۔

گناہ کی علامت اور اسکی اجمالی فہرست بالخصوص رسم کا گناہ ہونا

۲۰۴

صاحبو گناہ کی علامت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے منع فرمایا ہو دیکھ لیجئے
کہ ان گناہوں پر کیا وعیدیں ہیں غیبت پر کیا وعید ہے تکبر پر کیا وعید ہے اسی طرح بلا تحقیق کسی
واقعہ پر حکم کر دینا اسپر کیا وعید ہے شادی اور غمی میں اسقدر رسوم خلاف شریعت ہوتی ہیں
جنکی کوئی حد نہیں اکثر لوگ شادی میں یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ناچ نہ کرایا اور گانا نہ ہوا تو بس کوئی رسم
ہمنے نہیں کی شرعی نکاح ہو گیا حالانکہ اس کے علاوہ بھی بہت سی رسمیں ایسی ہیں کہ وہ بدعت
بلکہ بعض شرک ہیں اگرچہ الحمد للہ ایسی رسموں میں سے اکثر چھوٹ گئی ہیں جیسے دولہا کو کاکو
کھلانا یا دامن میں ہلدی باندھنا یا نہ سے اتر کر چارپائی پر نہ بیٹھنا وغیرہ وغیرہ کہ اس قسم کی اکثر
رسمیں ترک ہو گئی ہیں لیکن اُن کے چھوٹنے کے ساتھ ہی وہ رسمیں کہ جن میں فخر اور مباہات ہے
اور زیادہ ہو گئی ہیں کیونکہ بہ نسبت سابق کے اسوقت تمول زیادہ ہوتا چلا جا رہا ہے پہلے لوگوں
میں اسقدر تمول کہاں تھا ایسا ساز و سامان کہاں تھا یہ رنگ برنگ کے کپڑے کوئی جانتا بھی
نہ تھا چنانچہ اب بھی جو لوگ پرانی وضع کے باقی ہیں اُن کی زندگی بالکل سیدھی سادھی ہے
اور آج کل کے نئے رنگینوں کی تو یہ حالت ہے کہ ایک مقام پر پہونچکر مجھے معلوم ہوا کہ شادی

ڈیڑھ ہزار کا صرف کپڑا ہی کپڑا دیا گیا شاید اسکی تو ساری عمر میں بھی اس کپڑے کا نصف بھی اُسکو پہننا نصیب ہو کیونکہ اول تو اتنا کپڑا دوسرے عورتوں کا پہننا کہ ایک ایک کپڑے کو دس دس برس تک احتیاط سے رکھکر پہنتی ہیں کیونکہ ان کی حالت یہ ہے کہ اپنے گھر میں ایسی حالت میں رہیں گی کہ صورت دیکھکر بھی نفرت پیدا ہو اور دوسری جگہ جائیں گی تو بن سنور کر خدا جانے دوسری جگہ کس کو دکھلانا منظور ہوتا ہے اور پھر اُس کپڑے سے اسقدر مشغولی اُن کے قلب کو ہوتی ہے کہ خدا کی پناہ آج دھوپ دکھلائی جا رہی ہے اور کل صاف کیا جا رہا ہے کپڑا ہو گیا مخدوم تھا اُنکا مخدوم ہو گیا تعجب ہے کہ ان کا جی نہیں گھبراتا لیکن جب دوسرا کوئی کام نہیں تو آخر یہ بیچاری دن کس طرح کاٹیں اسی طرح شادی میں فضولیات ہوتے ہیں مثلاً کھانا کھلانا ہے کہ ساری برادری کو لوٹتا جاتا ہے مشورہ کرتا ہے کہ ایک ایک سے رائے لیجاتی ہے۔ ایک صاحب نے اپنی لڑکی کا نکاح کرنا چاہا اور یہ رائے ہوئی کہ اس خوشی میں ایکہزار روپیہ کسی اسلامی مدرسہ میں دیدیں اُن بیچاروں سے خطا یہ ہوئی کہ برادری کو جمع کر کے رائے لے لی تمام برادری نے اُن کو دق کر دیا اور کہا کہ ہمارا جو کچھ آپنے کھایا ہے وہ واپس کیجئے آخر مجبور ہو کر بیچاروں کو ساری رسمیں کرنا پڑیں ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ اس رقم کے برباد کرنے سے آپکا کیا نفع ہوا ایک صاحب مجھسے کہنے لگے کہ صاحب اس میں کیا گناہ ہے کہ برادری کو کھلا دیا پلا دیا صاحبو یہ عنوان تو بہت پیارا ہے مگر ذرا اسکی حقیقت کو تو دیکھو یہ ایسا ہی عنوان ہے جیسا کہ ایک چور نے کہا کہ ہم تو جو کچھ کھاتے ہیں حلال کر کے کھاتے ہیں دیکھئے رات کو نیند برباد کرتے ہیں محنت کرتے ہیں جب کہیں ہمکو کھانا نصیب ہوتا ہے جیسا اس چور نے ایک نیا عنوان نکالکر چوری کو حلال کیا تھا ایسی ہی ہماری حالت ہے کہ ایسا عنوان اختیار کرتے ہیں کہ گناہ بظاہر گناہ ہی نہ معلوم ہو کہ برادری کو کھلا دیا ادائے حق کیا لڑکی کو دیا صلہ رحمی کی تو اس میں کیا حرج ہے میں کہتا ہوں کہ اگر لڑکی کے ساتھ صرف صلہ رحمی کرنی ہے تو کیا وجہ کہ برادری کو جمع کر کے اُن کو دکھلا کر صلہ رحمی کیجاتی ہے اور اگر صلہ رحمی کیلئے برادری کو جمع کرنا ضروری ہے تو کیا وجہ کہ پندرہ سولہ برس تک جو صلہ رحمی لڑکی کے ساتھ کی گئی ہے اس میں برادری کو جمع کیوں نہیں کیا گیا کہ صاحبو دیکھ رکھو آج لڑکی کے واسطے کپڑا لایا ہوں آج اُسکے لئے حلوا تیار کرایا ہے معلوم ہوا کہ شادی کے موقعہ پر مقصود تفاخر ہوتا ہے نہ کہ صلہ رحمی

٢٠٥

دوسری علامت تفاخر مقصود ہونیکی یہ ہے کہ سامان دینے کے بعد اُس طرف کان جھکتے ہیں کہ دیکھیں لوگ ہماری نسبت کیا کہہ رہے ہیں اگر کسی نے کہدیا کہ واقعی حوصلہ سے زیادہ کام کیا تو سمجھا جاتا ہے کہ بہت بڑی تعریف کی حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ بہت بڑی ہجو ہے کیونکہ اسکے معنی یہ ہیں کہ اُس نے بہت بڑی حماقت کی کہ اپنی وسعت سے زیادہ خرچ کردیا۔ لیکن یہ تعریف کم نصیب ہوتی ہے اکثر تو یہ ہوتا ہے کہ اسکی یہ نیت بھی پوری نہیں ہوتی بلکہ جتنا بھی یہ زیادہ خرچ کرتا ہے برادری زیادہ عیب نکالتی ہے اور ہمدردی بھی اگر کیجاتی ہے تو دل میں اُس کے بگاڑنے کی فکر کیجاتی ہے ہمارے اطراف میں ایک قصبہ ہے پکھرہ وہاں ایک نو دولت تھے انھوں نے اپنے لڑکے کی شادی کی برادری کے لوگوں نے باہم مشورہ کیا کہ یہ موقع بہت اچھا ہے یہ شخص بہت بڑھ گیا ہے اسکو اپنے جیسا بنانا چاہیئے چنانچہ دو چار آدمیوں نے متفق ہوکر اُن کو یہ رائے دی کہ اس شادی میں طائفہ کو ضرور بُلانا چاہیئے اور کہا کہ میاں کیا روز روز یہ موقع آتا ہے چنانچہ طائفہ کو بلایا گیا نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ کما کر جمع کیا تھا سب کھو کر بیٹھ رہے برادری نے جب دیکھا کہ یہ بھی ہماری طرح کنگال ہوگیا تو بہت خوش ہوئی واقعی لوگوں کی وہ حالت ہے کہ کسی کو اچھی حالت میں دیکھ نہیں سکتے کسی کبڑے سے پوچھا تھا کہ تیری کیا تمنا ہے اُس نے کہا کہ میری تمنا یہ ہے کہ یہ سب لوگ کبڑے ہوجائیں تاکہ میں بھی انکو ہنسوں اور اگر اتفاق سے کسی نے ایسا سامان کر بھی دیا کہ اُس میں کوئی عیب نکل سکا تو کہتے ہیں کہ میاں اگر کیا تو کیا بڑی بات ہوئی جنکے پاس ہوا کرتا ہے کیا ہی کرتے ہیں بتلائیے کہ جب برادری بھی خوش نہ ہوئی اور خرچ بھی ہوا تو کیا فائدہ ہوا۔

صاحبو کیا اس ساری کارروائی کو یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کھلا دینا پلا دینا ہے کیا یہ اسراف وتفاخر نہیں ہے اور کیا تفاخر گناہ نہیں قرآن شریف سے ثابت حدیث شریف سے ثابت دیکھئے حدیث میں ہے من لبس ثوب شھرۃ البسہ اللہ ثوب الذل یوم القیامۃ غور کیجئے کہ کپڑے میں خرچ ہی کیا ہوتا ہے جب اُسمیں یہ وعید ہے تو دوسری فضولیات جنمیں زیادہ خرچ ہوتا ہے کیا اُن میں یہ وعید نہ ہوگی اسی طرح کے اور بہت گناہ ہیں جو سرسری سمجھے جاتے ہیں۔

۲۰۶

[بل]کہ عشق و عافیت کا جمع ہونا یہ ایک خیال محال ہے یعنی طالب کو جمع کا قصد نہ کرنا چاہئے۔ اور اگر دونوں [ع]طا ہو جائے۔ تو عنایت ہے۔

(حال) میرے دل پر وسوسہ جات زیادہ رہتے ہیں اور بعض وقت جب کسی برے کام کی طرف رغبت ہو جاتی ہیں تو اللہ اپنے فضل سے بچا بھی دیتا ہے اور بعض میں مغلوب بھی ہو جاتا ہوں لیکن بعد میں ازحد پریشانی اور ندامت ہوتی ہے اگر آں حضرت اپنے دربارِ فیض سے کوئی نسخہ مرحمت فرماویں جس کی حسب ہدایت پیروی کرنے سے میری طبیعت پر اللہ اور اس کے رسول کا فضل ہو اور راہ ہدایت نصیب ہو تو کمال عنایت ہوگی اور امید ہے کہ میں اس سے محروم بھی نہ رہونگا۔

(تحقیق) اگر ممکن ہو معمولات ذیل مقرر کر لیجئے انشاء اللہ تعالیٰ نفع ہوگا۔ اور پھر حالات سے اطلاع دیجئے انشاء اللہ سلسلہ تلقین کا جاری رکھوں گا معمولات یہ ہیں۔

نمبر ۱ تہجد چار رکعت سے بارہ رکعت تک جسقدر سہل ہو خواہ آخر شب میں یا عشاء کے بعد۔

نمبر ۲۔ بعد تہجد کے یا اور کسی وقت فرصت ہو ذکر لا الہ الا اللہ چھ سو سے بارہ سو تک اتنی آواز سے کہ اپنی آواز کان میں پڑتی رہے اور دوسروں کو پریشانی نہ ہو کبھی کبھی درمیان میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملا لیا جاوے۔

نمبر ۳ سوتے وقت محاسبۂ نفس یعنی تنہا بیٹھ کر دن بھر کے گناہوں کو یاد کرکے یہ سوچنا کہ گویا میدان قیامت قائم ہے اور میں حق تعالیٰ کے روبرو حاضر ہوں اور ایک ایک گناہ پر باز پرس ہو رہی ہے اور میں لاجواب ہو ہو جاتا ہوں اور میرے لئے سزا کا حکم ہو چکا ہے اور میں اس وقت معافی کی درخواست کر رہا ہوں بس ایسے وقت میں جس کیفیت سے معافی کی درخواست کیجا سکتی ہے اسی طرح اس وقت استغفار میں مشغول ہو جانا چاہئے۔ اور عہد کرنا چاہئے کہ میں پھر نافرمانی نہ کرونگا اور اسی خیال میں سو رہنا چاہئے صبح اوٹھتے ہی یاد کیا جاوے کہ میں شب کو کیا عہد کر چکا ہوں اور جب کسی معصیت کا تقاضا ہو اُس عہد کو یاد کر لیا جاوے اور اللہ تعالیٰ کے حاضر ناظر ہونے کا خیال کر لیا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ روز بروز حالت درست ہوتی جاویگی اور پھر اطلاع دیجاوے۔

جوابِ تحریر یکے از منتہیان

(حال) الحمد للہ اُس ورطۂ غلط رسے نجات حاصل ہوئی اور یہ حضرت کی توجہات کا ثمرہ ہے فالحمد

للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات - حق تعالیٰ شانہ آپ کو نفس و شیطان کے مکائد سے ہمیشہ محفوظ رکھیں آمین - اس وقت ایک بات دریافت کرنے کی جرأت کرتا ہوں اگرچہ وہ بات میری دریافت کرنے کے قابل نہیں میرے حوصلہ سے باہر ہے مگر اطمینان قلب بدوں عرض کئے نہ ہوگا - انما شفاء العی السوال - وہ یہ کہ حضرات صوفیہ کرام کا مقولہ مشہور ہے کہ جب بندہ مقام مرادیت سے فائز ہوتا ہے تو حق تعالیٰ کی طرف سے اس کی حفاظت ہونے لگتی ہے۔ ویویدہ الحدیث کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا الخ مگر دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس حفاظت میں اور عصمت انبیاء علیہم السلام میں کیا فرق ہے۔

(تحقیق) انبیاء علیہم السلام میں داعیہ معصیت کا نہیں ہوتا گو قدرت ہوتی ہے جیسے ہم لوگوں میں پیشاب پینے کا داعیہ نہیں ہے گو قدرت ہے اور اولیاء میں داعیہ ہوتا ہے گو ضعیف ہی ہو جس کی مقاومت آسان ہے۔

(حال) دوسرے جن حضرات صحابہ سے صدور کبائر مثل زنا و شرب خمر وغیرہ کے ہوا ہے کیا وہ اس مقام سے فائز نہ تھے۔

(تحقیق) ہاں اس وقت نہ تھے۔

(حال) اور اگر تھے تو ان معاصی کا صدور کیسے ہوا اور فائز نہ ہونے کی صورت میں کیا ولی فائز بذالک المقام کو ان حضرات صحابہ پر فضیلت جزئی ہوگی یا کچھ اور جواب ہے۔

(تحقیق) ہاں ہوگی جو فضل صحابیت سے وہ مرجوح ہے۔

(حال) تصور ذات بحت افضل ہے یا مناجاۃ قلبیہ (یعنی بعض دفعہ دل خود بخود حق تعالیٰ سے باتیں کرتا ہے جس میں خشوع و خضوع کے ساتھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بندہ اپنے مالک کے دربار میں حاضر ہو کر عرض معروض کر رہا ہے) نیز نماز میں ان دونوں میں سے کونسی صورت افضل ہوگی۔

(تحقیق) اگر مناجات کا بیساختہ تقاضا ہو تو وہ افضل ہے ورنہ تصور ذات مگر مقرون بالذکر اور نماز و خارج نماز دونوں کا ایک حکم ہے۔ مگر نماز میں مناجات ہر رکن میں نہیں ہوگی۔

(حال) ایک بار بین النوم والیقظہ دیکھا کہ حضرت والا کانپور کی جامع مسجد میں نماز فجر پڑھا رہے ہیں احقر بھی نماز میں شریک ہے سورۂ مدثر کی تلاوت فرمائی اور درمیان نماز ہی میں طلوع آفتاب

۱۳۲

(تحقیق) اگر یہ محض تصرف کا تصرف نہیں ہے تو قسم قانذرکے ظہور کی صورت ہے یعنی آفتاب ارشاد طلوع ہوا۔

(حال) ایسے ہی حالت غنودگی میں دیکھا کہ خواجہ صاحب اور حکیم مصطفےٰ صاحب حضرت والا کے قدیمی مکان کے بیرونی کمرہ میں بیٹھے ہوئے دستر خوان پر بیٹھے چاول کھا رہے ہیں احقر بھی حاضر ہوا۔ اور میں نے ان صاحبوں سے عرض کیا کہ مجھے نہ خبر تھی کہ آپ یہ مزے لے رہے ہیں ورنہ میں پہلے سے آتا یہ کہکر میں بھی ایک رکابی پر بیٹھ گیا جسمیں سے حضرت والا نے کچھ تناول فرما کر کچھ حصہ بچا دیا تھا خواجہ صاحب ہنسکر بولے اور کیا چاہتے ہو تم نے تو حضرت شیخ کے سامنے کا کھانا کھایا۔

(تحقیق) وراثت کی طرف اشارہ ہے۔

(حال) ایک روز خواب میں دیکھا کہ حضرت والا نے ایک مکتوب احقر کے حوالہ فرمایا جس کو میں یہ سمجھا کہ یہ میرے احوال کے جوابات ہیں اور کسی حال میں احقر نے مولوی ...... صاحب کا تذکرہ کیا تھا تو اس کا جواب حضرت والا نے یہ تحریر فرمایا جو بلفظہٖ قریب قریب یاد رہ گیا مولوی ...... صاحب میرے قوت بازو ہیں میرے عزیز ہیں میں چاہتا ہوں کہ وہ دولت باطنی سے کامیاب ہو جائیں تم ان کے لئے دعا اور توجہ اور ہمت باطنی کرو" انتہی آمین حق تعالیٰ شانہ برادر موصوف کو حسب تمنائے سامی اپنی دولت خاص سے ممتاز فرمائیں اور انشاء اللہ تعالیٰ جب حضرت والا کی توجہ اسقدر ہے تو امید قوی ہے کہ وہ محروم نہ رہیں گے۔

(تحقیق) خدا ہمچنیں کند۔

(حال) یک بات اگرچہ میرے دریافت کے قابل نہیں مگر صرف اس اطمینان کیلئے کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ برادر موصوف قطع طریق میں مشغول ہیں یا نہیں استفسار کرتا ہوں کہ برادر موصوف ذکر و شغل تو زیادہ نہیں کرتے (اور نہ ان میں قوت دماغی زیادہ ذکر کی متحمل ہے) تو کیا حضرت والا نے شرح مثنوی کا کام ان کے سپرد اسی لئے فرمایا ہے کہ ذکر کے بجائے اس طریق سے محبت و ذکر راسخ ہو جائے۔

(تحقیق) یہ قصد تو نہیں تھا مگر اس عمل سے اس کی بھی امید ہے باقی کسی قدر جواب سوال

کے بعض اجزاء اسٹیشن کے راستہ میں زبانی نبے بھی چکا ہوں۔

(حال) آج شب شنبہ کو بعد نماز تہجد لیٹ گیا تھا بین بین حالت تھی نہ نیند غالب تھی نہ بالکل بیداری تھی دیکھا کہ مہتمم صاحب مدرسہ ...... حضرت والا کی شکایت کر رہے ہیں کہ ..... کی سرپرستی سے حضرت نے استعفا دیدیا اور ..... کی ممبری قبول فرمارکھی ہے حالانکہ کام دونوں برابر درجہ میں تھے۔

(تحقیق) میرے خیال میں نورانی کے حدیث النفس کی یہ صورت مثالیہ ہے کیونکہ بالمعاینہ دونوں کاموں میں تفاوت ہے۔

(حال) پھر دیکھا کہ حضرت والا مجھے گھوڑا خرید لینے پر سخت تنبیہ فرما رہے ہیں کہ خواہ مخواہ خرچ بڑھا لیا اس سے کیا نفع اور کام ہی کیا ہے اور اگر تمکو اس حدیث سے شبہ ہوا ہو جسمیں وارد ہے کہ ایک زمانہ آئیگا اس میں ہر مسلمان کو گھوڑا باندھنا چاہئے تو وہ زمانہ ہے تو یہی مگر حدیث میں اہل وسعت مراد ہیں۔

(تحقیق) یہ بالکل صحیح دیکھا رائے تو واقعی یہی ہے مگر اباحۃ شرعیہ کے سبب تعرض نہیں کیا۔

(حال) پھر دیکھا کہ حضرت والا کے کسی خادم نے ضیافت کی ہے اور حضرت نے قبول فرمالی اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ اخیر دعوت ہے اور اب جو کوئی ایک دن یا آدھے دن یہاں قیام کرے اسکو ہماری دعوت کرنیکی اجازت ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مہمان سب ہمارے یہاں کھانا کھایا کریں اس وقت اکثر خدام کے چہرہ پر آثار غم کے تھے خواجہ صاحب کے آنسو جاری تھے لا زلتم علیٰ رأس الامۃ المحمدیۃ عوناً للطالبین وغیاثاً للمسترشدین وتبک الفیوض والبرکات مقیضین آمین ورحم اللہ عبدًا قال آمینا۔

(تحقیق) ایقاظ ہے اہل غفلت کا کہ وقت کو غنیمت سمجھیں آخر ایک روز اسکو انقضا ہونا ہی باقی قلیل کی کوئی حد نہیں تمام عمر دنیا کو قلیل کہا گیا ہے۔

(حال) بعض دفعہ ذکر کے وقت نئی نئی عمارتیں اور نئے آدمی نظر آتے ہیں بعض دفعہ اپنے مشائخ موجودین بعض دفعہ بعض متعلقین خود بخود بلا توجہ نظر آتے ہیں اس کی بابت کیا ارشاد ہے۔

(تحقیق) ایک قسم کا انکشاف ہے توجہ نہ کی جاوے۔

(حال) مولوی ..... صاحب کو دیکھا کہ مغلوب الحال دیوانہ کی طرح آئے اور مجھسے کہا کہ مصافحہ

۱۳۴

کر دیں نے ہاتھ بڑھائے تو دو انگلیاں پہلے ایک پھر دوسری میرے ہاتھ میں دیں اور کہا کہ مصافحہ مقصود نہیں یہ تو اور لکھ چلے ہیں مجھے خواب میں ان کی اس حالت پر بڑی حیرت رہی۔

(تحقیق) اس سے اُن کی کامیابی کی امید بڑھتی ہے اور غالباً ان کامیابی میں زیادہ معین الصال نفع الی الخلق ہو۔

(حال) پھر دیکھا کہ جمعہ کی نماز حضرت والا نے پڑھائی اور نماز سے پہلے چند خدام سے جن میں مولانا سید احمد حسن صاحب مدظلہم اور خواجہ صاحب کا نام یاد ہے اور احقر سے بھی حضرت والا نے یہ فرمایا تھا کہ نوافل بعد جمعہ کے ایک اور جگہ جاکر پڑھیں گے چنانچہ بعد نماز جمعہ ارشاد فرمایا کہ آؤ نوافل کو اچھی طرح پڑھیں چنانچہ خواجہ صاحب اور احقر ساتھ میں تیار ہوئے اور چند لوگ اور بھی تھے اُسوقت خواجہ صاحب اور احقر کی زبان پر ذکر جاری تھا۔

(تحقیق) یہ معیت باطنہ کی تصویر ہے۔

(حال) پھر احقر نے ایک کتاب کی زیارت کی جو سیدنا امام حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تصنیف تھی اس کتاب پر یہ مضمون لکھا ہوا تھا اس کتاب میں یہ مضمون دیکھا کہ نماز کا قعدۂ اخیرہ قعدۂ اولیٰ سے اسلئے طویل رکھا گیا ہے کہ قعدۂ اولیٰ تو وسط نماز میں ہے اور قعدۂ ثانیہ اخیر میں اس کا طویل ہونا مناسب ہے تاکہ مصلی کے تمام اعضا مطمئن ہو جائیں اور حرکت دم ساکن ہو جائے اور وہ اچھی طرح اطمینان سے سوچ سمجھ کر نماز کو ختم کرے اور سلام پھیرنے سے تعبیر سے مشرف فرمایا جائے۔

(تحقیق) علوم ولایت کا زیادہ منبع حضرات اہل بیت ہیں اشارہ ہے ایسے علوم کے فیضان کیطرف انشاء اللہ تعالیٰ۔

(حال) چند باتیں اسوقت اور قابل عرض ہیں شرم بھی آتی ہے کہ حضرت والا کا وقت عزیز ضائع کرتا ہوں مگر حضرت والا کے بیان سے کافی تسلی اور اطمینان چونکہ ہو جاتا ہے اسلئے جی چاہتا ہے کہ ہر بات صاف عرض کردوں حسناً کان او سیئاً۔

(تحقیق) نتواں نہفتن درد از طبیباں۔

(حال) عریضۂ سابقہ میں عرض کیا تھا کہ میں نے ایک کتاب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف سے خواب میں دیکھی جسمیں قعدۂ اخیرہ کی بابت ایک مضمون دیکھا تھا اُسکی بابت

خواب میں ہی یہ بات دل میں آئی کہ قبیل سلام رحمت زیادہ متوجہ ہوتی ہے"۔ کیا اس مضمون کی صحت کیلئے اس امر سے استیناس کیا جاسکتا ہے کہ شارع علیہ السلام نے ادعیہ کیلئے وقت قبیل سلام جو مقرر فرمایا ہے تو شاید یہی لئے ہو کہ اسوقت رحمت زیادہ متوجہ ہوتی ہے۔

(تحقیق) ہاں گنجائش ہے۔

(حال) آج شب جمعہ کو بعد نماز تہجد کے بوجہ سوء ہضم وکسل کے لیٹ گیا تھا نیند تو آئی نہیں کچھ غنودگی سی ہوئی تھی کہ ایک منظر عجیب دیکھا میں نے اپنے گھر میں (جس کو خواب میں اپنا گھر سمجھتا تھا) چند شخص نہایت بدشکل دیکھے کہ اول نظر میں وہ انسان بھی نہ معلوم ہوتے تھے اور میں ان سے بہت زیادہ خائف ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے ایک شخص بشکل انسان نظر آیا اور اس نے کچھ کلام کیا جس سے صرف اسقدر یاد رہا کہ ہم اعمال بد ہیں اسکے بعد ایک بہت حسین شخص بشکل انسان نظر آیا جس کو میرے دل نے یہ سمجھا کہ یہ اعمال صالحہ کی شکل ہے اس صورت کی طرف انجذاب اسوقت تک موجود ہے بار بار اسکے دیکھنے کو دل چاہتا ہے اس نے تبسم کر کے مجھسے یہ کہا کہ غفلت نہ کرنا گناہوں سے بچتے رہنا اور اگر کبھی غفلت میں گناہ ہو جائیں فوراً توبہ کرنا اور توبہ کے بعد پھر اس گناہ کی فکر میں نہ پڑنا کہ یہ فکر بین اللہ وبین العبد حجاب ہو جاتا ہے۔

(تحقیق) حقائق صحیحہ کا انکشاف مبارک ہو۔

(حال) اس کے بعد میں نے یہ دیکھا کہ میرا ایک عظیم الشان مکان ہے اور ایسا معلوم ہوا کہ سہارنپور میں سے آمیں ہوں ...... صاحب اور میاں ...... علی بطور مہمان کے میرے پاس آئے ہیں ...... علی مکان کے اندر ہیں اور گویا گھر والے ان سے پردہ نہیں کرتے اور وہ اندر بیٹھے ذکر کر رہے ہیں اور اچھی طرح ذوق وشوق سے ذکر کر رہے ہیں مولوی ...... صاحب مکان کے باہر بیٹھے ہوئے مجھسے کھانیکا وقت دریافت کر رہے ہیں کہ کھانا کب کھلاؤ گے۔

(تحقیق) غالب یہ ہے کہ ...... علی زیادہ فیوض ولایت سے مشرف ہو اور ...... علی زیادہ فیوض نبوت سے۔

(حال) پھر میں نے ایک شخص کو دیکھا جو صورت سے بہت بدمعاش معلوم ہوتا تھا اور زبان سے گالیاں بک رہا تھا اور اپنے منہ سے مثل بازی گروں کے گولے نکال رہا تھا اس حالت

۱۳۷

میں خواب ہی کے اندر احقر نے اسکے قلب کی طرف توجہ کی جسکا اثر چہرہ پر نمودار ہوا اور چہرہ کی سیاہی دور ہو کر وہ خاصہ حسین ہو گیا اور دل کی اچھی حالت ہو گئی۔

(تحقیق) انشاء اللہ تعالیٰ یہ وراثت ہے شان دشمنی شیطان لکن اللّٰہ اعاننی علیہ فاسلم کی۔ خدائے تعالیٰ یہ وراثت نصیب کرے۔

(حال) پھر میں نے ایک کتاب دیکھی جو خواب میں علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف معلوم ہوئی اس میں یہ مضمون دیکھا کہ کسی مقام میں سالک کو تین دن سے زیادہ نہ ٹھیرنا چاہئے تین دن کے بعد آگے بڑھنا چاہئے۔ قابل دریافت یہ امر ہے کہ تین دن کی تحدید کا کیا مطلب ہو اور تین دن کے بعد ترقی کرنا کیا اپنے اختیار میں ہے غرض اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔

(تحقیق) تین ادنیٰ مرتبہ ہے جمع قلت کا یعنی ایام قلیلہ سے زیادہ نہ ٹھیرنا چاہئے اور گو یہ اختیاری نہیں مگر اس مقام کے حصول کے اسباب کہ شغول بالذکر والطاعۃ ہے یہ اختیاری ہیں پس مطلب یہ ہے کہ کسی مقام پر پہونچکر اسکو آخر مقصود سمجھ کر اس مشغولی میں کمی نہ کردے بلکہ دوام رکھے تاکہ اس سے ترقی ہو اور جلدی جلدی ہو۔

(حال) پھر میں نے ایک باغیچہ دیکھا جو اسمٰعیل خاں صاحب کا معلوم ہوا ایک دو شخص اس میں آم توڑتے تھے اور سونگھ کر پھر وہیں لگا دیتے تھے اور وہ شاخ میں جم جاتے تھے ایک دو آم کھا بھی لیتے تھے۔

(تحقیق) اسمٰعیل فنیح وفانی تھے فنا کا ثمرہ بقا ہے جو بشکل اکلها دائم کے نظر آیا ترغیب ہے فنا و بقاء کی۔

(حال) پھر میں نے چند آدمی دیکھے جو میرے قیام ...... سے بہت خوش ہو کر مجھسے مل رہے تھے اور کہتے تھے کہ تم یہاں دل لگا کر رہو میں نے کہا کہ میرے دل لگنے کا سامان کر دو وہ یہ کہ میں ...... میں ایک بڑے مجمع میں تھا یہاں مجمع طلبہ کم ہے وہ لوگ اسمیں مشورہ کرنے لگے کہ ہاں اسکی تدبیر ہونی چاہئے اور مجھسے کہا کہ ہاں اس کا انتظام ہو جائیگا۔

(تحقیق) تمہارے اس تردد کی تسلی ہے۔

(سوال) قرآن شریف و دلائل الخیرات پڑھنے کی اجازت بندہ کو عنایت فرما دیں۔

(جواب) اوراد کیلئے اجازت اصطلاحیہ کی ضرورت نہیں۔

(حال) الحمد للہ یہ نیاز مند اسم ذات خفی ۲۵ ہزار مرتبہ اور سورۂ اخلاص ایک ماہ میں حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایک لاکھ سے زیادہ پہونچاتا ہے پڑھتا ہے پیشانی میں روشنی محسوس ہوتی ہے نماز میں اور دعا مانگتے میں اور بعض وقت خارج وقت میں زیادہ ہوجاتی ہے اور بعض وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیشانی پر آفتاب کی سوزش اور تپش اور گاہ ایسا معلوم ہوتا ہے آگ کے پاس ہونے سے اندیشہ پیدا ہوجاتا ہے کہ میرے جسم یا پارچہ میں اُس کا اثر ہوگیا ہے یعنی اُسکی تپش اور سوزش معلوم ہونے لگتی ہے اور گاہ باطن میں بھی سوزش اور تپش معلوم ہونے لگتی ہے۔ اس کے جواب سے بھی معزز فرمایا جاوے اور علاج یا دوا ارشاد ہو۔

(تحقیق) روشنی جو محسوس ہوتی ہے یہ قابل التفات نہیں کبھی یبس وحرارت کے غلبہ سے بھی ایسا ہوجاتا ہے اور اگر انوار ذکر بھی ہوں تو یہ انوار مثالیہ ہیں جو منشا ہے قرب کا نہ ناشی ہے قرب سے انوار حقیقیہ جو کہ قلب میں ہوں وہ البتہ ایک نعمت ہیں اور وہی انوار حقیقیہ ہیں گو ان انوار مثالیہ میں بھی بعض حکمتیں اور مصلحتیں ہیں کہ اعظم اُن کا یکسوئی ہے لیکن مقصودیت سے اُنکو کوئی حصہ نہیں ملا۔

(حال) میں نے پہلے عریضہ میں دلائل الخیرات اور ربنا آتنا الخ کے پڑھنے کی اجازت کے واسطے عرض کیا تھا صرف مقصود میرا یہ ہے کہ میری آخرت درست ہوجائے بزرگوں کے ارشاد کے موافق جو کام کیا جاتا ہے اُس میں اللہ تعالیٰ برکت فرماتے ہیں میں پڑھتا برابر رہتا ہوں کہ جو ثواب سے خالی نہیں ہے لیکن ایک خود کسی نسخہ کو استعمال کرنا اور ایک حکیم کے فرمان کے بموجب اُسپر عمل کرنا اس میں بہت بڑا فرق ہے۔

(تحقیق) جو مصلحت آپنے اجازت مانگنے میں لکھی ہے وہ ٹھیک ہے مگر اُس کا یہ طریق نہیں جو آپنے تجویز کیا کہ نسخہ خود تجویز کیا اور طبیب سے اجازت مانگی جاتی ہے بلکہ طریق اُس کا یہ ہے کہ اپنی پوری حالت کسی معتقد فیہ کے سامنے پیش کرکے اپنے کو اُسکی تفویض میں دیدیا جاوے کہ جو نسخہ میرے لئے تجویز کیا جائیگا میں اُس کا استعمال کرونگا چونکہ ایسے مضمون کا آپکا کوئی خط نہیں آیا لہٰذا میں کوئی معین مشورہ نہیں دے سکتا ہوں جب ایسا خط آئیگا انشاء اللہ مشورہ عرض کرونگا۔

(باقی آئندہ)

اور شبہ دافع حدود ہوتا ہے اسلئے اُسمیں قطع نکرنا احوط ہوا ۔ پس مہر میں تو دس درہم کو اقل
نصاب ٹھہرنا احوط ہوا ۔ اور سرقہ میں اکثر نصاب ٹھہرانا احوط ہوا ۔ اور دس درہم نصاب
سرقہ ہوتا یہ بھی وجدانا مؤید معلوم ہوتا ہے قول امام رح کا کیونکہ اس سے ایک عضو یعنی ید کی
قیمت کا کم از کم دس درہم ہونا معلوم ہوا ۔ تو بضع زن کی قیمت بھی اُس سے کم نہو گی کذا فعلہ
صاحب الهدایۃ فی الهدایۃ بہرحال احتیاط بہت سے بہت اس سے کم نکرنے کو مقتضی ہوگی
لیکن بیاننک تو کمی کرنے کا بالاتفاق اختیار ہے پھر زیادتی پر کیا مجبوری ہے ؛ اوپر تو بیان تھا
کثرت مہر کی دینی خرابی کا ۔ فی نفسہ بھی خلاف سنت ہے اور پھر وہ سبب ہو جاتا ہے عدم قصد
ادا کا جسپر اس شخص کو گناہ میں زانی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور اس کے علاوہ اسمیں جو دنیوی
خرابیاں ہیں وہ آنکھوں سے نظر آتی ہیں مثلاً بہت جگہ موافقت نہیں آتی اور زوجہ کے حقوق
ادا نہیں کئے جاتے ۔ مگر طلاق اسلئے نہیں دیتے کہ مہر زیادہ ہے یہ لوگ دعوی کر کے پریشان کریں
گے پس کثرت مہر بجائے اس کے کہ عورت کی مصلحت کا سبب ہوتا اُلٹا اس کی کلفت کا سبب
ہو گیا بعض عقلا اس کثرت میں یہی مصلحت سمجھتے ہیں کہ چھوڑ نہ سکے مگر یہ نہیں سمجھتے کہ چھوڑ سکنا
ہر جگہ تو مصلحت نہیں مثلاً اسی صورت مذکورہ میں اسمیں کیا مصلحت ہوئی اور مثلاً بہت جگہ
بعد طلاق یا موت دعوی ہوا ہے اور چونکہ تعداد میں لاکھوں تک ہوا ہے تمام جائداد اسی کی
نذر ہو جاتی ہے اور زوج یا اُسکے ورثاء اس کی بدولت نان شبینہ کے محتاج ہو جاتے ہیں پس دینی
و دنیوی خرابیوں کے مجموعہ سے وہ مضمون صادق آتا ہے خسر الدنیا والاخرۃ ذلک هو
الخسران المبین ؁ اور یہ سب خرابیاں تو کثرت مہر کی اُسوقت ہیں جب ادا نہ کیا جاوے
یا ادا کا ارادہ نہو اور اگر مرد پر خدا کا خوف غالب ہوا اور حقوق العباد سے اس نے سبکدوش ہونا
چاہا اور ادا کا قصد کیا تو اُسوقت یہ مصیبت پیش آتی ہے کہ اتنی مقدار کا ادا کرنا اُسکے تحمل سے زیادہ
ہوتا ہے تو اُسپر فکر و تردد کا بار عظیم پڑتا ہے اور کما کما کر ادا کرتا ہے مگر مقدار زیادہ ہونے سے وہ
ادا نہیں ہوتا ۔ دو تمامتر اس کا ذخیرہ اُسی میں کھپتا چلا جاتا ہے اور طرح طرح کی تنگی برداشت کرتا ہی
پھر اس سے دل میں تنگی اور پریشانی ہوتی ہے یہ تو مرد کو تکلیف ہوئی پھر چونکہ سبب اس تمام تر
تکلیف کا وہ عورت ہے اسلئے انجام کار اُس مرد کے دل میں اس سے انقباض بلکہ انقباض سے

تنفر پھر عداوت پیدا ہو جاتی ہے پس جو نکاح کا موضوع تھا مصالح زوجین اور ان کے اتحاد باہمی
کیلئے وہ بواسطہ اُس کے ایک حق خاص یعنی مہر کے اس طریق پر سبب ہو گیا اُسکے ضد یعنی عداوت
وکدورت کا پس یہ صحیح قلب موضوع ہے جسکا سبب کثرت مہر کی ہے پس قلب موضوع جب قبیح
ہے اُسکا سبب بھی قبح سے خالی نہوگا اس حدیث کا یہی مطلب ہے تیاسروا فی الصداق فان
الرجل یعطی المرأۃ حتی یبقی ذالک فی نفسہ علیہا حسیکۃ (عب والخطابی من الغرائب
عن ابن حسین مرسلا) کنز العمال ج ۸ صفحہ ۲۴۹ + اور اوپر جو خطبہ حضرت عمرؓ کا گذرا اُسمیں
یہ بھی ہے ان احدکم یغلی صدقۃ المرأۃ حتی یکون لہا عداوۃ فی نفسہ الخ چنانچہ خود
مجکو اسکا اندازہ ہوا کہ میری ایک اہلیہ کا مہر پانچ ہزار اور دوسری کا پانسو تھا بفضلہ تعالیٰ دونوں
ادا کئے گئے مگر اول مہر کے ادا میں جو کچھ گرانی ہوئی اگر والد صاحب مرحوم کا ذخیرہ اُس میں اعانت
نکرتا تو وہ گرانی ضرور کدورت کی صورت پیدا کرتی اور دوسرا مہر صرف فتوحات یومیہ کی آمدنی
سے بہت آسانی سے ادا ہو گیا اُس کا کوئی معتد بہ بار قلب پر نہیں پڑا پھر اگر اس کوشش پر بھی ادا
نہو سکا تو نفس میں ایک دوسری کم ہمتی جو خلاف غیرت ہے پیدا ہوتی ہے وہ یہ کہ عورت سے
معاف کرایا جاوے پس اُس سے درخواست کیجاتی ہے سو اول تو اُس درخواست کو پورا کرنا اُس کے
قبضہ میں ہے اگر وہ پورا نہ کرے اُسکو اختیار رہے دوسرے خود یہ درخواست ہی ذلت سے خالی
نہیں سی لئے حق تعالیٰ نے جانب برات کی دو صورتیں فرمائی ہیں الا ان یعفون او یعفو
الذی بیدہ عقدۃ النکاح اس کے بعد ہی دوسری صورت کی ترجیح کی تصریح ہے وان تعفوا
اقرب للتقوی اور اسکے ساتھ ہی پہلی صورت کی اباحت بھی عام مفہوم سے ارشاد فرمادی ہے
ولا تنسوا الفضل بینکم جسکے مجموعہ کا حاصل یہ ہوا کہ پہلی صورت باوجود مباح ہونیکے مرجوح ہے
لکونہ البعد عن الغیرۃ تو دیکھئے یہی کثرت بعض صورتوں میں اخلاقی کمزوری کا بھی سبب
بن گئی جو کہ پسندیدہ نہیں سمجھی گئی۔ اور یہ بھی اُسوقت تک ہے جبکہ مرد اس طلب معافی میں
حق تعالیٰ کے اس ارشاد کا لحاظ رکھے فان طبن لکم عن شیء منہ نفسا الآیۃ یعنی طیب نفس کی
رعایت کرے ورنہ اگر غیرت کے ساتھ خشیت بھی مفقود ہے تو وہ صرف لفظی معافی کی ناجائز
تدبیریں نکالیگا یعنی یا عورت کو دھوکہ دیگا یا اسکو دھمکاویگا اسپر جبر کریگا جس سے وہ معاف کردیگی اور یہ

۴۸

کہ ایسی معافی عند اللہ ہرگز معتبر و مقبول نہیں اور اس صورت میں یہ عند اللہ علی حالہ مشغول الذمہ رہے گا اور اگر اسکو غیرت بھی ہوئی اور مشیت بھی ہوئی مگر وسعت نہوئی تو اسکی پوری مصیبت ہے کہ تمام عمر اسی میں گھلا کیا کہ میں کس طرح اس حق سے سبکدوش ہوں دیکھئے اس کثرت کے کیسے بھیل بھول کھلے ہیں گو اس صورت میں اگر یہ نیت مصمم رہی کہ جب ہوگا اور جتنا ہوگا ضرور دونگا، ور تھوڑا تھوڑا دیتا بھی رہا مگر پورا نہو سکا تو آخرت میں امید ہے کہ مواخذہ نہوگا لیکن اس بیچارہ کی دنیوی زندگی تو تلخ ہوگئی اور جب شوہر کی زندگی تلخ ہے تو بی بی کی زندگی کیا بالطف ہوسکتی ہے غرض اس میں ہر طرح خرابی ہی خرابی ہے اگر کسی شخص کو وسوسہ ہو کہ بعضے مفاسد قلیل میں ہیں اور بعضے مصالح کثیر میں ہیں مثلاً اگر مہر قلیل ہوا تو شوہر پر کوئی بار نہیں ہوتا اسکو کوئی امر اس سے مانع نہیں ہوتا کہ اسکو چھوڑ کر دوسری کرلے تو کثرت میں ذرا رکاوٹ رہتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ہمارا یہ مطلب نہیں کہ بہت ہی قلیل ہو بلکہ مقصود یہ ہے کہ اتنا کثیر نہو جو اس کی دینی و دنیوی تباہی کا سبب بن جاوے عدم ادا کی نیت میں بھی اور ادا کی کوشش میں بھی اور ابراء کی تدبیر میں بھی بلکہ اس میں اعتدال ہو جس میں تمام مصالح محفوظ رہیں دوسرے جس شخص کے دل میں خدا کا خوف نہو کوئی چیز کسی امر سے نہیں روک سکتی کیا ایسے واقعات پیش نظر نہیں ہیں کہ بڑے بڑے مہروں کے مدیون ہیں اور باوجود اسکے منکوحہ کا کوئی حق ادا نہیں کرتے اور نہ دوسری طرف منتفت ہونے سے رکتے ہیں خواہ وہ حلال ہو یا حرام ایسے ظالموں کا کوئی کچھ بھی نہیں کرسکتا خواہ اس وجہ سے کہ وہ صاحب جاہت ہے اس سے ڈرتے ہیں خواہ اس وجہ سے کہ اس کے پاس کچھ ہے ہی نہیں اور نرا جیلخانہ کرانے سے کیا ملتا ہے پھر داماد کے جیل سے اپنی بیٹی کو کیا آرام ملا بعضے لوگ اس میں مصلحت یہ بیان کرتے ہیں کہ قلت میں ذلت ہے اور کثرت میں عزت سو اول تو ہر قلت میں جبکہ وہ بوجہ اعتدال ہو ذلت نہیں دوسرے اگر ایک مصلحت بھی ہوئی مگر مفاسد بے تعداد ہوئے تو وہ مصلحت کب قابل تحصیل ہوگی تیسرے اگر تحصیل مصلحت تفاخر کیساتھ قدرت علی الاداء کی کچھ بھی رعایت نہو تو بقول میرے استاد علیہ الرحمۃ کے پھر اسی مقدار پر کیوں بس لیجاتی ہے اس سے زیادہ مقدار میں اس سے زیادہ عزت اور فخر ہے تو بہتر ہے کہ ہفت اقلیم کی سلطنت کا خراج بلکہ اس کا بھی مضاعف یا اضعاف مضاعفہ مقرر کیا جاوے کیونکہ نہ دینا نہ لینا صرف

نام ہی نام تو اچھی طرح سے کیوں نہ نام کیا جاوے حقیقت یہ ہے کہ یہ سب رسم پرستی ہے ورنہ
واقع میں مصلحت کچھ نہیں اور مفاسد متنوع ہیں لہذا اسکے واجب الاصلاح ہونے میں کوئی شبہ
نہیں رہا پس رسم کو چھوڑو اور عقل و شرع کا اتباع کرو البتہ جن صورتوں میں مہر مثل سے کم کا
مقرر کرنا ولی کو یا عورت کو جائز نہو جیسا فروع فقہیہ میں مذکور ہے وہاں اسپر عمل کی یہ صورت ہے
کہ سب متفق ہو کر اپنے عرف کو بدلیں جس سے خود قلیل ہی مہر مثل بن جاوے بہرحال یہ صورت
بھی اشکال کی نہیں جس سے کوئی نیم ملا شبہ کر سکے ایک کوتاہی مہر کے بارہ میں یہ ہے کہ بعضے
لوگ بدون ذکر مقدار کے محض شرع محمدی کے عنوان سے مہر ٹھیراتے ہیں اور پھر اسکے مفہوم کی
تعیین میں کوئی اصطلاح بھی بیان نہیں کرتے تو اس طرح کا ٹھیرانا بجائے نہ ٹھیرانے ہی کے ہے
اور مہر نہ ٹھیرانا گناہ ہے جیسا اوپر مہر ادا کرنے کی نیت نہونے کو مشابہ زنا کے قرار دینے کی تقریر
میں مذکور ہوا ہے پس یہ گناہ کے مرتکب ہوئے پھر اگر کسی وقت وصول کیلئے نزاع ہوا تو کیا مقدار
ادا کیجاویگی اور چونکہ قوم کی قوم میں یہی رسم ہے اسلئے مہر مثل کی تحکیم بھی دشوار ہے پس اس
ابہام میں یہ خرابیاں ہیں اور اسی قبیل سے ہے وہ رسم جو بعض نواح میں معلوم ہوئی ہے کہ سوا سیر
کودوں کے عنوان سے مہر ٹھیراتے ہیں جسکی شرح تحقیق کرنے سے یہ معلوم ہوئی کہ سوا سیر کودوں
کی جسقدر شمار ہے اُتنے شمار سے روپیہ ہوں سو ظاہر ہے کہ یہ کوئی معین شمار نہیں ہے اگر سوا
سوا سیر کودوں کے دو انبار ہوں یقیناً اُن کی شمار میں تفاوت ہوگا پس یہ بھی مبہم رہا اور اس
میں بھی مذکورہ خرابیاں ہوئیں اور علاوہ ان کے کثرت مقدار کی خرابی مزید براں ہے اور اس سے
بڑھکر بعض جگہ یہ بیہودگی سننے میں آئی ہے کہ مہر میں مچھر اور پسو اور کھٹمل کئی کئی مثقال ٹھیراتے ہیں
جسکا حاصل یہ ہے کہ مہر ایسا ہو کہ اُس کے ادا پر کبھی قدرت ہی نہو سو سمجھ لینا چاہیئے کہ مہر کیلئے مال
ہونا شرط ہے یہ چیزیں جب مال نہیں ہیں تو یہ واجب فی الذمہ بھی نہیں ہوتیں اُن کا ذکر عدم
ذکر برابر ہے اور تغییر شرع کا گناہ الگ رہا ایک کوتاہی دربارہ مہر کے زوجہ کی طرف سے یہ ہے کہ اکثر
بعد وفات زوج کے اُسکی تمام اشیاء منقولہ و غیر منقولہ میں سے جن جن پر قبضہ ہو سکے سب پر قبضہ
کر کے اپنے دلکو سمجھا لیتی ہیں کہ یہ سب میں نے اپنے مہر میں رکھ لیا اگرچہ وہ قیمت میں مہر سے کئی حصے
زیادہ ہو سو سمجھ لینا چاہیئے کہ جب یہ اشیاء جنس مہر سے نہیں ہیں تو اس کو از خود مہر میں لگا لینا جائز نہیں

(باقی آئندہ)

۵۹

حالات اخوات علاتی - یکے نصف دو و بیش ثلثین گیرد گر نہ عینی اند یک عینی سدس گیرد بدو عینی کلی دستند مگر با شد بایشان گر برادر پس ہمہ عصبہ اند به بنت و بنت ابن عصبہ با بنت و جد و اب گریند

حالات اعیان و علات - بنو اعیان و علات ست کج لب - با ابن و ابن ابن جد و ہم اب

حالات بنو علات - با اخ و اخت عصبہ عینی ہست محروم جملہ علاتی

حالات ام - بولد و اخوہ و اخوات سدسی ورنہ ثلث کل - زباقی ثلث بعد از فرض زوجین اے رخست چوں گل

حالات جدہ - سدس جدہ - بام ہمہ خالی - باب و جد نیمی ست ہم ابوی - عصبہ بنفسہ جزو و اصل و جزو اب پس جزو جد - اقرب درجہ قوت قرب ست حد - **عصبہ بغیرہ** عصبہ بالغیر چار زن باشد ہر دو بنت - ہر دو اخت باخ خود - **عصبہ مع الغیر** ز سلکو زن دیگر عصبہ شود مع الغیر باش اے با خرد - **مولی عتاقہ** آخر عصبہ معتق و عصباتش - نیست زن را مگر ز مولایش **تفصیل حجب** - پنج کس محجوب نقصان میشوند - اخت و بنت الابن و زوجین و ام اند - غیر محروم ست شش اے اہل فن - ام و اب و بنت و ابن و مرد و زن - ہر کہ محروم ست بر دو قاعدہ - ابعد و مملوک بس بے فائدہ **مخارج الفروض** - یک دو ز صنفی ہمی و کمی - ہر دو صنف در نصف شش اے ذکی - بیست در خطا اثنا عشر و بثمن ہست بست و چار اے **قرعول** دو و بدو ضعف و سہ بیست ضعفش - مخرج و عول سہ ناجزایش - بدہ و ترد شفع و تا ہفدہ - در تر و تا بست و ہفت عول این سہ - **نسبت عددین** یکے کم کن ز دیگر گر یکبار سے فنا شد آں - تماثل دان و گر درچند نام او تداخل خوان - نباشد گر فنا بل ماند باقی ہیچ یک ز دو جہ - تباین گر یکے افزوں توافق در ہماں رتبہ

جزو دوم - قطعہ تاریخ وفات والد صاحب - دلم خوں شدہ دیدہ جیحوں شدہ - چو شد جاں بحق حضرت والدم - دل غمزدہ فکر تاریخ کرد - شدہ سال او موجب درد و غم - ۱۳۰۵ھ

جزو سوم غزل اردو

جسے ہم ڈھونڈتے تھے خود ہی ہم تھے	وگرنہ رتبہ سے واقف اپنے کم تھے

رہی جب تک خودی اسکو نہ پایا	جب اسکو ڈھونڈ پایا خود عدم تھے
کہیں تھے کعبہ ہم اور تھے کہیں دیر	کہیں مغ اور کہیں شیخ حرم تھے
کبھی تھے دست موسیٰ میں عصا ہم	کہیں ادریس کے کف میں قلم تھے
کہیں شمشیر زن تھے اور کہیں تیغ	کہیں راقم کہیں خود ہی رقم تھے
نیستاں میں کہیں تھے شیر غراں	کہیں پرچم پہ ہم شیر علم تھے
کہیں تھے بخل میں ضرب المثل ہم	کہیں ہم صاحب جود اتم تھے
کہیں تھے ہم شرار نار سوزاں	کہیں ہم رشک گلزار ارم تھے
کہیں تھے ہم خوشی کے شادیانے	کہیں ہم مجمع حزن والم تھے
کہیں تھے کان میں ہم نقرہ و زر	کہیں ہم نقش دینار و درم تھے
حقیقت کیا تمہاری تھی میاں آہ	یہ سب امداد کے لطف و کرم تھے

فائدہ - یہ غزل ایک خاص حالت میں لکھی تھی جس سے لفضلہ تعالیٰ نجات ہوگئی اور گو معنون اس کا قابل توجیہ ہے وہ یہ کہ مطلوب حقیقی ہستی حقیقی ہے جسکو اپنے مظاہر کے ساتھ عینیت اصطلاحیہ ہے اور مطلع میں جو یہ ہے کہ خودی ہم تھے مراد اس سے یہی عینیت ہے اور مصرع ثانی کا حاصل یہ ہے کہ ہمکو یہ معلوم نہ تھا کہ ہم اتنی عظیم الشان حقیقت کے مظہر ہیں ورنہ اپنی ہستی ہی غور کرنا معین ہوتا اس حقیقت تک پہونچنے میں کما قیل من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اور بعد کے اشعار کا حاصل اکوان کا مظاہر ہونا ہے سو گو معنون ہیں یہ توجیہ ہو سکتی ہے لیکن عنوان اس کا چونکہ خلاف ظاہر ہے اس لئے میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔

۶۰

جزو چہارم

در بیان رموز قراء

قال الامام الشاطبی فی الرموز علی القراء اجمالا ؎

جعلت ابا جاد علی کل قارئ	دلیلا علی المنظوم اول اولا

قلت مفسر اللرموز ؎

ابج دہز حطی کلم نصع فضق رست — ثخذ ظغش خذ بارمز صار مسہلا

قلت مفصلاً للرموز ۹

الف نافع بای قالون ورش جیم — دال را ابن کثیر ست اے فہیم
ہاے بزی زاے قنبل را بگو — حاے بو عمرو ست و حا دوری شنو
یاے سوسی بابن عامر کاف راست — لام از بہر ہشام اے مرد راست
ابن ذکوان میم و عاصم نون را — صاد شعبہ عین حفص اے ذی حجی
فای حمزہ ضاد باشد خلف را — قاف خلاد و کسائی راست را
سین از بہر ابو الحارث شنو — تای دوری از کسائی باز گو

عاصم و حمزہ کسائی راست تا — چون نباشد دیگرے را التفا
عاصم و حمزہ کسائی راست خا — سہ دگر را چونکہ باشد التفا
ابن عامر دان دگر ابن کثیر — دال سوم بو عمرو ہر سہ یاد گیر
عاصم و حمزہ کسائی راست ذال — ابن عامر گر شود ضم بے جدال
عاصم و حمزہ کسائی راست غین — با ابو عمرو آن امام ای نور عین
از پے حمزہ کسائی ہست شین — ختم شد حرفی رموز اے مرد دین

صحبتا از حمزہ کسائی شعبہ یاب — حمزہ و حفص و کسائی را صحاب
بن عامر نافع است از بہر عم — یاد کن این اصطلاح اے خوش شیم
نافع و بو عمرو با ابن کثیر — بر سمای این قرآت جاے گیر
آن ابو عمرو است و آن ابن کثیر — حق تجوید ست زی شان دلپذیر
شد ابو عمرو دگر ابن کثیر — ابن عامر این نکو از فن خبیر
آن امام نافع و ابن کثیر — شد از ایشان جملہ حرفی فیض گیر
نافع و عاصم کسائے حمزہ را — گشت فتح باب حصن اہتدا

تمام شد

طبق ثالث جزو اول - جواب شعر یکے ہندو شعر ہندو ایں کہ راست بتخانہ مرا اے شیخ٭ کہ چوں خراب شود خانہ خدا باشد٭

جواب - ببیں نجاست بتخانہ ہائے خود اے گبر٭ کہ تا خراب نگردند بیت حق نشوند٭

جزو دوم و مابعدہ یہ اجزا منظومات متعلقہ مثنوی معنوی ہیں جن کی یہ تفصیل ہے۔ رائے اشرف علی تھانوی در انتساب کتاب مشہور بدفتر ہفتم مثنوی معنوی بمولانا رومی اثباتاً و نفیاً - ولکل رای لا یجب ان یقبل -

حمد ندر پادشاہ ذوالجلال	صد درودے بر رسول خوش خصال
پس ازیں نازیم بخت خویش را	کیں سخن صافی گذشت از چشم ما
گوئیا جزوی زعین مثنوی ست	چونکہ شانش چوں کلام معنوی ست
میشہد بر نام مولانا قدم	گوئیے ہست این وآں از یک قلم
نیست لیکن از کلام آں ہمام	شاہدے چندیں ہمیں دارد قیام
اولاً اتیان برہان کثیر	کہ عدد ہفت است گویا ناگزیر
ایں بعید از طرز مولاناست ہاں	بہر تائید شمار دفتراں
ثانیاً دور ست از اہل علوم	خویش را دادن لقب مولائی روم
یا کہ خود را مولوی کردن خطاب	یا ز خود دست کشیدن در کتاب
ثالثاً کردے ششم را اختتام	باز ہفتم را نمودے انصرام
رابعاً من دیدہ ام ایں نسخہ را	نزد حضرت حاجی امداد ما
لیک با ایں اہتمام کان صفی	داشت در طبع کلام مولوی
ہم ز بہر طبع ایں نسخہ نداد	پس نداستش ز مولانائے راد
پس یقیں شد کایں سخن زاں شاہ نیست	ہاں مگر از غیر حق آگاہ نیست
آئینہ ز تاب خورشید ار پر ست	آئینہ خور نیست لیکن چوں خورست
در تو گوئی کاں رویت اولیس	سیدہا از جز و بودن او یقیں
پس بداں کایں خطاب شاعری ست	نمایاں رالے دلیل حاضری ست
گفتہ ام من انچہ ذوق من بگفت	باز جوش طبع در نطقش بسفت

[illegible]

۲ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ بمقام تھانہ بھون

۶۲

(باقی آئندہ)

اُن کو زیبا تھا کہ جب ہم ترکہ کے مستحق نہ ٹھیرے تھے تو ہمیں خشک جواب نہ دیتے اور نرمی سے فرماتے کہ ترکہ دینے سے تو میں اسلئے معذور ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مال میں میراث جاری نہیں ہو سکتی ہاں آپ اطمینان رکھیں میں دوسرے طریقوں سے آپ کی خدمت کروں گا اسوقت نہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر کوئی شرعی الزام ہے نہ ابو بکر صدیق پر رہی یہ بات کہ پھر ابو بکر صدیق رض نے ایسا کیوں نہ کیا اسکی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جسقدر حضرت فاطمہ نے درخواست کی تھی اتنی ہی بات کے جواب کو انھوں نے کافی سمجھا ہو اور اس کی طرف ان کا ذہن نہ پہنچا ہو کہ اس کا ان کی طبیعت پر کیا اثر ہو گا اور کوئی دلیل بھی اسکی نہ تھی کہ خواہ مخواہ یہ طرز انھیں ناگوار ہوگا نیز شرعًا ان کے ذمہ واجب بھی نہ تھا اور یہ بات کہ معلوم ہونے کے بعد انھوں نے معذرت کیوں نہ کی سو اول تو اس کا وہی جواب ہے کہ شرعًا ان پر واجب نہ تھی دوسرے اس کی کوئی دلیل نہیں کہ انھوں نے معذرت نہیں کی ممکن ہو کہ انھوں نے معذرت کی ہو مگر حضرت فاطمہ کے دل سے یہ تکدر جو محض ناز کے طور پر تھا نہ گیا ہو اور یہ واقعہ اس لئے منقول نہ ہوا ہو کہ سلف نے محض واقعات کی روایت کا چنداں اہتمام نہیں کیا اُن کی ہمتیں نقل احکام یا اُن واقعات کی نقل میں مصروف تھیں جن کو احکام سے تعلق ہے یا زائل ہو گیا ہو جیسا کہ روایت شعبی سے معلوم ہوتا ہے کذا فی فتح الباری ج ۶ کتاب فرض الخمس اور حضرت عائشہ کو اسکی اطلاع نہ ہوئی ہو۔

واللہ اعلم انتہی بزیادۃ ما۔ ۱۲ر شعبان ۱۳۳۵ھ

سوال۔ جو سبق بندہ کو پڑھانے ہوتے ہیں اُنہیں سب کو خارج اوقات میں دیکھکر پڑھانا ضروری ہے یا جو دشوار ہوتے ہیں صرف ان ہی کو دیکھنا کافی ہے ثانیًا یہ عرض ہے کہ اگر بے دیکھے آسان کتاب کو پڑھاتا ہوں تو بعض دن اسمیں بھی بعض مضمون غور طلب آجاتا ہے جسمیں تامل کرنے کی حاجت ہوتی ہے نیز یہ بھی عرض ہے کہ میں ابتک یہ کرتا تھا کہ جو کتابیں بلا دیکھے پڑھائی نہ جاتیں اُن کو دیکھتا تھا اور جو بلا دیکھے پڑھا لیتا تھا گو تامل سے اُنھیں مطالعہ نہیں کرتا تھا اسمیں بھی عرض ہے کہ اگر دیکھکر پڑھاتا تو پڑھانے میں وقت کم صرف ہوتا بہ نسبت بلا دیکھے پڑھانے کے تو اس صورت میں میرے ذمہ مدرسہ کا حق باقی رہا یا نہیں اور اسکی کس طرح تلافی ہو سکتی ہے اور اس بارہ میں کیا معمول رکھنا لازم ہے۔

الجواب ۔ میرے نزدیک اس باب میں اس قاعدہ کو حَکَم قرار دیا جاویگا المعروف کالمشروط اور اسمیں معروف وہی ہے جسکو آپنے اس جملہ سے شروع کیا ہے کہ میں ابتک یہ کرتا تھا الخ پس ایسا کرنے میں مدرسہ کا کوئی حق آپکے ذمہ نہیں ہے اور آئندہ بھی یہی معمول کافی ہے ۱۷ شعبان ۱۳۳۵ھ

حاشیہ از مولانا احمد حسن صاحب

تفصیل اور توضیح اسکی کہ جو کتابیں مدرس بتامل قلیل مدرسہ میں بغیر مطالعہ سابقہ پڑھاتا ہے اسطرح کہ اگر مطالعہ کر لیتا تو مدرسہ کا وقت کم صرف ہوتا اب زیادہ صرف ہوتا ہے تو یہ نقصان مدرسہ کا عرفاً اس حد تک قابل اعتبار نہیں اور عفو ہے جہاں تک کہ عرف اسکو گوارا کرے نہ مطلقاً مثلاً چھ گھنٹہ کے ویسے ہی پانچ سبق ہوں اور اسمیں تین گھنٹے تامل میں گذریں تو یقیناً عرف اسکو گوارا نہ کریگا اور کہے گا کہ مکان پر مطالعہ کرو لہذا اس کی تعیین ضروری ہے کہ کسقدر وقت عرفاً صورت مسئولہ میں عفو ہے میرے نزدیک فی گھنٹہ دس بارہ منٹ عفو معلوم ہوتا ہے ۔

سوال ۔ صاحب مطول نے جو لمّا بمعنی ظرف اور مستعمل علی طریقۃ الشرط کے تحت میں تحریر کیا ہے یلیہ فعل ماض لفظاً ومعنی وقال سیبویہ لما لوقوع امر لوقوع غیرہ تو جسقدر لمّا کہ آیۂ قرآن مجید میں ہیں سب اسی معنی پر واقع ہیں مگر تین جگہ لمّا اس قاعدہ کے خلاف ہیں اول سورہ یونس میں قولہ تعالیٰ واسرّوا الندامۃ لمّا راَوا العذاب دوم سورہ شوریٰ میں قولہ تعالیٰ وتری الظّٰلمین لمّا راَوا العذاب یقولون ھل الیٰ مردٍّ من سبیل سوم قولہ تعالیٰ فلمّا راَوہ زلفۃً سیئت وجوہ الذین کفروا سورہ ملک میں اب جناب سے استفسار کیا جاتا ہے کیا لمّا ان ہر جگہ میں حقیقی معنی پر مستعمل ہے یا مجازی پر ۔ اور جو صاحب مدارک وغیرہ نے یہاں حین کے ساتھ تفسیر لمّا کی ظاہر کی ہے تو کیا مجازی طور پر ہے ۔ اور اس صورت میں شرط کے معنی درست ہو سکتے ہیں یا نہ اور کیا حین شرط کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور اذا جو استقبال کیلئے ہوتا ہے لمّا کو ان ہر سہ مواقع پر اسکے معنی میں کرنا درست ہے یا نہیں اور صاحب مدارک نے اسکے ساتھ کیوں تفسیر نہیں کی جناب ان سب موقعوں پر مفصل طور پر جواب فرماویں ۔ حضرت صاحب اصلی مدعا اس سے عاجز کو دریافت کرنے کا یہ ہے کہ ایک مرزائی بدعقیدہ نے مجھ کو کہا کہ آیت یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق

۱۱۲ تحقیق استعمال لمّا بمعنی ظرف در آیات قرآنیہ

غلام احمد قادیانی علیہ ما علیہ ہے تو میں نے اسکو جواب دیا کہ قطع نظر اور دلائل کے خود یہی آیت اس مصداق بننے کو تردید کر رہی ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے فلما جاءھم قالوا ھذا سحر مبین یعنی جسکی بابت حضرت عیسیٰ نے بشارت دی تھی وہ آچکے ہیں یہ نہیں کہ آئندہ کو آئیں گے تو اس نے یہ تین مواقع قرآن سے اعتراضاً میرے پر پیش کئے۔ اور کہا کہ کیوں اسی جگہ یہاں مواقع کی طرح ہی معنی کئے نہ جاویں لہذا آپ کے پاس بغرض تفصیل کے یہ سوال بھیجا جاتا ہے تاکہ احقر العباد کو کسی معتبر تفسیر مثلاً کشاف وغیرہ سے بخوبی واضح کر دیں۔ ہمارے پاس سوائے کتب نحو درسیہ اور کوئی کتب نہیں ہے اور نہ ہی اتنی لیاقت ہے اسلئے ضرور بصد ضرور جواب سے مشرف فرمائیں۔

الجواب۔ کیا مرزا کے اس دعوے کا بطلان اسی دلیل پر موقوف ہے جو آپ اس کے سالم رہنے کی اسقدر سعی فرماتے ہیں اس دلیل کو چھوڑ دیجئے اور ظاہر ہے کہ دلیل کے انتفاء سے مدلول کا انتفاء لازم نہیں آتا لان الدلیل ملزوم والمدلول لازم وانتفاء الملزوم لا یستلزم انتفاء اللازم۔

۲۵ شعبان ۱۳۳۵ھ

سوال۔ یہاں قلعہ کی دیوار کے نیچے ایک قبر ہے جسکو یہاں کے ہندو مسلمان فتح پیر کا مزار کہتے ہیں اور یہ روایت بھی مشہور ہے کہ سابق رئیس کے وقت شاید کسی نے ادھر غیر ذبیحہ کی ہڈی یا اور کوئی ناپاک چیز پھینکدی تو رات کو رئیس کو (جو ہندو راجپوت ہیں) خواب میں صاحب قبر نے تنبیہ کی جسپر رئیس نے قبر کی چار دیواری بنوادی مگر چونکہ اوپر سائبان یا چھت نہیں ہے اور قبر کے اوپر ہی محل بنا ہوا ہے جسمیں سے کوڑا کرکٹ یا مردار گوشت کی ہڈیاں یا شراب کے چھینٹے پڑنے کا احتمال ہے ریاست ہذا اس وقت زیر انتظام کورٹ آف وارڈس ہے خرچ کے بجٹ میں چھ روپے سالانہ چراغی کے نام سے اور تین روپے فقیر کو اسی خدمت کے دیئے جانے درج ہوئے مگر چونکہ مندرجہ بالا بے ادبی کے بچاؤ کے لئے اوپر سائبان کرا دینے کے واسطے یہ رقم تین برس کی بچا رکھی ہے اب خیال آیا کہ نہ معلوم ایسا کرنے میں کوئی وبال شرعی تو نہیں ہے اسلئے عرض ہے کہ اس بارہ میں جو حکم شرعی ہو ارشاد فرمایا جاوے اگر حفاظت کے لئے سائبان چھت کی چادروں کا یا اور کسی قسم کا کر دینا جائز ہو جب تو یہ بنوا دیا جاوے اور آئندہ سالوں میں رقم چراغ بتی اور حق الخدمت فقیر میں صرف ہوتی رہے اور اگر یہ جائز نہو تو جو رقم تین سال کی جمع ہے اسکو واپس ریاست میں

۱۱۳

جمع کرایا جاوے یا کہاں خرچ کیجاوے واپس جمع کرانے میں احتمال غالب ہے کہ آئندہ بجٹ میں ایسی رقم منظور نہ ہوگی کیونکہ جب پہلی ہی خرچ میں نہیں آئی تو پھر منظوری نہ ملے گی بہرحال جیسا حکم شرعی ہو عملدرآمد کیا جاوے تاکہ مجھ پر کوئی مواخذہ نہ رہے۔

الجواب خصوصیت موقع سے آپکی تجویز مناسب ہے حسن نیت سے گناہ نہ ہوگا۔ بلکہ بمصلحت حفاظت قرض من الاہانۃ کے سبب اجر ہے۔ ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ۔

سوال ۔ کرسی میز پر کھانا کھانا اور کرسی میز پر دفتر کا انگریزی کام کرنا شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں کیسا ہے جواب سے مشکور فرمائیں۔

الجواب ۔ میز کرسی پر کھانا کھانا تشبہ کے سبب ممنوع ہے اور اسمیں کوئی مجبوری بھی نہیں کہ عذر ہوسکے بخلاف دفتر کے کام کرنے کے کہ گو وہ قانون علمی کے سبب ضروری نہ ہو مگر قانون عملی کے سبب اسمیں مجبوری ہے لہذا اسمیں معذوری ہوگی اور اسی سبب سے ایک کو دوسرے پر قیاس نہ کرسکیں گے۔

۸ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

سوال ۔ آجکل اتفاق سے شیخ عبدالقدوس کے مکتوبات کا مطالعہ کبھی کرتا ہوں اسمیں دو جگہ قابل دریافت سمجھکر عرض ہے اگر جواب دینا فضول تصور فرمایا جاوے تو تکلیف فرمانیکی ضرورت نہیں ہے۔

(۱) مکتوب صد و ہفتاد و ہفتم میں فرماتے ہیں ممکن الوجود وایں نیز سہ قسم ست یکے ممکن لغیرہ و ممتنع لذاتہ و آں از جملہ محالات ست کہ وجود آں بنظر حس و عقل ممتنع ست واما بنظر قدرت حق ممکن ست۔ گذارش یہ ہے کہ ممتنع اور واجب کے تو البتہ عقلاء نے دو قسم بالذات اور بالغیر کیا ہے مگر ممکن کے دو قسم بالذات و بالعرض ابتک سننے نہیں گئے بلکہ اہل فن عموماً امکان بالغیر فرماتے ہیں گو بطور احتمال عقلی امکان کے بھی دو قسم ہوسکتے ہیں مگر لاطائل تحتہ اور پھر ممتنعات عقلیہ و ذاتیہ کو تحت قدرت باری داخل کرنا عقل سے بالکل باہر ہے شیخ رحمہ اللہ کا کیا مطلب ہے۔

(۲) اور مکتوب صد و ہشتاد و دوم میں شیخ جلال کو تحریر فرماتے ہیں واعراس پیران بر سنت پیراں بسماع وصفائی جاری دارند انتہی۔ تو پھر خدام والا و دیگر اپنے اکابر کیوں اندونوں کو ممنوع فرماتے ہیں۔

(۵) ولا یحل لہ (ای للقاضی) اخذ شئ علی النکاح ان کان یجب مباشرتہ علیہ کنکاح الصغائر وفی غیرہا یحل ۱۲

معدن ـ ھٰکذا دربافی کتب بخوف تطویل بریں قدر اکتفا کردہ شد ـ

الجواب ـ روایات و دلائل دیدہ شد نزد من مفید مدعا نیست یعنی از جملہ انہا جواز نفس اجرت نکاح ثابت می شود ـ ولا کلام فیہ لیکن جواز صورت متعارفہ بخصوصیات مروجہ ثابت نہ می شود و از جملہ ایں خصوصیات این ست کہ عقد اجارہ با اولیاء دختر منعقد می شود و اجرت بر اولیاء پسر لازم می شود وھذا باطل بالضرورۃ ولکن اخذ الاجرۃ لمن لم یباشر النکاح مگر تحریر سابق جزو رسالہ خود کردہ ام علماء خود فیصلہ خواہند فرمود ـ

بازبریں جواب مکتوب ذیل آمد

جناب والا ظلکم تسلیم ـ فدوی غریق را دستگیری فرمودند ـ سرفرازنامہ دربارہ مسئلہ اجرت النکاح رسید حضور در مطلب مسئلہ معان فرمودند ـ بارثانی بطور خلاصہ معروض آنکہ ـ واقعی فرمان حضور مسلم ست کہ اجرۃ لمن لم یباشر النکاح را گرفتن جائز نیست و نہ ایں امر کہ عقد اجارہ با اولیاء دختر منعقد می شود و اجرت بر اولیاء پسر لازم می شود جائز ست در دیار ما ایں خصوصیت واقع نیست علی ہذا القیاس باقی خصوصیات کہ در رسالہ جناب صحیح اند مگر ما نحن فیہ مسئلہ دیگر ست حضور جواب آن بحکم ادائی امر واجب کہ از آیۃ فاسئلوا اھل الذکر الایۃ مفہوم میشود عنایت فرمایند ـ

(**سوال**) درین دیار ہر سر تمام ملایان تحصیل از سرکار عالی بمنظوری گورنمنٹ یک افسری باسم قاضی مقرر ست عمل او ملاحظہ رجسٹر ہا ملایان ست کہ او شان را فقشہ ہا رجسٹر تحریر کردہ مید ہد و ہدایات شرعی و مسائل شرعی متعلقہ نکاح و طلاق بر ہر رجسٹر نوشتہ دادہ و سال بسال دورہ میکند ملاحظہ ہر نکاح مندرجہ میکند کہ کدام طریقہ غیر شرعی سرزد شدہ ـ و طرائق نکاح خوانی و طریقہ اجازت از عورت از طرف ولی تا کہ سکوت علامت رضا گردد ـ ہر ملا بر رجسٹر نوشتہ مید ہد ہر وقت در خدمت امور شرعی نگران ست اگر کسے در عدت نکاح میکند آنجا قاضی مذکور رفتہ یا اسامیان را طلب کردہ اصلاح میکند و تفریق زوجین میکند مر تکبان را سرزنش میکند بعد عدت جدید عقد میکنانند ـ برائے نیلاط

رجسٹر اوشان را تحریراً متنبہ میکند تا کہ آئندہ سرزد نکنند خلاصہ تمام ملایان را بر جادہ شریعت بموجب کتب فقہ داشتہ است روز و شب نگران حال ست از سرکار عوض این خدمت حق افسر مذکور دہر نکاح خوانی از ہر ملا چہارم حصہ مقرر کردہ اند بوقت دورہ قاضی افسر از ہر ملا حساب کردہ چہارم وصول میکند۔ دیگر رشوت زائد۔ وکدام ہدیہ و دعوت از ملایان نمی گیرد بلکہ حرام دانستہ است۔ نیز واضح باد کہ اگر این انتظام نہ باشد تمام ملایان مرتکب امور غیر شرعی می شوند۔ و انتظام شرعی برہم می شود جناب جواب این اجرت قاضی و افسر مذکور را گرفتن جائز ست یا نہ کہ از ہر ملا میگیرد مفصل تحریر فرمایند۔ تمام امور تحریرات فرستادہ سابقہ استشار اعلما لاہور وغیرہ نقول فتاوی عالمگیری ملاحظہ دارند۔ عجلت نظر مایند لعد تامل صادق غریق را رہائی عطا فرمایند۔

الجواب۔ تحریر ہذا را مع تحریرات سابقہ مکرر دیدہ شد حاصل ہمہ اینقدر ست کہ ملایان را و افسران را بر عمل اجرت ستدن و دادن جائز ست و ما کلام فیہ انچہ در وکلام ست دو امر ست یکے آنکہ اکثر قضاۃ ہیچ عمل نمیکنند و از ملایان چہارم یا پنجم میگیرند و در دیار ما ہمین زیادہ است پس این از کجا جائز باشد دیگر آنکہ وجوب اجرت بر من یطلب العمل میباشد و اینان از غیر من یطلب العمل ہم میگیرند و این مخذور در ہمہ دیار ست کہ اگر کسے بطور خود نکاح منعقد کناند جبراً از و ہم وصول میکنند و اگر ندہد آن نکاح را کالعدم شمارند حتی کہ در بعض جاہا بعد این نکاح خود این قضاۃ نکاح دیگر میکنند آیا کسے از فقہا این چنین مفاسد را جائز داشتہ است باوجود عدم احتیاج این مدعا بدلیلے نظیرے بتائید ش نقل میکنم فی الہدایۃ وینبغی للقاضی ان ینصب قاسما یرزقہ من بیت المال لیقسم بین الناس بغیر اجر فان لم یفعل نصب قاسما یقسم بالاجر معناہ باجر علی المتقاسمین (غور فرمایند در ینجا متقاسمین طالب للعمل ہستند) ویقدر اجر مثلہ کیلا یتحکم بالزیادۃ (غور فرمایند کہ تقدیر برائے نفی زیادت ست و اکنون قضاۃ آثار در نفی نقصان استعمال میکنند یعنی بزور اجرۃ مقدرہ وصول میکنند) ولا یجبر القاضی الناس علے قاسم واحد معناہ لا یجبرھم علی ان یستاجروہ (غور فرمایند درینجا این قضاۃ جبر میکنند) ولو اصطلحوا (ای الشرکاء نہایۃ) فاقتسموا جاز (غور فرمایند اینجا تراضی ودیانۃ نکاح را این قضاۃ جائز نمیدانند) ولا یترک القسام یشترکون (غور فرمایند اینجا این ہمہ سازش میدانند کہ عامہ ناس آزادی را بکار نمیتوانند برد) ابین تفاوت رہ از کجاست

تا بکجا فہذا قیاس المحظور علی غیر المحظور و باینہمہ جواز امرے موقوف بر موافقت من نجست

مراد از خطاب معاف دارند - ۱۳ ربیع ۲ ۱۳۳۵ھ

اس کے بعد اُن صاحب کا خط ذیل آیا

جواب الجواب مسئلہ اجرۃ نکاح و عمل قاضی و ملایان رسید اطمینان شد جزاک اللہ خیر الجزاء -

فصل ہفتم در تحقیق بعض مسائل بہشتی زیور و امداد الفتاوےٰ

خط بعض علماء

چند تسامح بہشتی زیور وغیرہ معروض اند ملاحظہ فرمایند

(۱) در بہشتی زیور حصہ چہارم باب طلاق صفحہ ۳۳ مثال طلاق بائن دادہ اند (میں نے تجھکو چھوڑ دیا) ایں صحیح نیست کہ بایں لفظ طلاق رجعی واقع می شود کہ صریح لفظ لغتہ ہندیہ است - و صریح ہر لغتہ معتبر است - صریحہ مالم یستعمل الا فیہ ولو بالفارسیۃ ۱۲ در المختار صفحہ ۶۴۲ لاسیما آنجناب مد ظلہ در امداد الفتاویٰ جلد دوم صفحہ ۲۱ تسلیم فرمودہ اند کہ ایں لفظ صریح است یا و طلاق رجعی واقع میشود - و مولوی عبد الحی صاحب نیز در فتاویٰ خود تصریح کردہ اند کہ ایں لفظ صریح است یا و طلاق رجعی واقع میشود - پس صواب در تمثیل کنایہ ایں است کہ فرمودندی (جیسے کوئی کہے میں نے تجھکو جدا اور الگ کیا) -

(۲) در بہشتی زیور حصہ چہارم باب ظہار صفحہ ۵۵ فرمودند (مسئلہ کسی نے یوں کہا کہ اگر تجھکو رکھوں تو ماں کو رکھوں الخ اس سے کچھ نہیں ہوا) و در فتاویٰ امدادیہ صفحہ ۱۲ جلد دوم فرمودند (الجواب یہ جو کہا کہ تجھکو رکھوں تو اپنی ماں کو رکھوں صیغہ تعلیق کا ہے اور یہ عبارت ظہار اور طلاق دونوں کو محتمل ہے الخ) ایں ظاہراً تناقض است پس در حواشی یا در ترجیح الراجح دفع آں ثبت فرمایند تا کہ عوام الناس خصوصاً عورات خالیۃ الذہن در غلطی و حیرانی نہ افتند - ہر چند خیال کردہ شد تفاوت صرف در لفظ (اپنی) است و ایں کدام زائد فائدہ نہ بخشیدہ - و سند کدام کتاب فقہ کہ خاص

جزی باشد در ہر دو کتاب آن غیر موجود است تا سند نہ آرند اطمینان نخواہد شد۔

(۳) در بہشتی زیور حصہ چہارم ص۳۶ باب طلاق ثلثہ فرمودند۔ (چاہے صاف لفظوں میں تین طلاقیں دی ہوں یا گول لفظوں میں سب کا ایک حکم ہے)

این عبارت این دو صورۃ مرقومہ ذیل را نیز شامل است حالانکہ طلاق ثلثہ واقع نمیشود۔

(۱) واذا طلقہا تطلیقۃ بائنۃ ثم قال لہا فی عدتہا انت علی حرام او خلیۃ او بریۃ او بائن او بتۃ او شبہ ذلک وہو یرید بہ الطلاق لم یقع علیہا شئی الخ ۱۲ شامی ص۔

(۲) لا یلحق البائن البائن الخ کانت بائن بائن او ابنتک بتطلیقۃ فلا یقع ۱۲ در مختار

خلاصہ بائن بہ بائن باستثناء صور مرقوم فقہ لاحق نمی شود پس ہرگاہ کہ در الفاظ گول اگر کسی سہ بار بائن بائن بائن یا بائن خلیۃ بتۃ گفت دداخیرہ واقع نخواہند شد پس اکثر معلمین و متعلمین خالی الذہن وعامی می باشند در غلطی می افتند پس کدام تقیید در حواشی زائد فرمایند تا کہ اصلاح شود۔

(۴) در امداد الفتاوی جلد دوم ص۳۶ در مسئلہ عورت ممتدۃ الطہر بوقت ضرورۃ بر قول امام مالکؒ فتوی داد علاوہ مگر قضاء قاضی بر عمل این مسئلہ شرط فرمودند سند کدام کتاب نہ آوردند۔ در تمام کتب فقہ موجودہ این شرط غیر موجود است غالب کہ جناب قدس سرہ قیاس بر مسئلہ مفقود فرمودہ باشند۔ پس قیاس امثال مایان غیر مقبول است چنانچہ در تصانیف خود جناب مدظلہ تصریح فرمودہ اند کہ قیاس مایان نامقبول است خصوصاً اتحاد علۃ نیست کہ موت محتمل است الحاق قضاء قاضی دران ضروری باشد۔ بخلاف مانحن فیہ یا قاعدہ کلیہ از کدام کتاب فقہ بیان فرمایند کہ در عمل بر مذہب غیر بوقت ضرورۃ قضاء قاضی شرط است یا در خاص صور۔ ورنہ خرط القتاد۔

الجواب۔ در ترجیح الراجح درج کردہ شد ناظرین از علماء تحقیق خواہند کرد من فرصت ندارم۔

۲۵ رجب ۱۳۳۵ھ

اس جواب کے بعد مولوی احمد حسن صاحب سنبھلی نے صاحب فتاوی سے زبانی مشورہ کر کے ذیل کا مضمون اضافہ کیا وھو ھذا۔

حسب فہم ناقص جواب اس مسئلہ کا بعد از افادہ حضرت مولانا صاحب قبلہ محرر ذیل ہے۔

۳۰

(۱) یہ فرمانا آپ کا بجا ہے کہ اس لفظ کا غالب استعمال عرفاً طلاق ہی میں ہوتا ہے جناب مولوی شاہ محمد علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو ابتدائے حصص بہشتی زیور کے مؤلف تھے غالب یہ ہے کہ انھوں نے اس لفظ کا استعمال مخصوص بطلاق نہیں سمجھا اسوجہ سے اسکو کنایہ میں داخل کیا اور ایسا سمجھنا مستبعد نہیں ہے کہ یہ استعمال محل تامل ضرور ہے۔

(۲) جو تحقیق امداد الفتاوی میں کیگئی ہے وہ اس صورت میں ہے جبکہ متکلم کی نیت احد المحتملین سے متعلق ہو چنانچہ اسکی عبارت خود اس کا قرینہ ہے اور بہشتی زیور میں جو مولوی صاحب موصوف نے لکھا ہے وہ اُس صورت میں ہے جبکہ متکلم خالی الذہن ہو فافہم بہشتی زیور کے حاشیہ میں اسکی توضیح کردی گئی ہے اور مسئلہ اولی کے متعلق بھی حواشی میں لکھدیا گیا ہے۔

(۳) لایلحق البائن البائن مطلق نہیں ہے بلکہ یہ اس صورت میں مانع ہے جبکہ طلاق بائن ثانی میں نیت طلاق نہو اور اخبار عن الاول ہو یا کچھ نیت نہو عبارت ذیل سے یہ تفصیل مستفاد ہے فی العالمگیریۃ (ج ۲ ص ۷۰) ولایلحق البائن البائن بان قال لہا انت بائن ثم قال لہا انت بائن لایقع الا طلقۃ واحدۃ بائنۃ لانہ یمکن جعلہ خبراً عن الاول وھو صادق فیہ فلاحاجۃ الی جعلہ انشاء لانہ اقتضاء ضروری حتی قال لو عنیت بہ البینونۃ الغلیظۃ ینبغی ان یعتبر ویثبت بہ الحرمۃ الغلیظۃ الی ان قال کذا فی العینی شرح الکنز اھ

(۴) قضاء قاضی کی شرط قواعد کلیہ سے لگائی گئی ہے اور یہ نہ قیاس ہے کہ ایجاد مسئلہ نہیں ہے بلکہ قواعد مقررہ مذہب سے کام لیا گیا ہے اور یہ بھی ظاہر اور نہ عمل بمذہب الغیر تصرف فی مذہب الغیر ہے کیونکہ ہمنے مذہب غیر کو علی حالہ برقرار رکھکر اس پر عمل کی یہ شرط لگائی ہے جیسے کہ ہمارے مذہب کا مسئلہ ہے کہ ضرورت شدیدہ میں غیر کے مذہب پر عمل جائز ہے اور مذہب غیر میں اُس مذہب پر عمل کرنے کی یہ شرط نہیں ہے بلکہ علی الاطلاق عمل جائز رکھا گیا ہے تو کیا اس شرط ضرورت کو عمل بمذہب الغیر تصرف فی مذہب الغیر اور تلفیق کہہ سکتے ہیں ہرگز نہیں بس اسی طرح مسئلہ متنازع فیہا بھی ہے۔

اب تفصیلاً چند نظائر تحریر کئے جاتے ہیں جنہیں قضاء قاضی تقویت کیلئے شرط کیا گیا ہے، ورنہ یہاں بھی تقویت کی حاجت ہی کیونکہ حق غیر ثابت بالشرع کا ارتفاع کسی قوی دلیل سے ہو سکتا ہے یعنی

۳۱

جس مذہب کو ہم خطا سمجھتے ہیں اور ضرورت کی وجہ سے اسپر عمل کیا اور اس عمل میں حق غیر کا اتلاف ہے لہذا ارتفاع حق غیر کے لئے کوئی قوی مقتضی ہونا لازم ہے۔ فی الدر المختار فی باب الھبة ولا یصح الرجوع الا بتراضیہما او بحکم الحاکم للاختلاف فیہ (یعنی بین المجتھدین) اور کفایہ میں ہے لان الرجوع فسخ العقد فلا یصح الا ممن لہ ولایة عامة وھو القاضی او متہما لولایتہما علی انفسہما کالرد بالعیب بعد القبض اھ۔

وفی الہدایة لانہ مختلف بین العلماء وفی اصلہ وھاء وفی حصول المقصود وعدمہ خفاء الخ اور نیز ہدایہ میں ہے ویشترط فیہ (ای فی خیار البلوغ) القضاء بخلاف خیار العتق لان الفسخ ھنا لدفع ضرر خفی وھو تمکن الخلل ولہذا یشمل الذکر والانثی فجعل الزاما فی حق الآخر فیفتقر الی القضاء الخ اور یہاں پر کتب بھی کم ہیں نیز فرصت بھی کم ہے اگر مناسب ہو تو اشباہ والنظائر ملاحظہ فرماویں امید ہے کہ اسمیں یہ قاعدہ ملیگا کہ مذہب غیر پر عمل کرنے کی شرط قضاء قاضی ہے جس صورت میں کہ اس عمل سے الزام علی الغیر و رفع حق غیر ہوتا ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ احمد حسن عفی عنہ ۲ رجب ۱۳۳۵ھ

فصل ہشتم در تحقیق قرارات در کلمہ صراط ہر دو مقام فاتحہ

سوال۔ احقر اسوقت تیسیر کا مطالعہ کر رہا تھا ایک مقام میں شک واقع ہوا فدوی نے اس مقام کو وجوہ المثانی میں نکال کر دیکھا لیکن اطمینان نہیں ہوا اسوجہ سے حضور کی خدمت میں عرض ہے حضور والا جواب تحریر فرمائیں کہ کس عبارت پر عمل کیا جاوے شک یہ ہے مطلب عبارت تیسیر۔ الصراط میں خلف صاد کو باشمام الزاے پڑھتے ہیں اور خلاد بھی خاص سورہ فاتحہ میں صاد کو باشمام الزاے پڑھتے ہیں مطلب عبارت وجوہ المثانی۔ الصراط میں صاد کو خلف باشمام الزاے پڑھتے ہیں اور قنبل بالسین اور باقی قراء صاد خالص پڑھتے ہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خلاد بھی اسکو صاد پڑھتے ہیں حالانکہ خلاد خاص کر اسمیں اشمام بالزاے کرتے ہیں یعنی سورہ فاتحہ میں امید کہ حضور جواب باصواب سے معزز و ممتاز فرمائیں گے۔

(باقی آیندہ)

جسکی وجہ یہ تھی کہ بیٹے صاحب اس بات کے طالب تھے کہ جو جو سلوک بڑے بیٹوں کے ساتھ زمانہ گذشتہ
میں کیے گئے ہیں کیا وجہ ہے کہ میرے ساتھ نہ کیے جائیں مثلاً اُن کو ایک زمانہ دراز تک کچھ مالی امداد
ماہوار دیگئی ہے جتنی اُن کو دیگئی ہے اتنی مجھکو یکمشت ملنی چاہیے باپ یہ کہتا تھا کہ جیسی ضرورت
پیش آئی ویسی امداد دیگئی بڑے لڑکے بعض ضرورتوں کی وجہ سے پردیس میں رہتے تھے ایک وقت
تک اُن کو امداد دینے کی ضرورت تھی جب وہ اپنی معاش سے فارغ ہوگئے تو وہ امداد بند کردی گئی
اور تم مکان پر رہتے ہو تمہارا خرچ علیحدہ نہیں ہے تم کو امداد کی کیا ضرورت ہے اور نہ یہ میرے امکان
میں ہے کہ جتنی امداد متفرقاً اُنکو دیگئی وہ یکمشت تمکو دیجاسکے مگر بیٹے صاحب کسی طرح سیدھے نہوتے
تھے اور لطف یہ کہ فارغ التحصیل مولوی بھی تھے اُن سے کسی نے کہا کہ یہ کیا خلل دماغ کی سی حرکت
ہے تو جواب دیا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اولاد کے ساتھ یکساں سلوک کرنا چاہیے تو اس کے خلاف
کرنا ظلم ہوگا میں اس واسطے باپ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ ظلم کے گناہ سے بچے رہیں اس میں برائی
کیا ہے یہ تو نہی عن المنکر ہے جسکا ہر مسلمان مکلف ہے دیکھیے یہ کتنا بڑا مغالطہ ہے اگر بجائے اس کے
کہ وہ بیٹے اپنے حقوق کو مانگتے تھے اُن سے قطع نظر کرتے اور باپ کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرتے
تو کس درجہ خانگی اصلاح ہوتی یہ اُسی گُر کی مخالفت ہے جو ہمنے بیان کیا۔ یہ تو قرابت داروں میں نظیر
دیگئی ایسے دو شخص فرض کیجیے جن میں کوئی قرابت نہو اُن میں بھی جب مخالفت ہوگی تو اُس کی صورت
یہی ہوگی کہ ایک دوسرے سے ادائے حقوق معاشرت و مصاحبت چاہیگا اور خود اُس کے حقوق
کی پروا نکریگا اور اگر ایسا ہو کہ ہر شخص دوسرے کے حقوق کی فکر کرے اور اپنے حقوق کا مطالبہ نکرے
تو دونوں جب تک چاہیں نہایت امن وچین سے بسر کرسکتے ہیں اس قسم کے واقعات دن رات
نظر سے گذرتے ہیں یہاں یہ بھی مناسب ہے کہ اُن مولوی صاحب کے مغالطہ کا حل بھی کردیا جائے
وہ یہ ہے کہ شریعت میں اُنھوں نے یہ تعلیم تو دیکھ لی کہ ظلم بری چیز ہے اور اولاد کے بھی حقوق شریعت
نے مقرر کیے ہیں اور اُن میں مساوات کے رکھنے کی بھی تعلیم فرمائی ہے لیکن شریعت کی دوسری تعلیمیں
نہیں دیکھیں تعلیمات شرعی میں اگر غور کیا جائے تو یہ بات بخوبی واضح ہوسکتی ہے کہ شریعت نے
ادائے حقوق کی تعلیم فرمائی ہے اور تحصیل حقوق کی تعلیم نہیں فرمائی معنی یہ ہیں کہ ادائے حقوق
کو تو واجب کیا ہے اور تحصیل حقوق کو واجب کہیں نہیں کیا ہاں کہیں اجازت دی ہے دیکھو حاکم

۶۱

اور محکوم کی تعلقات کی نسبت ارشاد ہے کہ حاکم کی اطاعت کرو ولو امر علیکم عبد مجدع او کما قال ۔ یعنی اگرچہ وہ حاکم ایک ناک کان کٹا غلام ہو دیکھئے رعایا کو ایسے حاکم کی بھی اطاعت کا حکم دیا ہے جو کسی قابل نہیں اور جس سے ادائے حقوق رعایا ممکن نہیں یہاں کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسے حاکم کی اطاعت کرنا اس بات کو مستلزم ہے کہ ایسے ناقابل شخص کے ہاتھ میں اپنے حقوق دیدینا اُن کا ضائع کرنا ہے چاہئے کہ حقوق کی حفاظت کیلئے حکم ہوتا کہ ایسے امام کی مخالفت کرو اس سے وہ امام بھی ظلم سے بچ جاتا اور رعایا کے حقوق کی محافظت بھی ہوتی جیسا کہ اُن مولوی صاحب کا خیال تھا لیکن شریعت کی تعلیم برعکس ہے اور اسپر خروج اور بغاوت کو جائز نہیں کہا اُدھر امام کو تعلیم یہ ہے کہ الامام راع وھو مسئول عن رعیتہ ۔ یعنی امام رعایا کا چرواہا ہے اور رعایا کے ہر ہر حق سے قیامت کے دن اُس سے سوال ہوگا اور دوسری حدیث ہے من جعل قاضیا فقد ذبح بغیر سکین ۔ یعنی جسکو قاضی بنایا گیا گویا وہ بلا چھری کے ذبح کردیا گیا قاضی حاکم ہوتا ہے حاکم کو اس قدر تہدید فرمائی گئی کہ حکومت اختیار کرنا ذبح ہونا ہے وجہ یہی ہے کہ حاکم کے متعلق حقوق ہوتے ہیں اور حقوق کا ادا کرنا بہت مشکل کام ہے اس واسطے اس سے ڈرایا گیا اس سے ثابت ہوا کہ حاکم کو شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ رعایا کے حقوق سے لرزاں و ترساں رہے حاکم کو یہ تعلیم اور محکوم کو وہ تعلیم ہے حاکم اور رعایا کے علاوہ دوسرے بڑے چھوٹوں میں دیکھئے حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیان کیا کہ میں نے اپنے اولاد میں مال کو اس طرح تقسیم کیا ہے یعنی بلا لحاظ مساوات کے حضور نے فرمایا کہ اگر تم کو ضرورت پڑے تو تم اپنی سب اولاد سے یکساں خدمت کے خواستگار ہوگے یا نہیں عرض کیا ہاں فرمایا پھر اُن کے حقوق میں مساوات کیوں نہیں کی یہی وہ حدیث ہے جس سے مولوی صاحب نے باپ سے مساوات طلب کی لیکن دوسری حدیث میں موجود ہے کہ کسی نے حضور سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ اگر میرے ساتھ اچھا سلوک نہ کریں تو میں اُن کے ساتھ کیا کروں فرمایا تو اُن کے ساتھ نیکی کر اور حدیث میں یہ لفظ ہیں وان ظلماک وان ظلماک وان ظلماک یعنی حضور نے تین دفعہ فرمایا کہ اگرچہ وہ تیرے اوپر ظلم ہی کریں اب مولوی صاحب بتلائیں کہ کیا دونوں حدیثوں میں تعارض ہے ہرگز تعارض نہیں بلکہ اس کی بنا اسی بات پر ہے کہ شریعت نے ادائے حقوق کو واجب کیا ہے

(باقی آئندہ)

۶۲

قرآن مجید

مع ترجمہ و تفسیر

حضرت حکیم الامت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم

حضرات ۔ آپکو معلوم ہے کہ حکیم الامت حضرت مفسر تھانوی دامت برکاتہم نے ایک مدت ہوئی کہ ایک تفسیر مسمی بہ بیان القرآن تحریر فرمائی تھی جسکی کل بارہ جلدیں ہیں مگر اتفاق سے اسکی قیمت اسقدر زیادہ ہوگئی کہ بجز ذی استطاعت حضرات کے اور کوئی اسکو خرید ہی نہ سکتا تھا ۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُسنے ہم خادمان مسلمین کو اس امر کی توفیق عطا فرمائی کہ ایک قرآن شریف اس قسم کا کہ جسکے حاشیہ پر تفسیر بیان القرآن تحریر ہو چھپانا شروع کر دیا نمونہ پتہ ذیل سے منگا کر ملاحظہ فرمائیں ۔ اسمیں حسب ذیل امور کی رعایت رکھی گئی ہے نمبر ۱ ۔ قرآن شریف خوب واضح ہے تاکہ زیادہ عمر والے حضرات بھی تلاوت کر سکیں نمبر ۲ ۔ بین السطور ترجمہ بھی حضرت مفسر صاحب دام ظلہم ہی کا ہے نمبر ۳ ۔ حاشیہ پر تفسیر چھپی گئی ہے اسمیں بھی پورا قرآن شریف اوپر لکھدیا گیا ہے تاکہ اگر کوئی صاحب سلسل مطالعہ فرمانا چاہیں تو انکو آسانی ہے نمبر ۴ ۔ حضرت مفسر صاحب دام ظلہم نے جسقدر آیات کو یکجا جمع فرما کر انکی یکجائی تفسیر لکھی ہے ۔ قرآن شریف میں اُن آیتوں کے بعد اور حاشیہ میں اُن آیتوں سے پہلے نمبر ڈالدیا گیا ہے تاکہ اگر تلاوت کرتے وقت کسی آیت کی تفسیر دیکھنی ہو تو آیت کے آخر میں نمبر دیکھ کر اس نمبر کے ذیل میں تفسیر دیکھ لیجاوے ۔ نمبر ۵ ۔ اس تفسیر کا مقابلہ خود اصل مسودہ حضرت مفسر صاحب دام ظلہم سے کیا گیا ہے تاکہ جو غلطیاں طبع اول میں رہ گئی تھیں وہ سب نکلجاویں نمبر ۶ ۔ اس تفسیر میں بھی کہ جسقدر حواشی ہیں ان سب کو ایک جگہ جمع کر کے بالکل صورت بنادی ہے ۔ اور اسکو قرآن شریف کے بالکل آخر میں لگا دیا گیا ہے اور یہ حاشیے شروع میں وہ صفحے لکھدیا گیا ہے جہاں کا وہ حاشیہ ہے تاکہ اہل علم اُس سے منتفع ہو سکیں ۔ حضرات عربی کا بلا تعلیم اہل علم کیلئے از بس کار آمد ہو ۔ نمبر ۷ ۔ بعد تفسیر لکھے جانے کے بعض مقامات کی توضیح کیلئے خود حضرت مفسر صاحب دام ظلہم نے جو مضامین بڑھائے تھے ان کو بھی بطور حاشیے تفسیر پر چھپا دیا گیا ہے ۔ نمبر ۸ ۔ قصد ہے کہ اصل قرآن شریف کا ایک پروف خود حضرت مفسر صاحب دام ظلہم کی خدمت میں پیش کر دیا جایا کریگا جسپر وہ ایک سرسری نظر ڈال لیں گے اگر تصحیح میں کوئی غلطی رہ گئی ہوگی تو انشاء اللہ وہ بھی نکلجایا کریگی ۔ اس قرآن مجید کا ہدیہ پارہ جتنی فی صرف نو روپے رکھا جاتا ہے اور جو حضرات پیشگی قیمت اخیر ذی الحجہ تک ارسال فرماوینگے ان کو لئے صرف چھ روپیے ہدیہ مقرر ہے اُمید کہ بہت جلد فرمائشیں آوینگی ورنہ پھر شاید رعایت نہ ملسکے

وما علینا الا البلاغ ۔ نیاز مند

ان

رفیق احمد و شبیر علی مالکان امداد المطابع تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

الاحکام الوقتیہ

بابت ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ

اسماء ذوال السنہ

عن اعمال السنہ

مولفہ حضرت حکیم الامت

دامت برکاتہم ذیل

سنہ ذی القعدہ

ملاحظہ ہو

(نائب مدیر)

اصول و مقاصد رسالہ ہذا و ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹائٹل کے اڑھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عہ ہے

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے عہ کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جبکہ پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتداء یعنی رجب ۱۳۳۵ ہجری سے بھیجے جاویں گے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاوے گی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں اور اگر کوئی صاحب سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جائیگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی شبیر علی صاحب برادرزادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرماکر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہیے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

راقم

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

ص ۵ دلیل اس عقد کے جواز کی ردالمحتار مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ جلد رابع صفحہ ۱۰، ۹ پر مذکور ہے ۱۲ منہ

۴۸۶

قال الله تعالى

رب زدنی علما

وقال ابن مسعود كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علينا

اتثال للآیہ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت علوم و امداد اللحدیث کہ دال ست بر پسندیدیت قدرے از فصل درارشاد صحیفۂ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ سلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات جبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات مجلسیہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است بلکہ جل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ لقب صحیفہ مشیر ست بہ تبرک بنام نامیش نیز و خامسہا الاشتات از تحقیقات جدیدہ دیگر ان فضل است

جلد (۳)	بابت ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۵ ہجری	عدد (۶)

بادارۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمودن گرفت

این صحیفہ کا مدرسش امداد نام		یافت زامداد المطلع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۵ھ

ببرکت دعا حکیم الامتہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں انشاء اللہ

موجب مزید لطف کا ہو۔ (نائب مدیر)

تصحیح

رسالہ الامداد بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ میں بجائے صفحہ ۹۰ و صفحہ ۹۶ کے غلطی سے صفحہ ۹۱ و ۹۲ لکھا گیا ہے اور یہ سلسلہ غلطی ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ تک چلا آیا ہے۔ معلوم ہونے پر اب رسالہ ہذا ماہ ذی الحجہ میں اس غلطی کو درست کر دیا گیا ہے امید کہ ناظرین اپنے اپنے رسالوں میں تصحیح صفحات فرمائیں

(حال) مجھے تقلید کے جواز و ضرورت میں کوئی کلام نہیں ہے البتہ تقلید کے معنی یہ جانتا ہوں کہ ایک بڑے عالم کا فتویٰ ہے جو ہر طرح علم و عمل میں مجھ سے زیادہ ہے مگر مقلد کو بحیثیت مقلد ہونے کے جس طرح کہ تشکیک مشکک سے شک واقع ہوتا ہے اس طرح بعض مسائل میں شک ہو جاتا ہے جو کبھی تو دلائل کے دیکھنے سے مندفع ہو جاتا ہے کبھی نہیں ہوتا ایسی صورت میں احتیاط پر عمل کرتا ہوں حتی الوسع جب ایک جانب حدیث ہوتی ہے اور دوسری جانب قیاس محض ہو تو قیاس پر عمل کرتے ڈر معلوم ہوتا ہے حتی الوسع اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہوں الخ اسکا اپنی کم علمی ہی کا سبب جانتا ہوں چونکہ اپنے وطن میں شوافع اور احناف مخلوط ہیں حتی کہ ایک گھر میں میرے چچا اور ان کی اولاد سب شافعی ہیں اور میرے والد اور ہم سب حنفی ہیں اس وجہ سے تقلید میں طبعاً تعصب نہیں ہے مگر ان کے کسی مسئلہ پر عمل بھی نہیں ہے ان میں جو امر قابل اصلاح ہو اس کی اصلاح فرمائی جائے۔

(تحقیق) یہ جو لکھا ہے کہ مقلد کو بحیثیت مقلد ہونے کے الخ منشا اسکا خلط ہے اصطلاحین کا یہ مقتضا تقلید مصطلح اہل معقول کا ہے فقہ کی دوسری اصطلاح ہے جس کا یہ مقتضا نہیں اس کا محصل تو یہ ہے کہ کسی کے قول کے تسلیم کرنے میں دلیل کا انتظار نہ کرنا سو یہ یقین مصطلح اہل معقول کے ساتھ (جو کہ قسیم ہے تقلید مصطلح اہل معقول کا) جمع ہو سکتا ہے چنانچہ عامہ مقلدین کو مجتہد کے فتوے میں بیشک اعتقاد جازم ہے کہ وہ کسی طرح زائل نہیں ہوتا پس یہ کہنا کہ بحیثیت مقلد ہونے کے یہ تو صحیح نہیں البتہ ظنی اصطلاحی ہونے کے اعتبار سے کہ اہل علم جس سے آگے نہیں بڑھتے یہ شبہ واقع ہونا منکر نہیں مگر یہ کہنا کہ کبھی تو دلائل کے دیکھنے سے الی قولہ قیاس پر عمل کرتے ہوئے الخ یہ سب صحیح ہے لیکن کیا اس میں آپ کا تبحر کافی ہے یا اہل علم سے مراجعت بھی ضروری ہے خصوص جبکہ اپنی کم علمی کا اقرار بھی ہے تو آپ نے کیا ایسے مسائل متحقق کر رکھے ہیں اور ان میں کن اہل علم سے آپ نے مراجعت فرمائی ہے دوسرا اس سب کو تسلیم کر کے بھی یہ شکایت ہے کہ جس شخص سے اپنی باطنی تربیت میں رجوع کیا جائے اس سے کبھی آپ نے اپنا یہ مشرب ظاہر[1] فرمایا ہے کیا یہ ضرور نہ تھا کہ بدون دوسرے کی کاوش کے خود آپ فرماتے کر

[1] ان صاحب نے از خود اس مشرب کا اظہار نہ کیا تھا صاحب جواب کو وجداناً شبہ ہوا اور پوچھا اس پر ظاہر کیا اور اسی مضمون اعتقاد کے خصوصیت سے اسکو تربیۃ میں نقل کیا گیا ۱۲ منہ

١٣٩

میرا یہ مذاق ہے آیا اس میں کچھ اصلاح کی ضرورت ہے یا نہیں اس کا اخفاء کیا معنی۔ اگر مجکو خود
شبہ نہ ہوتا تو عمر بھر بھی پتہ نہ چلتا۔

پھر یہ خط آیا جو مع جواب منقول ہے

(حال) تقلید کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہے یہ ضرور خیال ہے کہ تقلید مجتہدات میں ہوتی ہے
نہ کہ منصوصات میں جب حدیث صحیح موجود ہو تو اسوقت تقلید جائز نہیں ممکن ہے یہ غلط فہمی ہو عمدہ
طریقہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور تقلید کی صورت بتلائیں اگر اس میں مجھے کچھ خلجان ہوا تو میں
پھر اسکو صاف کر لونگا اور اس تردد کو حضور ہی سے صاف کر لونگا۔

(جواب) تقلید کے بارہ میں جو لکھا ہے کہ جب حدیث صحیح ہو تو تقلید جائز نہیں اھ یہ علی
الاطلاق صحیح نہیں بہت سی منصوصات کو اجماعاً متروک کر دیا گیا ہے مثلاً جمع بین الصلوتین
من غیر سفر ولا مطر اور مثلاً قتل فی عود السارق خامساً اور مثلاً شفق احمر سے پہلے
سحور کھانا یہ سب حدیثیں صحیح ہیں اور کسی کا مذہب نہیں اور اسی طرح اگر منصوصین متعارض ہوں
وہاں بھی تقلید سے چارہ نہیں علاوہ اس کے ہر شخص کا یہ حکم کرنا کہ اس میں صریح حدیث نہیں
محض مجازفت ہے اسمیں بڑے تبحر کی ضرورت ہے پھر ممکن ہے کہ نص موجود ہو مگر اس کی دلالت
عامی کو واضح نہ ہو بہر حال جس مسئلہ میں شبہ ہو اس میں علماء سے مراجعت ضروری ہے جب
کسی سے شفا نہ ہو اسوقت معذوری ہے۔

۱۴۰

حال یکے از منتہیان

(حال) شب شنبہ کو خواب میں دیکھا کہ حضرت والا نے احقر کو چند اوراق مرحمت فرمائے۔
جن میں احادیث نبویہ کثرت سے مکتوب تھیں پھر ایک ورق عطا فرمایا جن میں روایات فقہ مکتوب
تھیں اور مضمون سب کا حقوق العباد کی تاکید تھی ایک مضمون یاد بھی ہے کہ "کسی شخص کی
مسواک بلا اجازت استعمال نہ کرنی چاہئے البتہ صاحب مسواک کو چاہئے کہ اگر کسی کو ضرورت
ہو تو اس کو استعمال کیلئے دیدے۔"

(تحقیق) بشارۃ ہے جمع بین علوم الروایۃ والدرایۃ وبین العمل بہا کی۔

(حال) دو پہر شنبہ کو دیکھا کہ گویا مولانا محمد اسحاق صاحب بردوانی مدظلہم کا وصال ہو گیا اور ان کی حق تعالیٰ شانہ نے مغفرت فرمادی۔ اسکے بعد میں بیدار ہوگیا اور بحالت بیداری گوشہ مکان سے ذکر کی آواز نیز انا للہ وانا الیہ راجعون کئی بار خوش آوازی سے سنا گیا اسوقت قلب میں لا الٰہ الا اللہ کا ذکر سرعت کے ساتھ جاری تھا۔

(تحقیق) بعض روایات پر حضرت اسحاق علیہ السلام ذبیح ہیں بمقتضائے نص فبہداہم اقتدہ اشارہ ہے اقتدا باسحاق فی افناء النفس کی طرف اور انا للہ میں بھی اس فنا کی طرف ایما ہے اور اگر اسمٰعیل علیہ السلام ذبیح ہوں کما ہو القول المنصور تب بھی بحسب حکایت استاذی علیہ الرحمۃ اسحٰق علیہ السلام کیلئے بھی ایک فدیہ آیا تھا فہو ذبیح ایضاً حکماً۔

(حال) اس کے بعد بحالت بیداری ہی احقر پر کیفیت نزع کی طاری ہو گئی بدن ٹھنڈا اور بے حس ہو گیا نماز ظہر کا وقت قریب تھا ہر چند اوٹھنے کی ہمت کی بدن نہ ہل سکا آخر کلمہ توحید اور ذکر اسم ذات میں مشغول ہو گیا اور نزول ملائکہ کا انتظار کرنے لگا دو تین منٹ کے بعد یہ حالت رفع ہو گئی قریب ایک ماہ کے ہوا ہے کہ یہ حالت پہلے بھی پیش آئی تھی مگر ان دونوں دفعہ میں اول بار سے کم زمانہ تک یہ حالت رہی جو کہ سنہ ... میں پیش آئی تھی وہ قریب دس پندرہ منٹ تک رہی تھی۔

(تحقیق) اگر یہ تجربہ طبی نہ تھی تو سلطان الاذکار تھا مبارک ہو۔

(حال) فدوی میں عیب ہیں جو عرض کئے جاتے ہیں اور ان کی دوا مطلوب ہے اول میرا حافظہ بہت ہی خراب ہے کوئی بات یاد نہیں رہتی مزاج میں تیزی اور غصہ زیادہ ہے اور مزاج میں جلد بازی ہے۔

(تحقیق) حافظہ کی کمی ضعف دماغ سے ہے کسی طبیب سے مشورہ کرنا چاہئے۔ مزاج کی تیزی اور غصہ اور جلد بازی سے اگر کسی واجب شرعی میں اختلال نہ ہو تو فکر کی بات نہیں اور اگر اس میں بھی خلل ہوتا ہو تو علاج ضروری ہے اور اصل علاج اس کا صرف ضبط و ہمت و تکلف عمل ہے اور اس علاج کا معین غصہ کے وقت مغضوب علیہ سے جدا ہو جانا اور اپنے گناہوں کو اور

۱۴۱

حق تعالیٰ سے خواہش معافی کو یاد کر لینا اور اعوذ باللہ بار بار پڑھنا اور انجام کے سوچنے میں لگ جاتا ہے اور یہ معلوم ہوا کہ آپ کا شغل کیا رہتا ہے کیا چندے یہاں قیام کرنا ممکن ہے
والسلام ۔

(حال) بخدمت حضرت قبلہ و کعبہ دام ظلہم العالی ۔ بعد تحیہ مسنونہ کے عارض حال ہوں کہ آخر ماہ گذشتہ میں چند بار نہایت محبت الٰہی اور یکسوئی کا خاص طور پر غلبہ ہوا اور اکثر آیت انما المؤمنون اذا ذکر اللہ وجلت الخ زبان پر جاری ہوتی تھی اور قال حال کے ساتھ مجتمع ہوتا تھا اور قبل عشا اکثر ایسا ہوا اور پھر چند نماز عشا میں خاص لذت آئی جسکے اظہار سے عاجز ہوں اور نہایت یکسوئی اور معانی نماز اور مقاصد نماز کی طرف خاص توجہ ہوئی اور قال اور حال مجتمع ہوئے لیکن اس حالت میں جسم پر ایک بار عظیم محمول کیا جاتا تھا جس کی وجہ سے دو رکعت نماز پڑھنے سے بھی ضعف جسم محسوس ہوتا تھا اب یہ حالت تو نہیں رہی لیکن غالبًا ایک ہفتہ سے نہایت تشویر و ندامت غالب ہو اگر ایسے حال میں کوئی مجھے قتل کرنے تو طبعًا سرور ہو گو عقلاً نہ ہوا اور اس ندامت سے نہایت حزن ہے اپنے کو اس قابل نہیں جانتا کہ عالم وجود میں رکھا جاؤں اپنے عیوب کا غایت انکشاف ہو رہا ہے سراپا عیب ہی عیب نظر آتے ہیں ہر طاعت عیوب سے پر ہے عذاب کا خطرہ بھی نہیں آتا اور ثواب کا شوق ہے محض تشویر و ندامت کا نہایت درجہ غلبہ ہے باوجودیکہ رحمت الٰہی سے قلب کو تسلی دیتا ہوں مگر حالت کا اسی درجہ غلبہ ہے کہ کچھ اثر نہیں ہوتا نہ اپنے کو کار دینی کے لائق سمجھتا ہوں نہ دنیا و دین میں رہنے کے قابل نفس سے یہ بھی کہتا ہوں کہ یہ صورۃً معارضہ ہے تقدیر خداوندی کے ساتھ کہ حق تعالیٰ کسی شے کا وجود چاہیں اور تو عدم مگر کچھ اثر نہیں لیکن بحمد اللہ تعالیٰ اس حالت سے کوئی فعل معصیت کا سرزد نہیں ہوتا البتہ قلب کو نہایت تکلیف ہے جو حقیقت میں دنیا کے ہزار ہا سرور سے بڑھکر ہے اور بار ہا اپنی بیکسی اور آخرت کی بے سروسامانی سے حالت موجودہ میں خوب رونے کو دل چاہتا ہے اور اضطرارًا اپنی ناقابلی سے نہایت حزن رہتا ہے آج کل تندرستی بحمد اللہ اچھی ہے امور مذکورہ کا کوئی سبب طبعی بظاہر نہیں ہے اطلاعًا عرض ہے ۔

(تحقیق) السلام علیکم ورحمۃ اللہ مبارک ہو یہ سب آثار ہیں عبدیت کاملہ کے جو منتہی نزول ہے خدا تعالیٰ کا شکر کیجئے کہ لئن شکرتم لازیدنکم کی دولت عطا ہو۔

ایک صاحب کا خط جو بیعت نہ لینے کی سبب ناخوش اور شاکی ہو کر چلے گئے تھے

(حال) منبع الجود والکرم حضرت مولانا مولوی اشرف علی صاحب سلمہ ربہ السلام علیکم من جانب بندہ ...... بخدمت سراپا برکت سے مشرف ہو کر واپس آیا اب دوبارہ کمترین اپنا ایک رؤیا بطور استفسار پیش خدمت کرتا ہوں امید کرتا ہوں جناب اسکی تعبیر سے آگاہ فرمائیں گے عبارت ذیل میں درج ہے بندہ درود شریف پڑھکر درشب جمعہ بدیں نیت بدرگاہ باری تعالیٰ کہ اپنے حبیب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بابرکت سے مشرف فرمائیے سوگیا اسکی بجائے جو میں نے خواب میں دیکھا ہے وہ یہ ہے میں نے آپ کو ایک بالاخانہ میں پایا جب آپ نیچے کو آتے ہیں تو میں روتا ہوا نیچے کو آتا ہوں جب آپ اوپر کو تشریف لیجاتے ہیں تو میں روتا ہوا اوپر کو جاتا ہوں علیٰ ہذا نیچے کو آتے ہو تو میں بھی روتا ہوا نیچے کو آتا ہوں سبب رعب کے بات نہیں کرسکتا ہوں اور قریب نہیں ہو سکتا ہوں آخر سیڑھی سے اترتے وقت میری طرف چنگارے آرہے ہیں ان کی آواز آرہی تھی کہ یہ تجھے جلادیں گے میں نے کہا کہ اس سیڑھی کی پناہ میں ہیں اسکے شر سے محفوظ ہوں آپ کی طرف سے اتنا ہی سنتا ہے کہ میں سمجھونگا

(تحقیق) السلام علیکم ورحمۃ اللہ میں نے آپ کو نہیں پہچانا آپ کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ یہاں آئے ہیں بہت سوچنے سے بطور احتمال کے یہ پتہ ذہن میں آئے ہیں ۱؎ آپ ان دو شخصوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے ایک ہی خط میں اپنی درخواست لکھی تھی اور میں نے مشورہ دیا تھا کہ علیحدہ علیحدہ خط آنا چاہیئے ۲؎ آپ نے آتے ہی میرا خط دکھلایا تھا اور ایک یا دو روپیہ پیش کیا تھا جسکے لینے سے میں نے عذر کیا اور آپ کے اصرار پر آپکو منع کردیا گیا ۳؎ آپ نے بیعت پر اصرار کیا اور میں نے اس کے شرائط بیان کئے جسمیں غالباً یہ بھی تھا کہ جلدی نہ کرنا چاہیئے آپ نے پھر اصرار کیا میں نے انکار کردیا آپ کو ناگوار ہوا اور ناگواری میں آپ اٹھ کر کھڑے ہوے اور چلے گئے اور باہر جاکر میری شکایت کی اب معلوم

۱۴۳

نہیں میرا یاد صحیح ہے یا غلط اگر میرا یاد غلط ہے تو اپنا پورا پتہ لکھئے جس سے میں آپکو پہچان سکوں اور ہر حال میں اصل خط بھی جواب کے ساتھ واپس آنا چاہئے اسوقت جواب دونگا۔

اس جواب بالا کے بعد دوسرا خط اُن کا اور آیا

(حال) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ من جانب ...... جناب کے جملہ احتمالات صحیح ہیں اور بندہ خاکسار وہی خادم ہے جس سے خدمت اقدس میں حرکات ناشائشتہ بمقتضای وقت ظہور میں آئیں آئندہ بارادت صادق بخلوص قلب فرمان والا پر ایفا کیلئے مستعد ہوں نہیں معلوم کہ اصل خط جناب نے کونسا قصور فرمایا ہو لہذا ہر دو تحریر معہ نوازش نامہ ارسال خدمت ہے

(تحقیق) السلام علیکم ورحمۃ اللہ معلوم نہیں قطع نظر خواب سے آپ کو اپنی حرکات کا ناشائستہ ہونا دلائل شرعیہ سے بھی معلوم ہوا یا نہیں یا صرف خواب ہی کی بنا پر معلوم ہوا اگر صرف خواب ہی پر بنا ہے تو خواب حجت شرعیہ نہیں آپ ڈریں نہیں بے فکر ہیں یہ انگارے تو کیا چیز ہیں اگر کوئی خواب میں اپنے کو دوزخ میں جلتا ہوا بھی دیکھ لے اور دخول ابدی کا بھی حکم سن لے اور اُس کی حالت شریعت کے مطابق ہو تب بھی وہ خواب کوئی چیز نہیں اور اگر دلائل شرعیہ کی بنا پر اپنی غلطی آپ سمجھے ہیں تو اس کی تقریر لکھئے کہ وہ کیا غلطیاں ہیں اور کس بنا پر سمجھا ہے اگر جواب بھیجا جاوے تو یہ دونوں خط پھر بھیجئے۔

بعد خط مندرجہ صفحہ ۱۴۳ و ۱۴۴ کے پھر یہ خط آیا

بندہ کو اپنی حرکات کا ناشائستہ ہونا رویت خواب سے نہیں ہوا بلکہ بدلیل شرعی ثابت ہوا وہ یہ ہے کہ مجادلہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر ہر دو صاحبوں کی آواز بلند ہونے پر آیت نازل ہوئی برائے ادب آموزی یعنی کلام کے وقت اپنی آواز بھی نبی کی آواز پر بلند نہ ہونے دو الآیہ یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی لہذا جناب بھی چونکہ سجادہ نشین نبوی ہیں بعد تامل معلوم ہوا

کہ ایسے الفاظ شایان شان آں حضرت نہ تھے جو بندہ سے سرزد ہوئے اُن گستاخانہ کلمات سے مستحق ہوں۔ بر کریماں کارہا دشوار نیست۔

اُس کا یہ جواب لکھا گیا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ یہ تو ظاہر ہے کہ یہ آیت خاص جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں وارد ہوئی ہے غیر کی طرف حکم کا تعدیہ قیاس ہے اور قیاس جو حجت شرعیہ ہے وہ صرف مجتہد کا قیاس ہے سو یہ استدلال کس مجتہد سے منقول ہے اور اگر کسی مجتہد سے منقول نہیں ہے تو پھر آپ اس دلیل کو دلیل شرعی کیسے کہتے ہیں دوسرا آپکے اس استدلال سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص سجادہ نشین نبوی نہ ہو اُس کو زبان سے ناحق ایذا پہونچانا اور بے وجہ اس کی شکایت کرنا آپ کے نزدیک خلاف شرع نہیں ہے سو اگر آپ کا یہی اعتقاد ہے تو محض غلط ہے نصوص کثیرہ اس پر شاہد ہیں اور اگر یہ اعتقاد نہیں ہے تو حکم مذکور میں سجادہ نشین نبوی کی کیا تخصیص ہے اس کی تحقیق کے بعد کچھ عرض کروں گا والسلام۔

اسکے بعد پھر ایک خط ناگوار مضمون کا آیا جسکے جواب میں یہاں سے چند مختصر الفاظ لکھدئے گئے اُسپر خط طویل آیا

معدن الفتوت والبرکات سلمہ ربہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ منجانب ...... نوازش نامہ جناب کا آیا جسکے آنے سے بندہ یقیناً عرض کرتا ہے کہ قلب پژمردہ پر ایسا تیر بہدف ہوا کہ قابل بیان نہیں ہے جس کا اثر حالت بیداری اور خواب میں کسی وقت زائل نہیں ہوتا واللہ اعلم آپ نے کس سوز و گداز یا کس نقطے سے اُس کو تعبیر کروں بندہ گویا نیم بسمل مرغ کی طرح بحالت اضطراب ہے غرض خدمت عالی میں حاضر ہونے کی اجازت فرمائی جائے تو بہتر ورنہ دروازہ نہیں چھوڑونگا تھانہ بھون کے اندر یا ازدگرد جہاں ارشاد ہوگا وہاں ٹھیرا رہوں گا۔ اور دروازہ نہیں چھوڑونگا جو الفاظ حضور نے فرمائے وہ یہ ہیں (ان بعض الظن اثم مکرر) (حرج کس کا ہوا) بہتر۔ جو آپ کے نزدیک مراد ہے وہ بندہ کو معلوم نہیں اور اثر بندہ پر طاری ہے۔

(الجواب) اگر تکبر کو طاق میں رکھکر اور ہر قسم کی ذلت کیلئے آمادہ ہوکر اور میرے تمام سوالات

۱۴۵

خط سابق یا سوالات جدیدہ کے جواب کیلئے آمادہ ہوکر اور جس کا جواب نہ آئے اسمیں یہ کہنے کیلئے کہ میری سمجھ میں نہیں آیا آمادہ ہوکر آؤ تو ممانعت نہیں یہ خط اور پہلے خطوط سب ساتھ لیکر پیش کرنا ہوں گے۔

(سوال) میرا دل تفسیر سورۂ یوسف علیہ السلام کے سننے کو بہت چاہتا ہے اگر آپ تحریر کریں تو میں سن لیا کروں۔

(جواب) تفسیر سورۂ یوسف سننے کی نسبت اگر گلزار ابراہیم سنو تو امید زیادہ نفع کی ہے کیونکہ اسمیں نصائح زیادہ ہیں مگر آدھے گھنٹہ سے زائد روزانہ مت سننا والسّلام۔

(حال) حضور آج کل میرے قلب کی حالت عجیب خراب معلوم ہوتی ہے کہ جب کوئی شخص میرے سامنے آتا ہے تو بعض وقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر سے کوئی ایسی چیز نکل کر میرے سینہ کی طرف آرہی ہے جس سے میرے دل پر برا اثر پڑتا ہے اور خدا کی طرف سے ایک قسم کی غفلت محسوس ہوتی ہے پھر تھوڑی دیر بعد وہ حالت جاتی رہتی ہے اور بعض وقت جب کوئی آدمی سامنے آتا ہے تو کچھ تغیر میرے قلب پر نہیں ہوتا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی مجھسے بات کرتا ہے تو بعض باتیں اس کی صحیح معلوم ہوتی ہیں اور بعض ایسی معلوم ہوتی ہیں کہ یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے خواہ وہ قسم ہی کیوں نہ کھا کے کہے اور سخت نفرت ہونے لگتی ہے باوجودیکہ کوئی دلیل اس کے کذب کی نہیں چونکہ بفحوائے ظنوا بالمؤمنین خیرا میری یہ بدظنی خلاف شرع ہوجاتی ہے اور ان بعض الظن اثم کے لحاظ سے گناہ بھی ہے اس وجہ سے میرا خیال ہے کہ شاید میری سیہ کاری کا سبب ہے کہ دوسروں کے اندر برائیاں ظاہر ہوتی ہیں اور یہ ایک گونہ شیطانی وسوسہ ہے کہ اس سے اپنے اندر ایک قسم کا کبر پیدا ہو جانے کا گمان ہے اگر کسی مجمع میں ہوتا ہوں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر آدمی کی شان اور حالت جدا ہے اور اکثر ان حالتوں میں سے خدا سے غافل ہونے کو ظاہر کرتی ہیں عام طور پر لوگوں کے بشرہ سے عدم خلوص و صدق کی علامتیں محسوس ہوتی ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ان پر شیطان غالب ہے اور بعض وقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بالکل درست اور صحیح بات کہہ رہا ہے لوگ مجمع میں کسی خاص چیز کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور میں انہیں جھگڑوں میں مبتلا رہتا ہوں یہانتک کہ بعض وقت مجھکو خیال نہیں رہتا

۱۴۶

بلکہ اس کیلئے یا تو حکم حاکم کی ضرورت ہے اور یا دوسرے ورثہ کی رضامندی کی بشرطیکہ ان
میں کوئی نابالغ نہ ہو اور اگر کوئی نابالغ ہو تو اُسمیں خاص نابالغ کے حصہ کے اعتبار سے پھر یہی
شرط ہے کہ جائداد قیمت میں مہر سے اس قدر زیادہ نہو کہ اُسکو سب مقومین زیادہ بتلاتے ہوں
البتہ جہاں دونوں صورتیں ممکن نہوں کہ نہ حاکم سے رجوع کرنیکا ساماں ہے اور نہ ورثہ اس کا حق
دینا چاہتے ہیں اس خاص صورت میں اگر اُسکو قدرت ہو جائداد مہر میں لگا سکتی ہے بشرطیکہ جائداد
مہر کی برابر ہو اصل میں یہ عمل فرع ہے خلاف جنس سے اپنا حق لے لینے کی اُسمیں یہی تفصیل ہے
ایک کوتاہی اسکے مقابل زوج کی طرف سے یہ ہوتی ہے کہ اپنی رائے سے زوجہ کو کوئی چیز خواہ قسم
زیور سے یا پارچہ و متاع سے یا مکان و زمین سے بی بی کو دیدی اور اُسکے نام کردی اور خود ہی
نیت کرلی کہ یہ مہر میں دے چکا اور مہر ادا کردیا سو سمجھ لینا چاہئے کہ مہر کے عوض میں یہ چیزیں دینا
یہ بیع ہے اور بیع میں تراضی جانبین مطلقاً شرط ہے اور بعض میں تساوی مقدار میں بھی شرط
ہے پس اگر ان چیزوں کا دینا مہر میں منظور ہے تو زوجہ سے صریح الفاظ میں پہلے پوچھنا چاہئے
کہ ہم تمہارے مہر میں یہ چیز دیتے ہیں آیا تم رضامند ہو پھر اگر وہ رضامند ہو تو اگر وہ چیز جنس
مہر سے نہیں ہے مثلاً مہر روپیہ تھا اور یہ چیز مکان یا کپڑا ہے تو بلا شرط قلیل و کثیر کے رضامندی سے
یہ مبادلہ جائز ہے اور اگر وہ چیز جنس مہر سے ہے مثلاً مہر روپیہ تھا اور یہ چیز چاندی کا زیور ہے
تو اس کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ دونوں کی مقدار برابر ہو مثلاً اگر مہر سو روپیہ ہوا اور زیور پچاس
روپیہ کے برابر ہوا تو یہ مبادلہ جائز نہیں البتہ دو صورتیں درست ہوں گی ایک یہ کہ پچاس میں
زیور لگا دے اور پچاس معاف کردے دوسرے یہ کہ صلح کے طور پر لے لے تو اُس کے معنی خود شریعت
یہ تجویز کرلیتی ہے کہ پچاس میں زیور لے لیا اور پچاس معاف کردیئے ایک کوتاہی مہر کے بارہ میں
یہ ہوتی ہے کہ اکثر عورت اپنے مرض الموت میں مہر معاف کردیتی ہے اور اس معافی سے زوج
بالکل بے فکر ہو جاتا ہے سو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ معافی وصیت للوارث کی فرع ہے اور یہ بدون
رضا دوسرے ورثہ کے ناجائز ہے پس اس معافی سے مہر معاف نہوگا۔ البتہ زوج کو جس قدر
میراث میں پہنچے گا وہ بیشک معاف ہو جاویگا باقی اُس کے ذمہ واجب الادا رہیگا جو دوسرے
وارثوں کو دیا جاویگا البتہ اگر سب ورثہ اُس معافی کو جائز رکھیں تو کل معاف ہو جاویگا اور

۵۱

اگر بعض نے جائز نہ رکھا یا بعض نابالغ ہوں تو ان کے حصہ کے قدر معاف نہوگا۔ ایک کوتاہی
اس بارہ میں یہ ہے کہ زوج کے مرض الموت میں عورت مہر معاف کر دیتی ہے اسمیں تفصیل یہ ہے
کہ اگر خوشی سے معاف کر دے معاف ہو جاتا ہے اور اگر عورتوں کی زبردستی گھبراہٹ سے
معاف کرے عنداللہ معاف نہیں ہوتا اور بر والوں کو ایسے موقع پر اس طرح مجبور کرنا نہ چاہیے
بلکہ بعض مواقع پر معاف کرنا مصلحت بھی نہیں ہوتا مثلاً میراث کا حصہ زوجہ کا اسکی بسر کیلئے
کافی نہیں اور ورثہ سے بھی امید رعایت وکفالت کی نہیں ایسے موقع پر تو بجائے ترغیب معافی کے
معاف نہ کرنے کی رائے دینا مناسب ہے ایک کوتاہی مہر کے بارہ میں یہ ہے کہ اگر زوجہ متوفیہ کے
ورثہ اسکے ماں باپ یا بھائی وغیرہ ہوئے تب تو ان کے مطالبہ پر زوج ان کا حصہ مہر سے دیتا
ہے اور اگر خود اسی زوج کے اولاد وارث ہوئے تو چونکہ وہ مطالبہ کر نہیں سکتے یہ ان کا حق ادا نہیں
کرتا یہ فعل سراسر ظلم اور خیانت ہے ان کا حق امانت ہو اس اولاد کے نام سے جمع رکھنا چاہیے
اور خاص ان کے مصالح میں صرف کرنا چاہیے خود دستبرد کرنا حرام ہے اسی طرح ان بچوں کو
جو چیزیں ماں سے میراث میں پہونچی ہوں ان سب کی بہت حفاظت اسکے ذمہ فرض ہے ایمیں
بیجا تصرف حرام ہے ایک کوتاہی بعض بلاد میں باب مہر میں یہ ہے کہ زوج سے قبل نکاح یا قبل
رخصت کچھ روپیہ اس غرض سے لے لیتے ہیں کہ مصارف شادی میں صرف کریں گے اور جب
ان کو منع کیا جاتا ہے کہ یہ رشوت اور حرام ہے تو یہ تاویل کرتے ہیں کہ ہم نے مہر میں لیا ہے اگر یہ
واقعی مہر ہے تو اسکی مالک عورت ہے اور کسی کے مال میں بدون اس کے اذن بطیب خاطر
کے تصرف کرنا حرام ہے سو ان لوگوں نے عورت سے کب پوچھا ہے اور اس نے کب خوشی سے
اجازت دی ہے اگر یہ کہا جاوے کہ اذن لاحق بھی مثل اذن سابق کے ہے اور اذن دلالۃً بھی
مثل اذن صراحۃً کے ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ بالکل مسلم لیکن اذن کی حقیقت تو پایا جانا ضرور
ہے اور حقیقت اس کی وہاں ہوگی جہاں عدم اذن پر بھی قدرت ہو سو ظاہر ہے کہ یہاں
بوجہ اتباع رسم کے اس سے روکنے کی یا اس کا ضمان وبدل لینے کی عورت کو قدرت
ہی نہیں پس اذن کہاں پایا گیا خلاصہ یہ کہ اگر یہ مہر نہیں تو رشوت ہے اور اگر مہر ہے تو غصب
ہے اور دونوں حرام۔ ایک کوتاہی اس بارہ میں یہ ہوتی ہے کہ بعضے لوگ ویسے ہی یا حلاق

۵۲

دینے کے وقت نابالغ زوجہ سے مہر معاف کرلیتے ہیں سو یہ معافی معتبر نہیں لان تبرع الصغیر باطل بعض جگہ اس سے بڑھکر ہوتا ہے کہ ولی زوجہ نابالغہ طلاق کا مطالبہ زوج سے کرتا ہے اور یہ ولی ہی مہر معاف کردیتا ہے سو اس صورت میں اگر زوج نے طلاق دیدی تو طلاق تو واقع ہو جاویگی مگر مہر ساقط نہ ہوگا۔ ایک کوتاہی کہ وہ عملی غلطی ہے اس بارہ میں یہ ہے کہ عورتیں مہر مانگنے کو یا بے مانگے لے لینے کو عیب سمجھتی ہیں اور اگر کوئی ایسا کرے تو اسکو بدنام کرتی ہیں سو اپنے حق واجب کا مانگنا یا وصول کرلینا جب شرعاً کچھ عیب نہیں تو محض اتباع رسم سے اسکو عیب سمجھنا گناہ سے خالی نہیں ایک کوتاہی کہ وہ علمی غلطی ہے یہ ہے کہ عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ اگر ہمنے مہر لے لیا تو پھر ہمارا کوئی حق خاوند کے ذمہ نہ رہیگا یعنی نان ونفقہ اور دیگر حقوق معاشرت سب ساقط ہو جاویں گے سو یہ اعتقاد محض غلط ہے سب حقوق الگ الگ ہیں ایک حق دوسرے پر مبنی نہیں مہر لینے سے دوسرا کوئی حق ساقط نہیں ہوتا اور اس اعتقاد باطل کا بعض جگہ یہ اثر ظاہر ہوا ہے کہ شوہر مہر ادا کرتا ہے اور عورت نہیں لیتی اور نہ معاف کرتی ہے ایسی صورت میں اگر زوج پر ادائے حقوق کا غلبہ ہوا اور مسائل سے ناواقف ہوا تو بیحد پریشان ہوتا ہے کہ اب میری برأت ذمہ و سبکدوشی کی کیا صورت ہو سکتی ہے اسلئے اسکا مسئلہ بتلایا جاتا ہے کہ اس صورت میں اگر شوہر مال مہر کا زوجہ کے سامنے اس طرح رکھدے کہ وہ اسکے قبضہ پر قادر ہو اور رکھکر یہ کہدے کہ یہ تمہارا مہر ہے اور یہ کہکر اس مجلس سے اٹھ جاوے تو مہر ادا ہو گیا خواہ عورت اٹھاوے یا نہ اٹھاوے اگر اس نے نہ اٹھایا اور دوسرا کوئی لے گیا تو وہ زوجہ کا گیا اور اگر بہ خیال ضائع ہونے کے خاوند اٹھالے گا تو وہ اس کے پاس زوجہ کی امانت رہے گا شوہر کی ملک نہ ہوگا ایک کوتاہی کہ وہ بھی علمی غلطی ہے یہ ہے کہ بعضے لوگ دین مہر کو مانع وجوب زکوٰۃ سمجھتے ہیں یعنی جس شخص کے ذمہ مہر واجب ہو وہ یوں سمجھتا ہے کہ چونکہ میں دینے کا قرضدار ہوں اسلئے مجھپر اتنے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں گو اس مسئلہ میں کسی قدر اختلاف بھی ہوا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ مانع نہیں یعنی مہر کے لازم ہوتے ہوئے بھی کل مال میں زکوٰۃ واجب ہوگی چنانچہ شامی نے بعد نقل اقوال کے کہا ہے زاد القہستانی عن الجواہر والصحیح انہ غیر مانع (ص ج ۲) خصوص جبکہ ادا کی نیت بھی نہ ہو تو پھر مانع ہونیکے کوئی

۵۳

معنی ہی نہیں کیونکہ عازم ادا کو تو بار سے بچا تا ایک وجہ بھی رکھتا ہے اور غیر عازم جب کسی بار
کا التزام ہی نہیں کرتا پھر اس کی رعایت بے وجہ ہے ایک اور کوتاہی کہ وہ بھی علمی غلطی ہے اور
وہ عوام کا تو ملتفت الیہ بھی نہیں اُن سے گذر کر خواص کو پیش آئی ہے وہ یہ کہ جس طرح اموال
تجارت میں تاجر کے ذمہ مثل عین یعنی نقد موجود مال کے دین میں بھی (یعنی اُن حقوق میں جو کہ
لوگوں کے ذمہ اسکے واجب ہیں مثلاً اس کا قرض چاہتا ہے یا ادھار سودا لینے والوں کے ذمہ
دام چاہتے ہیں) زکوٰۃ فرض ہے آیا اسی طرح عورت کا جو دین مہر زوج کے ذمہ ہے اُس میں بھی
زوجہ کے ذمہ زکوٰۃ ہے یا نہیں سو عوام کو تو اس طرف التفات ہی نہیں ہوا جس کی وجہ عدم
اہتمام دین ہے یہی وجہ ہے کہ انھوں نے کبھی یہ مسئلہ ہی نہیں پوچھا حالانکہ تردد کی اور پوچھنے
کی بات تھی کیونکہ آخر یہ بھی تو ایک قرض ہے البتہ خواص کو تردد ہوا سو اُن میں جو غیر محقق تھے
وہ قیاس سے وجوب کے معتقد ہو بیٹھے اور پھر یہ فکر ہوئی کہ اس وجوب میں تو تمام مہر زکوٰۃ ہی کی
نذر ہو جاویگا اسلئے انھوں نے اپنے نزدیک ایک دانائی سے کام لیا کہ مہر میں بجائے روپوں کے
تانبے کے ٹکوں کی رسم تجویز کی کہ ٹکے اموال زکوٰۃ سے نہیں ہیں چنانچہ ہمارے قصبات میں
اس رسم کی یہی اصل ہے کذا سمعت استاذی مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اور جو محقق
تھے انھوں نے فقہ سے رجوع کیا سو تحقیق سے ثابت ہوا کہ جو دین بدل تجارت ہے یا قرض ہے
وہ دین قوی ہے اور مہر دین ضعیف اس کا قیاس اُس پر جائز نہیں دین قوی میں زکوٰۃ فرض ہے
اور دین ضعیف میں نہیں ہے جب تک وصول نہ ہو جاوے اور وصول ہونے کے بعد بھی زمانہ
گذشتہ کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی تازہ زکوٰۃ ہوگی کذا فی الدر المختار خلاصہ اخیر کے دونوں
مسئلوں کا یہ ہوا کہ مہر نہ مانع زکوٰۃ ہے اور نہ موجب زکوٰۃ ھذا ما حضرنی الآن فی باب المہر
فرع۔ کہ اس میں بھی کوتاہی کی جاتی ہے اُسکے سمجھنے کیلئے ایک تمہید کی حاجت ہے جو مرکب
ہے چند مقدمات سے ایک مقدمہ یہ ہے کہ ہمارے بعض قصبات میں مدت مدیدہ سے رسم
ہے کہ مہر ٹکوں سے ٹھیراتے ہیں جسکی بنا اور اُس بنا کا ضعیف ہونا اوپر لکھ بھی چکا ہوں دوسرا
مقدمہ یہ کہ ان اطراف میں ٹکے دو قسم کے پائے جاتے ہیں ایک منصوری جو موٹے موٹے پیسے
ہوتے تھے دوسرے ڈبل یعنی انگریزی سکہ کے پیسے۔

(باقی آئندہ)

٥٤

تمہید کلید مثنوی دفتر ثانی

بعد حمد ایزد و نعت نبی
اول و سادس کلید مثنوی
در دفاتر باقیہ ہمت ندید
یک از اصرار بعض احباب صدق[ف۱]
طرز دیگر سہل کردم اختیار
دیگراں ضبطش کنند اندر قلم
آنچنانکہ مثنوی چوں بہشت
ہمچنیں[ف۲] ایں نقش پاک از نقش زشت
جذب ذوق و شوق شبیر علی
جذب ذوق و شوق انعام الٰہ
جذب ذوق و شوق آں احمد حسن
جذب ذوق و شوق احمد با حبیب
یافت از احمد حسن جلوہ وقوع
گشت از شبیر در گمش شروع
ہم حبیبم دون وعد الالتزام[ف۴]
احمد و انعام و شبیر و حبیب
چوں کشیدیم دریں رہ زابتدا
نیمہ از ماہ محرم رفتہ بود

عرضہ دارد احقر اشرف علی
چہل نوشتم از فیوض مولوی
لاجرم از شرح او تن در کشید
کہ بدند از فضل حق اصحاب صدق
کز زبان تقریر سازم درس وار
پس ہمیں ساں خود شد شروع اندر رقم
مولوی گفت و حسام الدیں نوشت
بندہ می گفتے و شبیرش نوشت
می کشد جاں را بشرح مثنوی
سوئے شرح مثنوی بجو و راہ
داد شرح مثنوی را جان و تن
مثنوی را میکند شرح غریب
نیز ہم بعد فرصت شد رجوع
کرد انعام اللہ سامان شیوع[ف۳]
حاشیہ یکجا گشت در بعضے مقام
از شما شد بہر ایں حل عجیب
ہم بریدم از دعا تا انتہا
کہ بجنبش آمد ایں دریائے جود

ف۱ فہرست بعضے ایشان در اشعار آئندہ است ۱۲ منہ۔
ف۲ یعنی از مخالفت شرح چنانکہ بعضے در حل او دریں مبتلا میشوند ۱۲ منہ
ف۳ جو بوجہ بعض عوارض کے طبع کا قصد نہیں رہا لیکن الدال علی الخیر کفاعلہ ۱۲ منہ
ف۴ لیکن پھر بالالتزام لکھا ۱۲ منہ۔

۶۳

یک ہزار و سہ صد و سی و چہار　　بود سال ہجرت خیر الخیار
یا سعید و سبدی ہر انتظام　　با ہمہ را بخش توفیق ختام
طالباں راز و بدہ ہم نفع تام　　ختم شد تمہید باقی والسلام

تمہید کلید مثنوی دفتر ثالث

بعد حمد اللہ قسام الہدیٰ　　ثم تسلیم علی خیر الوریٰ
تم من فیض الجلال المعنوی　　شرح ثانی الشطر من ذا المثنوی
مرحبا شبیر نحو یا حبیب　　خذ تماما من شرحہ اوفی النصیب
فاشرحا الثالث بجد واجتہادا　　طالبین العون من رب العباد
ہکذا[1] ما بعدہ باقی الشطور　　نور نور فی نور فوق نور

تمہید کلید مثنوی دفتر رابع

بعد حمد ایزد و نعت نبی　　ملتمس ہے احقر اشرف علی
شکر شرح دفتر ثالث کے بعد　　شرح رابع کا ہوا آغاز سعد
مولوی شبیر اور ی ضبل حبیب　　داد کے قابل ہیں یہ دونوں لبیب
اپنی اپنی شرح میں دونوں فرید　　ہیں کلید مثنوی کی دو کلید
دونوں شرحیں اپنے اپنے طرز پر　　ہیں مفید خاص و عام و بہ گہر
دونوں شارحوں کو الٰہی کر مفید　　اور دونوں شارحوں کو دے مزید
اور بقیہ دفتروں کی بھی شرح　　ختم کو پہونچا دے اے صاحب فتح

تمہید کلید مثنوی دفتر خامس

بعد حمد ایزد و نعت نبی　　عرض کرتا ہے فقیر اشرف علی

[1] فی الاتیان بلفظ النور اربع مرات اشارۃ الی ان عدد ھذہ الد فاتر التی شرحت بھذا الطرز اربع من الثانی الی الخامس وفی نسخۃ اشارۃ الی کون کل الدفاتر ستۃ ۱۲

مثنوی کے دفتر رابع کا حل	ختم ہو خامس کا ہے یہ مستہل
ہے مقرر اس کا یہ عاجز فقیر	اور مکرر دو عزیز دلپذیر
یک حبیب احمد کیرانوی	دیگر آں شبیر علی تھانوی
شرح اول لائق اہل علوم	شرح ثانی لائق اہل عموم
شارح اول بفضل اجتہاد	میکند در بعض جاہا انفراد
انفرادش ہست لیکن بس لطیف	کل شیٔ من ظریف ہو ظریف
ماخذ الشرحین من اسنی الفروح	کاملان فی الفیوض والفتوح
فائقان فی الاصابۃ والوضوح	خالیان عن عیوب وجروح
ربنا فالشکر لک فی کل حال	ثم شرح المثنوی بالکمال

درق ثانی۔ جو کلام منور میں ہے اسمیں اسوقت صرف ایک سند کی عبارت ذہن میں ہے جو زمانہ قیام جامع العلوم کانپور میں طلبہ فارغین کے دینے کیلئے لکھی تھی اور اس کو دیجاتی تھی وھو ھذا۔

۶۵

سند البلاغ الی کمال الفراغ من الدرسیات او من الدینیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط یسبح للہ ما فی السمٰوات وما فی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم ہ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین واخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم وبعد فیقول الفقیر الی اللہ الغنی محمد اشرف علی الحنفی التھانوی

ف ختم کو ختم قرار دیا گیا کیونکہ اس تمہید کے لکھنے کے وقت وہ ختم نہ ہوئی تھی خامس کو بھی بعض مصالح سے شروع کر دیا تھا اور وہ مصلحت یہ تھی کہ تاکہ تابین شرح کے ذہن میں دفتر پنجم کی شرح بھی مہتم بالشان اور اس کے ساتھ بھی دلچسپی ہو جاوے اسلئے دفتر پنجم کے ربع اول کو دفتر چہارم کے نصف ثانی پر اس میں مقدم کر دیا گیا فقولہ فی الشعر الاخیر من ھذا التمہید ثم شرح المثنوی تفاؤل وان الامر کلہ للہ وان الفضل بید اللہ ۱۲ منہ۔

عفی عنہ ماصغر وما کبر ان اللہ سبحانہ وتعالیٰ سمی فی ہذہ الآیۃ بعث النبی صلی اللہ
علیہ وسلم معلما للکتاب والسنۃ فضلا عظیما × وکفی بہذ التشریفا للعلم وتعظیما × و
ان اصل العلوم ہو الکتاب والسنۃ × واحیتم فی تفصیل بعض ما اجمل فیہما الی القیاس
واجماع الامۃ × وبکونہما باللغۃ العربیۃ + افتقر الی الفنون الادبیۃ + ولجمع اشتات
الفصول + مست الحاجۃ الی الاصول + ولاقامۃ الحجۃ والبرہان + علی
اہل الزیغ والطغیان + اضطر الی قلۃ من قواعد المیزان + فہذہ العلوم
التی قد اشیر الی اقسامہا + وارتباط ما بینہا ونظامہا + لابد منہا فی احیاء الدین
واقامۃ رسم الحق والیقین + وما عداذ لک من الفنون الفلسفیۃ + والخرافات
السفسطیۃ + فہو فی نفسہ جہل وشین + وکذب ومین + وانما یقصد بالتحصیل
لغرضین + احدہما وہو لا یتجاوز الطالب البحث عن الشر + لیجتنب الضر + کما
قال حذیفۃ رض کان الناس یسألون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخیر و
کنت اسألہ عن الشر مخافۃ ان یدرکنی الخ فکانما عناہ القائل بقولہ - شعر

عرفت الشر لا للشر لکن لتوقیہ　　ومن لا یعرف الشر من الخیر یقع فیہ

وثانیہما وہو المتعدی الی غیرہ دفع مکائد الفلاسفۃ وغوائلہم + والقلب علیہم
بکفتہم وحبائلہم + ورمیہم بقسیہم + وشجہم بعصیہم کما قیل شعر

سلوا سیوف فلاسف بفلاسف　　ضحوا بہا ہامات آل فلاسفا

فالاخذ منہما وان کان احکم واشد (بالمعجمۃ) لکن فیہ خطر + والتوقی عنہما
اسلم واسد + (بالمہملۃ) - وہو طریق العذر + وان اخی فی اللہ فلانا
قد رکب الطریق الاشد + (ان کان فارغا من الدرسیات) او الاسد
(ان کان فارغا من الدینیات) وسلکہا بجد وجد حتی بلغ مقاطع الحد +
من جمیع العلوم النافعۃ + والتی ہی مریب (بالتحتیۃ) رافعۃ + (بمعنی المزیلۃ
ان کان فارغا من الدرسیات) او للوتب (بالفوقیۃ) رافعۃ + (بمعنی المعلیۃ
ان کان فارغا من الدینیات) التی کتبہا بین الطلاب مشہورۃ +

۶۶

سوال

جن تسبیحوں میں بیت اللہ کی عکسی تصویر ہوتی ہے اُن میں کچھ آدمیوں کی جماعت طواف کرتی ہوئی نظر آتی ہے آدمیوں کی شبیہ اُس میں ہوتی ہے تو کیا ایسی صورت میں اُس تسبیح کا ہاتھ میں رکھنا جائز ہے۔

الجواب

فی الدر المختار لا یکرہ الی قولہ او کانت صغیرۃ لا تتبین تفاصیل اعضاءھا للناظر قائما وھی علے الارض ذکرہ الحلبی اھ وفی رد المحتار فی آخر ھذا البحث تنبیہ۔ ھذا کلہ فی اقتناء الصورۃ واما فعل التصویر فھو غیر جائز مطلقا لانہ مضاھاۃ لخلق اللہ تعالی کما مر اھ ص۶۷۸ج۱ و ۶۷۹۔

اس روایت سے دو امر معلوم ہوئے ایک یہ کہ ایسی عکسی تصویر کا بنانا تو حرام ہے دوسرے یہ کہ ایسی عکسی تصویر کا پاس رکھنا گناہ نہیں لانھا داخلۃ فی الصغیرۃ یقینا وان کانت تری کبیرۃ لالۃ خاصۃ ھی المرأۃ المکبرۃ۔ ۲۰ شوال ۱۳۳۵ھ۔

سوال

اگر کوئی لفافہ بیرنگ ہونے سے بچ جائے اور قانوناً وہ بیرنگ ہونا چاہیے تھا مثلاً اسٹیمپ ٹکٹ لگا ہوا نہیں تھا تو اس شخص کے ذمہ۔ ٹکٹ تلف کرنا ہے یا ارکا۔

الجواب

عقد اجارہ کاتب و مرسل کے ساتھ منعقد ہوا ہے اجرت اُسکے ذمہ واجب ہے نہ کہ مکتوب الیہ کے اس کا ادا کرنا نیابۃً و تبرعاً ہوتا ہے اور اجارہ مختلف باختلاف الشروط جائز ہے پس عدم تعجیل ادائے اجرت میں جو ایک آنہ مقرر ہے وہ بذمہ کاتب واجب ہے۔ ۲۵ شوال ۱۳۳۵ ہجری

تحقیق مسافت قصر در جہاز ہوائی

۴۴

سوال :

ہوائی جہاز میں اگر کوئی سفر کرے تو کتنی مسافت میں نماز کا قصر کرنا چاہیئے۔

الجواب

جسوقت احکام شرعیہ سفر کے متعلق موضوع ہوئے ہیں اُس وقت سفر فی البر والبحر والجبل واقع تھا فی الہواء نہ تھا اور احکام تابع واقعات ہی کے ہوتے ہیں اسلئے شریعت میں نصاً یہ مسکوت عنہ ہے لیکن شریعت میں اسکی ایک نظیر وارد ہے پس اُسپر قیاس کر کے اسمیں حکم دیا جاویگا اور چونکہ قیاس مظہر ہے نہ کہ مثبت اسلئے اس حکم کو بھی حکم وارد فی الشرع کہا جاویگا وہ نظیر یہ ہے کہ حج میں جو مواقیت متعدد ہیں اُن میں اہل نجد کیلئے **قرن** مقرر فرمایا گیا ہے جب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کوفہ و بصرہ فتح ہوا تو اُن لوگوں نے عرض کیا کہ قرن ہماری راہ سے ہٹا ہوا ہے اور وہاں جانے میں مشقت ہے تو آپنے فرمایا کہ اُسکے محاذی مقام کو دیکھ لو چنانچہ **ذات عرق** مقرر ہوا رواہ البخاری اور گو اس باب میں احادیث مرفوعہ بھی ہیں مگر اول تو وہ متکلم فیہا ہیں دوسرے اس اجتہاد کے وقت حضرت عمرؓ کو اُسکی اطلاع نہ تھی تو اتنا تو ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ نے اسمیں اجتہاد سے کام لیا چنانچہ اسی جواز اجتہاد کی بنا پر ہمارے فقہاء نے فرمایا ہے کہ ومن کان فی بحر او بر لا یمر بواحد من المواقیت المذکورۃ فعلیہ ان یحرم اذا حاذی اخرھا ویعرف بالاجتہاد فان لم یکن بحیث یحاذی فعلی مرحلتین من مکۃ فتح القدیر پس اسی طرح یہاں اس مسافت ہوائی کے محاذی کو دیکھیں گے کہ بحر ہے یا بر یا جبل اور اس محاذی کی مسافت قصر کو دیکھیں گے اور اُسی کا اعتبار اس مسافت ہوائی میں کر کے اُس کے موافق حکم دیں گے احتیاطاً اس میں دوسرے علماء سے بھی رجوع کر لیا جاوے۔ ۸ ذی قعدہ ۱۳۳۵ھ

تمام شد حصہ پنجم حوادث الفتاوی

الجواب

میں نے مکرر جو یہ رسالہ مرتب کیا ہے اس وقت میں نے اس کی طرف مراجعت کی معلوم ہوا کہ اس کی عبارت میں اس وقت غور سے کام نہیں لیا گیا تھا اس کا اور تیسیر کا ایک ہی مطلب ہے چنانچہ میرے رسالہ تنشیط میں تیسیر کے موافق ہے اب اس کی عبارت میں اس طرح ترمیم کرتا ہوں۔ قوله تعالى الصراط الاول المعرف فيه قراءات الاولى بالاشمام وهو ان ينطق القارى بحرف متولد بين الصاد والزاى لحمزة والثانية بالسين لقنبل لجميع القرآن والثالثة بالصاد الخالصة للباقين كالجميع۔ قوله تعالى صراط الثانى المنكر فيه قراءتان الاولى بالاشمام لخلف لجميع القرآن والثانى بالسين لقنبل كما ذكر والثالثة بالصاد الخالصة للباقين (ومنهم خلاد) اگر اس عبارت میں بھی شبہ ہو تو میں زیادہ غور کر کے مکرر درست کر دوں اور اگر شبہ نہ ہو تو حاجت جواب نہیں مگر اتنا کہ سوال کی عبارت قابل توضیح ہے اس طرح قوله خلاد بھی خاص سورہ فاتحہ میں صاد کو باشمام الزاء کے پڑھتے ہیں الخ۔ اس طرح ہونا چاہئے خلاد بھی خاص سورہ فاتحہ کے لفظ الصراط بلام التعریف میں الخ وکذا قوله حالانکہ خلاد خاصکر اس میں الی قوله یعنی سورہ فاتحہ میں الخ۔ یہ اس طرح ہونا چاہئے خاصکر اس میں یعنی سورہ فاتحہ کے الصراط اول میں۔ ۲۴ رجب ۱۳۳۵ ہجری۔

فصل نہم در تصحیح نام راوی در حدیث

سوال

حسن العزیز مرتبہ منشی رشید احمد دوسری جلد صفحہ مکتوبات میں تحریر ہے کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا الخ بخاری شریف صفحہ ۵۵۷ باب احب ان یسمع القرآن من غیرہ میں و نیز کتاب التفسیر صفحہ ۶۵۹ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی سے روایت اس واقعہ کو کیا ہے پس عرض ہے کہ ابی بن کعب رضی سے بھی کیا یہی معاملہ پیش آیا۔

الجواب

یہ غلطی میرے ذہن کے غلط سے ہوئی ہے یہ ایک ہی واقعہ ہے بخاری میں صحیح ہے
۵ ذی قعدہ ۱۳۳۵ ہجری۔

فصل دہم در تحقیق معنی مرض الموت

صفائی معاملات میں اس کی تعریف میں جو عبارت ہے وہ ناتمام ہے اس میں اتمام کی ضرورت ہے وہ عبارت ناتمام یہ ہے مرض الموت میں یعنی جس بیماری میں یہ شخص جاں بر نہو الخ اور ہونا چاہیئے اس طرح کہ مرض الموت یعنی جس حالت میں اس شخص کے جاں بر ہونے کی امید غالب نہ ہو بلکہ غالب موت ہو الخ پس جو امراض مدت دراز تک ایک حالت پر رہتے ہیں جیسے فالج وغیرہ وہ اس سے خارج ہیں کذا فی الدر المختار کتاب الوصایا۔

۵ ذی قعدہ ۱۳۳۵ ہجری

تمام شد حصہ پنجم ترجیح الراجح

الجواب (۱) اس قسم کا مضمون میں نے دوسرے اکابر کے کلام میں بھی دیکھا ہے جو اسوقت مستحضر نہیں میرے نزدیک اسکی توجیہ یہ ہے کہ مراد اس سے وہ محالات عادیہ ہیں جو عقل متوسط کے نزدیک محال ہیں مگر عقول عالیہ قدسیہ کے نزدیک ممکن ہیں اس کا اقرار خود حکما کو بھی ہے کہ بعض حقائق واقعیہ عقول متوسطہ کے احاطہ ادراک سے خارج ہیں تو وہاں اس کا لقب ممکن بغیرہ و ممتنع بذاتہ کہنا یہ ان کی خاص اصطلاح ہے برخلاف اصطلاح جمہور کے ولا مشاحۃ فیہ اور وجہ تصحیح اسکی یہ ہے کہ غیر سے مراد قدرت حق ہے یعنی قدرت حق کے اعتبار سے ممکن ہے لیکن خود اسکی ذات پر اگر نظر کیجاوے یعنی عقل متوسط نظر کرے تو اسپر امتناع کا حکم کرے اور شیخ کے کلام میں جو یہ ہے کہ وجود آن بنظر حس و عقل الخ اسکو محالات کی قید واقعی نہ کہا جاوے بلکہ قید احترازی کہا جاوے تو خود بھی تفسیر ہو جاویگی مراد مذکور کی یعنی سب محالات اس کا مصداق نہیں بلکہ صرف وہ محالات جو نظر حس و عقل متوسط میں محال ہوں۔

(۲) ظاہر ہے کہ یہ دونوں امر قبیح بالغیر ہیں شیخ کے وقت میں یا اُن کی مجالس میں وہ غیر متحقق نہ ہوں گے اور افضاء فیما یستقبل کی طرف التفات نہوگا۔ پس شیخ معذور ہیں مگر متبوع نہونگے اب ہمارے زمانہ میں وہ مفاسد متحقق بھی ہیں اور اگر کوئی مجلس بری بھی ہو مگر مفضی یقینا ہے اور یہ افضاء مشاہد ہے اسلئے منع واجب ہے، فلا تعارض کتبہ اشرف علی۔

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

پھر اسکے متعلق یہ سوال آیا جو ذیل میں مع جواب منقول ہے

(سوال) نیازمند کے عریضہ کا جواب رمضان ہی میں آگیا تھا بالکل اطمینان ہو گیا ہاں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت اعراس پیران بر سنت پیران بسماع و صفائی جاری دارید میں لفظ و صفائی سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کی نظر قباحت عارضی پر تھی مگر عرس و سماع خالی عن العوارض کو بہت ہتم بالشان سمجھتے ہیں کہ اس کے اجرا کی تاکید فرماتے ہیں اور اسکو اپنے پیروں کا طریقہ بتلاتے ہیں اور عوارض لاحقہ کی وجہ سے اُسکو قابل ترک نہیں فرماتے بلکہ امور عارضہ کو دفع کرنے کا حکم فرماتے ہیں اور امرین مذکورین فی حد ذاتہما کے جاری کرنے کی تاکید کرتے ہیں سو شیخ رحمۃ اللہ علیہ

کی یہ رائے معلوم ہوتی ہے کہ عرس و سماع فی نفسہ ایسے محمود اور مفید ہیں کہ قباحت عارضہ کی وجہ
سے لائق ترک نہیں بلکہ ان دونوں کو کیا جاوے اور قباحت لاحقہ کو چھوڑ دیا جاوے اور خدام والا و دیگر
حضرات کا یہ مسلک ہے کہ اگر کسی مستحب یا مباح کو قباحت عارض ہو جاوے تو اس وجہ سے نفس
شے ہی واجب الترک ہو جاتی ہے تو اب تک فہم ناقص میں تعارض باقی ہے واللہ اعلم بالصواب
اور نیز عبارت مذکورۂ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے وقت تک تو شیخ کے نزدیک
یہ اجمالی مسئلہ تھا کہ قباحت عارضہ کو رفع کر کے عرس و سماع کو جاری رکھا جاوے نہ کہ اس قباحت
عارضہ کی وجہ سے ان دونوں امروں کو بھی ترک کر دیا جاوے فقہاء حنفیہ کا تو واقعی وہی مسلک ہے
جو خدام والا کا ہے مگر غالباً صوفیاء کرام کا یہ مسلک نہیں معلوم ہوتا ہے والعلم عند اللہ
اور جناب شاہ ۔۔۔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بعض تحریر سے جو فلاں مفتی ...... مرحوم کے اس
طعن کے جواب میں لکھا ہے جو حضرت شاہ صاحب پر عرس کرنے کے بارہ میں کیا تھا یہی معلوم
ہوتا ہے کہ عرس فی نفسہ محمود امر ہے کسی عارض کی وجہ سے اسکو ترک نہیں کیا جائیگا بلکہ اصل
شے کو باقی رکھکر امور لاحقہ کو رفع کیا جائیگا طعن اور جواب دونوں حسب ذیل ہیں **طعن**۔ عرس
بزرگان خود برخود مثل فرض دانستہ سال بسال بر مقبرہ اجتماع کردہ طعام و شیرنی در آنجا تقسیم نمودہ
مقابر را وثناً یعبد میکنند۔

جواب۔ قولہ عرس بزرگان خود الخ ایں طعن مبنی است بر جہل باحوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از
فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچکس فرض نمیداند آرے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشان
بامداد ثواب تلاوت قرآن و دعا خیر و تقسیم طعام و شیرنی امر مستحسن و خوب ست باجماع علماء و تعیین
روز عرس برائے آن ست کہ آں روز مذکر انتقال ایشان میباشد از دار العمل بدار الثواب والا ہر
روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح و نجات است و خلف را لازم است کہ سلف خود را بایں
نوع بر و احسان نمایند چنانچہ در احادیث مذکور است کہ ولد صالح یدعو لہ و تلاوت قرآن
و اہداء ثواب را عبادت قبر قرار دادن مبنی بر کمال بلادت و فرط جہل است آرے اگر کسے سجدہ
و طواف و دعا نحو یا فلاں افعل کذا بعمل آرد البتہ مشابہت بعبدۃ الاوثان کردہ باشد و چوں
چنیں نیست پس چرا محل طعن باشد در در منثور سیوطی مرقوم است و اخرج ابن المنذر و ابن

۱۲۰

مروية عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يأتي أحدا كل عام فاذا لقوه الشعب سلم على قبور الشهداء فقال سلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار واخرج ابن جرير عن محمد بن ابراهيم قال كان النبي صلعم يأتي قبور الشهداء على رأس كل حول فيقول سلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار وابوبكرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وفي التفسير الكبير عن رسول الله صلعم انه كان يأتي قبور الشهداء رأس كل حول فيقول السلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار والخلفاء الاربعة هكذا يفعلون انتهى (زبدة النصائح في مسائل الذبائح مطبوعہ مطبع محمدی کانپور ۱۲۶۴ سنہ ھ صـ۴۱ و ۴۲) خلاصہ نیاز مند کے شبہ کا صرف اسی قدر ہے کہ فقہاء اور صوفیاء اس قاعدہ کلیہ ہی میں مختلف ہیں کہ جب کسی امر شرعی غیر ضروری کو فی الحال امر قبیح عارض ہوجاوے یا افضاء فیما یستقبل کا اندیشہ ہو تو وہ امر شرعی قابل ترک ہو فقہاء اسکے قائل ہیں اور صوفیاء اسکو تسلیم نہیں کرتے بلکہ خذ ما صفا ودع ما کدر کے موافق معروض من حیث ہو ہو قطع عن العوارض پر عمل کرتے ہیں اور عارض قبیح کو ترک کرتے ہیں اور اندیشہ افضاء فیما یستقبل کی حین العمل پروا نہیں کرتے ہیں ہاں وقت عروض کے عارض کو ترک کرکے معروض پر عمل کرتے ہیں اس اصل کے مختلف فیہ فیما بینہما ہونے کی وجہ سے دونوں کے تعامل میں بکثرت تفاوت پیدا ہوگیا۔ جو کچھ عرض کیا گیا صوفیاء اور فقہاء کے اقوال سے اپنی بدفہمی کی وجہ سے سمجھا ہے ان کان منی فمن الشیطان فنعوذ باللہ منہ اب خدام والا سے عرض ہے کہ جو کچھ غلطی ہو اس سے تنبیہ فرمایا جاوے۔

الجواب۔ لفظ صفائی تو اس دلالت میں نص نہیں۔ اس سے صفائی نیت کی جسکو خلوص کہتے ہیں مراد ہو سکتی ہے یعنی ریاء و شہرت مقصود نہو یا اگر اس دلالت کو تسلیم بھی کر لیا جاوے یا باوجود عدم دلالت خود ابتداءً ان مفاسد کا تحقق اُسوقت تسلیم کر لیا جاوے تب بھی جواب اول میں میرا یہ قول افضاء فیما یستقبل کیطرف لتفات نہوگا جواب میں کافی ہے توضیح کی یہ ہے کہ ان کو اس طرف التفات نہوگا کہ ہمکو کوئی مقتدا جانکر ہمارے فعل کو سند بناویگا اور اپنے فعل کی تنزیہ کو کافی سمجھا اور عدم التفات کی حالت میں جبکہ کوئی متنبہ نہو وہ محذور تسبب کا

نہیں معلوم ہوا پس معذور ہیں بس اتنی عبارت سے فقہاء اور صوفیہ میں اُس فرق کا استنباط کرنا جو آپنے لکھا ہے بلادلیل ہے باقی حضرت شاہ صاحبؒ کا فتوی اول تو اسکے ثبوت وصحت نسبت کیلئے سند صحیح یا تواتر کی ضرورت ہے وانی لنا ذلک دوسرے یہ تحریر مجتہدانہ ہے تو شاہ صاحب کا اجتہاد فقہاء کے اجتہاد کے خلاف حجت نہوگا اور اسی طرح اگر وہ مسلک صوفیہ کا ثابت بھی ہوجاوے تب بھی مسائل ظاہرہ میں فقہاء متبوع ہونگے۔ فقط ۲۶ شوال ۱۳۳۵ھ

(سوال) امداد الفتاوی دیکھتے ہوئے آج کل وتر کے بعد دو رکعتیں جالسا پڑھنے کو خطا قرار دیا ہے اور حدیث ابن ماجہ کی جو سنن ابی داؤد میں بھی نقل کی ہے کہ آپ نفس قراۃ جالسا کرکے پھر کھڑے ہوجاتے تھے حالانکہ سنن ابی داؤد میں دوسری روایت (اگر اسکی ضرورت ہوئی تو نقل کرکے بھیجدونگا) حضرت عائشہؓ سے ہی یہ ہے کہ قراۃ اور رکوع وغیرہ سب جالسا کرتے تھے یہانتک کہ اسپر آپ کی وفات ہوگئی۔ اس سے آخر تک کا عمل تصریحًا معلوم ہوتا ہے اور یہی اپنے اساتذہ سے ابتک سنا ہے اور گو قاعدہ کے اعتبار سے اجر اسمیں غیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے نصف ہونا چاہیے۔ لیکن حضرت مولانا محمد قاسم قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ اگر اس نیت سے بیٹھکر پڑھیگا کہ آپ سے یوں ہی منقول ہے تو اس نیت سے انشاء اللہ تعالی عجب نہیں کہ ثواب میں کبھی کمی نہ رہے واللہ اعلم۔ بہرحال مسئلہ کچھ ہو مگر معمول نبوی تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ قراۃ اور رکوع کی تفریق میں فقط یہی ایک روایت ہے جسکے معارض دوسری روایت موجود ہے اور سنن کی ان روایات متعارضہ سے قطع نظر ہوکر دیکھا جائے تو صحیحین کی روایات میں مطلق صلی جالسًا کا لفظ موجود ہے جس سے باطلاقہ متبادر یہ ہے کہ رکوع وغیرہ اور قراۃ میں کوئی فرق نہ تھا۔ شاید رواۃ سے اس ابن ماجہ کی روایت میں کچھ اختلاط وغیرہ ہوا ہوا اور انھوں نے بعض رکعات تہجد کو جو آپ اس طرح پڑھتے تھے کہ قراۃ تو بیٹھکر اور رکوع کھڑے ہوکر ان دو رکعتوں کے ساتھ لگا دیا ہو بہرکیف معمول نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بظاہر وہی راجح معلوم ہوتا ہے۔

(الجواب) مجکو تو تعارض معلوم نہیں ہوتا کہ ترجیح یا احتمال اختلاط کا قائل ہونا پڑے روایت ابن ماجہ کو مطلق صلی جالسًا کی تفسیر کیوں نہ کہی جاوے اور جس روایت میں رکوع جالسًا کی تصریح ہے

۱۲۲

اسکو محمول اختلاف اوقات پر کیا جاوے پھر قول مطلق ہے فعل کو اسپر منطبق کرنا اچھا ہے تخصیص کے قائل ہونے سے اور مسئلہ ظنیہ ہے جانبین میں گنجائش ہے۔ ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ

(سوال) علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا تحریر فرماتے ہیں کہ اخبار ہمدم لکھنؤ مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۱۶ء میں ...... کا ایک مضمون چھپا ہے جو لفظ بلفظ درج ذیل کیا جاتا ہے اسپر شرعاً عمل درآمد کرنیکے لئے کیا حکم ہے اور اسپر عمل درآمد کرنا چاہئے یا نہیں اور ان امور کا ماننا درست ہے یا نہیں۔

اوقات صوم وصلوٰۃ

(۱) ملاحظہ ہو روزانہ ہمدم مورخہ ۲۱ جون ۱۹۱۶ء (جسمیں ایک مضمون اوقات کے متعلق تھا جس سے مسئلہ ہذا سے کوئی خاص تعلق نہیں۔)

(۲) مسلمان اگر علم ہیئت سیکھیں تو ان کو معلوم ہو کہ الشمس والقمر بحسبان کی کسقدر تصدیق ہوتی ہے ملاحظہ ہو قرآن مجید ۵۵ سورہ رحمٰن آیۃ ۵۔

(۳) افلاک ارضی اور قمر بیضاوی شکل کے ہیں لہذا حساب واقعی طلوع اور غروب شمس بحساب محروطی کرنا لازم ہوتا ہے۔ اشکال مدور اور بیضاوی میں فرق ہوتا ہے۔ ہند میں معیار وقت بلحاظ شمس وسطی ہوتا ہے۔ لہذا جب واقعی طلوع اور غروب کا وقت کسی جگہ کا نکالنا ہو تو جو فرق شمس وسطی اور شمس واقعی میں ہو اسکو دفع کرنا لازم ہوتا ہے اسی سبب سے بعض روز دو ایک دقیقہ کی کمی یا زیادتی بغیر تسلسل کے ہوتی ہے۔

(۴) لیل ونہار ہمیشہ ۲۴ گھنٹہ کے ہیں کبھی طلوع اور غروب میں کمی اور زیادتی ہوئی تو بھی ۲۴ گھنٹہ میں فرق نہیں ہو سکتا ہے۔

(۵) پنجشنبہ ۵ جولائی ۱۹۱۶ء کو ۹ بجے ۸ دقیقہ ۳ گھنٹہ پر قبل ظہر خسوف یعنی چاند گرہن تھا اسوقت عمر قمر کی چودہ روز سے زائد تھی اور اس روز ۱۵ رمضان ۱۳۳۴ھ میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا ہے

(۶) غرہ رمضان المبارک میں بوجہ عدم رویت کے قطعیت نہیں ہو سکتی تھی لیکن ہلال اور بدر کے مشاہدہ سے کوئی شبہ نہیں رہتا ہے کہ جمعہ ۲۰ جولائی ۱۹۱۶ء کو ۲۰ رمضان المبارک

ہے اور اس روز اگر مطلع صاف نہو تو رویت کی حاجت نہیں ہے بلحاظ علم ہیئت اور مشاہدہ شنبہ ۱۲ جولائی ۱۹۱۷ء کو غرہ شوال ۱۳۳۵ھ ہونا لازم ہے اور اس روز صوم بلاشبہ حرام ہے

(الجواب) اول تو ان مقدمات ریاضیہ میں بعضے مخدوش بھی ہیں دوسرے قطع نظر اس سے شریعت میں ان کا بالکل اعتبار نہیں کیا گیا حدیث نحن امة امية لانكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا اسکی صریح نفی کر رہی ہے یعنی ان کے اعتبار کی قطع نظر وقوع سے اور یہ ہر قانون کو اختیار ہے کہ باوجود کسی امر کے واقعی ہونیکے اسپر اپنے احکام کو مبنی نکرے جیسے عدالت کے متعلق قانون ہے کہ حاکم اپنے عینی علم پر بدون ضابطہ کی شہادت کے عمل نہیں کر سکتا تو اسکے یہ معنی نہیں کہ حاکم کے علم کی واقفیت کی نفی کیگئی ہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ باوجود واقعی ہونیکے اسپر حکم کا مبنی کرنا جائز نہیں رکھا گیا اسی طرح یہاں سمجھ لیا جاوے اس قانون شرعی پر خلاف عقل ہونیکا الزام نہیں لگایا جا سکتا اور راز اس کا وہی ہے جسکی طرف حدیث مذکور میں اشارہ کیا گیا ہے یعنی شریعت کا سہل قواعد پر مبنی ہونا نہ کہ دقائق پر تیسرے مسئلہ میں جب عدم فرضیت صوم مان لیگئی تو شنبہ کو غرہ شوال یقینی ماننا اسکے منافی ہے کیونکہ جمعہ کو ۳۰ قرار دینا مستلزم ہے پنجشنبہ کے غرہ ہونے کو گو اس کا ظہور بعد میں ہوا ہو اور پنجشنبہ کا غرہ ہونا مستلزم ہے اس میں فرضیت صوم کو تو لازم آتا ہے فرضیت اور عدم فرضیت صوم کا مجتمع ہونا اور اجتماع خود محال ہے اور مستلزم محال کو محال پس یہ فتوی دینا کہ شنبہ کو روزہ رکھنا یقیناً حرام ہے بوجہ مبنی ہونے کے مقدمات مستحیلہ پر یقیناً باطل ہے حاصل یہ ہے کہ یہ رائے محض غلط ہے اور اسپر عمل کرنا بالکل حرام ہے اسکو اچھی طرح شائع کر دیجئے۔ کتبہ اشرف علی۔ ۵ر رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

(سوال) یہاں میرے پڑوسی نائب تحصیلدار بحکم گورنمنٹ بصرہ بغداد کو گئے تھے اب وہ رخصت لیکر ۲۰ر جون کو بغداد سے دجلہ میں کشتی پر سوار ہو کر چلے تو رمضان المبارک کا چاند بدھ کے روز یعنی پنجشنبہ کی شب میں انھوں نے اور سب ہمراہیوں نے دیکھا اور جمعرات کو روزہ رکھا تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ ان کا چاند دیکھنا یہاں والوں کیلئے مانا جاویگا یا نہیں رہا یہ امر کہ ان کی شہادت بھی شرعاً معتبر ہے یا نہیں اس سے بحث نہیں۔ دیگر کوئی خبر جناب کے یہاں بھی ایسی موصول ہوئی ہے جو قابل اعتبار ہو اور اسپر عمل کیا جاوے اس سے

۱۲۴

مطلع فرمایا جاوے۔

الجواب۔ ایک خبر یہاں بھی بجنور سے آئی ہے بابو مردان علی صاحب لکھتے ہیں کہ بدھ کے روز یہاں بھی چاند نہیں دیکھا گیا مگر جمعرات کے روز صبح کو جہان آباد سے رویت ہلال کے گواہ معتبر آگئے اور ہم نے روزہ رکھ لیا۔ انتہی۔ یہ دو خبریں ہیں قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ ایسی خبر کے معتبر ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ طریق موجب سے پہونچے اور طریق موجب یہ ہیں شہادت بالرویت۔ شہادت علی الشہادت بالرویت شہادت علی حکم الحاکم۔ استفاضہ جو حکم حاکم کے حکم میں ہے۔ اور مجرد حکایت معتبر نہیں ہے۔ (زوال السنہ صفحہ ۱۵) اسی طرح خبر واحد کے معتبر ہونے کے لئے علت یعنی ابر وغیرہ شرط ہے اسی طرح رائی کا ثقہ ہونا شرط ہے کذا فی کتب الفقہ۔ پس وجہ کی خبر میں آسمان پر علۃ ہونا ثابت نہیں اور شہادت دینے والے ایک صاحب ہیں، دو اوروں کے دیکھنے کی روایت محض حکایت ہے جو معتبر نہیں اور اگر یہ صاحب ثقہ نہیں ہیں تو قبول روایت سے ایک دوسرا امر بھی مانع ہے اور جہان آباد کی خبر ہم لوگوں تک طریق موجب سے نہیں پہونچی لہذا دونوں خبریں حجت نہیں ہیں۔ اشرف علی۔
۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

سوال (فلاں مولوی صاحب نے اپنی کتاب میں بھی لکھا ہے اور وعظ میں بھی فرمایا ہے کہ ابو عبداللہ محمد ابن شجاع ثلجی سے منقول ہے کہ فرماتے ہیں کہ میری عادت الحمد شریف پڑھنے میں مالک یوم الدین والی قرارت پڑھنے کی تھی ایک دن میں نے ایک بڑے عربی دان ادیب فاضل عالم سے سنا کہ وہ مَلِكِ یوم الدین بے الف والی قرارت پڑھتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ یہ بے الف والی قرارت نہایت فصیح بلیغ قرارت ہے اس دن سے میں بھی مَلِكِ یوم الدین پڑھنے لگا وہ قرارت جسمیں ایک الف زیادہ تھا موقوف کردی ایک رات خواب میں دیکھا کہ ہاتف غیب مجھے پکارتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اے بندے تو نے ایک حرف قرآن شریف کا کیوں چھوڑا دس نیکیاں تیری کم ہوگئیں کیا تو نے فرمان عالیشان جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں سنا ہے کہ قرآن مجید پڑھنے والے کو ہر حرف کے بدلے دس دس نیکیاں ملتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ قرارت جس میں ملک یوم الدین ہے

نہیں پڑھنی چاہئے کیوں اپنی دس نیکیاں کم کرے۔ یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے اگر واقعی کم ہوں تو اسکو پڑھنا چاہئے یا نہیں۔ دوسری گذارش یہ ہے کہ قل ھو اللہ احد کو اللہ الصمد سے ملاکر اگر پڑھے یا نستعین کو اھد نا الصراط سے ملاکر پڑھے یعنی وصل کرکے پڑھے تو نیکیں کم ہوں گی بوجہ ہمزہ گرنے کے دونوں جگہ سے یا نہیں۔

الجواب۔ قرأتیں ساتوں متواتر اور منقول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں منقول کے اتباع میں کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا حدیث میں احرف قرآنیہ کے باب میں ہے کلہا شاف شاف رہا شبہ نقص ثواب بنقص حرف بناء علی الحدیث سو نقص فی الکم سے نقص فی الکیف لازم نہیں آتا کیا معلوم نہیں کہ ایک دو نی یا وجود دو انی سے ناقص فی العدد ہونے کے کیفیت و قیمت میں برابر ہیں دہا خواب سو اول تو وہ حجت نہیں دوسرے ان کو یہ تنبیہ اسلئے کیگئی کہ ایک قرات کو مفضول سمجھ کر انہوں نے چھوڑا تھا سو ایک اعتبار سے اس کا فاضل ہونا بتلا دیا۔ رہا وصل میں ہمزہ وصل کا کم ہوجانا سو اول تو اسکا وہی جواب ہے جو ابھی لکھا گیا دوسرے ممکن ہے کہ وہ حکماً ملفوظ ہونیکے سبب مکتوب الاجر ہو واللہ اعلم۔ اشرف علی۔ ۴ر شوال ۱۳۳۵ھ۔

۱۲۶ [illegible]

(سوال) ایک شخص کا نام "محمد حسن" ہے وہ اپنے نام کے لفظ محمد پر "ص" اور حسن پر "رض" لکھتا ہے (اس طرح محمدؐ حسنؓ) کیا اس طرح کرنا شرک نہیں کیونکہ یہاں پر "محمد" سے وہ پاک ہستی مراد نہیں جسکے نام کے ساتھ "صلعم" لکھا جاتا ہے اور نہ وہ "حسن" مراد ہے جسکے بعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا ضروری ہے۔

(الجواب) کاتب کا یہ مقصود نہیں ہوتا کہ اس اسم کا مسمی محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا حسن رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ دونوں جزو کے مسمی متغایر ہیں تو ایک ہی شخص دو ذات کا مصداق کیسے ہوسکتا ہے بلکہ چونکہ بناء خود اس تسمیہ کی تبرک باسماء الذوات المبارکہ ہے تو ان الفاظ سے ذہن اُن اسماء ذوات مبارکہ کی طرف منتقل ہوجاتا ہے جو ان اسماء کے منقول عنہا ہیں گویا یہ اسماء منقولہ اُن منقول عنہا کے مذکر ہیں اُن منقول عنہا کے قصد سے جو بواسطہ ان الفاظ دالہ کے گویا حکماً مذکور و مدلول ہیں ایسے رموز لکھدیتے ہیں لہٰذا یہ شرک ہے نہ کفر البتہ اس توجیہ میں بُعد ضرور ہے لہٰذا اسکا حذف اولیٰ ہے۔ ۲۰ر شوال ۱۳۳۵ھ

(سوال) شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی نے دزد کے معلوم کرنیکی ترکیب لکھی ہے اور یہاں بعض بزرگ بھی ترکیب کرتے ہیں کہ دزد کو معلوم کرنیکے لئے ایک آیت بیضہ مرغ پر لکھتے ہیں اور پھر یٰسین یا کوئی اور سورۃ پڑھتے ہیں اور ایک چھوٹے لڑکے سے بیضہ کو دکھلواتے ہیں وہ لڑکا اس انڈے میں دیکھکر بتلاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں چیز لئے ہوئے ہے اس ترکیب سے بعضی چیزیں لوگوں کو ملگئی ہیں دزد کا پتہ لگ گیا ہے ایسی ترکیب کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ اس ترکیب پر یقین نہ کرے قرائن کا اتباع کرے کہ یقین کرنا جائز نہیں حالانکہ یقین یا ظن غالب پیدا کرنے کیلئے ایسا ہو رہا ہے۔

(الجواب) نہیں بلکہ اسلئے ہے کہ جبکا اس طرح سے پتہ لگے اُنکا تفحص بطریق شرعی کریں لیکن عوام اس حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ۲۲ شوال ۱۳۳۵ھ۔

سوال تتمہ سوال بالا

۱۲۷

یہ عمل کیسا ہے۔

(الجواب) میرے نزدیک بالکل ناجائز اسلئے کہ عوام حد تفحص سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ تاریخ بالا۔

(سوال) علامہ عبد الوہاب شعرانی البحر المورود میں تحریر فرماتے ہیں۔ (اُخذ علینا العہد) ان لا ندع احدا من اخواننا ینکر علی احد من الفقراء البطوا فین علی الابواب یسئلون الناس ولو الحوا علیہم لان الفقراء ربما یریدون ان یحملوا عنہم انواعا من البلاء و یطفئوا عنہم بحارا من الخطایا وفی الحدیث ہدیۃ اللہ الی مومن وقوف السائل علی بابہ وکان محمد بن الحسین رضی اللہ عنہ اذا رأی سائلاً علی بابہ یتبسم فی وجہہ ویقول لہ مرحبا بمن یحمل زادی الی الاٰخرۃ بغیر اجرۃ وکذالک لا نمکن احدا من اصحابنا من قولہم ہؤلاء قادرون علی الکسب فیحرم علیہم السؤال لان ذلک وجۃ فی البخل وقد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطی السائل وان کان غنیا ویقول للسائل حق وان جاء علی فرس وربما کان ہذا السائل ممن لم یقسم اللہ عزوجل لہ حرفۃ فی دار الدنیا غیر السؤال للہ تعالیٰ اولعبادہ الخ شیخ کی یہ عبارت عمل مشائخنا رحمہم اللہ کے بالکل خلاف معلوم ہوتی ہے اگر دلائل

کی جہت سے کلام شیخ قوی معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی بالکل صحیح ہے کہ فقیر کو یہ کہکر ٹالدینا کہ یہ تو ہٹا کٹا کماؤ ہے اکثر اوقات جہت بخل ہوتا ہے فما قولکم رحمکم اللہ فی ذلک جزاکم اللہ خیر الجزاء
(الجواب) شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں اور ہمارے فقہاء و مشائخ رہ کے کلام میں کوئی تعارض نہیں اور دونوں کے دعوے صحیح ہیں اور ہر ایک کے پاس دلائل قویہ ہیں شیخ کی قوت دلیل تو خود سوال میں مسلم ہے اور فقہاء کی دلیل کے دو مقدمے ہیں کہ سوال ایسے شخص کو حرام ہے للاحادیث الصحیحۃ اور حرام پر انکار مشروع ہے اور عدم تعارض اسلئے ہے کہ تناقض کے شرائط میں سے وحدات ثمانیہ بھی ہیں جن میں ایک وحدت شرط بھی ہے اور وہ یہاں مفقود ہے شیخ خاص اس صورت میں منع کر رہے ہیں جب یہ انکار کسی مفسدہ و ارتکاب منہی عنہ کیطرف مفضی ہو مثلاً تکبر علی السائل، ولتقویت بخل پس اس تکبر کا یہ علاج تبلایا ہے کہ اسکو اپنا محسن سمجھے گو سائل کا قصد احسان کا نہو مگر احسان تو اپنی حقیقت میں احسان ہی ہے گو عدم قصد کے سبب اجر نہ ملیگا اور بخل کا یہ علاج بتلایا ہے کہ اس سائل میں احتمال تحقق سمجھے دینا اُن کا قول ربما کان الخ اس میں نص ہے اور احتمال استحقاق پر اُس سائل کا حدیث للسائل الخ کے عموم میں داخل ہونا محتمل ہے گو اس احتمال پر عمل واجب یا جائز نہو مگر یہ احتمال علی الاطلاق حرمان سائل کے جزم کا تو انسداد کر دیگا اور یہ علاج ہے بخل کا اور چونکہ حرمت سوال غیر مستحق مسئلہ مشہورہ ہے اسلئے اُس کے مرتکب کو نہی کرنا واجب تو نہیں غایت ما فی الباب مستحب ہے اور خود فقہاء نے لکھا ہے کہ جو مستحب مفضی الی المفسدہ ہو اُسکو ترک کر دینا واجب ہے اور یہ مستحب غیر کامل کیلئے مفضی ہے کبر و بخل کی طرف اسلئے واجب الترک ہوگا یہ شرح ہے کلام شیخ کی اور فقہاء اُس صورت میں انکار کو مشروع کہتے ہیں جب یہ مفاسد نہوں اور گو فقہاء نے یہ قید نہیں لگائی جیسے شیخ نے قیدیں لگا دی ہیں مگر فقہاء کا قاعدہ افضاء الی المفسدہ اس کی دلیل ہے باقی چونکہ ان کی نگاہ ایسے مفاسد پر کم جاتی ہے لہٰذا التعرض جزئی نہیں کیا فافہم

۲۵ شوال ۱۳۳۵ھ

(سوال) اگر مروجہ حفص کی روایت میں قرآن مجید رمضان المبارک میں تراویح میں سنایا جائے تو بین السور بین بسم اللہ باواز بلند پڑھنی چاہیے۔ یا آخفی۔ شاطبی میں لکھا ہے کہ سات

۱۲۸

قراء سبعہ میں سے ساڑھے تین قراء کے نزدیک بین السورتین بسم اللہ ہے اور ساڑھے تین کے نزدیک بین السورتین بسم اللہ نہیں فقط اول میں جبکہ حفص کے نزدیک بین السورتین بسم اللہ ہے تو بلند آواز سے نہ پڑھنے کی کیا وجہ امام کا تو قرآن مجید پورا ہو جاویگا لیکن سامعین کے قرآن مجید ختم ہونے میں ۱۱۳ آیات کی کمی رہیگی۔

(الجواب) بسم اللہ بین السورتین ہونے سے اُس کی جزئیت تو لازم نہیں آتی کتب مذہب میں تصریح ہے کہ بسم اللہ مطلق قرآن کا جزو ہے کسی خاص سورت کا یا ہر سورت کا جزو نہیں پس اس کا مقتضا یہ ہے کہ ایک جگہ ضرور جہر ہو ورنہ سامعین کا قرآن پورا نہ ہوگا۔ گو قاری کا تو اخفا بسم اللہ میں بھی ہو جاویگا کیونکہ بعض اجزا کا جہر بعض کا اخفا جائز ہے فن قرأت سے تو اس مسئلہ کا صرف اس قدر تعلق ہے آگے فقہ سے تعلق ہے اور اس میں بسم اللہ کا اخفا ہے۔ ۲۶ ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ

(سوال) جناب نے قضا روزوں کی بابت تحریر فرمایا تھا کہ سب روزوں کا کفارہ ساٹھ روزے ہوں گے اب یہ عرض ہے کہ قضا روزے پہلے رکھے جاویں یا کفارہ کے روزے پہلے رکھے جاویں۔

(الجواب) فی رد المحتار تحت قول الدر المختار قضی وکفر مانصہ وانما قدم القضاء اشعارا بانہ ینبغی ان یقدمہ علی الکفارہ الخ ج ۲ صـ۱۵۱ اس روایت سے معلوم ہوا کہ زیادہ بہتر تو یہی ہے کہ قضا روزے اول رکھے جاویں لیکن اگر کفارہ کے روزے اول رکھ لے تب بھی جائز ہے ۹ ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ

(سوال) کیا مہمان کی مہمانی حق واجب ہے یا نہیں جیسا فلیکرم کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے

(الجواب) فائدۃ حدیثیۃ فقہیۃ متعلقۃ بحق الضیف وجوبا وندبا۔

فی المرقاۃ المجلد الرابع صـ۲۹۱۔ قال بعد کلام طویل مانصہ قالوا ولیشعر بان الضیافۃ لیست من الصدقۃ فیحتمل انہا واجبۃ لکنہا نسخت بوجوب الزکوۃ او جعلت کالواجب للعنایۃ وارادوا بما بعدہا التبرع المباح ثم قال وعامۃ الفقہاء علی انہا من مکارم الاخلاق وحجتہم قولہ صلی اللہ علیہ وسلم جائزتہ یوم ولیلۃ

۱۲۹

والجائزة العطية والمنحة والصلة فذلك لا يكون الا مع الاختيار قوله فليكرم يدل على هذا ايضا اذ ليس يستعمل مثله في الواجب وتأولوا الاحاديث بانها كانت في اول الاسلام اذ كانت المواساة واجبة واختلف انها على الحاضر والبادى ام على البادى فذهب الشافعى ومن تبعه الى انها عليهما وقال مالك ومن وافقه انما ذلك على اهل البوادى لان المسافر يجد فى الحضر المنازل وما يشترى فى الاسواق اھ قلت وان رايت الوجوب من قوله عليه السلام من كان يؤمن بالله واليوم الاخر الوارد في اكرام الضيف فقد ورد مثل هذا اللفظ في ما ليس بواجب بالاجماع كما ذكر في المرقاة (اخر الصفحة المذكورة) برواية الطبرانى عن ابى امامة من كان يؤمن بالله واليوم الاخر فلا يلبس خفيه حتى ينفضهما اھ

عبارت بالا سے یہ امور مستفاد ہوئے (۱) جمہور کا مذہب یہی ہے کہ مہمانی واجب نہیں محض مکارم اخلاق سے ہے (۲) لفظ جائزہ دلیل ہے عدم وجوب کی کہ اس کے معنی عطیہ و صلہ کے ہیں (۳) رہا لفظ لیکرم ہیئت سے زیادہ دلالت مادہ کی معتبر ہے وہ عدم وجوب پر دال ہے (۴) یا اولاً واجب تھا پھر منسوخ ہوگیا (۵) رہا فرق ثلاثہ وغیر ثلاثہ میں عدم وجوب کی صورت میں یہ ہے کہ ثلاثہ کے بعد وہ ضیافت ہی سے خارج ہے (۶) اس مرتبہ میں ما لکر بھی امام مالک کے نزدیک اہل بوادی کے ساتھ خاص ہے جہاں مسافر کوئی انتظام نہ کر سکے۔ (۷) اگر یؤمن باللہ سے وجوب کا شبہ ہو تو ایسے الفاظ لبس خف کے باب میں بھی آئے ہیں حالانکہ یقیناً وہاں وجوب منتفی ہے (۸) یہ حکم قطع نظر عوارض سے ہے چنانچہ عوارض کا ذکر نہ کرنا اسکی دلیل ہے باقی عوارض کے اعتبار سے اس کا ترک منافی مکارم اخلاق کے بھی نہیں۔

۱۰ ذی قعدہ ۱۳۳۵ ہجری

تمام شد تتمہ پنجم امداد الفتاوی

۱۳۰

ضمیمۂ تتمۂ خامسۂ تنبیہات وصیت بابت نصف اخیرہ ۱۳۳۵ھ

آخر جمادی الاخریٰ ۱۳۳۵ھ کو جو تتمہ خامسہ شائع ہوا ہے یہ اس کا ضمیمہ ہے جس کا اجمال اس تتمہ کی شروع سطر دہم میں گذر چکا ہے

مضمون اول (متعلق مضمون اول تتمات سابقہ) علاوہ (۳۲) حضرات مذکورین تتمات سابقہ کے ذیل کے اصحاب کو بیعت وتلقین کی اجازت دیگئی (۳۳) حافظ محمد عمر علی گڈھ محلہ کنز سعید خاں مسجد عطا شہید (۳۴) مولوی علی احمد ساکن موضع کوریا پار ڈاکخانہ ندوا سرائے ضلع اعظم گڈھ (۳۵) مولوی وصی اللہ ساکن موضع فتحپور تال نرجا ڈاکخانہ ندوا سرائے ضلع اعظم گڈھ (۳۶) مولوی محمد عیسیٰ مدرس اسکول کوئنس کالجیٹ گورنمنٹ بنارس۔

تصدیق رؤیین صالحتین من الصالحین متعلق تتمہ رابعہ (۱) یکم رجب ۱۳۳۵ھ کا لکھا ہوا ایک ثقہ ذاکر دوست کا خط آیا جس میں ان کا یہ خواب درج تھا میرا بھتیجا کسی سے کہہ رہا ہے کہ خط کے مضمون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سال چھتیس ۳۶ خلیفہ حضور کے ہوں گے الخ (۲) ایک ذاکر مقیم خانقاہ نے تقریباً ۳ رجب ۳۵ھ کو خواب بیان کیا کہ چار شخصوں کو دستار تقسیم کیگئی اھ چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا زائد علی السابق (۴) وہ مصداق الرؤیا الثانیۃ اور مجموعہ (۳۶) وہ مصداق الاولیٰ اور عجیب اتفاق ہے کہ نظر زیادہ پر تھی مگر عوارض نے زائد کو کم کردیا۔

مضمون ثانی (تتمہ مضمون دوم تتمہ خامسہ) بعض کتب جدیدۃ التالیف بترتیب سلسلہ سابقہ (۴۵۱) تتمہ سادسہ امداد الفتاوی (۴۵۲) حصہ سادسہ حوادث الفتاوی (۴۵۳) حصہ ششم ترجیح الراجح (۴۵۴) حصہ ششم تربیۃ السالک (۴۵۵) ملفوظات خیرت حصہ ششم (۴۵۶) مکتوبات خیرت حصہ ششم یہ چھ کتب سنہ ختم ہوتے ہی شروع ہوجاتی ہیں اور ابکی بار قریب ختم ہی کے شروع کردی گئیں اسلئے ان کو بھی متوکلاً علی اللہ شمار کر لیا گیا (۴۵۷) تحویہ ضمیمہ تتمہ خامسہ (۴۵۸) مسائل السلوک من کلام ملک الملوک (۴۵۹) رفع الشکوک ترجمہ مسائل السلوک (۴۶۰) سبیل العبد المنیب زیر تحریر (۴۶۱) رحمۃ العبد القریب زیر تحریر (۴۶۲) ارشاد الہائم فی حقوق البہائم (۴۶۳) اصلاح المزاج باصلح العلاج (۴۶۴) ریاض الفوائد (۴۶۵) تقریر برجلالین مسماۃ بہ نور ناظرین (۴۶۶) ملفوظات ملقب بہ بصیرت ناظر (۴۶۷) مکتوبات ملقب بہ ناظر الباصر (۴۶۸) اصدق الرؤیا فی تشریف بعض الاشراف بالبشری بانتخاب مولوی احمد حسن (۴۶۹) الرق المنشور فی اشتات الکلام المنظوم والمنثور (۴۷۰) قائد قادیان (۴۷۱) کلید مثنوی جلد اول دفتر خامس (۴۷۲) تصحیح الاغلاط وتنقیح الاختلاط زیر تحریر (۴۷۳) صلوٰۃ السفر نزد حکیم مصطفیٰ (۴۷۴) کسوۃ النسوۃ و مواعظ ذیل (۴۷۵) الوقار تھانہ بھون نزد خواجہ عزیز الحسن (۴۷۶) علو العباد من علوم الرشاد دہلی نزد مولوی شفیق الرحمن (۴۷۷) فرائج الامام لارشاد الانام کڈہی نزد مولوی ظفر احمد (۴۷۸) التحقیق التصدیق کڈہی نزد مولوی ظفر احمد (۴۷۹) جیک ڈبگ نزد خواجہ صاحب (۴۸۰) ستر المستورات ایضاً ایضاً (۴۸۱) القول المیسور فی موعظۃ بجرت پور یہ خواجہ صاحب کے اسباب میں ریل میں چوری گیا اسکے لانے والے کے لئے انعام موعود ہے (۴۸۲) عود العید در عید الفطر در مجلس نزد مولوی اشفاق (۴۸۳) سلوۃ الحزین نزد مولوی اشفاق (۴۸۴) علوم امدادیہ منتخب از مواعظ نزد حکیم صاحب (۴۸۵) لطائف الغرفیہ یوم العید (۴۸۶) امانۃ النافع

نزد مولوی اشفاق (۴۸۷) اصلاح الیال نزد حکیم صاحب (۴۸۸) الباب الخیر نزد خواجہ صاحب (۴۸۹) جامع الحقوق نزد حکیم صاحب (۴۹۰) الشرح الصدر نزد حکیم صاحب **و مواعظ تسہیل** حسب ذیل (۴۹۱) مسجد کے آداب (۴۹۲) دعا کے شرائط حصہ اول (۴۹۳) دعا کے شرائط حصہ دوم (۴۹۴) صوفی کا طریقہ (۴۹۵) گناہوں کا سرسری سمجھنا (۴۹۶) معاشرت کے حقوق (۴۹۷) اخلاص حصہ اول (۴۹۸) اخلاص حصہ دوم (۴۹۹) عورتوں کی اصلاح (۵۰۰) اتباع نفس کی برائی۔ ان اخیر کے دس وعظوں کا (جو کہ دعوات عبدیت جلد اول کے اجزا ہیں) کام شروع ہو گیا اور حصہ دوم و سوم کا اس سے پہلے ہو چکا ہے اب چہارم سے باقی ہے (۵۰۱) عود العید درالضحیٰ ردیف عود والعید نمبر ... فتت یہ انشاء اللہ تعالیٰ صبح وشام میں بیان ہونے والا ہے۔ یہاں تک تالیفات کا عدد (اگر گذشتہ وعظ ... پورے کو مستثنیٰ بھی کر دیا جاوے تب بھی عود العید کو اسکی جگہ شمار کرنے سے) بحمد اللہ (۵۰۰) تک پہونچ گیا اور گوان میں بعض کے اتمام کا انتظار ہے مگر جز مفروغ عنہ بھی جبکہ معتد بہ ہو بحکم الکل ہی ہوا اور اس سے سرخی دحجاء مزیدی مذکور تتمہ خامسہ کے ایک جزو کا تحقق ہو گیا **ولم ارج اهلا لذلك** فالحمد للہ القادر المالك و نرجو الثانی منه كذلك۔ اب اگر صرف مواعظ مطبوعہ باقیہ ہی کی تسہیل کا اعتبار کیا جاوے تو وہ بھی اسوقت تقریباً پچاس ہیں یہ پانچ سو پر اضافہ ہے اور جدید مواعظ و تالیفات کی اگر توفیق ہوئی وہ علاوہ بریں **والامر كله لله**۔

مضمون ثالث۔ اسمیں دو جزو ہیں جزو اول **متعلق بہ مضمون سوم تتمہ رابعہ حرف ج** اسکی تحقیق اس طرح ہوئی کہ یہ تعلق سادات قصبہ سے بواسطہ ہمشیرہ شیخ شرف الدین مرحوم کے ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ میرے پردادا شیخ غلام فرید کی ایک دختر رحیم النساء تھی جو میرے والد کی پھوپھی ہوئی اور وہ بیاہی گئی تھی شیخ غلام علی بن شیخ فتح علی بن شیخ غلام نبی سے (هكذا رأيته في صيث قديم مكتوب في تاسع شعبان سنہ ۱۳۵۲ھ ونقلته قبل ذلك في المضمون الخامس من التتمة الثالثة) اور ان غلام علی کے دو بیٹے تھے اور ایک دختر یعنی مسمی شیخ شرف الدین لاولد اور مسمی امام علی جنکی دختر رحمت لاولد بیاں ابو الحسن سے بیاہی گئی تھی اور مسماۃ عزیزن تو یہ تینوں بھائی بہن میرے والد کے پھوپھی زاد ہوئے اور یہ عزیزن بیاہی گئی تھی سادات میں سید رستم علی سے جن کے ایک فرزند سید انور علی کے ایک فرزند سید علی احمد موجود ہیں اور ان ہی رستم علی کے دوسرے فرزند سید حید علی کے فرزند سید نادر علی کے چار فرزند سید شاکر علی و سید ناظر علی و سید اعجاز حسین و سید منظم حسین موجود ہیں (هكذا نقله لي سيد ناظر علی عن القراطيس القديمة) اور ایک تعلق بدون اہتمام کے سید ناظر علی سے یہ معلوم ہوا کہ سادات ہی میں سے تھیں حسب بی بی نیا سے بی بی ال بنت سید محمد بن سید مردان علی بن سید خواجہ احمد بن سید سیدن ابن سید علی میری نانا کی والدہ تھیں اور بس یہی تعلق میں ہماری لڑکی سادات میں گئی اور دوسرے تعلق میں سادات کی لڑکی ہمارے یہاں آئی لیکن تتمہ ثالثہ میں (کا) نام بدہانسا اور ان کے باپ کا نام الہام علی اور سکونت قصبہ جنت کی نوا الحسن سے منقول ہے مگر ممکن ہے کہ ایک ایک نام ہو اور ایک ایک عرف اسی طرح ممکن ہے کہ خود ان کی سکونت جنت کی ہو اور نانہال تھانہ بھون کی۔ (وكان هذا كله في زمان وقوع التنافر فيما بين اهل السنة والشيعة لم انسد باب ذلك

ف
ومتعلق خطابت علی سانی وکتابتہ علی جانی وضح فی المجلس دلیل ذلک متصلاً ابو حفظ الملقب بسنۃ ابراہیم وہو حفظ المولوی ابراہیم الکیرانوی

عہ
اسی طرح اگر مولانا رفیق شفیق کر کر تتمہ خامسہ نمبر (۴۳۰) کو بوجہ اس کے جامع کے تو تحویز ہونے کے مستثنیٰ کر دیا جاوے تب بھی ملفوظات علوالنازل مرقوم مولوی علی کو کہ یہ ان کے ہی پاس ہے جو کہ بعد ترتیب ضمیمہ تالیفات کے جائزہ لینے سے یاد آیا (۱) اسکی جگہ شمار کرنے سے یہ عدد (۵۰۰) کا محفوظ ہے اور اگر وعظ مذکور حاشیہ سابقہ کو بھی ضم کر لیا جاوے تو پانچ سو پاپنچ ہو جاوینگے ۱۲ منہ

لمصالح کثیرۃ وکان الانسداد خیر اللفریقین) **جزو دوم متعلق بہ مضمون ثالث تتمہ خامسہ**
رحمت علی مذکور سطر (۲) شجرہ ابن احمد علی ابن رحم علی کا ایک نکاح اور ہوا تھا جس سے ایک لڑکا حسین علی کرنال
میں موجود ہے (رواہ داؤد علی عن الحکیم عارف علی)

مضمون رابع (تتمہ الحاق اخیر تتمہ رابعہ نمبرہ و مضمون خامس تتمہ خامسہ) (۱) مولوی عبدالکریم محمد پوری کا
خط آیا کہ اصلاح الرسوم کا ترجمہ احقر نے بزبان سندی کیا ہے اور ترجمہ اعمال قرآنی نیز بزبان سندی شروع کیا
گیا ہے عرض یہ کہ ان کتب (کے ترجمہ ہونے) کا اعلان کیا جاوے تیراست نام بلکہ میاداکوئی اور محنت فضول لے ملخصاً
(۲) مولوی ابو نعیم نصیر آبادی ضلع میمن سنگھ کا خط آیا کہ آپ کی تصانیف میں سے بعض نہایت ضروری باتوں کو
بنگلہ زبان میں ترجمہ کرکے شائع کیا جاوے بہشتی زیور میں سے مختصر حالات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نقل کرنا چاہتا
ہوں اھ ملخصاً۔

مضمون خامس (تتمہ الحاق اخیر تتمہ رابعہ نمبر۴) اس فہرست میں یہ کتابیں نئی لکھی گئیں (۱) التناظر الحسن فی تاریخ
تھانہ بھون (۲) مسائل ریلوے و تواکانہ مرتبہ نیولے ہیں (۳) کلید مثنوی نصف ثانی دفتر چہارم و سہ ربع اخیر دفتر پنجم

بعضے ضروری مشورے مختلف ابواب کے (نمبر۱) مولوی حبیب احمد کو وصیت کرتا ہوں کہ شرح مثنوی
و کلام الملوک کے کام سے فارغ ہو کر منجانب مجلس منطق میں ایک رسالہ اردو کا ایسا لکھدیں کہ مبتدی کو اس کے
پڑھنے سے اس فن کے درسی رسالوں کا سمجھنا آسان ہو جاوے جیسا اس سے پہلے تتمہ خامسہ میں درسیات کی
اصطلاحات میں ایک رسالہ لکھنے کی ان ہی کو وصیت کر چکا ہوں (نمبر۲) مولوی ظفر احمد کو وصیت کرتا ہوں
کہ بقیہ حصص احیاء السنن کا ترجمہ اردو میں بطرز ترجمہ حصص سابقہ منجانب مجلس کر دیں اور طرز کا علم ترجمہ سابقہ
کے مع اسکی تمہید کے دیکھنے سے اور مولوی احمد حسن صاحب سے پوچھنے سے ہو جاویگا (نمبر۳) نیز مولوی ظفر احمد
کو وصیت کرتا ہوں کہ جو سوا عنا میری نظر اصلاحی سے رہ جاویں بشرکت مولوی شبیر علی یا خواجہ عزیز الحسن یا حکیم
محمد مصطفیٰ یا اور جو اُن کی نظر میں صالح للاعانت ہوں انکی معیت میں انپر منجانب مجلس نظر اصلاحی کرلیں (نمبر۴)
نیز مولوی احمد حسن صاحب کو وصیت کرتا ہوں کہ جو حصص احیاء السنن کے میری نظر مشورت سے رہ جاویں وہ
جن اہل علم کو اس خدمت کا اہل سمجھیں اُن کی معیت میں اور اگر کوئی میسر نہ ہو تو خود منفرداً ہی اُن پر نظر ثانی کرلیں
اور مجلس سے اُن کی خدمت موافق معمول کے کراویں (نمبر۵) بعضے لوگ حسن ظن کے مواقع سے تبرک کے طور پر
کوئی کپڑا یا تسبیح وغیرہ مانگا کرتے ہیں بعض اوقات مخاطب کو اسکی اہتمام میں گرانی ہوتی ہے سہل یہ ہے کہ
وہ چیز اپنے پاس سے اُن کو عاریۃً دیکر درخواست کریں کہ وہ اسکو استعمال کرکے واپس کر دیں (نمبر۶) مدارس اسلامیہ
میں جو جلسے ہوتے ہیں تجربہ سے ثابت ہوا کہ رقم مدرسہ سے طعام کا انتظام کرتے ہیں صرف بھی بہت ہوتا ہے اور
اسمیں ایک بڑا حصہ غیر مستحقین کو پہنچ جانے سے معصیت بھی لازم آتی ہے اسلئے اس طریق کو ترک کرکے دو اور
صورتیں مناسب ہیں اول اور اولیٰ تو یہ ہے کہ آنے والے خود اپنے پاس سے اسکا انتظام کریں اور مدرسے کے
اسکا پہلے سے اعلان ہو جاوے البتہ اہل مدرسہ دو چار دوکانیں نان بائی یا باورچی کی منگا کر کھلوا دیں لوگ
اُن سے خرید لیں اور کھائیں اور اخیر درجہ یہ ہے کہ اگر خود ہی شوق ہو تو بجائے رقم مدرسہ کے اپنے خاص احباب
سے جو بطیب خاطر شریک ہو سکیں خاص اسی مد کا چندہ کرکے اس سے صرف کریں (نمبر۷ متعلقہ طوع چندہ)

حسن العزیز کے حصہ ملفوظات میں دور جدید کی سرخی کا مضمون جو کہ غرہ رمضان ۱۳۳۴ھ
کا لکھا ہوا ہے پڑھکر طریق تربیت کے متعلق جو رائے میں تغیر و تبدل ہوا تھا اُس کا علم ہو گیا ہو گا لیکن
تجربہ سے ثابت ہوا کہ جو طریق موعظت تجویز کیا گیا تھا خطاب خاص و ابتدائی میں وہ بھی محفوظ نہیں
رہ سکا نیز اس طریق موعظت میں محض مخاطبین کی مصالح کی رعایات کے لحاظ سے جو بعض ضوابط
مقرر کئے تھے تجربہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کم فہم لوگ (اور وہ بکثرت ہیں) ضابطہ کے سبب عنایت
کو اپنا استحقاق سمجھنے لگے نیز اس کا پتا دیکھنا بھی مشکل ہے کہ کون تو طریق سیاست پر راضی ہے
اور کون نہیں غرض ان مجموعہ اسباب سے اس طریق میں بھی طریق سیاست ہی کی سی کلفت اور
پریشانی مشاہدہ ہوئی اس لئے اس دور جدید پر بھی ایک دور جدید کی حاجت ہوئی
جسکے لحاظ سے اب یہ دستور العمل مقرر ہوا کہ (الف) ضروری سوالات بھی طالبین سے نہیں کئے
جاویں گے البتہ اُن کی باتوں کا جواب دیا جاویگا (ب) خلوت میں بات چیت کرنے کے لئے
ضابطہ کے پرچے نہ لئے جاویں گے (ج) جسکو جو کہنا ہو یا تعلیم حاصل کرنا ہو اگر وہ اُس کے نزدیک
قابل اخفا نہیں مجمع میں کہے اُس کا جواب ملے گا اور اگر قابل اخفا ہو لکھکر دیدے جب موقع
سمجھا جاویگا تحریری جواب دیا جاوے گا اور جو خلوت میں زبانی ہی کچھ کہنا ہو تحریراً اس کی
درخواست کرے وہ پرچہ یادداشت میں رہے گا اور جب موقع دیکھا جاوے گا خلوت کا وقت
بتلا دیا جاوے گا جس کی کوئی میعاد نہیں باقی اس طریق میں قلت نفع کا شبہ ضرور ہے لیکن
میری تالیفات کا بغور دیکھنا اور جلسہ عامہ میں مضامین اصلاح نفس کے جو میں وقتاً فوقتاً
عرض کرتا رہتا ہوں اُن کو تامل و تفکر سے اپنے حالات پر منطبق کرتے رہنا اور شبہات
کو خود سوال کر کے حل کرتے رہنا یہ میرے نزدیک اُس قلت کا تدارک ہے مگر اس میں اپنے اوپر
بار اوٹھانا پڑیگا بہر حال میں اس کی اطلاع اس لئے کئے دیتا ہوں کہ کوئی صاحب پہلے طریق کے
بھروسہ آکر دھوکہ نہ کھاویں فقط

ضمیمہ متعلقہ خط صفحہ ۱۰ مولوی احمد حسن صاحب مقیم مدرسہ ہذا لکھتے ہیں اگر ایسے خطوط اُن ہی کے نام آیا
کریں سہولت ہو گی ۔ ۲ مباحثہ و مجادلہ و مناظرہ کا طریقہ یہاں نہیں رکھا گیا کیونکہ آج کل اُس میں بوجہ نفسانیت کے سلسلہ
ختم نہیں ہوتا سو اول تو اتنا وقت نہیں ہے دوسرے لا یعنی میں وقت کا ضائع کرنا ہے تیسرے اگر کسی کو حکم بنایا جاوے تو اگر
وہ اہل علم ہو تو ایک طرف ہوگا اور اگر خالی الذہن ہو تو جاہل ہوگا دونوں میں اسکی صلاحیت نہیں البتہ موقع ضرورت
اظہار حق یا رفع تردد یا صون جاہل پر تا وقت ضرورت اور توقع نفع میں تا توقع افادہ ضروری ہو لہذا مجادلہ کے
خطوط یہاں نہ بھیجے جاویں ۔ ۳ مثل ریلوی پارسل کے ڈاک پارسل کے ذریعہ سے بھی کھانے پینے کی چیزیں بھیجنے سے احباب
کو ممانعت کرتا ہوں کہ جانبین کو متعدد کلفتیں ہیں ✦

التماس نافع للناس ۔ اگر کوئی صاحب ان تمام تتمات کے مضامین کو مع اصل تنبیہات وصیت کے بغور مطالعہ
کرنے کے بعد بموقع ضرورت میں عبارات میں تصرف کر کے اس طرح مرتب کر دیں کہ مناسب مناسب مضامین ایک جگہ
جمع ہو جاویں تو زیادہ نفع کی توقع ہے فقط ۔ **کتبہ اشرف علی عفی عنہ** ۔ آخر ۱۳۳۵ ہجری

قرآن مجید

مع ترجمہ و تفسیر

حضرت حکیم الامت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم

حضرات۔ آپکو معلوم ہے کہ حکیم الامت حضرت مفسر تھانوی دامت برکاتہم نے ایک مدت ہوئی کہ ایک تفسیر مسمّٰی بہ بیان القرآن تحریر فرمائی تھی جسکی کل بارہ جلدیں ہیں مگر اتفاق سے اسکی قیمت بقدر زیادہ ہوگئی کہ بجز ذی استطاعت حضرات کے اور کوئی اسکو خرید ہی نہ سکتا تھا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہم خادمان مسلمین کو اس امر کی توفیق عطا فرمائی کہ ایک قرآن شریف اس قسم کا کہ جسکے حاشیہ پر تفسیر بیان القرآن چھاپی جائے طبع کرنا شروع کردیا نمونہ پتہ ذیل سے منگا لیجیے مل سکتا ہے اسمیں حسب ذیل امور کی رعایت رکھی گئی ہے نمبر۱ قرآن شریف خوب واضح ہے تاکہ زیادہ عمر والے حضرات بھی تلاوت کرسکیں نمبر۲ بین السطور ترجمہ بھی حضرت مفسر صاحب دام ظلہم ہی کا ہے نمبر۳ حاشیہ پر جو تفسیر چھاپی گئی ہے اسمیں بھی پورا قرآن شریف مع ترجمہ لکھ دیا گیا ہے تاکہ اگر کوئی صاحب مسلسل مطالعہ فرمانا چاہیں تو انکو آسانی ہو نمبر۴ حضرت مفسر صاحب دام ظلہم نے جسقدر آیات کو ایک جگہ جمع فرما کر انکی یکجائی تفسیر لکھی ہے۔ قرآن شریف میں ان آیتوں کے بعد اور حاشیہ میں ان آیتوں سے پہلے نمبر ڈالدیا گیا ہے تاکہ اگر تلاوت کرتے وقت کسی آیت کی تفسیر دیکھنی ہو تو آیت کی خبر میں نمبر دیکھ کر اس نمبر کے ذیل میں تفسیر دیکھیں جاوے نمبر۵ اس تفسیر کا مقابلہ خود اصل مسودہ حضرت مفسر صاحب دام ظلہم سے کیا گیا ہے تاکہ جو غلطیاں طبع اول میں رہ گئی ہیں وہ سب نکل جاویں نمبر۶ اس تفسیر میں عربی کے جسقدر حواشی ہیں ان سب کو ایک جگہ جمع کرکے رسالہ کی صورت بنادی گئی ہے اور اسکو قرآن شریف کے بالکل آخر میں لگا دیا گیا ہے اور ہر حاشیہ کے شروع میں وہ صفحہ لکھ دیا گیا ہے جہاں کا وہ حاشیہ ہے تاکہ اہل علم اس سے منتفع ہوسکیں یہ حصہ عربی کا بلا مبالغہ اہل علم کیلئے کبریت احمر ہے نمبر۷ بعد تفسیر لکھے جانے کے بعض مقامات کی توضیح کیلئے خود حضرت مفسر صاحب دام ظلہم نے جو تنبیہات بڑھائی تھیں انکو بھی بطور حاشیہ کے تفسیر پر چڑھا دیا گیا ہے نمبر۸ بقصد کہ اس قرآن شریف کا ایک پروف خود حضرت مفسر صاحب دام ظلہم کی خدمت میں پیش کردیا جایا کریگا جس پر وہ ایک سرسری نظر ڈال لیں گے تصحیح میں کوئی غلطی رہیگی تو انشاء اللہ وہ بھی نکل جایا کریگی۔ اس قرآن مجید کا ہدیہ باایں حسن و خوبی صرف نو روپیے رکھا جاتا اور جو حضرات زر قیمت پیشگی اخیر ذی الحجہ تک ارسال فرماویں گے ان کو صرف چھ روپیے ہر مقرر ہے۔ امید کہ بہت جلد فرمائش آجائیگی ورنہ پھر شاید رعایت نہ ملے وما علینا الا البلاغ۔ نیازمند

رفیق احمد و شبیر علی مالکان امداد المطابع تھانہ بھون (ضلع مظفرنگر)

الحکم الوقتیہ
بابت ذی الحجہ
رسالہ زوال السنہ
عن اعمال السنہ
مؤلفہ حضرت حکیم الامت
دامت برکاتہم ذیل
سرخی رد ذی الحجہ
ملاحظہ ہو
(جانب مدیر)

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمّتِ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عہ ہے

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریدار کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے عہ کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۴۵ہجری سے بھیجے جاویں گے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس[له] کردیجائیگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی شبیر علی صاحب برادر زادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہیئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کیساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

راقم
رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

[له] دلیل اس عقد کے جواز کی ردالمحتار مطبوعہ مصر ۱۲۹۳ہجری جلد رابع صفحہ ۱۸ و ۱۹ پر مذکور ہے ۱۲ منہ

رجسٹرڈ نمبر ا ۷۶۲

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

وفی الصحیحین کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا او کما قال

امتثالاً للآیہ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت علوم و امداد و للحدیث کہ دال ست بر مندوبیت قصد از

فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ

تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و

ملفوظات خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی

صاحب مدظلہ است باجل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ

لقب صحیفہ مشہرست بہ تبرک بنام نامیش نیز دعامسماۃ الاشتات از تحقیقات محررہ دیگر اہل فضل

عدد (۷) بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۳۶ ہجری جلد (۳)

بادارۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

این صحیفہ کامدِ شش امداد نام | یافت زامداد المطلع بع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت محرم الحرام سنہ ۱۳۳۶ھ

بہ برکت دُعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضامین	فن	صاحب مضمون	صفحہ	کیفیت [illegible]
۱	الرفیق فی سواء الطریق	سلوک و اخلاق	حضرت مولانا اشرف علی صاحب	۳	
۲	تربیۃ السالک	سلوک یا طریق حالی	〃 مدظلہم العالی 〃	۱۱	
۳	ملفوظات خیرت	مضامین مختلف	〃 〃 〃	۱۹	
۴	مکتوبات خیرت	مضامین مختلفہ	〃 〃 〃	۲۳	
۵	عوارف المعارف جلد اول	تصوف	〃 〃 〃	۲۷	
۶	عوارف المعارف جلد ثانی	〃	〃 〃 〃	۳۱	
۷	اصلاح انقلاب	فقہ	〃 〃 〃	۳۵	

ہمارے ناظرین

اگر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو

انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہو (نائب مدیر)

توبہ کا ہر وقت ضروری ہونا اور اس کے موانع کے ارتفاع کی تدبیر

غرض گناہوں کی اسقدر کثرت ہے کہ اگر اُن کی فہرست پیش نظر رکھی جاوے تو معلوم ہوگا کہ ہم ہر وقت گناہ میں مبتلا ہیں تو ہمکو توبہ کی بھی ہر وقت ضرورت ہے اور توبہ کرنا ہر وقت واجب ہے لہذا اُسکا بیان کرنا بھی ضروری ہوا لیکن چونکہ نرے وجوب کا بیان کر دینا کافی نہیں ہوا کرتا اس لئے کہ اکثر موانع قوی ہوتے ہیں کہ اُن کے ارتفاع کا ذریعہ نہ بتلانے سے طبیعت پر گرانی اور مایوسی ہوتی ہے اسی لئے موانع کا بتلانا اور ان کے ارتفاع کی تدابیر بتلانا بھی ضروری ہوا کہ کن کن چیزوں سے توبہ کرنی چاہئے۔ تو نہ محض اجمال کافی ہے اور نہ زیادہ تفصیل کا وقت ہے اسی لئے بیان موانع کے ساتھ چند کثیر الوقوع گناہ بھی بتلاتا ہوں کہ اُن سے اجتناب کیا جائے اور چونکہ وہ کثیر الوقوع ہیں جب اُن سے اجتناب ہوگا تو انشاء اللہ تعالیٰ سب گناہوں سے اجتناب ہو جائیگا دوسرے یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان کسی ایک کو چھوڑتا ہے تو سب گناہ اُس کے چھوٹ جاتے ہیں یعنی ایک گناہ کا ترک دوسرے کے ترک میں معین ہوتا ہے تو گویا اب دو باتیں بیان کرنی رہ گئیں ایک تو مختصر سی فہرست گناہوں کی دوسرے توبہ کرنے کے موانع اور اُن کے ارتفاع کے ذرائع سو سمجھنا چاہیے کہ جب توبہ کا وجوب قرآن شریف سے ثابت حدیث شریف سے ثابت تو اُسکی طرف سے بے توجہی ہونیکے اسباب کا ارتفاع واجب ہوگا۔ اسباب یہ ہیں جنکو میں مع اُن کے علاج کے بیان کرتا ہوں۔

اوّل مانع توبہ سے علم دین نہ ہونا ہے

پہلا سبب تو یہ ہے کہ ہمکو گناہوں کی تفصیل معلوم نہیں تو جب گناہ ہی کا علم نہ ہوگا اور توبہ گناہ ہی سے ہوتی ہے تو توبہ کیونکر ہوگی افسوس ہے ہم لوگوں کو علم سے اسقدر اجنبیت ہو گئی ہے کہ اگر کوئی عالم ہمارے سامنے ہمارے افعال کا گناہ ہونا بیان کرتا ہے تو سُنکر تعجب ہوتا ہے علم سے اجنبیت کے متعلق ایک حکایت یاد آئی۔

حکایت۔ ایک معتبر راوی سے معلوم ہوا کہ ایک بڑے انگریزی کے فاضل کو سفر میں پانی ملا

۲۰۷

تو نماز کے وقت آپ نے تیمم کیا اور مٹی میکر اس سے کلی بھی کی خدا جانے کیا کیا ہوگا منہ میں مٹی لیکر اُسکو تھوکا ہوگا یا اور کوئی صورت نکالی ہوگی ملاحظہ کیجئے کہ ناواقفی کس حد تک پہونچ گئی۔

سو اس کا علاج یہی ہے کہ علم دین پوری طرح سے حاصل کیا جائے اور کچھ بھی نہو تو کم از کم بہشتی زیور کے دسوں حصے ہی پڑھ لیں اور سہل طریقہ اسکا یہ ہے کہ مرد علماء سے پڑھ لیں پھر جو کچھ پڑھا ہے عورتوں کو بھی پڑھا دیں۔

دوسرا مانع توبہ سے گناہ کو ہلکا سمجھنا ہے اور اسکے اسباب

دوسرا مانع توبہ سے یہ ہے کہ بعض لوگ گناہ کا گناہ ہونا تو جانتے ہیں لیکن اُسکو کوئی بڑی چیز نہیں سمجھتے بلکہ ایک ہلکی بات سمجھتے ہیں اور علامت اس کی یہ ہے کہ کبھی گناہ کرکے ان لوگوں کا جی بُرا نہیں ہوتا دوسرے توبہ نہیں کرتے دیکھئے اگر اس شخص کو جو کہ شراب نہ پیتا ہو دھوکے میں کوئی شراب پلادے تو دیکھ کتنا صدمہ ہوگا لیکن جن گناہوں کی عادت ہوگئی ہے اور عادت کی وجہ سے ان کو خفیف سمجھ لیا ہے جیسے غیبت اُسکے کرنے سے ذرا بھی جی بُرا نہیں ہوتا۔ اور گناہ کے خفیف ہونے کا ایک سبب تو یہ ہے کہ ہم کو یہ معلوم نہیں کہ اس گناہ کے کرنے سے ہمکو کیا سزا ملے گی اور کتنا عذاب ہوگا اس کا علاج یہ ہے کہ احادیث ترغیب و ترہیب کو ایک جگہ جمع کرکے اُن کا ترجمہ کردیا جائے اور ایسے لوگ اُن کو مطالعہ میں رکھا کریں لیکن ابواب فقہ کے دیکھنے کی عادت عوام کو نہ ڈالی جاوے کیونکہ ایسے احکام فقہیہ اگر عوام اُن کو دیکھیں گے تو اُن کو ضرر زیادہ ہوگا اسی لئے صرف ترغیب و ترہیب کی احادیث اُن کو دیجائیں چنانچہ منذری کی ترغیب و ترہیب بہت عمدہ کتاب ہے اس بارے میں اگر اس کا ترجمہ ہوگیا تو اس کو دیکھیں اور اگر اس کا ترجمہ نہ ہوا ہو تو کسی اہل علم کو چاہئے کہ اس کا ترجمہ کردے اور بہشتی زیور میں بھی میں نے حدیثوں کا ترجمہ کردیا ہے اسکا دیکھنا بھی بہت مفید ہے اس سے معلوم ہوگا کہ فلاں گناہ میں یہ عذاب ہوگا اسلئے اس گناہ سے بچنا چاہئے دوسرا سبب گناہ کے خفیف سمجھنے کا یہ ہے کہ گناہ کرتے کرتے ہماری عادت ثانیہ ہوگئی ہے کہ اس سے ذرا بھی طبیعت میلی نہیں ہوتی بلکہ اسکی طرف التفات بھی نہیں جاتا کہ ہمنے فلاں گناہ کیا ہے چنانچہ بعض اوقات اگر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو تعجب سے پوچھا جایا

۲۰۸

کرتا ہے کہ خدا جانے ہم نے کیا گناہ کیا تھا جسکے پاداش میں ہمپر یہ مصیبت نازل ہوگئی۔ میں اس تعجب پر تعجب کرتا ہوں صاحبو کیا کوئی وقت بھی گناہ سے بچا ہے پھر اس کے کیا معنی کہ جانے کون گناہ ہو گیا ہے بلکہ انصاف اور عقل کی رو سے تو یوں چاہئے تھا کہ اگر ہمپر خدا تعالیٰ کا کوئی انعام ہو تو تعجب کریں کہ ہم جیسے گنہگاروں نے کیا بھلائی بن پڑی ہو گی جسپر انعام ہوا ہے۔ عادت ایسی بری چیز ہے کہ اسکی بدولت معصیت کا معصیت ہونا بھی ذہن سے نکلجاتا ہے۔ اسکا علاج یہ ہے کہ گناہ کی عادت چھوڑی جائے اور اپنے اوپر جبر کر کے گناہ کو ترک کر کے گناہ کو ترک کیا جائے مثلاً غیبت کا گناہ ہے کہ اس میں علی العموم لوگ مبتلا ہیں اسکے چھوٹ جانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہمت کر کے ایک ہفتہ تک زبان کو غیبت کرنے سے اور کان کو غیبت سننے سے بند رکھا جائے جب ایک ہفتہ اس طرح گذر جائے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ دیکھو گے کہ غیبت کرنا تو درکنار غیبت سننا بھی گوارا نہ ہو گا بلکہ ایسا معلوم ہو گا گویا کسی نے ایک پہاڑ تم پر رکھدیا ہے ؎

بردلِ سالک ہزاراں غم بود گر زباغِ دل خلالے کم بود

۲۰۹

تیسرا اور چوتھا مانع توبہ سے

ایک مانع توبہ کرنے سے یہ ہوتا ہے کہ انسان گناہ کو بہت ہی بڑی چیز سمجھ لیتا ہے وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اتنے بڑے گناہ کے مقابلہ میں توبہ سے کیا کام نکل سکیگا علیٰ ہذا البعض کو یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ ہمارے گناہ اسقدر کثیر ہیں کہ اُن کی معافی ممکن ہی نہیں اگرچہ ہم کتنی ہی توبہ کریں اِن دونوں غلطیوں کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی بارگاہ کو بندوں پر قیاس کرتے ہیں کہ جسطرح دنیا میں عادت ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بہت بڑے امر میں کسی کی نافرمانی کرے یا معمولی بات میں ہمیشہ نافرمانی کرے تو ان دونوں کے قصور کو معاف نہیں کیا جاتا اسی طرح گویا خدا کے کارخانہ کو بھی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ قیاس مع الفارق ہے بندہ اول تو محتاج ہے اُسکو اپنا دل ٹھنڈا کرنے کی بھی ضرورت ہے دوسرے کے مقابلہ میں اپنی بات رکھنے کی بھی ضرورت ہے دوسرے بندہ متاثر ہے کہ جب کسی نے اسکی مخالفت کی تو اس پر کچھ اثر ہوا اگر مکرر مخالفت ہوئی اُس اثر و انفعال میں ترقی ہوئی اسیطرح ترقی ہوتے ہوتے کس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ استعداد موافقت سلب ہو جاتی ہے اسی سے یہ معافی

نہیں کرسکتا برخلاف خداتعالیٰ کے کہ اُن کا ہر فعل اختیاری ہے وہاں تاثر کا نام بھی نہیں وہ عذاب
بھی کرتے ہیں تو ارادہ محض سے کہ اُس میں غیر اختیاری جوش کا شائبہ بھی نہیں ہوتا اس کا علاج یہ ہے
کہ اس خیال فاسد سے توبہ کرے اور رحمت کی حدیثیں مطالعہ میں رکھے یقین ہے کہ اُن سے یہ مایوسی
مبدل بامید ہوجائیگی حدیث میں ہے کہ اگر کسی شخص نے تمام روے زمین کی برابر گناہ کئے اور وہ
توبہ کرے تو خداتعالیٰ اُسکے سب گناہ معاف فرمادیں گے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عدد گناہوں
کا بڑھ جانا موجب یاس نہونا چاہئے رہی کیفاً زیادتی اُسکو یوں سمجھئے کہ گناہوں میں سب سے بڑا
گناہ کفر ہے کہ اس کی برابر کوئی دوسرا گناہ نہیں ہے پھر دیکھ لیجئے جسوقت حضور پرنور صلی اللہ علیہ
وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم رونق افروز عالم ہوے دنیا کا کیا حال تھا بجز معدودے چند فرقوں
کے اور اُن میں گنتی کے چند آدمیوں کے علاوہ ساری دنیا کفر وجہل سے پُر تھی خصوصاً اور پھر
اس میں بھی خاصکر قریش کہ انھوں نے تین سو ساٹھ بت اپنے لئے بنا رکھے تھے یعنی ہر دن ایک
نیا خدا (بزعم شان) اُن سے سرِ تسلیم خم کراتا تھا لیکن دیکھ لیجئے خداتعالیٰ نے اس قبیلۂ قریش سے
فلک اسلام کیلئے کیسے نیّر اکبر پیدا کئے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی قبیلہ کے ہیں جنکے بارے
میں ارشاد ہے اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قبیلے کے ہیں
جنکے لئے حدیث ہے اشدھم فی امر اللہ عمرؓ وعلیٰ ھذا ۔ غرض یہ سمجھنا کہ ہمارے گناہ بہت
ہوں گے غلطی ہے اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان بغیر توبہ کئے مرجاتا ہے۔

پانچواں مانع توبہ سے پھر گناہ ہوجانیکا خوف ہے اور اُس کا سبب

ایک مانع توبہ سے یہ ہے کہ انسان یہ خیال کرتا ہے کہ مجھسے پھر گناہ ہوجائیگا اور جبکہ ہنوز صدور
گناہ کا احتمال باقی ہے تو توبہ سے کیا فائدہ ہوگا لہذا توبہ اُسوقت کرنی چاہئے کہ اُسکے بعد پھر گناہ
نہو۔ صاحبو میں پوچھتا ہوں کہ زندگی کا کونسا حصہ ہے جسمیں نہونیکا یقین کرلیا ہے جوانی میں
اگر جاہ کی عیاری نہیں ہوتی تو بدمستی لاابالی پن ہوتا ہے بوڑھاپے میں اگر آوارگی بدمستی نہیں
ہوتی تو حرص طول امل حیل سازی مکر و فریب حسد بغض غرض بیسیوں امراض باطنی پیدا ہوجاتے
ہیں تو حاصل اس عذر کا یہ ہوا کہ مرکر توبہ کریں گے مگر سمجھ لو کہ مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُہٗ

۲۱۰

اور قیامت میں قبول توبہ ہو نہیں اور سبب اس مانع کے پیش آنیکا یہ ہوتا ہے کہ یہ خیال کیا جاتا ہو کہ جب توبہ کے بعد بھی گناہ کا صدور ہو تو وہ توبہ ٹوٹ گئی حالانکہ یہ غلط خیال ہے بلکہ پچھلے گناہ جو معاف ہو چکے ہیں اُن پر اب دار و گیر نہو گی اسی طرح جس جس گناہ سے توبہ کرتے جاؤ گے وہ محو ہوتا جائیگا لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ تو بہت آسان ترکیب نکل آئی بس آیندہ سے یہی کیا کریں گے کہ خوب جی بھر کر گناہ کئے پھر توبہ کر لی کیونکہ جس توبہ کے وقت آئندہ گناہ کرنے کا بھی قصد ہو وہ توبہ مقبول نہیں جیسا کہ میری پچھلی تقریر بابت حقیقۃ توبہ سے معلوم ہوا ہو گا اور قبول توبہ کے مضمون میں یہ خیال کہ خوب گناہ کریں اسی کو پیدا ہو گا جو کہ نہایت بلید الطبع اور بالکل ہی گیا گندا ہو ورنہ سلیم الطبع کو تو اس سے اطاعت کا زیادہ جوش پیدا ہو گا کہ اللہ اکبر جب بارگاہ خداوندی میں اسقدر رحم و کرم ہے تو ہمکو ہرگز مناسب نہیں کہ اُس کی مخالفت کریں حاصل یہ کہ حدیث میں ہے ما اصر من استغفر یعنی جس شخص نے گناہ کے بعد توبہ کر لی وہ گناہ پر ہٹ کرنے والوں میں نہیں ہے اور فرماتے ہیں کلکم خطاؤن وخیر الخطائین التوابون کہ گنہگار تو سب ہیں مگر ان میں اچھے وہ ہیں کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہتے ہیں پس اگر اتنی ہمت نہو کہ گناہ چھوڑ دو تو توبہ کرنے سے تو ہمت نہ ہارو بلکہ جو گناہ ہو جایا کرے اُس سے فوراً توبہ کر لیا کرو اگر پھر ہو جاوے پھر توبہ کر لو دیکھو ایک شخص بیمار ہو جائے اور اُسکو کوئی یہ راے دے کہ علاج سے کیا فائدہ آخر پھر بھی احتمال ہے کہ بیمار ہو جاؤ گے تو وہ جواب دیتا ہے کہ میاں اگر پھر بیمار ہوں گے تو پھر علاج کر لیں گے آئندہ کی بیماری کے اندیشہ سے موجودہ بیماری کا علاج کیوں نہ کریں تو جو فتوی آپکی عقل نے جسمانی مرض میں دیا ہے وہ فتوی روحانی امراض میں کیوں نہیں ہوتا اُسی حدیث ما اصر میں ہے وان عاد فی الیوم سبعین مرۃ یعنی اگرچہ ستر دفعہ توبہ ٹوٹ جاے۔

چھٹا مانع توبہ سے یہ خیال ہے کہ حق تعالیٰ بخش دینگے

ایک مانع توبہ سے یہ ہے کہ بندہ سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ غفور رحیم ہے اُسکو ہمارے گناہ بخشدینے کیا مشکل ہیں لیکن صاحبو یہ جواب ظاہری بیماریوں میں کیوں نہیں دیا جاتا اور امراض سمّی ہیں اُسپر عمل کیوں نہیں کیا جاتا کیا کوئی شخص بتلا سکتا ہے کہ اُس نے اس خیال سے کہ خدا تعالیٰ

۲۱۱

غفور رحیم ہے وہ ہمکو ضرور تندرست کر دیگا امراض جسمانی کا علاج نہ کیا ہو یا کوئی شخص بتلا سکتا ہے کہ اس نے خدا کی رحمت پر بھروسہ کرکے زہر کھالیا ہو کبھی نہیں بلکہ اگر کوئی دوسرا یوں کہے کہ میاں خدا کی رحمت پر بھروسہ کرکے سنکھیا کھاجاؤ تو اسکو دیوانہ بتلایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ خدا کی غفور رحیم ہونے کے یہ معنی نہیں کہ سنکھیا کھاؤ تو ضرر نہ کرے بلکہ سنکھیا ضرر بھی کریگا اور خدا غفور رحیم بھی رہیگا اسی طرح گناہ کا ضرر ہوتا ہے لیکن اس سے خداتعالیٰ کے غفور رحیم رہنے میں کوئی نقص نہیں آتا۔

خداتعالیٰ کے غفور رحیم ہونیکے صحیح معنی

صاحبو اس خبر سے کہ ہم غفور رحیم ہیں مقصود یہ ہے کہ جو گناہ تمسے ہو گئے ہیں اُن کی وجہ سے پریشان خاطر مت ہو اور توبہ کو بیکار نہ سمجھو ہم اُن سب کو معاف کر دینگے چنانچہ اس آیت قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ کا شان نزول یہی ہے کہ جب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اول مکہ میں مبعوث ہو کر دعوت اسلام فرمائی تو لوگوں نے آکر عرض کیا کہ ہم آپ پر ایمان تو لے آئیں لیکن جو گناہ ہمنے اسکے قبل کئے ہیں ان پر تو ہمکو ضرور سزا ہوگی پس جب دین آبائی بھی چھوڑا بدنامی بھی اٹھائی اور آخرت کا عذاب بھی باقی رہا تو ہمکو فائدہ ہی کیا ہوا اسپر یہ آیت نازل ہوئی کہ تم لوگ پچھلے گناہوں کا اندیشہ نہ کرو ہم غفور رحیم ہیں سب پچھلے گناہ بھی معاف کر دینگے اور اگلے بھی پس معلوم ہوا کہ مقصود آیت سے اُن لوگوں کی ناامیدی کو دور کرنا ہے جو اسلام اور توبہ سے اس خیال پر رکتے تھے نہ کہ وہ مقصود جو کہ لوگوں نے سمجھا۔

ساتواں مانع توبہ سے یہ خیال ہے کہ جو تقدیر میں ہے وہ ہوگا

ایک مانع یہ ہے کہ یوں سمجھتے ہیں بلکہ زبان سے کہتے ہیں کہ جو تقدیر میں لکھا ہے جنت یا دوزخ وہ ضرور ہو کر رہیگا پھر نہ طاعت سے کچھ فائدہ اور نہ گناہ سے کوئی ضرر مگر تعجب ہے کہ یہ تقدیر دنیا کے کاموں میں مثلاً کمانا کھانا مال و دولت جمع کرنا ان میں کہاں چلی جاتی ہے ہمنے کسی کو نہ دیکھا کہ

اُس نے تقدیر کے بھروسہ پر کمانا چھوڑ دیا ہو یا کھانا نہ کھایا ہو یا کھیتی کرنی چھوڑ دی ہو اور اُس میں تخم ریزی نہ کی ہو کہ اگر تقدیر میں ہے تو خود بخود سب کام ہو جائیں گے اس موقعہ پر تو یہ کہتے ہیں کہ صاحب تقدیر حق ہے لیکن تدبیر بھی تو کرنی چاہیئے۔ بدون تدبیر کے کوئی کام نہیں ہوتا افسوس یہاں تو تدبیر کی ضرورت اور دین کے کام میں تدبیر کی ضرورت نہیں حالانکہ آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معاش کی خدا تعالیٰ نے ایک حد تک ذمہ داری بھی کی ہے فرماتے ہیں وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا اور معاد کے بارے میں ذرا بھی ذمہ داری نہیں فرمائی بلکہ صاف ارشاد ہے لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى اور وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا کہ ہم بالکل وعدہ نہیں کرتے جو جیسا کریگا بھریگا بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ ارشاد فرمایا أَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ أَنْ يُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ كَلَّا تو جب تک پاک نہ ہوگے ہرگز دخول جنت کے قابل نہ ہوگے۔

معاش کی تدبیر کرنا اور معاد کو تقدیر پر رکھنا سخت غلطی ہے

غرض معاش کو تدبیر پر رکھنا اور معاد کو تقدیر پر چھوڑنا سخت غلطی ہے بالخصوص جبکہ تحصیل معاد کی تدابیر خود خدا تعالیٰ ہی نے بتلائی ہوں اگر معاد کا حصول محض تقدیر سے ہوتا اور تدبیر کو اس میں دخل نہ ہوتا تو تدابیر بتلانے کی کیا ضرورت تھی اسی طرح اور بہت سے موانع ہیں گو یہاں سب مذکور نہیں ہوئے مگر اس مختصر سی فہرست سے تھوڑے سے غور کے بعد وہ بھی سمجھ میں آسکتے ہیں

توبہ میں تاخیر نہ چاہیئے اور تاخیر کی مضرت اور ایک شبہ کا جواب

پس جب موانع اور اُن کے ازالہ کی تدابیر معلوم ہو گئیں تو جلدی سے اُن موانع کو زائل کرنا چاہیئے اور توبہ کر لینا چاہیئے تاخیر نہ کرنا چاہیئے کیونکہ تاخیر کی خاصیت یہ ہے کہ پھر اکثر توبہ میسر ہی نہیں ہوتی یہ حالت ہوتی چلی جاتی ہے کہ ؎

ہر شبے گویم کہ فردا ترک ایں سودا کنم	باز چوں فردا شود امروز را فردا کنم

کیونکہ توبہ ندامت کا نام ہے اور ندامت کہتے ہیں جی بُرا ہونے کو اور قصور پر شرمندہ ہونیکو

۲۱۳

اور شرمندگی اسوقت ہوتی ہے کہ طبیعت پر اثر باقی ہے اور اثر تھوڑے دنوں کے بعد زائل ہوجاتا ہے تو جب دل سے مقدمہ توبہ ہی نکل گیا تو توبہ کیونکر نصیب ہوسکے گی غرض کبھی توبہ کرنے میں دیر نہ کرے بلکہ دن کے گناہوں سے رات آنے کے قبل توبہ کرلے اور رات کے گناہوں سے دن آنے سے پہلے اور اگر کہو کہ سب سے آخری ہو تو یہ ہوگی اس کے بعد کے گناہ تو پھر بھی بلا توبہ کے رہ جاتے تو مواخذہ ہر حال میں ہوا پھر روز کی توبہ کیا مفید ہوئی تو جواب یہ ہے کہ کیا وہ شخص جس پر دس برس کے گناہوں کا بار ہو اور وہ شخص جسپر ایک دن کے گناہوں کا بار ہو برابر ہوسکتے ہیں مثلاً کسی شخص پر دس مقدمہ فوجداری کے ہوجائیں اور اس سے وکیل یوں کہے کہ اگر پیروی کیگئی تو امید ہے کہ نو مقدموں سے تم بری ہوجاؤ گے لیکن ایک مقدمہ میں باوجود پیروی کے بھی تمکو سزا ہوگی تو میں پوچھتا ہوں کہ ایسی صورت میں کیا رائے قائم کیجائیگی آیا یہ کہ جب ایک میں سزا ہوگی تو پیروی کی کیا ضرورت بقیہ نو میں بھی ہونے دو یا یہ کہ باوجود ایک میں یقین سزا ہونے کے دیگر مقدمات کی اسلئے پیروی کیجائیگی کہ جسقدر بھی سزا کم ہو بہتر ہے ظاہر ہے کہ دوسری تجویز پر عمل ہوگا تو جو شخص پچاس برس کے گناہوں کی پوٹ لیگیا اور جو شخص ایک دن کے گناہ لے گیا یا دو دو برابر ہیں ہرگز نہیں اور اگر کہئے کہ برابر ہیں تو میں کہتا ہوں کہ مقدمات کی پیروی میں دونوں کو برابر کیوں نہیں سمجھا گیا اور نو مقدمات کی پیروی کیوں کیگئی۔

۲۱۴

آٹھواں مانع توبہ سے یہ خیال ہے کہ گناہ ہمسے چھوٹ نہیں سکتا

مع جواب و طریقہ

بعض موانع ضروری اور بھی قابل ذکر ہیں چنانچہ ایک مانع خاص معصیت کتاب حرام سے توبہ کرنیکا یہ بھی ہے کہ لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ گناہ ہم سے چھوٹ نہیں سکتا کیونکہ ہم کھانے کمانے کی طرح طرح کی تدبیروں میں لگے ہوئے ہیں اُن میں حلال و حرام کی تمیز بہت مشکل ہے ہاں مولویوں کو گناہ چھوڑ دینا آسان ہے کیونکہ ان لوگوں کو مفت کا ملتا ہے اسلئے یہ بآسانی گناہ چھوڑ سکتے ہیں

(باقی آئندہ)

کہ میں کیا کر رہا ہوں جب کوئی خیال دلا دیتا ہے تو پھر ادھر متوجہ ہو جاتا ہوں مگر جب اُس جگہ سے اٹھکر کسی اور جگہ چلا جاتا ہوں تو پھر وہاں کی باتیں یاد نہیں رہتیں اگر وہاں کے واقعات مجھسے کوئی پوچھے تو بتلا نہیں سکتا بس اٹکل سے کچھ کہہ دیتا ہوں جب تنہا گھر رہتا ہوں اور کسی سے نہیں ملتا تو ہر وقت کے تفکرات اخروی اور خوف الہی و انجام بینی کے سبب سے ضعف محسوس ہونے لگتا ہے اس وجہ سے مجبور ہو کر ٹہلنا پھرنا ضروری ہے اور لوگوں سے بات چیت کرنے سے وہ ماندگی دفع ہو جاتی ہے مگر چونکہ قلب کی حالت نئی صورت پکڑ رہی ہے اس سبب سے طبیعت گھبراتی ہے کہ کیا باعث ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا غفلت میں پڑی ہے الا ماشاء اللہ کفاروں کی شان بالکل جانوروں کی مشابہ نظر آتی ہے ان میں تو کسی قسم کی اچھی حالت دکھلائی ہی نہیں دیتی مگر مسلمانوں میں جہاں کوئی امر دین میں کوشش کرتا ہوا نظر آتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسپر خدا کا فضل ہے شاید مجھسے یہ اچھا ہو مگر اُس شخص کی بعض باتیں معلوم ہوتی ہیں کہ یہ ریا سے کرتا ہے عجیب کیفیت ہے حضور دعا فرمائیں اگر خراب حالت ہے تو میرے نفس کی شرارت اور طبیعت کی خباثت ہے اور اگر اچھی بات ہے تو حضور کا فیض ہے اور خدا کا فضل ہے والسلام۔

(تحقیق) السلام علیکم یہ خیالات کہ ان میں بعض مکاشفات بھی ہیں جن میں اکثر مطابق واقع کے ہوا کرتے ہیں اور کبھی خلاف واقع بھی اضطراری ہیں لہٰذا ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ ان کا یقین نہ کیا جاوے اور نہ اُن میں قصداً مشغول ہوا جاوے باقی اہتمام دفع کی بھی حاجت نہیں اُس وقت اپنے کام میں لگ جانا چاہیئے۔ اس کے بعد در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست۔ ورنہ جیسا ان کا جلب مضر ہے ایسے ہی اشتغال بالسلب بھی مضر ہے مشغولی ذکر سے جسقدر ان کا سلب ہو جاوے وہ کافی ہے شدہ شدہ جب شغل بحق بڑھیگا شغل بالخلق اسی طرح اضطراراً دفع ہو جاویگا خلاصہ یہ کہ نہ اس حالت پر مسرور ہوں اور نہ پریشان البتہ ان حالات سے اگر جسم پر کچھ تعب واقع ہو تو نشاط کا سامان بہت ہی ضرورت کے موافق خواہ طبی یا طبعی مناسب ہے مگر الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ پر نظر رکھنا ضروری ہے والسلام

(سوال) ۱۴ جمادی الآخر روز جمعہ بوقت شب خواب میں احقر نے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے فرمایا کہ شاہ عبدالرحیم صاحب مولانا اشرف علی صاحب شیخ کامل ہیں حضور

۱۴۷

صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے نام میں مولوی اشرف علی کہہ کے سکوت فرمایا بعد کو غالباً دو منٹ سکوت فرما کے لفظ صاحب کہا اور شاہ عبدالرحیم صاحب صاف فرما گئے بیچ میں سکوت نہ کیا نہ معلوم وجہ سکوت کیا ہے جو کچھ تعبیر ہو مطلع فرمایا جاوے۔

(الجواب) عن عائشۃ رضہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مضطجعا فی بیتہ کاشفاً عن فخذیہ اوساقیہ فاستاذن ابوبکر رضہ فاذن لہ وھو علی تلک الحال فتحدث ثم استاذن عمر فاذن لہ وھو کذلک فتحدث ثم استاذن عثمان فجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسوّی ثیابہ الی قولہ قال ان عثمان رجل حیی وانی خشیت ان اذنت لہ علی تلک الحالۃ ان لا یبلغ الیّ فی حاجۃ رواہ مسلم۔ مشکوۃ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ برتاؤ کہ حضرت عثمانؓ پر صفت حیا و لحاظ کے غلبہ سے آپ نے اُن کے ساتھ برتاؤ لحاظ کا کیا اور شیخین کے ساتھ بے تکلفی کا برتاؤ کیا اور لفظ صاحب ہمارے محاورے میں لحاظ کے موقعہ پر بولا جاتا ہے سو جن صاحب کے نام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ صاحب فرمایا ہے اُن میں اس شان عثمانی کا غلبہ شاہد ہے۔ اور جس کے نام کے ساتھ یہ لفظ فوراً نہیں فرمایا اُس سے شیخین کا سا برتاؤ کیا اور پھر وقفہ کے بعد صاحب کا لفظ فرمانا یہ مخاطب کی رعایت مصلحت سے ہے کہ وہ خالی نام لینے سے بے وقعتی اُس نام والے کی نکرے آگے اللہ کو معلوم ہے کیا راز ہے بہتر یہ ہوتا کہ ایسے شخص سے تعبیر پوچھی جاتی جو خواب کے تعلق والوں سے علیحدہ ہوتا اور محقق بھی ہوتا والسلام مکرر یہ ہے کہ محض اس خواب کی بنا پر کسی کے کمال وغیرہ کے معتقد نہوں کہ خواب حجت شرعیہ نہیں ہے حالت بیداری میں جس کی حالت کو شریعت پر پورا منطبق دیکھیں اُس کو کامل سمجھیں والسلام۔

(حال) آج کل روزے وغیرہ رکھنے کو بہت جی چاہتا ہے اور خصوصاً اس شکریہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دولت اشتیاق عطا فرمائی اگر اجازت ہو تو رکھوں امید ہوتی ہے کہ اس سے شوق میں ترقی ہوگی اور مقصود جلد حاصل ہو۔

(تحقیق) شوق کا اپنی طبعی رفتار سے بڑھنا مفید ہے اور اہتمام سے بڑھانے میں احتمال ہوتا ہے کہ بڑھتے بڑھتے انتہا کو پہونچ کر بحکم اذا تم شیٔ بدأ نقصہ ختم ہو جاوے اور اب دو شوق ہیں

۱۴۸

لیکن مقصود کا دوسرا خود اس شوق کا فی شان حیرمن آواحد اور اہتمام سے دوسرا کم ہو جاویگا۔ اس لئے روزروں سے اپنے کو شکستہ نگریں نیز اس کی کثرت سے مبس ہو کر شگفتگی کم ہوجاتی ہے اور یہی بنا ہے شوق کی اور رب القین کے قوی زیادہ قوی تھے فلا قیاس۔

(حال) ہاں یہ لکھنا باقی رہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھکو گریہ اور بکا اور نالہ وفغاں حاصل ہو اور قصد کرتا ہوں اور اندر سے جی بہت چاہتا ہے لیکن اس پتھر دل کے جونک نہیں لگتی ایسی توجہ للہ فرمایئے کہ آہ وبکا کے مزے حاصل ہوجائیں۔

(تحقیق) شوق کے متعلق جو اوپر تقریر لکھی ہے وہی بعینہٖ یہاں سمجھ لیجئے کہ کثرت بکا سے بعض اوقات شوق کا خاتمہ ہوجاتا ہے اور اس آنسو کے نہ نکلنے سے بعض اوقات اندر ہی اندر شوق بڑھتا ہے چونکہ ہر طالب کی استعداد جدا ہے جو عالم الغیب ہی کو معلوم ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ اس شخص کی تربیت کا کیا طریق ہے ع بندہ را فرماں چہ باشد ہر چہ فرمائی برانم قال اللہ تعالیٰ ولو اتبع الحق اھواءھم لفسدت السمٰوٰت والارض ومن فیھن وقال تعالیٰ فی رسول لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم الآیہ۔

(حال) اور ہاں حضرت نے تو میری تسکین کے واسطے یہ تحریر فرمایا ہے کہ کلبۂ احزان گلستاں ہوگیا لیکن اپنے محبوب حقیقی کی قسم ہے کہ میں تو اب تک یہی سمجھ رہا تھا کہ اب تک پہلا قدم بھی جو اس راستہ میں رکھا تھا نہیں اٹھایا مقصود تو کہاں کیونکہ وہ جو کچھ کتابوں میں لطائف ستہ وغیرہ اور ان کے انوار اور احوال لکھے ہیں ان میں سے ایک چیز بھی پیش نہیں آئی بلاشبہ اگر باعتبار مایؤل کے تسکین کے طور پر فرمایا ہے تو حضرت اقدس میرے حق میں ایک اعلیٰ قسم کی پیشین گوئی ہوئی جسکو میں اپنے نزدیک بشارۂ عظمیٰ سمجھتا ہوں۔

(تحقیق) مایؤل تو یہاں مایجول ہے الحمدللہ لقد حاصل ہے جس کے سامنے لطائف کیا چیز ہیں اور ان کے انوار کیا ہیں ان کی تمنا کرنا اب ایسا ہے ؎

دست بوسی چوں رسید از دست شاہ	پائے بوسی اندراں دم شد گناہ

(حال) بندہ حتی القدور کوشش کرتا ہے مگر خیالات فاسدہ آتے ہیں جو کہ بنفسہٖ معصیت نہیں مگر مفضی الی المعصیت ضرور ہیں اور داعی کے ہوتے ہوئے اجتناب دشوار ہے۔

۱۲۹

(تحقیق) اطاعت تو یہی ہے کہ دشواری کو بھی برداشت کرے۔

(حال) اس لئے تحریر فرماویں کہ جس کی وجہ سے سبب ہی مفقود ہو جاوے۔

(تحقیق) طاعت و ذکر کے دوام سے خود بخود اس داعی میں ضعف ہو جاتا ہے کوئی خاص طریق نہیں

(حال) حسب الارشاد اپنا کام کر رہا ہوں وجد و شوق روز افزوں ہے مگر یہ عین دلیل حرمان ہو ؎

یہ غش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا۔ جب سلف کے مجاہدات کا حال پڑھتا ہوں تو پھر مجکو اپنی منزل

مقصود پر پہونچنے کیلئے قوی شبہ ہو جاتا ہے نہ وہ قوت نہ اُس قدر دنیا سے بے تعلقی نہ وہ خلوص فی العبادت

بس اس خیال سے کبھی کبھی عزم خصت ہو جاتا ہے مگر پھر اپنے نفس کو امید دلاتا ہوں کہ جب حضرت جیسا

رہبر طریقت و شمع ہدایت موجود ہے تو کیا تعجب ہے کہ باسانی ہی مقصود پر پہونچ جاؤں تاہم تسویل نفس

جاری ہے وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء۔ پھر کبھی مولائے روم تسکین فرما دیتے ہیں ؎

.	خاک شو در پیش شیخ باصفا	تا ز خاک تو بروید کیمیا	

اگر اس سے بھی حقیر کوئی درجہ فنا کا ہو تو میرا دل اس کے لئے بھی راضی ہے اپنی جہالت کا اعتراف

بہت آسان معلوم ہوتا ہے بجائے اسکے کہ حضرت کے جناب میں کوئی سوء ظن ہو بعض اوقات تو یہ

جی چاہتا ہے کہ بس آوشم کا مضمون ہو جائے گرستان بین بہا نمروا ناسعر نماز میں خشوع پر ترقی

ہے مگر بدگمانی ہو رہی ہے کہ کہیں آمیں یہ تو سورۃ الماعون کی وعید پیش نظر رہتی ہے خلاصہ فرمائے

تہجد میں جب یہ تصور قائم ہو جاتا ہے کہ حضرت حق تعالیٰ آسمان رابع پر جلوہ گر ہے جہاں بہت سے

مخلصین کی تُن رہا ہوگا وہاں اس ذرہ بے تمیز پر بھی نظر ہوگی تو پھر قرآن کی ہر آیت تیر و تفنگ کا اثر

کرنے لگتی ہے اگر طاقت ہوتی تو ساری رات بھی اس لطف کے سامنے کم معلوم ہوتی۔

(تحقیق) کیفیات سے حصول یا حرمان پر استدلال کرنا مستعجل کا کام نہیں کہ اول میں عجب کا خدشہ

ہے اور ثانی میں ناشکری کا اور دونوں سالب نعمت ہیں طالب کا وظیفہ یہ ہے کہ حالت کی اطلاع

اور اس حالت کی تحقیق معالج کا کام ہے آپ کا اکثر خط سوء ظن باللہ سے بھرا ہوا ہے جسکو آپ سوء ظن

بالنفس سمجھتے ہوں گے مگر وہ التزاماً نہیں تو لزوماً ضرور سوء ظن باللہ کی طرف راجع ہے تعجب ہے کہ وجد و

شوق جو مقدمہ کامیابی ہے اُس کو آپ دلیل حرمان فرماتے ہیں اور شاعری نکتہ سے اسکی تائید فرماتے

ہیں جن کی شان میں فی کل واد یہیمون وارد ہے اُس شاعر کو یہ خبر نہیں کہ یہاں جگر کے جتنا پار

ہوتا ہے، اُس قدر خلش بڑھتی ہے وجہ یہ ہے کہ ظاہری حیات جگر کے پار ہونے سے منقطع ہو جاتی ہے اسلئے خلش کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے اور یہاں جگر کے پار ہونے سے حیات بڑھتی ہے اسلئے اُس کا احساس بڑھتا اس سے خلش بڑھتی ہے اسی کو ایک عارف نے فرمایا ہے کہ ؎

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جان دیگر است

سلف کے مجاہدات پر نظر کرنے سے جو یاس لکھا ہے یہ ایک ایسے خیال کو مستلزم ہے جس سے استغفار واجب ہے، اور وہ خیال یہ ہے کہ گویا آپ مجاہدات کو علت وصول کی سمجھ رہے ہیں حالانکہ علت محض فضل ہے اور مجاہدہ محض اُس کا حیلہ سو حیلہ کبھی قوی ہوتا ہے کبھی ضعیف کیا آپ نے وہ حدیث نہیں پڑھی کہ ایک زمانہ میں اگر عشر مامور بہ بھی ادا کر لیا جاویگا تو نجات ہو جاویگی یہی جواب ہے خشوع خضوع کے متعلق بدگمانی کا اور آسمان رابع کی تخصیص کا منشا معلوم نہیں آپ کے ذہن میں کیا ہے والسلام

پھر انہی صاحب کا خط ذیل آیا جس کا جواب اسکے بعد مرقوم ہے

(حال) مجھے ابتک وجد و شوق کو دلیل حرمان اور مجاہدات عظیمہ کے علت الی الوصول ہونے کا دھوکا ہو گیا تھا جس سے اقرب الی الاعتزال ہو چلا تھا مگر حضرت کی رہبری سے میں متنبہ ہو گیا اور اپنے دل میں سے ایسے واہی خیال کو نکالدیا اور وجد و شوق جو حقیقۃً نعمت ہے اُسکا ہر وقت شاکر ہوں نعم کفران سے بچائے شکر و کفران اپنے ہی لئے ہے ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر فان اللہ غنی حمید خدا سے دعا کرتا ہوں کہ گناہوں کو معاف فرمائے عرض حال یہ ہے ۳-۴ روز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قلب کے سامنے انگیٹھی رکھی ہے جس سے قلب ہر وقت حار و گرم معلوم ہوتا ہے صلوٰۃ و ذکر کے وقت یا اہل اللہ یا نیک باتوں کے تذکرہ کے وقت زیادہ حرارت کا احساس ہوتا ہے، اور بلا وجہ بھی خاموش رہنے کو طبیعت چاہتی ہے ہر روز رات کو خواب میں اپنے کو تلاوت یا نماز میں مشغول دیکھتا ہوں۔

(تحقیق) جامع الفضائل۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ صلح خیال سے بہت مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ استقامت و برکت فرمائے یہ حرارت محبت کی ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے، ایسے ہی منامات مبشرات ہوتے ہیں اگر اس حرارت سے کچھ تکلیف محسوس ہو تو اطلاع دیجئے ورنہ کوئی فکر کی بات نہیں والسلام۔

ایک عالم صاحب نے جو ایک شیخ طریقت سے مجاز بھی ہیں حضرت والا

۱۵۱

کی شان مقدس میں بے احتیاطی سے ایک تحریری گستاخی کی تھی اور پھر معافی کی درخواست کی جسمیں مختلف تحریرات کا جانبین سے اتفاق ہوا یہ تحریر جانبین کی جو نہایت نافع ہے ذیل میں درج کی جاتی ہے

خط عالم صاحب - سیدی و مولائی دام مجدکم خادمانہ سلام مسنون کے بعد عرض ہے۔ اسوقت مولانا...... صاحب کا والانامہ آیا میں ممدوح کا نہایت ممنون ہوا کہ انھوں نے تفصیل کے ساتھ مجھکو میری غلطی پر متنبہ فرمایا اور سچی ہمدردی اور اخلاص کا حق ادا فرمایا اور دل و زبان سے اس فضل خداوندی پر شکر ادا کیا کہ بحمد اللہ وہ احباب نصیب ہیں جن کی ہر مسلمان کو تمنا ہوتی ہے اور مولانا ممدوح کیلئے دعا بھی کی کہ حق تعالیٰ اس اخلاص کے صلہ میں اُن کو دارین کے برکات عطا فرمائے۔ اب جناب کی خدمت میں عرض ہے کہ اپنی غلطی پر متنبہ ہو کر واقعی یقین ہوا کہ جن سماعی یا تحریری نقول پر یہ خیال قائم ہوا جسکا ظہور میری تحریر بنام...... میں ہوا وہ قابل وثوق شرعاً نہیں اور نہ ان کی بنا پر ایسا خیال قائم کرنا صحیح یا جائز تھا اس لئے حق تعالیٰ شانہ سے معصیت کی توبہ کرتا ہوں اور جناب سے اس خطا کی معافی چاہتا ہوں جو جناب کے لئے موجب ملال و شکایات ہوئی پہلے خط میں جو طلب عفو تھی اور اس کو جناب نے صورت معافی پر محمول فرمایا واقعی منشا غلطی منقح ہونے کے سبب غلطی و خطا کے اذعان سے معریٰ تھی چونکہ مولوی.... صاحب کے خط سے منشا شکایت معلوم ہوا اور اپنی غلطی کا یقین ہوا کہ واقعی جب تک کوئی امر شرعاً پایہ ثبوت کو نہ پہونچے اس کا یقین یا انتساب جائز نہیں اور الحمد للہ کہ آپ حضرات سے وابستگی کی بدولت یہ نعمت نصیب ہے کہ اپنی غلطی پر اڑ نا یا اس کے اقرار سے گریز کرنا یا تاویل گڑھنی موجب سخط باری عز اسمہ و شائبہ کبر ہے اس لئے نہ اس کی توبہ سے عار ہے نہ اقرار سے ننگ اللہ گواہ ہے اس کا دل اقرار کئے ہوئے ہے کہ خطاؤں سے خالی نہیں ہوں اور اسی لئے خطا کے تسلیم کرنے میں کبھی دریغ ہی نہیں ہوا آپ حضرت کا دامن اس لئے نہیں پکڑا کہ وہ اٹھارہ بیس برس کے بعد خدانخواستہ چھوٹے قلب میں اس تعلق کی خاص قدر ہے اور یہ محض فضل ہے حق تعالیٰ کا جو آپ حضرات کے تعلق ہی کی بدولت قائم ہوا ہے حق تعالیٰ

۱۵۴

اسمیں برکت بخشے اور اسی پر دنیا سے اٹھائے حضرت والا سے خوردانہ باادب اتنی درخواست ضرور ہے کہ چونکہ ضعیف و مریض ہوں اس لئے زیادہ قلق و حزن کا تحمل دشوار ہے یہ تو یقینی ہے کہ آئندہ بھی کوئی خطا و لغزش ظاہر ہو تو بعید نہیں لیکن اگر حضرت بزرگانہ و مربیانہ قدیم تعلق کی بنا پر صاف یوں فرما دیا کریں کہ یہ تیری غلطی ہوئی اس کو تسلیم کر اور توبہ کر تو انشاء اللہ کبھی بھی انحراف نہ ہوگا جناب کا اپنے لئے مربی دائم و ناصح ہونا زبانی نہیں بلکہ دل تسلیم کئے ہوئے ہے آئندہ جسطرح بھی حضرت کی مصلحت ہو مقصود اظہار حال ہے مشورہ دینا نہیں خدا کرے کہ میرے لئے خطا کا زمانہ تبدیل السلیہ بجست کا زمانہ بنے اور جناب کے و دیگر روحانی اکابر کے تعلقات روز افزوں اور موجب برکات بنتے رہیں والسلام تم الختام میں عزم کرتا ہوں اور جناب سے دعا چاہتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس قسم کی و دیگر غلطیوں سے محفوظ رکھے اور بچنے کی توفیق بخشے۔

جواب از حضرت مولانا صاحب قبلہ مشفقم السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپکا عنایت نامہ پہونچا جسکو ضابطہ کا مقتضا یہ تھا کہ اسکے بعد بجز اس کے کہ میں نے معاف کر دیا اور کچھ نہ عرض کرتا مگر چونکہ آپنے اپنی محبت بلکہ اپنے کمال سے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ صاف یوں فرما دیا کریں کہ یہ تیری غلطی ہوئی جسمیں استدعا ریا کم از کم اذن ضرور ہے کہ میں کچھ عرض کر دیا کروں اس لئے وہ تو معروض ہے ہی کہ میں نے دل و جان سے معاف کر دیا اور میں اب دل سے ویسا ہی خادم ہوں باقی اسکے علاوہ اس اذن کی بنا پر اور بھی کچھ معروض ہے مگر یہ معروض معتدبہ اور دلالت میں کافی اسوقت ہو سکتا ہے جب میں تو بقدر بے تکلف عرض کروں جیسا اپنے با ضابطہ مرید سے کہتا اور آپ جواب ایسے صدق و خلوص سے دیں جیسا حضرت مولانا ...... مظلہ کو دیتے (اور یہ تشبیہ صدق و خلوص کے اعتبار سے ہے نہ کہ تعظیم و اعتقاد کے اعتبار سے واللہ شہید علیٰ ذلک) اب وہ معروض ظاہر کرتا ہوں آپ کی معذرت کا حاصل ایک صغریٰ ایک کبریٰ ہے صغریٰ یہ کہ میرا فعل نسبت من غیر دلیل شرعی تھا اور کبریٰ یہ کہ نسبت من غیر دلیل شرعی ناجائز ہے اور پھر تنبہ کو مولوی ...... کے خط پر محمول فرمایا ہے سو میں یہ پوچھتا ہوں کہ یہ دونوں مقدمے تو میرے خط اول میں بھی نہایت صحیح تھے پھر اسکی کیا وجہ ہے کہ میرے خط سے تو تنبہ نہ ہوا اور مولوی ...... کے خط سے تنبہ ہوا جبکہ باوجود سوچنے کے میرے خیال میں اسکی کوئی وجہ نہیں آئی اس لئے میرے ذہن میں تین احتمال آئے (اور یہ سوء ظن من غیر دلیل نہیں ہے بلکہ بدون

جزم احد الاحتمالات آپ سے استفسار کرتا ہوں ممکن ہے کہ کوئی چوتھی بات نکل آوے یہ میری احتمالات
طبیب کی اس تشخیص کے طور پر ہیں جسمیں اس کو جزم نہ ہو اس لئے بعضے امور وہ مریض سے پوچھے کہ تمنے
کیا فلاں چیز کھائی تھی یا تم ہوا میں نکلے تھے اگر مریض نے چھپایا تو وہ اپنا ضرر کرتا ہے اور طبیب کو
اگر جواب سے اسکا شبہ ہو گیا تو اسباب ظن کذب تو بلا دلیل جائز نہیں لیکن علاج سے عذر کر دینا جائز
ہے اسی طرح اگر اس خط کے جواب میں مجھکو صدق کا اندازہ ہوا تو میں اس حکم کی تعمیل آئندہ بھی کرسکونگا
کہ میری غلطیوں پر متنبہ کر دیا کرو ورنہ اس خدمت سے عذر کر دونگا جسمیں نہ میرا ضرر کہ کوئی میری مصلحت
اس پر موقوف نہیں نہ آپکا ضرر کہ (بفضلہ تعالیٰ آپ کے معالج اللہ تعالیٰ سلامت رکھے موجود ہیں) وہ تین
احتمال یہ ہیں۔ ۱؎ ایک یہ کہ اب بھی دل سے اذعان غلطی کا نہیں ہوا اور محض مولوی ......
کے اصلاح پر متوجہ کرتے ہی یہ معذرت وقوع میں آئی ۲؎ یہ کہ میرے خط سے بھی سمجھ میں آگیا تھا مگر
قبول کرنے سے عار آئی اور اب بھی اس کو اس طرح نباہا کہ اس دعوے سے کہ اشرف کے خط سے نہ سمجھا
تھا اب بھی رجوع نہیں کرتا کہ رجوع عن الدعوی عار کی بات ہے اسلئے باوجود اعتراف غلطی کے
اس عار کو اب بھی گوارا نہیں کیا بلکہ ایک دوسری خط کی طرف اس تنبہ کو منسوب فرمایا ۳؎ یہ کہ
واقعی میرے خط سے سمجھ میں نہ آیا تھا اور اب سمجھ میں آگیا تو اس صورت میں باوجود دونوں خطوں کے
تساوی فی الدلالۃ کے یہ فرق ہونا اس کی وجہ بجز اسکے کیا ہو سکتی ہے کہ میرے خط کے وقت غصہ اور
غش دل میں تھا بوجہ اسکے کہ مجھکو اپنا خیر خواہ نہ سمجھا تھا اور میری محبت دل میں نہ تھی وہ حجاب ہو گیا سمجھنے کا
اور مولوی ... کو اپنا خیر خواہ سمجھا اور ان کی محبت دل میں تھی اور اس فرق کا سبب بجز تحزب
وگروہ بندی کے غلبہ کے کیا ہو سکتا ہے کہ مجھکو دوسرے سلسلہ کا سمجھا اس لئے تعلق کم ہوا اور ان کو
اپنے سلسلہ کا سمجھا اسلئے تعلق پورا تھا تو تبع حق کو تحزب کیا یہ محذور تو شق ثالث میں ہے اور شق اول میں ثانی
میں کبر ظاہر ہے اسکی وجہ بتلائی جاوے دوسرا امر قابل عرض یہ ہے کہ جو شخص ذرا بھی زبان کے
فہم اور جذبات کا ادراک رکھتا ہوگا وہ آپ کی اس عبارت سے کہ "یہ نعمت نصیب کہ اپنی غلطی پر
اڑنا یا اس کے اقرار سے گریز کرنا یا دل گرفتگی موجب سخط باری عز اسمہ و شانہ کبر ہے اس لئے اس
کی توبہ سے عار ہے نہ اقرار سے ننگ" دو امر سمجھیگا ایک یہ کہ اس موقع پر کہ ایک شخص کے سامنے جسپر بہتان باندھا
تھا معذرت کرتے ہوئے جسقدر خستگی اور ندامت عجب نہیں دل ہونا چاہیے اسکے ہوتے ہوئے یہ قواعد کلیہ قلم سے نہیں نکل سکتے

باقی آئندہ

۱۵۴

سلسلہ کیلئے الامداد بابت جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ ملاحظہ ہو

کیا آپ کو زندگی میں ثابت علی الاسلام رہنے کی حاجت نہیں ہے اور کیا بعد سکرات کے حق تعالیٰ کے ذمہ لازم ہوگیا کہ جب سکرات کا وقت اچھا گزر جاوے تو پھر عذاب سے ضرور بچا دیں یہ کیا بے تمیزی ہے کہ فضول قیدیں آپ دعا میں بڑھاتے ہیں یاد رکھو ہر وقت رحمت کی حاجت ہے اور میں آپ کیلئے یہی دعا کرتا ہوں دیکھو صحبت میں رہنے کا یہ نفع ہے کہنے لگے معذور ہوں حرج نہیں ہے ورنہ اور قیام کرتا حضرت نے بصیرت سے فرمایا کیوں آپ باتیں بناتے ہیں اگر ذکر و شغل بتلا دیا جاتا اور خاصکر اگر خلافت کی بھی امید ہوتی تو آپ فاقے کرکے رہتے لوگوں کی یہی حالت ہے اور میں تو تجربے سے لوگوں کے بھاگنے کے قبل ہی معلوم کرلیتا ہوں کہ ایسے لوگ قیام نہ کرینگے اسلئے مجھے ان کے چلے جانے کا افسوس بھی نہیں ہوتا بعض لوگ ان انتظامات کو آثار علم سے سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں فقیری سے اور علم سے کیا علاقہ حالانکہ فقیری بغیر علم حاصل ہی نہیں ہوسکتی اسی طرح جاہلوں میں مشہور ہے العلم ہو الحجاب الاکبر یعنی علم حجاب اکبر ہے حالانکہ اس سے مراد علم بغیر اللہ ہے یا لغیر اللہ ہے اور اسکے ایک لطیف معنی یہ ہیں کہ سلاطین کے یہاں بادشاہ کے آگے بہت سے پردے ڈالے جاتے تھے اور حجاب اکبر سب سے اگلا پردہ کہلاتا تھا جسکو دہلی کے قلعہ میں لال پردہ کہتے تھے وہاں پہونچکر بادشاہ کا غایت قرب ہوتا تھا جو اکثروں کے نے منتہا قرب کا ہوتا تھا تو ایسے ہی علم گویا لال پردہ اور حجاب اکبر ہے جس کے پاس پہونچکر غایت درجہ کا تقرب خداوندی نصیب ہوتا ہے مولانا شاہ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ حضرت شیخ عبدالحق ردولوی قدس سرہٗ کی خدمت میں تشریف لیگئے تھے اور بیعت کی درخواست کی تھی تو حضرت شیخ نے دریافت فرمایا تھا کہ کچھ علم بھی ہے عرض کیا کہ نہیں ارشاد ہوا کہ جاؤ علم پڑھکر آؤ عرض کیا کہ پڑھنے میں زمانہ زیادہ صرف ہوگا اگر اسوقت تک آپکا وصال ہوجاوے تو میں کیا کروں فرمایا کہ ہمارے پوتے شیخ محمد سے بیعت ہوجانا چنانچہ تعمیل ارشاد کیلئے حضرت قطب گنگوہی نے کافیہ تک تحصیل کی اور پھر شوق متقاضی ہوا اور حضرت شیخ محمد صاحب کی خدمت میں پہونچے حضرت نے علم کی بابت دریافت فرمایا عرض کیا کہ کافیہ تک پڑھ لیا ہے حضرت نے فرمایا کافیہ کافیست باقی دردسر۔ حضرت نے انکو ذکر و شغل بتلایا اور اسوقت سے یہ مصرعہ طلبۃ العلم میں مشہور ہوگیا اور کافیہ ہی تک پڑھکر ایسی استعداد حاصل کی تھی کہ عوارف المعارف کی شرح عربی زبان میں عمدہ عبارت اور نفیس معانی کیساتھ

٨٧

تحریر فرمائی اور آپ کے مکتوبات مضامین علمیہ سے پر ہیں دیکھو حضرت شیخ عبدالحق کتنے بڑے صاحب تصرف درویش تھے مگر حضرت قطب گنگوہی کو بغیر علم پڑھے ذکر و شغل نہیں بتلایا پھر اگر میں اولاً تحصیل علم میں مشغول ہونے کو کہوں تو کیا عجب ہے صوفیہ نے لکھا ہے الصوفی الجاهل مسخرة للشیطان اور میں نے اپنے ماموں امداد علی صاحب علیہ الرحمۃ سے دریافت کیا تھا کہ ذکر و شغل سے علماء کو جلد نفع ہوتا ہے زیادہ ریاضت کی حاجت نہیں ہوتی اور عوام کو بہت دیر میں اور بہت ریاضت کے بعد فرمایا علماء تحصیل علم میں بہت بڑی ریاضت کر چکے ہیں جس سے قابلیت و استعداد قوی ہو جاتی ہے اسکی برکت سے جلد نفع ہوتا ہے تو حقیقت میں علماء کو بھی زیادہ دیر لگتی ہے کہ ایک زمانہ تک پڑھنے میں ریاضت کی اور پھر بعد پڑھنے کے بھی ریاضت کرتے ہیں اور عوام نے ابھی اتنی ریاضت ہی کہاں کی ہے جتنی علماء نے کی ہے جو وہ اس نتیجہ کے مستحق ہوں جو اہل علم کو حاصل ہوا۔

(۱۹) یک صاحب نے عرض کیا کہ ایک جگہ لڑکے کی شادی کا قصد ہے ان لوگوں سے پہلے کچھ جھگڑا بھی ہو گیا تھا ایک تعویذ کر دیجئے تاکہ وہ سہولت سے اپنی لڑکی کا میرے لڑکے سے نکاح کر دیں فرمایا کہ عمل سے جو محبت ہوتی ہے وہ ناقص اور سریع الزوال ہوتی ہے ایسے لوگوں سے تمھاری کس طرح سے موافقت آویگی میرا دل نہیں چاہتا کہ مسلمانوں میں ہمیشہ ناموافقت رہے میں تعویذ نہیں کرتا۔

(۲۰) ۹ صفر۔ ایک صاحب حضرت سے نمک پڑھوا کر کسی مقصد کے حاصل ہونے کے لئے لیگئے تھے ایک روز آکر فرمانے لگے اس کا تو کچھ اثر نہیں ہوا ارشاد فرمایا کہ بھائی جو عوض دیا ہو واپس کر لو پھر فرمایا میں تو تعویذ گنڈوں کا زیادہ معتقد نہیں ہوں اسلئے میرے کئے ہوئے تعویذوں میں جبکہ میں محض لوگوں کی خاطر سے لکھدیتا ہوں اثر ہونا بھی دشوار ہے پھر فرمایا دیکھو دنیا کے مقصد حاصل ہونے میں تو ناکامی بھی ہوتی ہے مگر آخرت کے طالب کو کبھی ناکام نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ ناکام ہوتا ہی نہیں۔ حق تعالیٰ کی کیسی بڑی رحمت ہو کہ آخرت جیسی اہم شے کو اس قدر ارزاں کر دیا ہے احقر نے عرض کیا کہ جسقدر زیادہ ضروری چیزیں ہیں وہ نہایت درجہ ارزاں ہیں فرمایا ہاں جیسے ہوا کہ ذرا دیر نہ ملے تو آدمی مرجاوے اور جواہرات جیسی نکمی چیز جو سوائے دھرے رہنے کے کسی مصرف

مس نہیں آنے کسقدر گراں ہیں۔

(۲۱) فرمایا کہ استاذی مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ سوندھا شاہ صاحبؒ ایک بزرگ گذرے ہیں انھوں نے اپنے پیر صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ ان سے کسی نے کہا کہ ہنود کے یہاں کرشن جو گذرے ہیں ان کی حکایت ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں کئی عورتوں کے گھر میں پہنچ گئے کیا کوئی حکایت ایسی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو اس سے بہت ارفع ہے کہ ایسے امور آپ کے لئے کمالات شمار کئے جاویں آپ کے تو غلام ایسے موجود ہیں پھر فرمایا اس درخت کی طرف دیکھو انھوں نے دیکھا تو ان بزرگ کے بہت سے امثال اس درخت کو چمٹ رہے تھے اور ایسی ہی حکایت ہے قضیب البان رح کی۔

(۲۲) ایک صاحب نے جو مولوی اور مجاز تھے ایک عریضہ لکھکر خدمت والا میں پیش کیا جسمیں یہ مضمون تھا کہ میں اپنے وطن جاتا ہوں اور وہاں فتنے بہت ہیں آپ کچھ فرما دیجئے تاکہ مجھے اطمینان ہو جاوے فرمایا کہ میں کیا کہدوں ان صاحب نے اس کا جواب دینے میں گنجلک کی آپ نے فرمایا کہ صاف جواب دو اس تحریر کا کیا مقصود ہے اسکے بعد انھوں نے عرض کیا کہ کوئی ایسا نظ کہدیجئے کہ حق تعالیٰ مددگار ہیں فرمایا یہ تو ایسا امر ہے کہ میں اس کے دریافت کرنے میں آپکا حاجتمند ہوا۔ اور آپ میرے کہنے سے پہلے اسکو جانتے ہیں پھر مجھسے یہ لفظ کیوں کہلایا جاتا ہے پھر فرمایا میرے سامنے سے دور ہو جاؤ تمکو سلیقہ بات کرنے کا بھی نہیں آیا اگر دعا کرانی تھی تو صاف لفظوں میں کہا ہوتا کہ دعا کر دیجئے پھر ایک دوسرے صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دیکھئے آپ بیعت میں جلدی کر رہے ہیں اور بیعت سے جو مقصود ہے اسکے لئے صحبت شیخ کی سخت حاجت ہے دیکھو ان کو بھی ابھی صحبت کی اور حاجت ہے یہاں رہتے ہوئے عرصہ ہو گیا وہ صاحب کہنے لگے حضرت لوگوں کو آپ سے حسن ظن ہے اسلئے آپ کی زبان مبارک سے ایسے الفاظ نکلوانا چاہتے ہیں فرمایا کہ آپ جاہلوں کی تائید کرتے ہیں اور میری تردید اور پھر مجھسے بیعت کا قصد رکھتے ہیں جب میں آپ کے نزدیک غلط گو ہوں اور میرے کہنے پر اعتماد نہیں تو مجھسے آپ کس طرح بیعت ہو سکتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ فہم سے آپکو بھی مس نہیں ہے میں نے عرض کیا کہ اس قسم کے الفاظ بزرگوں کی زبان سے نکلوانا اسمیں شرک

کی بو آتی ہے فرمایا ہاں بزرگوں کو حق تعالیٰ کا سررشتہ دار سمجھتے ہیں کہ جو وہ زبان سے نکالدیں گے حق تعالیٰ ضرور منظور فرمالیں گے اور جو صاحب بیعت کے مستدعی تھے اُن سے فرمایا کہ آپ کہتے تھے فلاں شخص کو میں نے خلاف شرع دیکھا اسکے ساتھ ایسا ایسا برتاؤ کیا سو کیا شریعت یہ نہیں ہو کہ اخلاق درست کئے جاویں کیا یہ مخالفت سنت کی نہیں ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے جو قوا تھے اس کے خلاف کیا جاوے اور پھر اُسکو مستحسن سمجھا جاوے فقط شریعت کو لوگوں نے نماز روزے وغیرہ میں منحصر سمجھ رکھا ہے بڑی سخت غلطی ہے ان ایسے نادانوں کا تنگ کرنا میرے جسمانی مرض کا زیادہ سبب ہوا ہے۔

ف ۔ اُسوقت طبیعت اچھی نہ تھی جسکو کئی ماہ ہو گئے تھے۔

(۲۳) ایک صاحب جو کسی محکمہ کے افسر تھے حاضر خدمت ہوئے اور بیعت کی درخواست کی فرمایا کہ بیعت میں تعجیل نامناسب ہے آپ پہلے یہاں کچھ روز رہیں اور اصول طریقت سے واقفیت حاصل کریں پھر بیعت کی درخواست کریں بغیر اصول طریقت جانتے کے بیعت گویا بیکار ہے انھوں نے اصرار کیا اور نامعقول باتیں کرنی شروع کیں حضور نے فرمایا کہ آپ صاف کیوں نہیں کہتے کہ آپ تو مجھے بیعت کرنا چاہتے ہیں کہ میرے قول کی مخالفت کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ میں آپ کا اتباع کروں اور آپ افسری کس طرح کرتے ہوں گے جب آپکو بات کرنیکا بھی سلیقہ نہیں۔

(۲۴) فرمایا کہ ایک صاحب شیخ کہلاتے تھے ان کی نسبت یہ امر بڑا کمال شمار کیا جاتا تھا کہ وہ روپیہ کو ہاتھ نہیں لگاتے ہیں بلکہ جو کچھ آتا ہے ان کے ایک معتمد خاص کے ہاتھ میں آتا ہے اور وہ مختار ہیں جو چاہیں سو کریں پھر فرمایا کہ روپیہ ہاتھ میں نہ لینا کونسا کمال ہے　جبکہ اسپر دخل و تصرف بھی ہو البتہ اگر بالکل ملتے ہی نہیں نہ بالواسطہ اور نہ بلاواسطہ اور اسمیں کسی کی دل شکنی بھی نہ ہوتی یہ البتہ کمال تھا بلکہ اب تو علاوہ کمال نہ ہونے کے اسمیں ایک خرابی بھی ہے وہ یہ کہ امیر جب ان کے مخصوص شخص کا سارا اختیار رکھا خدا جانے وہ کہاں کہاں صرف کرتا ہوگا۔ اور کونسا محل جائز ہوگا اور کونسا ناجائز اور اس تمام بے انتظامی کا وبال ان بزرگ پر ہوگا۔

ف ۔ سنت سے تجاوز کرنا اور رہبانیت اختیار کرنا بے شبہ وبال کا سبب ہے ؎

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا　　ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ

(باقی آئندہ)

وفی آخر ہذہ الورقة مذکورة + مدة اقامتہ فی ہذہ المدرسة + التی ہی بحمد اللہ تعالیٰ مغنمة للفضائل ومکسبہ + وہی من سنة کذا ھ الی سنة کذا ھ ولم یزل فی اوان تحصیل العلوم + یقیم وظائف المدرسة والرسوم + من التدریس والامتحان والافتاء والوعظ بالسنة والقرآن + فہو بحمد اللہ تعالیٰ شاب صالح ذو فضائل جلیلة واخلاق جمیلہ + حری بان عمم بعمامة الفضیلة + بحضرة العلماء الکرام + والمشائخ العظام + اتباعاً لسنة خیر الانام + علیہ افضل التحیة والسلام وہی ما نقل فی در المعارف عن الطبرانی قال (الراوی) کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یولی والیاحتی یعممہ ویرخی سدلہا من جانبہ الایمن نحو الاذن اہ واودعہ بقلب کئیب + واوصیہ وصیة المحب الی الحبیب + ان یجعل الشریعة شعارہ + والادب دثارہ + وان یکون من علماء الآخرة + ولا یبیع الدین بالدنیا فیرجع بصفقة خاسرة + ولا یتقاعد عن خدمة العلم وذویہ + ویترفق بالمحلین الیہ وطالبیہ + وان یجتہد ان وفق بعلوم المکاشفة + فان العلم ما فی القلب لا ما بالشفہ + واسألہ ان لا ینسانی من الدعاء ولو بعض حین + ان یتوفانی اللہ مسلماً ویلحقنی بالصالحین ویجمعنا فی جنة الفردوس بخدمة نبینا وحبینا حبیب رب العالمین + سید الانبیاء والمرسلین + وصلی اللہ علیہ وسلم ابد الابدین ودہر الداہرین وکان ہذا فی شہر کذا تاریخ کذا یوم کذا سنة کذا مقام کذا عند کذا وما قد حان انجاز الوعد فی عقد الزبر + ونختمہا بختم الاسطر + (اسماء الکتب) وبعد ذلک خاتم المدرسة والاساتذة والمفتی والعمیم والعلماء والمشائخ الحاضرین -

قد تمت رسالة الرق المنشور من اجزاء مکتوبات خبرت وستاتی بعدہا بقیة المکتوبات

تصحیح (۱) الامداد ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ کے صفحہ ۱ سطر ۱۹ لفظ الطریق عنہ الاشد ہے اور صفحہ مذکورہ سطر ۲۱ لفظ الریب عنہ پر حاشیہ ذیل چھپنے سے رہ گیا اور وہ یہ ہے عنہ ان دونوں لفظوں کی

سنہ مطبوع میں یہ رعایت کی گئی کہ اس میں آسد غیر منقوط اور اسی طرح الرب بلا نقاط فوقانی وتحتانی چھپ یا گیا پھر وہ اگر فارغ عن الدرسیات ہوا تو قلم سے اسد میں اوپر اور الرب میں نیچے نقطے لگا دیجئے اور اگر فارغ عن الدینیات ہوا تو آسد کو غیر منقوط رہنے دیا اور الرب میں اوپر نقطے لگا دیجئے ۱۲ منہ

(۲) صفحہ ۱ سطر ۱۸ میں العذر چھپ گیا صحیح الحذر ہے ۱۲ منہ

اضافہ دوم در تشنیف الاسماع

(۱) نام محبوب علی تسجیع محبوب نبی محبوب علی معنی ایک معنی یہ ہیں کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہے وہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی محبوب ہے اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ مسمی محبوب علی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہے پہلے معنی میں مسند اقدم ہے اور دوسرے میں موخر ہے۔

(۲) نام دین محمد تسجیع شرف یافت دنیا از دین محمد معنی ایک معنی یہ ہیں کہ عالم دنیا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی بدولت شرف حاصل کیا ہے۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ مسمی دین محمد سے دنیا نے شرف حاصل کیا ہے یہ تفاؤل ہوگا۔ اشرف علی

ف اضافہ اول تشنیف الاسماع کے آخر میں درج ہوچکا ہے ۱۲ منہ ۶۸

بقیہ مکتوبات خبرت

سوال۔ کمترین بزمرۂ پولیس ملازم ہے دسمبر ۱۵ء میں جناب مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب قدس سرہ جونپوری سے دست بیع ہوا۔ فروری [illegible]ء میں جناب مولانا کا وصال ہوا ہے ہدایات وعطیات اور اوراد وقتی پر عامل ضرور ہوں لیکن جناب کی توجہ کی ضرورت ہے و دل سے خواستگار ہوں ذریعہ عریضہ ہذا گذارش کرتا ہوں۔

جواب۔ اگر صرف دعا مطلوب ہے تو جان و دل سے دعا کرتا ہوں اور اگر تعلیم میں مدد لینا مقصود ہے تو با قاعدہ ہونا چاہئے اگر آپ قاعدہ پوچھئے گا عرض کرونگا۔ ۱۲ رمضان المبارک

سوال میرے جناب حضرت اقدس دام ظلکم۔ بعد قدمبوسی کے عرض یہ ہے کہ یہ ناخلف غلام

آپکا جو ۱۳۱۲ھ میں کانپور مدرسہ جامع العلوم ٹپکاپور میں حافظ عبداللہ صاحب کے سفارش کرنے سے جناب کے خادموں میں داخل ہوا۔ اور بعد چند روز کے وطن کو یعنی بمبئی کو آیا جو اذکار جناب نے ارشاد فرمائے تھے۔ سب چھوٹ گئے اور دنیاوی جھگڑوں میں گرفتار ہوگیا اب چند دنوں سے پونہ میں قیام ہوا ہے یعنی نوکری ہے آپ کے ارشاد کئے ہوئے وظائف کم و بیش کئے جاتے ہیں یہاں چند نوجوانوں کو تعلیم شروع کی ہے اور وہ سب لڑکے عمر میں ۲۵ سال سے ۲۲ سال تک کے ہیں اور یہ لڑکے انگریزی اسکول والے ہیں اور کچھ ملازمت کرتے ہیں تو اُن کی روزانہ عادت یہ مقرر کی ہے کہ بعد نماز فجر قرآن شریف دو گھنٹہ بعد ظہر و بعد عصر کے مغرب تک قرآن شریف یا استغفار بعد مغرب چھ رکعت نماز نفل اور بعد عشا صلوٰۃ التسبیح اور صلوٰۃ کن فیکون اور بعد تہجد (۵۰۰) بار ذکر لا الٰہ الا اللہ اور ہر وقت ذکر ذات اور درود شریف کا زیادہ ورد رہتا ہے تعداد اُن کی پندرہ ہے اب ان میں سے چھ لڑکے جنکو کشف اور کشف القبور بہت اچھی طرح سے ہوتا ہے تین لڑکے جو تین سال سے برابر محنت کرتے ہیں نہ تو کشف ہوتا ہے اور نہ کچھ جن لوگوں کو کشف القبور ہوتا ہے وہی بزرگان دین کے مزاروں سے فیضیاب ہوتے ہیں اب میں حیران ہوں کیا کروں جو کشف والے ہیں ان کو آگے کیا تلقین کروں اور جو کشف کی آرزو رکھتے ہیں اُنکے لئے کیا کروں میں تو کچھ بھی نہیں جانتا ہوں بچوں سے پوچھ کے سب کام چلتے ہیں دیگر عرض ہے کہ یہ لوگ ابھی تک مرید بھی نہیں ہوئے ہیں تو اس کا کیا رستہ کیا جاوے اور عرض یہ ہے کہ میں یہاں سے دو لڑکوں کو جنکی عمر ۱۲ - ۱۴ سال کی ہے مدرسہ امداد العلوم میں پڑھنے کے لئے اور آپ کی خدمت میں رہکر فیض باطنی حاصل کرنے کے لئے روانہ کروں تو میرے جناب اس بارہ میں جو فرمادیں وہی کیا جائیگا پس براہ کرم ان تمام باتوں کے سے ارشاد فرمادیں فقط۔

جواب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ لڑکوں کا قصہ تو پیچھے رہا خود آپ کو ضرورت ہے تحقیق طریق کی سو یہ بتلایئے کہ لڑکے تو خواہ یہاں آسکیں یا نہ آسکیں مگر خود آپ بھی کچھ روز یہاں قیام کر سکتے ہیں یا نہیں کیونکہ اگر آپ کو خود تحقیق ہوتی تو آپ اس قسم کے سوالات نہ کرتے اب آگے رہا لڑکوں کا قصہ سو آپ اُن کو صاف کہدیجئے کہ میں صاحب باطن نہیں ہوں ظاہری علوم کی تعلیم دے سکتا ہوں باطنی علوم میں کسی صاحب باطن متبع سنت محقق عارف سے رجوع کریں پھر جب وہ رجوع

کریں گے اُن کو جواب مناسب دیا جائیگا پس آپ کے سفیر بننے کی حاجت نہیں البتہ شیخ قابل رجوع کی صحیح علامتیں اُن کو بتلا دینا ضروری ہے سو وہ تعلیم الدین باب پنجم کے اول میں مذکور ہیں اُن سب لڑکوں کو میری طرف سے سلام کہدیجے والسلام ۲۲ رمضان ۱۳۳۵ھ

ایک شخص نے اس عنوان سے اپنا خط ختم کیا تھا

فلاں ولد فلاں اشرفی امدادی عفی عنہ از مقام فلاں۔

جواب میں یہ لکھا گیا

لفظ اشرفی کو چھوڑ دیجئے فقط امدادی کافی ہے اس میں گروہ بندی کا سا شبہ ہوتا ہے۔ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ اور ایک بار ایسی ہی نسبت کے جواب میں یہ لکھا کہ اپنے نام کے ساتھ لفظ اشرفی لکھنا میرے مذاق کے خلاف ہے کیونکہ ایسی نسبتوں کی مصلحت اپنے کو ایسے فرقوں سے ممتاز کرنا ہے جن سے ممتاز کرنا ضروری ہے اگر یہی مصلحت ہے تو امدادی لکھنا کافی ہے اور اگر اور کوئی مصلحت ہے اُسکو ظاہر کیا جائے والسلام۔ ۶ شوال ۱۳۳۵ھ

سوال۔ آج کل حضور کے ملفوظات دیکھ رہا تھا جسمیں یہ فرمان نظر سے گذرا کہ لوگوں کو احکام شرعیہ میں اسوجہ سے گرانی ہو رہی ہے کہ سنتے اسپر عمل ترک کر دیا ہے اگر سب ملکر عمل کرنے لگیں تو یہ سب تنگی و گرانی رفع ہو جائیگی اسی جس سے بظاہر یہ شبہ ہو گیا کہ بعض احکام مثل اعتکاف کے جو ہر مرد و عورت پر سنت موکدہ ہے اسپر اگر ہر شخص عملدرآمد کرے تو بظاہر دقت اور دشواری ہو اور کھانے تک کو بیٹھے جسکے جواب باصواب سے تشفی بخشیں۔

الجواب۔ شاید اجمال عبارت کی وجہ سے قرائن فہم مطلب میں کافی نہ ہوئے ہوں مراد احکام شرعیہ سے معاملات ہیں نہ کہ سب احکام اُنمیں تنگی واقع ہونیکا اصلی سبب یہی ہے مثلاً علماء بیع الثمار قبل الصلاح کو منع کرتے ہیں اور نیز حصہ پر باغ کی نگرانی کو بھی منع کرتے ہیں چونکہ عمل میں سب اسپر متفق نہیں لہذا اگر کوئی مالک باغ صلاح ثمار کا منتظر رہے اور اُسکے قبل نگرانی اجرت نقد پر کرائے تو اول تو چونکہ نگرانی شریک پر نہیں ہے اُسکی نگرانی ہی ناقص ہوگی دوسرے نگرانی میں بعض اوقات اسقدر صرفہ ہو جاویگا

(باقی آئندہ)

۷۸۶

تمہید کتاب معارف العوارف یعنی ترجمہ اردو عوارف المعارف

بعد الحمد والصلوٰۃ احقر اشرف علی عفی عنہ معاگزار ہے کہ مدت سے بفضلہ تعالیٰ رسالۃ الامداد
دار الرشید کیلئے مضامین نافعہ بھیجنے کا التزام چلا آتا ہے چونکہ گاہ گاہ مضامین کی تجویز کرنے میں
قدرے تکلف ہوتا تھا اسلئے خیال ہوا کہ کوئی مضمون منقول مسلسل ایسا تجویز کیا جاوے کہ مدت
معتد بہا تک اس تکلف کی حاجت نہ رہے اور وہ فی نفسہ بھی نہایت درجہ کا مفید ہو۔ آخر
منجانب اللہ کتاب عوارف المعارف تصنیف عارف معروف حضرت شیخ شہاب الدین
سہروردی قدس اللہ تعالیٰ روحہ کہ وہ ایسی ہی ہے ذہن میں آئی جسکے مصنف کی نسبت تاریخ
ابن خلکان میں لکھا ہے کہ وہ فقیہ شافعی المذہب اور شیخ صالح ورع کثیر العبادت والریاضت
تھے اور اپنی آخر عمر میں یکتائی تھے اپنے عم بزرگوار حضرت شیخ ابو النجیب قدس اللہ سرہٗ اور حضرت
شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ کی صحبت سے استفادہ فرمایا۔ سہرورد میں کہ عراق
عجم میں زنجان کے پاس ایک شہر ہے آخر رجب یا اوائل شعبان ۵۳۹ھ میں پیدا ہوئے اور
بغداد میں غرہ محرم ۶۳۲ھ میں وفات فرمائی اور وردیہ میں مدفون ہوئے کتاب موصوف میں
خصوصیت ہے کہ بانہ متقدمین کی تصنیف ہے جسمیں اصل فن محفوظ تھا مصنف رحمۃ اللہ علیہ کل

ہیں اور تصنیف تمام ضروریات طریق کو جامع ہے اور ان خصوصیات کے سبب سے وہ بلا کسی خدشہ کے قابل عمل ہے چنانچہ مجھسے میرے ایک موثوق بہ عزیز اور دوست نے افضل المتاخرین نموذج المتقدمین حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا اسکے باب میں یہ مقولہ نقل کیا۔ کہ شیخ طریقت کیلئے فلاں فلاں صفات کے ساتھ موصوف ہونا چاہئے جو اس زمانہ میں نادر ہیں۔ اور جس کسی کو ایسا قابل اطمینان مرشد میسر نہ آئے تو وہ عوارف کے مطالعہ کو لازم پکڑے۔ اھ۔

پس ایسی حالت اور ایسی شہادت کے بعد اسکے نہایت نافع ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے مگر چونکہ عربی زبان میں تھی اسلئے مناسب معلوم ہوا کہ اس کا اُردو ترجمہ ان دونوں رسالوں میں[1] شائع کیا جائے اس طرح کہ اسکی اول جلد کا ترجمہ القاسم میں اور جلد ثانی کا ترجمہ الرشید میں تاکہ ہر رسالہ کے ملاحظہ کے وقت اُس کتاب سے انتفاع ہوسکے نیز چونکہ کتاب بڑی ہے ایک ہی رسالہ میں شائع ہونے سے اور زیادہ زمانہ صرف ہوتا یہ بھی ارادہ ہے کہ جہاں کوئی مقام شرح طلب ہو وہاں صرف ترجمہ پر اکتفا نہ کیا جائے ضرورت کے موافق مزید شرح بھی کر دیجائے اور اُسکے اول میں حرف (ف) اور اُس کے ختم پر علامت (اھ) بنا کر اُس کو ترجمہ سے ممتاز کر کے پھر حرف (ت) سے ترجمہ شروع کیا جائے البتہ اگر توضیح وغیرہ کے لئے درمیان میں کہیں مختصر اضافہ کیا جائے تو صرف احاطہ قوسین پر کفایت کیجائے۔ اور شاید اگر کہیں کوئی مسئلہ مختلف فیہا آجائے تو وہاں اپنے مذہب حنفی پر بھی مطلع کر دیا جاوے اور نام اس کا اصلی نام کی ترتیب بدلکر معارف العوارف رکھا گیا اور اس کے ساتھ ہی رسالتین موصوفتین کے سلسلہ مضامین قدیم میں بھی جب کوئی مضمون بلا تکلف ذہن میں آجایا کریگا اُسکو بھی منقطع نہ کیا جاویگا۔ ومن اللہ التوفیق وھو خیر معین ورفیق ؐ کتبہ سادس ربیع الآخر وسابعہ یوم الجمعۃ حین کنت ابن اربع وخمسین عاماً مع زیادۃ یومین وثلث ساعات[2]۔

---

[1] چند روز تک یہ ترجمہ ان دونوں رسالوں میں شائع ہوتا رہا پھر سرپرستان رسالتین کی اجازت سے محرم الحرام ۱۳۳۶ھ سے رسالہ الامداد میں شائع ہونے لگا اور مناسب معلوم ہوا کہ اول ہی سے درج کیا جاوے باقی التزامات ترجمہ میں کوئی فرق نہیں ہوا ۱۲ منہ

[2] فی ھذا العبارۃ لطیفۃ وھی جمعہا اعدادا مرتبۃ من الواحد الی السابع یوماً وساعۃ وسنۃ وتاریخاً وان کان ذکر الخمس فی ضمن خمسین لانہ خمس من العشرات ۱۲ منہ۔

تمہید جلد اوّل کتاب معارف العوارف

اسمیں تیئیس ۲۳ باب ہیں جسکے مضامین کی ملخص[1] فہرست یہ ہے۔

علوم صوفیہ۔ فضائل۔ عادات۔ اخلاق۔ آداب۔ اوضاع۔ رسوم صالحہ

اب بنام خدا ترجمہ شروع ہوتا ہے۔ مگر خطبہ کا ترجمہ بوجہ طول کے نہیں کیا گیا۔

باب اوّل علوم صوفیہ کے ماخذ میں

حدیث بیان کی ہمسے ہمارے شیخ یعنی شیخ الاسلام ابو النجیب عبدالقاہر بن عبداللہ بن محمد سہروردی نے بطور املا کے اپنے الفاظ سے شوال ۵۵۰ھ میں اور فرمایا انھوں نے کہ خبر دی ہمکو شریف نور الہدی ابو طالب حسین بن محمد زینبی نے اور انھوں نے کہا خبر دی ہمکو کریمہ بنت احمد بن محمد مروزیہ مجاورہ مکہ مکرمہ نے انھوں نے کہا کہ خبر دی ہمکو ابو الہیثم محمد بن مکی کشمیہنی نے اور انھوں نے کہا کہ خبر دی ہمکو ابو عبداللہ محمد بن یوسف فربری نے کہا انھوں نے کہ خبر دی ہمکو ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل یعنی امام بخاری نے کہا انھوں نے حدیث بیان کی ہم سے ابو کریب نے کہا انھوں نے حدیث بیان کی ہمسے ابو اسامہ نے برید سے انھوں نے ابو بردہ سے انھوں نے حضرت ابو موسی اشعری رضہ سے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری حالت اور اس دین کی حالت جسکے ساتھ مجھکو اللہ تعالی نے بھیجا ہے مثل اس شخص کی حالت کے ہے کہ وہ ایک قوم کے پاس آیا اور کہا کہ اے میری قوم میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے اور میں بے غرض اطلاع کرنے والا ہوں سو اپنے کو بچاؤ اپنے کو بچاؤ پس اس کی قوم میں سے ایک جماعت نے تو اس کا کہنا مان لیا اور شب ہی شب چلدیے اور باطمینان چلے گئے اور بچ گئے اور ان میں سے ایک جماعت نے اس شخص کو جھوٹا قرار دیا اور اپنی اپنی جگہ پر صبح تک رہے پس صبح ہوتے ہی وہ لشکر ان پر آپڑا اور ان کو ہلاک کر دیا اور ان کا استیصال کر دیا پس یہی حالت ہے اس شخص کی جسنے میرا کہنا مانا اور میرے لائے ہوئے دین کی پیروی کی اور حالت اس شخص کی جس نے میرا کہنا نہ مانا اور جو دین حق میں لایا ہوں اسکو جھٹلایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ

[1] اور جلد ثانی کے مضامین کی ملخص فہرست انکے شروع میں ملاحظہ فرمایئے ۱۲ منہ

مجھکو اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور علم دیکر بھیجا ہے اُس کی مثال اُس کثیر بارش کی سی ہے جو کسی زمین کو پہونچی سو اُسمیں کا ایک قطعہ تو قابل کاشت تھا جس نے پانی کو قبول کیا پھر اُسمیں گھاس اور سبزہ کثیر پیدا ہوا اور اُس[1] میں کا ایک قطعہ تالاب تھا جس نے پانی کو جمع کر لیا سو اللہ تعالیٰ نے اُس سے لوگوں کو نفع پہونچایا پس انھوں نے پیا بھی اور (مواشی کو) پلایا بھی اور آبپاشی بھی کی اور اُسمیں کا ایک اور قطعہ (غیر قابل کاشت) تھا جو محض ہموار میدان تھا کہ نہ تو وہ پانی کو جمع کرتا ہے (بوجہ نشیب نہونے کے) اور نہ گھاس اوگاتا ہے (بوجہ غیر قابل کاشت ہونے کے) پس یہی مثال ہے اُس شخص کی جس نے دین الٰہی میں سمجھ بوجھ حاصل کی اور اُسکو اُس علم نے نفع دیا جسکو دیکر اللہ تعالیٰ نے مجھکو بھیجا ہے پس اُسنے خود بھی جانا اور دوسروں کو بھی بتلایا (اور پھر اُسمیں دو درجے ہیں ایک درجہ تو مثال ہے اُس قطعہ کی جس میں گھاس وغیرہ جما اور ایک درجہ مثال ہے اُس قطعہ کی جسمیں پانی جمع ہو کر تالاب بن گیا چنانچہ ان دونوں درجوں کا بیان عنقریب خود حضرت شیخ مؤلف کے کلام میں آتا ہے) اور مثال ہے اُس شخص کی جس نے اِس (علم دین) کی طرف سر بھی نہیں اُٹھایا اور اِس ہدایت کو قبول نہیں کیا جو مجھکو دیکر اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے (یہ مثال ہے اخیر کے قطعہ کی جسمیں نہ گھاس جما نہ پانی جمع ہوا) حضرت شیخ نے (اس کی شرح میں) ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے طریقہ کے قبول کرنے کیواسطے سب سے زیادہ صاف قلوب کو اور سب سے زیادہ پاک نفوس کو مہیا (اور تجویز) فرمایا ہے سو (اُن کے) صفائی کے تفاوت اور پاکی کے اختلاف کا ظہور (اُس) فائدہ اور نفع کے تفاوت (کے ضمن) میں ہوا (جو اُن قلوب ونفوس سے بندگان حق کو پہونچا) سو بعض قلوب تو بمنزلہ اُس زمین قابل کاشت کے ہیں جس نے گھاس اور سبزہ کثیرہ اوگایا (جسکا ذکر حدیث میں سب سے اوّل ہوا ہے) اور یہ مثال ہے اُس شخص کی جو علم (دین) سے خود منتفع ہوا اور ہدایت حاصل کی اور اُس کے علم نے اُسکو نفع بخشا اور اُسکو صراط مستقیم متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بتلایا (یعنی خود عمل کیا اور گو دوسروں کو بھی اُسنے نفع پہونچایا مگر کیفیت و کمیت میں تالاب کی برابر نہیں

[1] شیخین نے بھی اِس حدیث کو روایت کیا ہے مگر اُسمیں بجائے لفظ اخاذات بمعنی الغدران جمع اخاذۃ کما فی القاموس کے اجادب بمعنی الارض الصلبۃ آیا ہے وہ اُس کی جانب بھی راجع ہو سکتا ہے اور اُسکی دوسری توجیہ بھی ہو سکتی ہے ۱۲ منہ

۷۸۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید جلد ثانی کتاب معارف العوارف

(ملاحظہ ہو تمہید کتاب ہذا و تمہید جلد اول[عہ])

اسمیں اکیس[۲۱] باب ہیں جنکے مضامین کی ملخص فہرست یہ ہے۔

اعمال۔ عبادات۔ سنن۔ حقوق۔ مقامات ۔ احوال ۔ واردات

باب سی و سوم آداب طہارت اور اُسکے مقدمات میں

فرمایا حق تعالیٰ نے اصحاب الصفہ کے وصف میں کہ اُس مسجد میں (یعنی مسجد قبا میں) ایسے لوگ ہیں جو پاکی حاصل کرنے کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پاکی حاصل کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں (اُس کی) تفسیر میں کہا گیا ہے کہ وہ لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ پاکی حاصل کریں حدث سے اور جنابت سے اور نجاسات سے بذریعہ پانی کے۔ کلبی نے کہا ہے کہ مراد اس سے پیچھے کے مقام کا دھونا ہے پانی سے اور عطا نے کہا ہے کہ وہ لوگ پانی سے استنجا کرتے تھے اور رات کو جنابت کی حالت پر نہ سوتے تھے (بلکہ اگر سونا ہوتا تھا تو اول غسل کر لیتے تھے) روایت آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبا سے جبکہ یہ آیت نازل ہوئی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے طہارت کے بارہ میں تمہاری تعریف فرمائی ہے۔ سو وہ طہارت کیا ہے انھوں نے عرض کیا کہ ہم پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ وہ اس کے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے فرما چکے

[عہ] جو جلد اول کی ابتدا میں ملحق ہے ۱۲ منہ

تھے کہ جب کوئی تم میں سے بیت الخلاء میں جاوے تو اسکو تین ڈھیلوں سے استنجا کرنا چاہئے اور ابتداء میں استنجا اسی طرح تھا (اور بوجہ نہایت خشک ہونے فضلہ کے پانی کی حاجت نہوتی تھی بلکہ ڈھیلا لینا بھی محض احتیاطاً ہی تھی) یہاں تک کہ یہ آیت اہل قبا کی شان میں نازل ہوئی (جو کہ بلا حاجت محض زیادت تطہیر کیلئے پانی لیتے تھے۔ پھر اوروں نے بھی اس عادت کو اختیار کیا) حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا (یعنی کسی مخالف نے بطور طعن و اعتراض کے کہا) کہ تمھارے پیغمبر نے تمکو سب چیزیں سکھلائی ہیں یہاں تک کہ پاخانہ پھرنا بھی (جسکو سب جانتے ہیں اور اسمیں تعلیم کی کچھ حاجت نہیں بلکہ ایسی تعلیم خلاف تہذیب ہے) حضرت سلمانؓ نے فرمایا ہاں (ہمکو اس کے متعلق تعلیم دی ہے مگر جو امر طبعی ضروری حسی ہے اس کی تعلیم نہیں دی کہ بلا حاجت یا خلاف تہذیب ہو بلکہ ایسے امور کی تعلیم دی ہے جو بلا تعلیم معلوم ہو نہیں سکتے اور بدون علم کے معمول نہیں ہو سکتے۔ اور ان کا معمول نہ کرنا خلاف تہذیب ہے چنانچہ) آپ نے ہمکو اس سے منع فرمایا ہے کہ ہم براز یا بول کے وقت قبلہ کی طرف مونہہ کریں یا ہم داہنے ہاتھ سے استنجا کریں یا ہم میں سے کوئی تین ڈھیلوں سے کم سے استنجا کرے یا ہم گندگی یا ہڈی سے استنجا کریں (سو اس تعلیم کو کون شخص غیر محتاج الیہ یا خلاف تہذیب کہدیگا بلکہ ان آداب کے خلاف کرنا خود خلاف تہذیب ہے بعض باطنی تہذیب کے خلاف جیسے امر اول کے خلاف کرنا بعض ظاہری تہذیب کے خلاف جیسے امور باقیہ کے خلاف) حدیث بیان کی ہمسے ہمارے شیخ ضیاء الدین ابو النجیب نے بطور املاء کے فرمایا انھوں نے کہ خبر دی ہمکو ابو منصور حریمی نے کہا انھوں نے خبر دی ہمکو ابو بکر خطیب نے کہا انھوں نے خبر دی ہمکو ابو عمر ہاشمی نے کہا انھوں نے خبر دی ہمکو ابو علی لولوی نے کہا انھوں نے خبر دی ہم کو ابو داؤد نے کہا انھوں نے حدیث بیان کی ہمسے عبد اللہ بن محمد نے کہا انھوں نے حدیث بیان کی ہم سے ابن المبارک نے ابن عجلان سے انھوں نے قعقاع سے انھوں نے ابو صالح سے انھوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا انھوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تمھارے لئے بمنزلہ والد کے ہوں کہ تم کو (تمام ضروریات کی) تعلیم دیتا ہوں۔ (جیسے والد کی شان ہوتی ہے) سو جس وقت تم میں کا کوئی شخص بیت الخلاء میں جاوے پس وہ شخص نہ منہ کرے قبلہ کی طرف اور نہ پشت کرے اس کی طرف اور اپنے داہنے

۲

ہاتھ سے استنجا نہ کرے) اور آپ تین ڈھیلوں (کے لینے) کا حکم فرماتے تھے۔ اور لید اور بوسیدہ[1] ہڈی (سے استنجا کرنے) سے منع فرماتے تھے۔ (اور تازہ ہڈی سے بدرجۂ اولیٰ کہ وہ زیادہ منتفع بہ ہے) اور استنجا میں فرض دو چیزیں ہیں ایک گندگی کا زائل کرنا اور دوسرا اُس زائل کرنیوالی چیز کا پاک ہونا اور وہ اس طرح ہے کہ وہ گندگی یعنی لید وغیرہ نہو اور نہ دوسری بار استعمال کیگئی ہو اور نہ بوسیدہ ہڈی میتہ (وغیرہ) کی ہو۔ اور استنجا کا طاق کرنا سنت ہے پس یا تو تین ڈھیلے ہوں یا پانچ یا سات ہوں اور ڈھیلے کے بعد پانی کا استعمال کرنا سنت ہے۔ اور (آیۂ موصوفہ بالا) میں ارشاد ہوا ہے کہ وہ پاکی حاصل کرنے کو پسند کرتے ہیں اور جب اُن سے اُس کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ ہم ڈھیلوں کے بعد پانی لیتے ہیں اور استنجا کرنا بائیں ہاتھ سے سنت ہے اور (اسی طرح) استنجا کے بعد مٹی سے ہاتھ ملنا سنت ہے اور (استنجا) صحرا میں بھی اسطرح ہوتا ہے جبکہ پاک زمین اور پاک مٹی ہو (تو اُس سے نجاست کا ازالہ کرے ناپاک ڈھیلے کا استعمال نہ کرے) اور کیفیت استنجا کی یہ ہے کہ ڈھیلے کو بائیں ہاتھ میں لے اور اُس کو موضع خروج نجاست کے اگلے حصہ پر رکھے نجاست لگانیکے قبل (یعنی ایسی جگہ رکھے کہ وہاں نجاست نہو) اور (پھر) اُسکو ملتا ہوا (پیچھے کی طرف) لیجاتا ہوا بڑھائے اور اس چلنے میں ڈھیلے کو گھما دیوے تاکہ نجاست ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہو جائے۔ اس طرح موضع خروج نجاست کے پچھلے حصہ پر پہونچنے تک کرے اور (پھر) دوسرا ڈھیلا لے اور اُسکو (اول) پچھلے حصہ پر اسی طرح رکھے اور اگلے حصہ کی طرف ملتا ہوا لے آوے اور (پھر) تیسرا ڈھیلا لے اور اُس کو مسربہ[2] کے گرد گھمائے اور اگر ایسے ڈھیلے سے استنجا کرے جسکے تین گوشے ہوں (اور ہر گوشہ سے یکے بعد دیگرے صاف کرے تب بھی) جائز ہے۔ رہگیا چھوٹا استنجا (سو) جسوقت پیشاب ختم ہوجاوے بس اپنے اندام کو جڑ سے موضع ختنہ تک نرمی کے ساتھ تین بار دباتا ہوا لاوے تاکہ (سخت دبانے سے) بقیہ بول اچھلکر نہ نکلے پھر اُسکو تین بار جھاڑے۔ اور چھوٹے استنجا میں خوب صفائی کرنیکے ذریعہ سے احتیاط کرے

---

[1] الرمۃ بالکسر العظام البالیۃ ۱۲ قاموس۔

[2] فی الاصل المسربۃ وھو الشعر وسط الصدر الی البطن من السرب وھو الطریق ولعل اطلاقہ علی المبرز لکونہ طریقاً للعذرۃ واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

اور وہ (خوب صفائی) یہ ہے کہ تین بار کھنکار دے کیونکہ رگیں حلق سے ذکر تک متصل چلی آتی ہیں اور کھنکارنے سے وہ متحرک ہوتی ہیں۔ اور پیشاب کے موقع میں جو کچھ ہے اُسکو خارج کر دیتی ہیں پھر اگر چند قدم چل بھی لے اور کچھ زیادہ کھنکار بھی لے تو کچھ مضائقہ نہیں لیکن حد علم (شریعت) کی رعایت رکھے اور شیطان کا اپنے اوپر وسوسے تسلط نہ کرے جس سے وقت ضائع کرنے لگے پھر ذکر کو تین دفعہ یا زیادہ دفعہ پونچھ ڈالے یہاں تک کہ رطوبت نظر نہ آوے اور بعض (اہل علم) نے ذکر کو تھن سے تشبیہ دی ہے اور کہا ہے کہ اُس کو جب تک کھینچتے رہو برابر اُس سے رطوبت نکلتی رہتی ہے اس لئے اسمیں حد (شرعی) کی رعایت رکھے اور اس میں طاق (عدد) کی بھی رعایت کرے اور اُس کا کئی بار پونچھنا (جسکا اوپر ذکر آیا ہے) پاک زمین یا پاک ڈھیلے پر ہونا چاہیے۔ اور اگر ڈھیلا چھوٹا ہو اور اس لئے اُس کے (ہاتھ میں) لینے کی حاجت ہو تو ڈھیلے کو داہنے ہاتھ سے تھامے اور ذکر کو بائیں ہاتھ سے اور (پھر اُسکو) ڈھیلے پر ملے۔ اور یہ (ملنے کی) حرکت بائیں ہاتھ سے ہونا چاہیے۔ نہ کہ داہنے ہاتھ سے تاکہ داہنے ہاتھ سے استنجا کرنے والا نہ بنے (یہ اُس وقت ہے کہ ایسا چھوٹا ڈھیلا نہ ملے کہ ایک ہی ہاتھ سے بدن کو اور اُس ڈھیلے کو لے سکے ورنہ داہنے ہاتھ کو بالکل نہ لگاوے اور بائیں ہاتھ سے ڈھیلے کو بدن سے مل لے جیسا اسوقت عام معمول ہے) اور جب پانی کے استعمال کا ارادہ کرے تو دوسری جگہ ہٹ جاوے (مطلب یہ کہ جس جگہ پیشاب کیا ہے وہاں ہی پانی نہ لے) اور ڈھیلے پر بھی قناعت (یعنی کفایت) ہوسکتی ہے اگر حشفہ پر پیشاب نہ پھیل گیا ہو (صرف سوراخ ہی کے مقابل رہا ہو) تو اس صورت میں پانی لینا ضروری نہیں گو تنظیف کے لئے بہتر ہے اور چھوٹے استنجا میں پاکی نہ کرنے پر وعید ہے جو عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں وارد ہوئی ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گذر ہوا اور آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں معذب ہو رہے ہیں۔ اور کسی بڑی بات میں معذب نہیں ہو رہے ہیں (یعنی وہ ایسی بات نہ تھی جس سے بچنا مشکل ہوتا) سو یہ ایک شخص تو پیشاب سے صفائی یا کہ فرمایا احتیاط نہیں کرتا تھا۔ اور رہا یہ دوسرا شخص سو چغلی لیجاتا تھا پھر آپ نے ایک تر شاخ خرما منگا کر اور اُس کو بیچ میں سے دو حصہ چیر کر ایک کو ایک قبر پر اور ایک کو ایک قبر پر گاڑ دیا اور فرمایا کہ شاید ان دونوں مردوں سے (عذاب میں) تخفیف ہو جاوے

(باقی آئندہ)

تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ مسئلہ فقہیہ ہے کہ اگر کسی وقت یک نام کے کئی سکے چلتے ہوں اور معاملہ میں
اُس سکہ کا نام لیا جاوے تو اگر وہ رواج میں سب برابر ہیں تب تو اُن میں قید لگانیکی ضرورت ہوگی
بدون اسکے محض نام لینا کافی نہوگا - اور اگر کوئی زیادہ چلتا ہے کوئی کم تو اطلاق کے وقت بھی
زیادہ چلنے والا مراد ہوگا - جیسے پہلے زمانہ میں منصوری پیسے زیادہ چلتے تھے اور اب ڈبل پیسے زیادہ
چلتے ہیں پس پہلے زمانہ میں جب مہر ٹکوں سے ٹھیرایا جاتا تھا منصوری ٹکے مراد ہوتے تھے اور اب
جب اس عنوان سے مہر ٹھیرایا جاویگا ڈبل پیسے مراد ہوں گے چوتھا مقدمہ یہ مسئلہ ہے کہ اگر معاملہ
کے وقت کسی قسم کے پیسوں کا رواج تھا اور قبل ادا کے رواج جاتا رہا تو اب صاحب حق اسی مقرر
شدہ کا مطالبہ کرسکتا ہے رائج حال کا مطالبہ نہیں کرسکتا کذا فی الدر المختار کتاب البیوع
فصل القرض من قوله استقرض من الفلوس الرائجة الخ پانچواں مقدمہ جو پیسے رائج
ہیں تراضی جانبین سے اُس کی قیمت بھی لینا جائز ہے مگر صاحب حق زمانہ وجوب کی قیمت جبراً
نہیں لے سکتا جب یہ پانچوں مقدمے ممہد ہوگئے اب سمجھئے کہ وہ غلطی یہ ہے کہ جن عورتوں کے
نکاح اُن منصوری اسی ہزار ٹکوں پر ہوئے ہیں جن کی قیمت اُس وقت ڈبل پیسہ سے تقریباً
پون پیسہ تھی، و اب آدھ پیسہ یعنی ایک دھیلا ہوگیا ہے بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ عورت یا اُس
کے اولیا یا ورثہ زوج سے اسی ہزار ٹکے ڈبل پیسے کے یا انہیں ڈبل ٹکوں کی قیمت لگا کر یا اُن
منصوری ٹکوں کی اس زمانہ کی قیمت لگا کر روپئے مانگتے ہیں سو یہ بالکل ظلم ہے واجب اُن کے
ذمہ وہی اسی ہزار ٹکے منصوری ہیں اب اگر روپئے لینا ہیں تو اسی ہزار منصوری ٹکوں کی جو قیمت
اب ہے یعنی فی ٹکہ ایک پیسہ ڈبل اس سے زیادہ مطالبہ نہیں ہوسکتا اور اگر اسمیں زیادہ نزاع
کرے تو زوج کو شرعاً جائز ہے کہ اُسی منصوری پیسے کے اسی ہزار ٹکے خرید کر حوالہ کرے صاحب
حق اُس کے لینے سے انکار نہیں کرسکتا یہ ہے وہ غلطی البتہ جو نکاح اب ہوں گے جس وقت کہ زائد
رواج ڈبل پیسوں کا ہے، سو قت بھی ڈبل پیسے واجب ہوں گے پس اسکی قیمت سے روپیوں
کا حساب ہوگا یہ بیان تو غلطی کا تھا اب ایک اور عام مسئلہ اس قیمت لگانے کے متعلق معلوم
کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ اگر واجب ایک چیز ہو اور لینے کے وقت اُس کی قیمت لگا کر بیجا دے
دوسری چیز تو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ جس قدر حق اسوقت وصول کیا جاتا ہے اُسی کا حساب کرنا

۵۵

چاہئے۔ یہ جائز نہیں کہ پورے کا حساب دوسری جنس سے کر لیا جاوے پھر اس دوسری جنس سے کچھ اب لیا جاوے کچھ دوسرے وقت بلکہ بقایا حق کا حساب اگر دوسرے وقت اسی جنس سے کیا جاوے تو اس دوسرے وقت کے نرخ وغیرہ کا اعتبار ہوگا۔ وقت باقی نکلنے پر بقدر حصہ حق مجبور نہیں کر سکتا مثلاً ایک شخص نے منصوری کے رواج کے وقت چالیس پیسے قرض لئے تھے جو اس وقت آٹھ آنہ کے تھے اور اب پانچ آنہ کے ہیں اور اُن میں سے نصف اب وصول کرتا ہے تو یہ جائز نہیں کہ اب حساب کر کے اُس کے ذمہ پانچ آنہ ٹھہرا دے اور ڈھائی آنہ اب لے لے اور ڈھائی آنہ پھر بلکہ اس وقت بیس ہی پیسوں کا حساب کیا جاوے پھر بیس کا جب دوسرے وقت کرے اگر فرض کیجئے اس وقت نرخ منصوری کا ڈبل کے چار ہو گیا تو اس دوسرے وقت میں پانچ ڈبل لے سکتا ہے پہلے حساب سے دس نہیں لے سکتا اسی طرح غلہ کے عوض روپیہ لینے میں اس کا خیال رکھنا واجب ہے **مثال**۔ ایک کاشتکار کے ذمہ ٹھیکہ کا غلہ گندم چالیس سیر چاہئے پھر اُس سے یہ قرار پایا کہ اچھا اس کے دام نقد سے لگا کر حساب کر لیا جاوے اور حساب کے وقت نرخ گندم کا روپیہ کا دس سیر ہے اور اس حساب سے چالیس سیر غلہ چار روپیہ کا ہوا سو اگر اسی جلسہ میں چاروں روپیہ وصول ہو جاویں تب تو پورے غلہ کا حساب کر لینا جائز ہے اور اگر فرض کیجئے کہ اسوقت دو روپیہ وصول ہوں گے تو اُس وقت یہ چاہئے کہ صرف بیس ہی سیر غلہ کا حساب کرے اور اُس کے دام اسی وقت وصول کرے اب اس کاشتکار کے ذمہ بیس سیر غلہ باقی واجب رہے گا اسوقت عموماً زمینداروں کی عادت ہے کہ پورے چالیس سیر غلہ کا حساب روپیوں سے کر کے کاشتکار کے ذمہ مثلاً چار روپیہ کر دیتے ہیں پھر اگر اسوقت دو روپیہ وصول ہوئے تو آئندہ اُس کے ذمہ دو روپیہ باقی سمجھ کر دو روپیہ کا مطالبہ کرتے ہیں سو یہ جائز نہیں حدیث میں جو بیع الکالی بالکالی کی ممانعت آئی ہے اُس کا یہی مطلب ہے پھر جب موافق مسئلہ مذکورہ کے بیس سیر غلہ اُس کے ذمہ واجب رہا سو جب اس کا حساب ہوگا۔ اُس وقت پہلے حساب کا اعتبار نہ ہوگا۔ بلکہ نیا حساب ان دونوں کی رضامندی سے ہوگا۔ مثلاً اُس وقت نرخ سولہ سیر کا ہوا۔ تو باقی غلہ سوا روپیہ کا ہوگا۔ اور اگر اسوقت نرخ آٹھ سیر کا ہوا تو باقی غلہ ڈھائی روپیہ کا ہوگا۔ پس پہلی صورت میں زمیندار دو روپیہ جبراً نہیں لے سکتا اور دوسری صورت میں کاشتکار دو روپیہ جبراً نہیں دے سکتا اسی طرح اگر گیہوں واجب تھے اور تراضی جانبین سے وصول کرنا ہے نخود تو جس قدر

۵۶

نخود اس وقت لینا ہے اُتنے ہی گندم کا اسوقت حساب کیا جاوے بقیہ اُس کے ذمہ گندم رہیں گے آئندہ وصول کے وقت ان کا حساب باہمی رضامندی سے جس طرح بھی ہو جاوے یہ نہیں کہ آئندہ اُس کے ذمہ نخود کا بقایا نکالا جاوے خوب سمجھ لینا چاہئے۔

اصلاح انقلاب متعلق بعدل بین الزوجتین

اس باب میں محدود کوتاہیاں ہوتیں تو مثل دوسرے ابواب کے اُن کی بھی فہرست بتلائی جاتی یہاں تو بالکل کوتاہی ہی کوتاہی ہے عدل کا نام ونشان ہی نہیں اسکی طرف التفات ہی نہیں الا النادر و النادر کالمعدوم اور چونکہ بڑا سبب اس بے التفاتی کا اس کے متعلق احکام کا نہ جاننا ہے اسلئے بجائے شمار کوتاہیوں کے اس باب کے احکام بتلا دینا کافی ہے مسئلہ (۱) سب سے اول اولیٰ تو یہی ہے کہ بلا ضرورت دوسری زوجہ سے نکاح نہ کرے اگرچہ عدل کی امید ہو اگر اس خیال سے ترک کردیگا کہ پہلی کو غم نہ ہو ثواب ہوگا (ع) اور اگر عدل کی امید نہ ہو تب تو دوسرا نکاح کرنا بالکل گناہ ہے لقولہ تعالیٰ فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ مسئلہ (۲) نفقات میں اور بغرض تالیف وانس کے شب باشی میں عدل واجب ہے اور محبت اور ہمبستری میں واجب نہیں (ق) مسئلہ (۳) لیکن اگر جمیع استمتاعات میں مثل ہمبستری وبوس وکنار وغیرہ برابری کرے تو مستحب ہے گو واجب نہیں (ع) مسئلہ (۴) اور یہ عدم وجوب اُس وقت متفق علیہ ہے کہ جب رغبت اور نشاط نہ ہو اُس صورت میں معذور ہوگا لیکن اگر رغبت اور نشاط ہے گو دوسری طرف زیادہ ہے اور اس کی طرف کم ہے مگر ہے تو اس صورت میں ایک قول یہ ہے کہ یہ داخل تحت القدرت ہے اسلئے اسمیں برابری واجب ہے اور غالباً یہ غیر حنفیہ کا مذہب ہے (ش) مسئلہ (۵) باقی تبرعات و تحف جو کہ غیر لازم ہیں آیا ان میں عدل واجب ہے یا نہیں ظاہر اطلاق اقوال حنفیہ کا وجوب ہے اور ابن بطال مالکی نے بحث غیر واجب کہا ہے۔ اور صحابہ کے ہدایا بھیجنے سے نوبت عائشہ رض میں استدلال کیا ہے (ف ج ۵ ص ۱۵۲) لیکن یہ استدلال بچند وجوہ مخدوش ہے اول ممکن ہے کہ وہ حضرت عائشہ رض کی ملک کی جاتی ہو اور اس کا یہ جواب دینا کہ اگر ایسا ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

فرما دیتے کہیں اس ہدیہ کا مالک نہیں اسلئے ضعیف ہے کہ ازواج کی درخواست تقسیم ہدایہ تھی
بلکہ مہدین کو یہ فرما دینا کہ تخصیص نہ کریں سو یہ حضرت عائشہ رضؓ کی ملک کی صورت میں بھی باقی
ہے ثانیاً ممکن ہے کہ آپ کی ملک ہو مگر آپ تقسیم فرما دیتے ہوں اور اسپر یہ شبہ کہ اگر ایسا ہوتا تو
شکایت کیوں ہوتی اس طرح مرفوع ہے کہ ایسے موقع پر یہ بھی تو ناگوار ہوتا ہے کہ ایک کے گھر سے
سب جگہ پہونچے ثالثاً حنفیہ کے نزدیک آپ پر یہ عدل واجب ہی نہ تھا تو اسپر دوسروں کا
قیاس نہیں ہو سکتا اور اسپر یہ شبہ کہ پھر آپ نے کیوں نہ فرمادیا اسلئے معتد بہ نہیں کہ آپ باوجود
عدم وجوب کے انکے ساتھ معاملہ وجوب کا سا فرماتے تھے بہر حال ابن بطال کا استدلال مخدوش
ہے اور ظاہر اطلاق دلائل سے وجوب ہی ہے **مسئلہ (۶)** یہ برابری شب باشی میں حضر
میں ہے اور سفر میں اختیار ہے جسکو چاہے ساتھ لیجاوے لیکن رفع شکایت کے لئے قرعہ ڈال
لینا افضل ہے اور ظاہراً یہ اس صورت میں ہے جب تک قرار سے قیام نہ ہو ورنہ حالت قیام
حکم مثل حضر کے ہوگا دوسرے علماء سے بھی تحقیق کر لیا جاوے (ق) **مسئلہ (۷)** یہ برابری
شب میں اس شخص کے لئے ہے جو شب میں فارغ ہو اور جس کی رات ہی کی نوکری ہو جیسے چوکی
تو اس کا دن مثل شب کے ہے (د) **مسئلہ (۸)** مسکن میں جو برابری واجب ہے اس
مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کو جدا گھر دینا چاہئے جبراً دونوں کو ایک گھر میں رکھنا جائز نہیں البتہ
اگر دونوں رضامند ہوں تو ان کے رضامند ہونے تک جائز ہے (ع) **مسئلہ (۹)** جس
شخص پر شب میں عدل واجب ہے ایک کی شب میں دوسری کو شریک کرنا درست نہیں یعنی ایک
کی شب میں دوسری کے پاس نہ جاوے (ع) **مسئلہ (۱۰)** اسی طرح یہ بھی درست نہیں
کہ ایک کے پاس بعد مغرب جاوے اور دوسری کے پاس بعد عشا بلکہ اس میں بھی برابری
چاہئے (ش) **مسئلہ (۱۱)** اسی طرح ایک شب میں دونوں جگہ تھوڑا تھوڑا رہنا درست
(ل) **مسئلہ (۱۲)** لیکن ان تینوں اخیر کے مسئلوں میں یعنی ۹ و ۱۰ و ۱۱ میں اگر ان
رضامندی ہو تو درست ہے **مسئلہ (۱۳)** اور جس طرح رضامندی سے تھوڑی تھوڑی
رہنا دونوں کے پاس درست ہے اسی طرح اگر دونوں کی باری کا دورہ ختم کرکے ایسا کرے
پھر جس طرح چاہے باری شروع کر دے یہ بھی درست ہے (ش)۔

(باقی آئندہ)

۵۸

قابل توجہ خاص

نہایت افسوس سے اس امر کا اظہار کیا جاتا ہے کہ رمضان ۱۳۳۵ھ کے الامداد میں کارکنان مطبع نے خریداران الامداد کی خدمت میں ایک اشتہار اُس قرآن شریف کا جس پر حضرت حکیم الامت راس المفسرین مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب کی تفسیر بیان القرآن مع اضافات جدیدہ کے چھپائی گئی ہے پیش کیا تھا اور اُس میں یہ بھی ظاہر کیا تھا کہ چونکہ اُس کے طبع کیلئے کاغذ کی زیادہ ضرورت ہے اسلئے اگر کچھ حضرات پیشگی قیمت ارسال فرمادیں گے تو ان کو قیمت میں بھی رعایت ہوگی اور اس کار خیر میں امداد کا ثواب بھی ملیگا بہت انتظار کیا گیا لیکن خریداران الامداد میں سے بہت ہی کم حضرات نے درخواست فرما کر پیشگی ارسال فرمایا ہاں دوسرے حضرات نے جو خریدار نہ تھے توجہ فرمائی جب خریداران کی طرف سے کم توجہی کا اظہار ہوا تو دوبارہ پھر سب حضرات خریداران کی خدمت میں ایک ایک اشتہار مع ایک ایک مطبوعہ خط کے ارسال کیا گیا مگر اب بھی سوا دس بیس حضرات کے اور صاحبوں نے توجہ نہ فرمائی لہذا ایک مرتبہ پھر مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر آپ حضرات توجہ فرمائیں اور خود بھی خریدار ہوں اور دوسرے لوگوں کو رغبت دلاکر خریداری کی طرف متوجہ فرمادیں تو وہ تعداد جار سَو کی جو رعایت کیلئے خاص کیگئی ہے بہت جلد پوری ہوجائے اور یہ قرآن مجید بہت جلد مکمل ہوکر آپ حضرات کی خدمت میں پہنچ سکے حضرات! یہ در بے بہا اس قیمت کو پھر نہ ملیگا اور بعد اختتام اس رعایت کے بجز کف افسوس ملنے کے کوئی نتیجہ نہ ہوگا۔ اگرچہ میعاد رعایت یعنی ختم ذی حجہ ختم ہوگئی ہے مگر خریداران الامداد کیلئے اس رعایت میں ایک ماہ کی توسیع کیجاتی ہے یعنی ختم محرم ۱۳۳۶ھ مقرر کیجاتی ہے امید کہ حضرات خریداران توجہ فرماوینگے اور بہت جلد خود بھی خریدار ہوں گے اور دوسرے لوگوں کو بھی ترغیب دیکر ملاد باد دا اسے باشرم دلائے متوجہ فرماویں گے جو حضرات خریداران الامداد کی معرفت خریدار ہوں گے اُن کے لئے بھی یہ رعایت دیجاوے گی۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

قیمت اصلی ۹ رعایتی تا میعاد رعایت ۷ ، ہے۔

المشتہران

رفیق احمد و شبیر علی مالکان امداد المطابع تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

الاحکام الوقتیہ بابت محرم ۱۳۳۶ھ رسالہ زوال السنہ عن اعمال السنہ ملفوظ حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم ذیل سرخی (محرم الحرام) ملاحظہ ہو (نائب مدیر)

اصول و مقاصدِ رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امتِ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑھائی جزو سے کم نہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ ؏ ہے

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت داخل کر چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے ؏ کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتداء یعنی رجب ۱۳۳۵ھ ہجری سے بھیجے جاویں گے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردیجائیگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی شبیر علی صاحب برادرزادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرماکر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہیے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبرِ خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

راقم رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالۂ امداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

لمع دلیل من عقد کے جواز کی ردالمحتار جلد مصر ۱۲۷۲ ہجری جلد رابع صفحہ ۱۸ و ۱۹ پر مذکور ہے ۱۲ منہ

رجسٹرڈ نمبر ۱۲۰

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

وفی الحدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا رواہ الشیخان

استنادًا للآیۃ کہ دال است بر مطلوبیت ازدیاد علم و امدادًا للحدیث کہ دال است بر وجوب تجدید [illegible]

فصل در ارشاد صحیفۂ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و

تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و

ملفوظات خبرت لی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی

صاحب مدظلہ است بلکہ اصل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ

نسب صحیفۂ شہریہ است بہ تبرک بنام نامیش نیز و خامساً الاشتات از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل است

جلد (۳)	بابت ماہ صفر المظفر سنہ ۱۳۳۶ ہجری	عدد (۸)

بادارۂ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

ایں صحیفہ کا مدرسش امداد نام	یافت ز امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالۃ الامداد بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۳۶ھ

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہو۔ (نائب مدیر)

یہ تو نہایت فرصت کی باتیں ہیں اس کا معیار یہ ہے کہ اگر یہی غلطی آپ سے مولانا مدظلہ کی شان میں
ہو گئی ہوتی تو معذرت کے وقت ایسے جملوں کے لکھنے کی آپکی ہمت ہوتی بلکہ خط ہی لکھنے کی ہمت نہ ہوتی
پریشان ہو کر دوڑتے اور پانو پکڑتے سچ یہ ہے کہ یہ طرز بالکل بتلاتا ہے کہ آپکا قلب پریشان نہ ہوا تھا تو
بس یہ بھی ایک کمال کا دعوی ہے اور دعوی بھی غلط (اور ایسے غلط دعوی پر اللہ کو گواہ کیا گیا ہے) غلط
ہونا اس سے ظاہر ہے کہ میرے خط کے بعد یہ اقرار کیوں نہ ہوا کیا اتنا مسئلہ شرعیہ آپ کو معلوم نہیں اول
تو تنبیہ کی حاجت نہ تھی اور تنبیہ کے بعد تو تنبہ ضروری تھا پھر یہ قول و فعل میں تناقض نہیں تو کیا ہے
تیسرا امر وضعیہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں آپ کے جو اقوال سنے گئے اور نیز آپ کی جو وضع و شان مستمر ہے
وہ کبر سے خالی نہیں اس کا علاج کیجئے چوتھا امر یہ کہنے کا ہے کہ اب تو آپ کی سمجھ میں آیا ہوگا کہ ذکر و شغل
صلاح اخلاق کیلئے کافی نہیں پانچواں امر یہ کہنے کے قابل ہے کہ جن لوگوں کی تقریرات و تحریرات سے
غلطی میں آپکا پڑنا تحریر فرمایا ہے اُن کے متعلق یہ درخواست ہے کہ اگر وہ لوگ مجھسے بیعت نہیں تب تو میں
اُن کے نام دریافت نہیں کرتا کہ نہ اُن کی شکایت ہے نہ اُن کی اصلاح میرے سپرد ہے اور اگر وہ بیعت
ہیں تو اُن کے نام ظاہر ہونے میں میری تو کوئی مصلحت نہیں لیکن اُن کی اصلاح کی مصلحت اس
اظہار کو مقتضی ہے تاکہ اُن کو بھی بنظر اصلاح نہ بنظر الزام و جدال متنبہ کروں۔ اگر آپ خود دعوی محبت و تعلق
خاص کا اب بھی نہ فرماویں تو اس حالت میں آپ کو اس اظہار پر مجبور نہیں کرتا لیکن اگر یہ دعوی اب
بھی باقی ہے تو اس کے لوازم میں سے ہے اس درخواست کا قبول کرنا اور اپنی سوچی ہوئی مصلحت
کو اس امتثال کے مقابلہ میں ہیچ سمجھنا اور انتفاء لازم سے ملزوم کا انتفاء ظاہر ہے والسلام۔

ایک طالب کا خط باستفسار بعض تحقیقات علمیہ آیا تھا اُس کا جواب یہ گیا

جواب مجکو یاد پڑتا ہے کہ آپ نے اس کے قبل اصلاح باطن کے متعلق مجھسے رجوع فرمایا تھا
اگر میرا یاد صحیح ہے اور اب بھی آپ کا وہ ارادہ ہے تو اُس کے آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عدم
غیر ضروریہ میں اُس سے (یعنی ایسے شخص سے کہ جس سے اصلاح باطن کے بارہ میں رجوع کر رکھا ہے) جامع

رجوع نہ کیا جاوے اور اگر وہ ارادہ نہیں رہا تو اس سوال کا مضائقہ نہیں دوبارہ بھیجدیجئے۔

(حال) نامۂ عالی شرف صدور لایا جو بات پہلے ذہن میں نہیں آئی تھی اس کے مطالعہ سے ذہن نشین ہو گئی گو میں نے پہلے بھی مخالفت نہیں کی تھی لیکن واقعی اس طرح نہیں سمجھا تھا جیسا اب سمجھا بیشک یہ اصول ہمیشہ کیلئے ہمارے اچھے رہبر ہیں اب میں نے یہ قصد کر لیا ہے بلکہ شروع کر دیا کہ بعد مغرب یا عشا یا خدا توفیق دیوے تو آخر شب میں پانسو مرتبہ نفی اثبات روزانہ جس طرح ممکن ہوگا کر لیا کرونگا۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرماوے چونکہ دماغ بہت ضعیف ہو گیا ہے اس لئے تعداد اسی قدر مقرر کی اور یہ بھی کہ نہ بالکل آہستہ اور نہ زیادہ جہر سے کہ کوئی دوسرا جاگے حتی الوسع خلوت میں اور ضرب ایک خفیف حرکت کے ساتھ اطلاعاً عرض ہے آئندہ جیسے ارشاد ہو۔

(تحقیق) مجھکو جس طرح اس مضمون کے اب ذہن نشین ہو جانے سے مسرت ہوئی اسی طرح اسکے ساتھ ہی اس کا تاسف ہوا کہ یہ طلب کیسی ہے کہ ملقن کے کلام کو ایسی بے پروائی و بے توجہی سے دیکھا جاتا ہے کہ وہ باوجود صاف ہونیکے ذہن نشین نہیں ہوتا تو ایسی حالت میں ملقن کا کیا دل بڑھیگا حضرت اس کا سبب اکثر یہ ہوتا ہے کہ طالب اپنے علم کو کافی سمجھے ہوئے ہوتا ہے اس لئے اسکے خلاف دوسری بات کی وقعت دل میں نہیں ہوتی اگر یہ ہے تو اس سے بڑھکر راہ خدا کا کوئی رہزن نہیں والسلام

(سوال) مجھ میں غصہ کی بہت زیادتی ہے جسکی وجہ سے میں خود بھی مجبور ہوں ہر چند کوشش کرتا ہوں کہ غصہ بالکل نہ کیا کروں مگر اُس وقت کچھ خیال نہیں رہتا ہے بعد کو میں خود اپنے دل میں شرمندہ ہوتا ہوں بعض مرتبہ تین چار روز تک دل میں ایک قسم کی گرانی اور بوجھ سا معلوم ہوتا ہے اور بعض مرتبہ میں اُس سے معافی مانگ لیتا ہوں تو کچھ بھی گرانی نہیں ہوتی مگر یہ نہیں معلوم کہ صاحب معاملہ دل سے خطا معاف کرتا ہے یا میرے لحاظ سے بعض مرتبہ لڑکوں پر غصہ آتا ہے اُن کو اُن کی خطا سے زیادہ سزا دیجاتی ہے جسکا بعد کو مجھکو خود افسوس ہوتا ہے کیا کرنا چاہیئے۔

(جواب) غصہ کے وقت تھوڑی سی ہمت کی ضرورت ہے کہ جس پر غصہ ہے اُسکو اپنے روبرو سے علیحدہ کر دے یا خود علیحدہ ہو جاوے اور پھر بھی غلطی ہو جاوے تو اُسکا یہی تدارک جو آپ کا معمول ہے کافی ہے۔ اور اس کا شبہ نہ کیا جاوے کہ شاید دل سے معاف نہ کیا جاوے کیونکہ انسان اس سے

زیادہ کا مکلف نہیں کہ اپنی طرف سے دل سے راضی کرنے کی کوشش کرے اس سے آگے اختیار نہیں تو اس کا مکلف بھی نہیں۔

(**حال**) فدوی نے شب چہارشنبہ وبتاریخ ۱۲ رجادی الاول کو خواب دیکھا کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ شریف میں تشریف فرما ہیں اور حضرت حفصہؓ اپنے پیش حجرہ ہو کے تشریف بیٹھیں اور آپ کے کپڑے کی خوشبو فدوی کے ناک میں اسقدر پہونچی کہ جسکی حد نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تعریف فرمائی اور آپ کے سب کپڑے استری دئے ہوئے تھے اور چند روز ہوئے فدوی کے ایک دوست نے فدوی کے بارہ میں ایک خواب دیکھا ہے جسکے لئے احقر کو گونہ تردد ہے وہ یہ ہے کہ فدوی کے ایک لڑکا سات سال کی عمر کا ہے اور اس کو فدوی دفن کر رہا ہے اور فدوی نے حالیکہ تاہنوز شادی بھی نہیں کی۔ اور فدوی ایک جماعت میں نماز پڑھا رہا ہے مگر سجدہ انہیں بہت طوالت کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔

(**تحقیق**) نہایت مبارک خواب ہے حضرت حفصہؓ بیٹی ہیں حضرت فاروق رضؓ کی یہ اشارہ ہے ایسے شخص کی نسبت باطن کی طرف جسکو نسبی تعلق حضرت عمر فاروق رضؓ سے ہے اس نسبت سے آپکو فیض ہوا ہے اور ہونے والا ہے اور نیز حضرت حفصہؓ تابعہ خاص ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو وہ نسبت باطنی بھی مقتبس ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور لطافت اور نظافت جو آن کے لباس میں دیکھی وہ لطافت و نظافت اس لباس تقوی کی ہے جو اس نسبت باطن کیلئے لازم ہے و رو اللہ اعلم بحقیقت میں کون ہے گو ظاہر اس احقر کا نسب لقول راجح باوجود اختلاف منتہی ہے حضرت فاروق رضؓ تک اور ممکن ہے کہ ظاہری نسب مراد نہو بلکہ اصلاح وسیاست کی شان مقصود ہو سو اس میں ان اقوال کا اختلاف قادح نہیں ہوگا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال اور دوسرے خواب کی تعبیر یہ سمجھ میں آتی ہے کہ صاحب قصیدہ بردہ نے فرمایا ہے ؎

والنفس کالطفل ان تہملہ شب علی ۔۔۔ حب الرضاع وان تفطمہ ینفطم

پس مراد اس لڑکے سے نفس ہے اور حدیث میں ہے مروا صبیانکم بالصلوۃ وھم ابناء سبع سنین تو اس عمر یعنی درجہ میں وہ مامور ہو جاتا ہے پس یہ اشارہ ہے نفس کے مکلف ہونیکی صفت کی طرف اور اس کا دفن کرنا اشارہ ہے اس کے مغلوب اور اس کے شرور کے مستور ہونے کی طرف

۱۵۷

اور اکابر کے نزدیک یہ امر مقرر ہے کہ رذائل نفس کے بالکلیہ زائل نہیں ہوا کرتے صرف ضعیف و مضمحل ہو جاتے ہیں اور یہی بڑی غایت ہے مجاہدہ کی پس اس میں اشارہ ہے مجاہدہ کے مثمر و نافع ہونے کی طرف اور تیسرے خواب کی یہ تعبیر ہے کہ حدیث میں ہے کہ ان اقرب ما یکون العبد اذا سجد او کما قال پس یہ اشارہ ہے ثمرۂ مقصود قرب حق کی طرف پس تینوں خوابوں کا مجموعہ بشارت ہے کامیابی کی اللہ تعالیٰ مبارک کرے مگر ان خوابوں کے بھروسے اپنے کام کو نہ چھوڑ دیا جاوے بلکہ اس میں پہلے سے زیادہ جد و جہد کرنا چاہیئے اور افلا اکون عبداً شکورا پیش نظر رہنا چاہیئے۔

(سوال) اکثر لوگ تہجد میں ہر رکعت میں قل ھو اللہ مکرر سہ کر پانچ پانچ یا تین تین دفعہ معمول کر لیتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں مجھسے بعضوں نے پوچھا میں تو مکرر سہ کرر اور ہمیشہ معمول کر لینے کو منع کرتا تھا لیکن حضرت نے ایک ذاکر کو اُن کے خواب کی بناء پر پانچ پانچ دفعہ پڑھنے کی اجازت دی ہے حصۂ دوم تربیت السالک کے آخر میں یہ بات دیکھی ہے اس لئے شک پڑ گیا۔

(جواب) تکرار سورت خصوص نوافل میں جائز ہے مگر التزام نہ چاہیئے اگر میں نے کسی کو مطلق اجازت دی ہو اب اُس اجازت کو مقید کرتا ہوں۔

(حال) اس دورۂ درد شکم میں اشتیاق موت اکثر اوقات رہتا تھا اور موت سے محبت سی ہو گئی کچھ ہراس خاتمہ کی فکر ضرور ہو جاتا ہے مگر امید و رجا کا غلبہ ہو جاتا ہے اور موت سے محبت ہی دل میں غالب رہتی ہے۔

(تحقیق) مبارک حالت ہے مگر اس میں گاہے تلبیس ہو جاتی ہے و قلما یجرب۔

(سوال) خدائے تعالیٰ آپ کی برقی قوت کو کسی قدر اس طرف بھی لگائے رکھے جو اس ناکارہ کی دین و دنیا سنوار جانے واللہ میرا اس دنیا میں کوئی یار نہیں ہے ایک صرف آپ کے دم پر ٹھیکری ہے۔

(جواب) آپ کی محبت کی وجہ سے یہ شکایت ہے کہ آپ نے میری نسبت قوت برقیہ کا گمان کیا اور اس کو اپنی طرف لگنے کی دعا کی۔ آپ نے اچھی قدر کی ہمکو تو یہ ناز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حاجی صاحبؒ کی برکت سے ان شعبدوں سے ہم کو محفوظ رکھا آپ نے ہمارے سارے ناز پر پانی ہی پھیر دیا اگر آپ کو محبت نہ ہوتی تو کچھ شکایت نہ تھی نیز قوت برقیہ کو دین کے سنورنے میں کیا دخل بلکہ دنیا بھی اکثر بگڑتے ہی دیکھی۔

(حال) حال یہ ہے کہ ذکر و تلاوت وغیرہ بدستور کیا کرتا ہوں معمول سے زیادہ ذکر کرنا چاہتا ہوں مگر بوجہ ضعف دماغ مجبور ہو جاتا ہوں اس وجہ سے ترقی نہیں کرتا وقت ذکر شب یہ معلوم ہوتا ہے کہ قلب کے سر پر لفظ اللہ بخط جلی و نسخ تحریر ہے بعض وقت اس کی رویت سے سرور ہوتا ہے معلوم نہیں کہ کیا وجہ ہے آیا خیال ہے یا کہ اثر ذکر ہے یا کوئی اور علت ہے امیدوار تاویل ہوں۔

(تحقیق) معلوم ہوتا ہے ضعف سے یبس بڑھ گیا ہے۔ وہ لفظ لکھا ہوا نظر آنا اسی یبس کا اثر ہے جلدی علاج کرنا چاہئے اور جہر اور ضرب بالکلیہ موقوف کر دینا چاہئے بلکہ اگر طبیعت متحمل نہ ہو تو ذکر کی مقدار بھی کم کر دینی چاہئے اور معمول سے زیادہ تو ہرگز نہ کیا جاوے ترطیب و تقویت دماغ کے بعد جو حالت ہو اس سے پھر اطلاع دیں۔

(سوال) مناجات مقبول پڑھتا ہوں لیکن اسکے پڑھنے کی اجازت حضور سے نہیں لی ہے لہذا اجازت پڑھنے کی معہ ترکیب عطا فرمائی جاوے۔

(جواب) اگر اس غرض سے اجازت لیجاتی ہے کہ بدوں اجازت اثر نہ ہوگا تب تو یہ اعتقاد غلط ہے اور اگر اس قاعدے طریقت کے موافق اجازت لیجاتی ہے کہ حالت کے مناسب نامناسب کو تلقین کرنے والا ہی بصیرت سے پہچان سکتا ہے تو اسکی تصریح معہ اپنے حالات و معمولات کے تحریر کیجئے جیسا مشورہ ہوگا عرض کیا جاویگا۔

(سوال) نشر الطیب میں جو درود شریف متعلق فصل ۴۲ خاتمہ پر لکھا ہے اس کو ہر وقت پڑھتا ہوں اس کے پڑھنے کی بھی اجازت مرحمت فرمائی جاوے۔

(جواب) بشرح صدر۔

(سوال) حال یہ ہے کہ بعض بعض وقت نماز میں جب جی لگتا ہے کبھی رکوع دراز ہو جاتا ہے کبھی سجدہ اس وقت عین سجدہ کے اندر ایک بدن میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے اور روح میں عجیب کشش پیدا ہوتی ہے جی چاہتا ہے کہ کہیں تنہا ہو کر بالکل الگ ہو جائیں آدمیوں سے طبیعت گھبراتی ہے اور اس حرکت میں جو سرور اور حالات ہوتے ہیں میرے پاس کوئی لفظ نہیں ہے کہ اس کا اظہار کروں سوا اسکے کہ یوں کہا جائے کہ ایک عجیب لذت اور فرحت اور طمانیت حاصل ہوتی ہے کہ جسکا انتہا نہیں مگر پھر جب تدریس اور آدمیوں کی صحبت میں پڑتا ہوں وہ حالت قائم نہیں رہتی بلکہ

نماز بھی جب تنہائی میں پڑھتا ہوں اُس وقت یہ حالت ہوتی ہے مجمع میں جماعت میں نہیں اسکی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

(جواب) چونکہ مجمع میں طبعاً دوسروں کی طرف التفات ہوتا ہے اس لئے تنہائی کی سی یکسوئی نہیں رہتی اور اس لذت میں یکسوئی کو خاص دخل ہے مگر چونکہ یہ لذت مقصود نہیں اسلئے اس کیلئے کسی سنت مطلوبہ کو ترک نکیا جاویگا ہاں اگر حفظ سنن کے ساتھ جمع ہوجاوے محمود ہے۔

(حال) حضور کے فیض سے اب نماز میں بعض وقت خوب جی لگتا ہے اور بعض وقت یہی خیال نہیں رہتا کہ کے رکعت پڑھی اُس وقت سجدہ سہو سے کام لینا پڑتا ہے اکثر نماز میں ذکر کی طرف بطلق خیال نہیں رہتا مذکور کی مشغولی سے کچھ خیال ہی نہیں رہتا۔ بلکہ رکعت کی یاد کے لئے تو ہر رکعت میں جبراً یہ خیال جمانا پڑتا ہے کہ کے رکعت ہوئی اور جہاں ذرا غفلت ہوئی بس معاملہ درہم برہم ہوگیا

(تحقیق) ایسا سہو مذموم نہیں کہ بیباس کا محو ہے۔

(سوال) اس سے قبل جب میں نجیب آباد میں تھا تو حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ کو خواب میں دیکھا تھا کہ آپ فرماتے ہیں کسی کے آنکھ میں جادو میرے بیان میں ہر اس کا کیا مطلب ہے۔

(جواب) بالکل سچا خواب ہے اور مطلب ظاہر ہے وہ یہ کہ اس سلسلہ مطہرہ میں تعلیم کا طریق لسان سے ہے جو بوجہ ناشی عن القلب ہونیکے موثر اور باقی الاثر ہے انبیا علیہم السلام کا بعینہ یہی طریق تھا وقل لہم فی انفسہم قولاً بلیغاً کا حاصل یہی ہے۔ اور اس سلسلہ میں تصرف و ہمت سے کام نہیں لیا جاتا گو ادنی توجہ میں کیا جاسکتا ہے کہ یہ طریق باوجود متعارف فی اہل التصوف ہونے کے منقول عن صاحب السنۃ نہ ہونے کی وجہ سے مرجوح اور مفضول ہے۔ نیز اس میں اور بھی بہت سے غوائل خفیہ ہیں بس آنکھ کے جادو سے یہی تصرف مراد ہے اس علاقہ سے کہ اس میں کبھی آنکھ سے بھی کام لیا جاتا ہے اور بیان کے جادو سے مراد وہ تعلیم مسنون کی تاثیر ہے بس مولانا کا مشرب اس مصرعہ سے ظاہر کرنا منظور تھا عجب نہیں ہے کہ آپ کو اسلئے دکھلایا گیا ہو کہ آپ کو اُس طریقہ غیر منقول کی کبھی تمنا ہوئی ہو۔

(حال) توجہ باطنی اور رغبت قلبی بجانب عشق و محبت ہے۔ وہ اسی کو دین و ایمان سمجھتا ہوں۔

(تحقیق) یہ ٹھیک ہے مگر محبت کی حقیقت سمجھنا ضروری ہے۔

(حال) چونکہ عاجز کو حصول محبت نہیں۔ الخ۔

۱۴۰

(تحقیق) یہ صحیح نہیں للنص والذین آمنوا اشد حبا للہ ولقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لشارب الخمر انہ یحب اللہ ورسولہ عقلی تو ہے ہی مگر طبعی بھی ہے وہ ایک میلان ہے جو ہر مومن کو حاصل ہے گو کسی لون سے سہی۔

(حال) تو اسی اندوہ میں رہتا ہوں اور کوئی ورد وظیفہ مزا نہیں دیتا۔

(تحقیق) مزا خود مقصود ہی نہیں۔

(حال) گو یہ حال اختیاری نہیں پھر بھی بے نصیبی پر روتا ہوں۔

(تحقیق) یہ بے نصیبی نہیں جب تک نبوت کا سلسلہ منقطع نہ ہوا تھا کسی غیر نبی کا یہ کہنا کہ مجھکو نبوت نہ ملی یہ بدنصیبی ہے صحیح ہو سکتا تھا۔

(حال) کیسے ہی اعلیٰ ترین درجات کی بات ہو اس کی طرف رغبت نہیں ذرہ عشق کی جانب رغبت ہے اور یہ امر اضطراری ہے کیفیت قلبی یہ ہے۔

(تحقیق) ماشاء اللہ سب اچھی ہے صرف انکشاف حقیقت کی ضرورت ہے جسکے لئے اسکی ضرورت ہے کہ من کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید۔

(حال) احقر کی جو کیفیت ظاہری و باطنی تھی مجمل تحریر کی اسمیں جو قابل تنبیہ ہو ارشاد ہو۔

(تحقیق) سب ٹھیک ہیں مگر بارہ تسبیح کی اور ضرورت ہے۔

(حال) اور کتنے ہی عیوب ہیں وہ احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔

(تحقیق) اسکے لئے غزالی رح کی کتب کا مطالعہ اور عمل ضروری ہے۔

(حال) اب تعلیم اذکار و علاج مریضانہ کا طالب ہوں۔

(تحقیق) بارہ تسبیح اذکار ہیں اور کتب غزالی کا مطالعہ علاج میں عرض کر چکا ہوں۔

(سوال) دو تین روز سے سورۂ فاتحہ امام بار درمیان سنت اور فرض فجر پڑھنا شروع کیا مگر پھر یہ خیال آیا کہ حضور کی اجازت لیجائے تو بہتر۔ اگر آپ فرمائیں تو پڑھا کروں ورنہ چھوڑ دوں۔

(جواب) کیوں چھوڑا جاوے لیکن اگر قبل پورا کرنے کے تکبیر ہو جاوے تو جماعت میں شامل ہو جانا چاہئے۔ پھر بقیہ بعد فرض کے پڑھ لینا چاہئے۔

(حال) معمولات تو بفضلہ تعالیٰ جاری ہیں الحمد للہ کسی روز ناغہ بھی نہیں ہوتے ڈیڑھ دو بجے

۲۸۱

اُٹھ جاتا ہوں اسی وقت سے برابر صبح تک مشغولی رہتی ہے بعض روز عجیب حال ہوتا ہے کہ معلوم بھی نہیں ہوتا کہ یہ سب معمولات بیداری میں کئے گئے ہیں یا بحالت نوم ادا ہوئے کچھ خبر نہیں ہوتی جسکا رنج وافسوس برابر رہتا ہے اور استغفار کرتا ہوں اور کیا عرض کروں نہ کوئی حال ہے اور نہ کوئی کیفیت ہے اسوجہ سے عریضہ لکھتے ہوئے شرم بھی آتی ہے اگر کوئی چیز ذریعہ نجات سمجھتا ہوں تو وہ یہ ہے کہ خدام والا کی محبت اپنے دل میں بیحد پاتا ہوں جسکے سامنے اپنے تمام عزیزوں کی محبت کی کوئی حقیقت نہیں حتی کہ اب اپنے والدین کی محبت سے بھی بدرجہا زائد پاتا ہوں اسی کو مدار نجات اور مفتاح سعادت یقین کرتا ہوں اور کیا عرض کروں احقر کے لئے دعا فرمائی جاوے۔

(تحقیق) آپ کہتے ہیں کہ کوئی حالت اور کیفیت نہیں ڈیڑھ بجے رات سے صبح تک مشغول رہنا اسکے سامنے کیفیت اور حال کیا چیز ہے بعض تواضع محمود نعمت ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا شکر کیجئے استقامت اور برکت کی دعا کیجئے اور کام میں لگے رہئے حالات سے اطلاع دیتے رہئے گو وہ حالات آپ کے نزدیک قابل اطلاع نہوں اور جو بے خبری کی حالت لکھی ہے اگر وہ نیند کا غلبہ ہے تب تو وہ امر طبعی ہے نہ محمود نہ مذموم اور اگر نیند کا غلبہ نہیں ہے تو یہ ربودگی آثار ذکر سے ہے جو محمود ہے گو مقصود نہیں اور جو محبت کا تذکرہ لکھا ہے حقیقت میں یہ شرط طریق ہے اور اعون فی الوصول گو اس محبت کا متعلق اس کا اہل نہو مگر محب کو اُس کے اعتقاد کی بناء پر بے حد نفع ہوتا ہے۔

۱۶۲

(حال) افسوس صد افسوس بندہ کی ساری محنت اکارت ہوگئی جو کچھ کیا کرایا تھا وہ سب محو ہو گیا کیا کہوں کہ سب کچھ فوت ہو گیا اور اس فوت پر اُسقدر صدمہ بھی نہیں جو ہونا چاہئے تھا رنج ضرور ہے اور کوشش بھی آئندہ کے واسطے ہے لیکن صد ہزار حسرت اسپر ہے کہ رنج اور کوشش پورا نہیں قسمت کی خوبی دیکھو کہ ٹوٹی کہاں کمند۔ واقعہ یہ ہے کہ میں برابر اپنے کام میں مشغول تھا کہ سب سے پہلے صحیح مسلم کی ختم کرانے کی کوشش میں صبح کے بعد سے طلوع شمس تک کا معمول قضا ہوا۔ اسپر میں نے چنداں توجہ اسلئے نہیں کی کہ اولاً تو وہ حضرت کا بتلایا ہوا نہ تھا اپنا تجویز کیا ہوا تھا۔ دوسرے یہ سمجھا کہ آخر حدیث پڑھانے میں وقت صرف ہوگا۔ تقریباً پچیس روز ہوئے کہ مجھکو ایک نزلہ اور درد سر اور بخار کا زور شروع ہوا بخار تو خفیف ہوتا تھا لیکن نزلہ اور ضعف کی

کی وجہ سے ہمت نہایت ضعیف ہوگئی۔ ایک دو روز تاسی حالت میں کام کرتا رہا آخر کار نہ چل سکا۔ پندرہ
روز تک اسی طرح مرض کا سلسلہ رہا کہ درمیان میں اگر دو ایک روز کو صحت بھی معلوم ہوئی تو نقاہت کی
وجہ سے زیادہ ہمت نہ کر سکا۔ و سستی رہی بلکہ اس عرصہ میں سبق وغیرہ بھی نہیں پڑھا سکا۔ شروع
میں باوجود ترک اذکار وغیرہ کے پہلا اثر دل میں رہتا تھا رفتہ رفتہ وہ بھی نہ رہا۔ اور ادھر سے نہایت
غفلت ہوگئی۔ حتی کہ طاعات کا وہ اہتمام اور معاصی سے اجتناب کی ویسی توفیق بھی نہ رہی غرض
عجیب خربطہ رہا۔ رات کو کبھی کبھی کوشش بھی اٹھنے کی کرتا لیکن نزلہ کی وجہ سے نہ معلوم اس دفعہ
دماغ پر ایسا اثر ہوگیا کہ ہر ایک دماغی کام میں تقاضہ ہوتا تھا۔ اور اب بھی قدرے باقی ہے۔ اتفاق وقت
سے جب صحت ہوئی تو میرے سب سے چھوٹے بھائی کے نکاح کی تقریب گھر میں شروع ہوگئی۔ والد صاحب
مرحوم تو زندہ نہ تھے اور حضرۃ والدہ صاحبہ کو جو کچھ بھی زور ادرک تھا وہ ہم ہی چند بھائیوں پر تھا غرض کہ مجھے
نہایت درجہ تعلق کو دیکھ کر تین چار روز تک اس میں منہمک رہنا پڑا۔ اس اثنا میں بھائی بہنیں اور
ان کی اولادیں گھر پر جمع ہوگئیں۔ ان کی ضروریات اسقدر زیادہ تھیں کہ دم بھر کو مہلت فکر سے نہ ملتی
تھی اب تک بھی اس مجمع کا ایک معتد بہ حصہ باقی ہے غرض ان پچیس روز کے اندر بالکل غفلت ہوگئی اب
حال یہ ہے کہ کوئی ذکر و شغل نہیں البتہ قصد دوبارہ شروع کرنے کا دو تین روز سے برابر کرتا ہوں مگر عجیب
طرح کے موانع آجاتے ہیں بہرحال قصد میں کوئی سستی نہیں کئی مرتبہ عریضہ بھیجنے کا ارادہ کیا تو ندامت
و شرم معلوم ہوئی کہ کیا لکھوں۔ ایک ایسے نابکار کی سمع خراشی خواہ مخواہ حضرت والا کو بھی مکدر
بنا دے گی لیکن چارہ کار بھی اور کوئی معلوم نہیں ہوا اس لئے ڈرتے ڈرتے یہ عریضہ بھیجتا ہوں جو
ارشاد ہو وہ کروں اور جو سزا تجویز فرمائیں اسکے واسطے حاضر ہوں اسباق مدرسہ کے انشاءاللہ تعالیٰ ۱۲ ر
رجب تک ختم ہو کر امتحان سالانہ شروع ہو جائیگا اگر یہی صورت ہو کہ وہاں جلد حاضر ہوں تو حضرت
مہتمم صاحب کو ایک سفارشی خط تحریر فرما دیجئے کہ وہ مجھکو ۱۸، ۱۹ رجب تک تھانہ بھون جانے کی اجازت
مرحمت فرما دیں تاکہ رمضان مبارک تک ایک اربعین اور پھر دس شوال تک دوسرا اربعین ہو جائے
شاید کہ حضور والا کی توجہات گرامی کی برکت سے مافات کی کچھ تلافی ہو جائے یہاں رہکر شاید نہ ہو سکے۔
بہرکیف جو رائے مبارک ہو اس سے ازراہ شفقت قدیم اگر جلد مطلع فرمائیں تو میں اس کے بارہ میں
سب باتیں طے کروں۔

۱۶۳

(تحقیق) رُوحی وروحی السلام علیکم ورحمۃ اللہ ؎

زدست کوتہ خود زیر بارم کہ از بالا بلندان شرمسارم

واقعی جواب میں دیر ہونے سے خجل ہوں مگر یہ دیر وقت اطمینان کے انتظار میں ہوئی جب نہ ملا
آخر ہجوم اشغال ہی کی حالت میں لکھنے بیٹھ گیا۔ بندہ کی تجویز کو بعض دفعہ توڑ دینا ہی حکمت ہے۔
(عنینا بما قضینا) عزیز من اس دولت نا کا خاصہ ہے کہ اس کے سلب ہونے سے قلق نہیں ہوتا یعنی
اسکے سلب کیلئے سقدر قساوت وطرد و بعد لازم ہے کہ اس کے ساتھ قلق وتاسف وندم جو کہ علامات
قرب وقبول سے ہے جمع نہیں ہو سکتی رہا یہ کہ صدمہ بھی زیادہ نہیں اگر مسلم بھی ہو تو خیر اصل پر اگر
نہیں ہے تو اس نہ ہونے پر تو ہے۔ تو کسی امر پر ہوا اور وہ امر غیر متعلق نہیں پس حکم اصل میں ہے
پس یہ قلق شدید خود علامت ہے کہ اکارت ومحو تو نہیں ہوا البتہ خستہ وشکستہ ہو گیا لیکن ہر خستہ قابل
اندمال اور ہر شکستہ قابل انجبار ہے بلکہ کبھی اسی لئے شکستہ کرتے ہیں کہ اس شخص کی بندش اچھی نہ تھی
دوبارہ اچھی بندش کرتے ہیں جیسے وسقطہ میں بعض اوقات اناڑی آدمی جوڑ ٹھیک نہیں بٹھلاتا تو
ماہر فن اس جوڑ کو پھر اوکھاڑ کر دوبارہ بٹھلاتا ہے۔ اس اکھاڑنے کے وقت جو کچھ صدمہ ہوتا ہے وہ بعض
حیثیات سے پہلے سے زائد ہوتا ہے مگر حقیقت شناس اس پر شکر کرتے ہیں یہ نری مضمون نگاری نہیں
واقعہ ہے بعض اوقات احوال محمودہ کے تواتر وتسلسل سے عجب وپندار پیدا ہو جاتا ہے اور وہ نرے تصوف
داستحقاق عیوب وقبائح سے مرتفع نہیں ہوتا اُسکی ایسی صورت غیب سے پیدا کیجاتی ہے جیسی اسوقت
کیگئی اُسوقت حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ آہا ہم کچھ بھی نہیں دوسرے ہی کے چلانے سے چلتے ہیں
پھر کبھی ناز نہیں ہونے پاتا کیا اسمیں کسی کو شک ہے کہ آدم علیہ السلام کو جو قرب بعد زلت کے ہوئی وہ بدون
اسکے نہ ہو سکتی تھی عرفی نے خوب کہا ہے گو اس قصد سے نہ کہا ہو ؎

اے متاع درد در بازار جان انداختہ گوہر ہر سود در جیب زیاں انداختہ

جو ہو گیا اس سے توبہ کر لیجئے زیادہ اسکے پیچھے نہ پڑئے نہ اس سوچ میں ہو جئے کہ کہیں آئندہ ایسا نہ ہو
ع ماضی ومستقبلت پردہ خدا ست + ایسی ہی فکر کی نسبت کہا گیا ہے اگر کسی کو بخار آگیا تو دوا
کرنا چاہئے نہ کہ اسکا افسوس کہ بخار کیوں آیا یا یہ سوچ کہ کہیں بعد علاج کے پھر نہ آجاوے۔ اگر پھر آجاوے گا
پھر نسخہ پلا دیا جاویگا۔ ایسی سوچ سے تو طبیعت ضعیف ہو کر مرض بڑھتا ہے۔ یہ توکل شکایت کا

۱۶۴

ایک کلی جواب ہے۔ اب شاید بعض جزئی امور کا جواب بھی رہگیا ہو مگر خط پڑھکر انکے متعلق بھی
لکھتا ہوں وہ ایک ہی امر نکلا یعنی رجب کے آخر میں آجانا سو چونکہ مجھکو مدرسہ کے مصالح معلوم
نہیں اس لئے جناب مہتمم صاحب سے عرض کرنے کی تو جرأت نہیں ہوئی لیکن اگر کوئی قوی
مانع نہو، تو امید ہے کہ آپ کے فرمانے سے ہی اُن کو عذر نہو گا۔ باقی رمضان کا قیام اسلئے شاید
زیادہ نافع نہو کہ رمضان میں ضرورت ہے آسایش کی اور سفر میں مشکل ہے اور کیلئے دونوں میں
ہر حالت کا تحمل ہوجاتا ہے میری رائے میں ختم شعبان تک کا قیام پھر بعد رمضان کے متصلا یا
مع لفصل کچھ قیام کافی ہے اب اخیر میں ایک کام کی بات بتلاتا ہوں کہ اگر کبھی ایسا ہی واقعہ
پیش آوے جیسا اب آیا تھا تو ہمت کر کے خواہ دلچسپی ہو یا نہو کچھ کام کر لیا کیجئے خواہ پورا نہ ہو اور خواہ پورے
قیود کے ساتھ نہ ہو مگر زبردستی تھوڑا سا وقت نکالکر خلوت میں اگرچہ صحرا ہی ہو جاکر الٹ سیدھا کام
کرلیا۔ اگر وقت نہ بدلے تو بہت نافع ہے ورنہ وقت کی پابندی بھی ضرورت سہی۔ اسکا فائدہ عمل سے
معلوم ہوگا والسلام۔

۱۶۵

انہیں عالم جید کا دوسرا خط

حال شفقت نامہ عرصہ ہوا شرف صدور لایا تھا جس سے الحمد للہ والمنۃ کہ ایک عجیب اطمینان
وسکینت کا نزول قلب پر ہوا واللہ باللہ شاید تصوف کی متعدد کتابوں کا مطالعہ بھی اسقدر
تسکین بخش نہوتا جتنا کہ حضرت والا کے چند کلمات سے اس عاجز ناکارہ کو نفع حاصل ہوئی جسوقت
نامۂ سامی کو مکرر پڑھکر فارغ ہوا تو زبان پر بے ساختہ یہ شعر تھا ۔ نعرۂ یا گویا عیسیٰ آیا + تن افسردہ میں
جی سا آیا + جزاکم اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر المسترشدین اکمل الجزاء ہوا حسنۃ کچھ سمجھ میں نہیں
آتا کہ حضور کے اس قسم کے احسانات کا کیا شکریہ ہم نالائق خدام کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ خدا جانتا
ہے کہ خدا ورسول کی کامل شکر گذاری تو محال ہی ہے مگر ایسے شیخ مربی کے انعامات بھی ایسے نہیں
ہیں کہ کوئی شکریہ یا خدمت حتی کہ بذل النفس تک انکی تلافی کر سکے۔ خیر اس سے زیادہ کیا لکھوں
اور جو کچھ مکنون خاطر ہے اسکو کسطرح اظہار کروں۔ مگر ہاں اتنا ضرور عرض کرتا ہوں کہ حضرت والا
کی توجہات وبرکات اگر اسی طرح شامل حال رہیں تو یقین ہوتا ہے کہ بحول اللہ وقوتہ ہم جیسے

روسیاہوں نابکاروں کا بھی بیڑا پار ہو جائیگا۔

(تحقیق) خدا تعالیٰ کے فضل سے بیڑا تو پار ہو چکا ہے اب صرف اس پار کا استقلال و استحکام باقی ہے یعنی کبھی آدمی اپنے سوءِ عمل سے پار سے وار لوٹ آتا ہے اب تو اس کی حفاظت کی ضرورت ہے جسکا طریق صرف حالات کی اطلاع اور اُسکے بعد جو مشورہ دیا جاوے اُسکا اتباع ہے یعنی اطلاع میں حجاب کیا جاوے اور نہ بجائے اتباع کے خود رائی کی جاوے چندے اسکے التزام سے انشاء اللہ تعالیٰ اندیشہ رجعت کا نہیں رہتا الا فی درجۃ المقدوریہ۔

(حال) حق تعالیٰ شانہ حضرت کے فیوض روز افزوں وسعت کے ساتھ قائم دائم رکھے۔ اب اپنی حالت مختصراً عرض کرتا ہوں الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اس فترۃ کے بعد ان بیس پچیس روز کے التزام جدید سے حالت سابقہ قلب کی نہایت قوت کے ساتھ عود کر آئی نہ اس طرح کہ جیسے عدم سے کوئی چیز وجود میں آتی ہے بلکہ ایسے جیسا کہ راکھ کے ہٹا دینے سے چنگاری پھر چمک اٹھتی ہے یا کسی کی کوئی گم شدہ چیز دستیاب ہو جاتی ہے یا مخزونات خیالیہ مدرکہ کو بعد ذہول کے واپس مل جاتے ہیں بلکہ کہہ سکتا ہوں کہ حضرت والا کی تحریر کی تصدیق عیاناً ہو گئی یعنی اس دفعہ کا جوڑ پہلی دفعہ سے شاید کچھ مضبوط و بہتر ہی ہے اور واقعی عجب و پندار کی تو خوب قلعی کھلگئی۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ امید مداومت کی ہے وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ۔

(تحقیق) اسکے ساتھ یہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے ومن اراد الآخرۃ وسعیٰ لھا سعیھا فاولئک کان سعیھم مشکوراً جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ارادۂ عبد کی تائید ارادہ حق سے بھی موعود ہے چنانچہ من اراد پر کان سعیھم مشکوراً کو مرتب فرمایا گیا ہے تو اول مشیت حق ہوتی ہے کہ عبد کی مشیت ہو پھر اس کے بعد مشیت عبد ہوتی ہے کہ فعل ہو اور وہ موقوف تھا ایجاد حق پر مگر اس کے بعد مشیت حق ایجاد فعل کر ہی دیتی ہے اس سے بعض اغلاط عظیمہ جو آیت وما تشاؤن کے متعلق پیدا ہو جاتے ہیں رفع ہو گئے۔

لہ واضح ہو کہ استحکام کے بعد اندیشہ رجعت نہ ہونا دلیل اسکی تجربہ ہے نیز تقریر ابن عباس رض قول ہرقل کذالک الایمان الخ کما رواہ البخاری اسپر دال ہے سو اگر اتفاقاً کہیں رجعت کا تحقق ہو جاوے تو کوئی اشکال نہیں واکان تحققہ موہوماً فافہم وحقق ۱۲ احمد حسن عفی عنہ۔

(باقی آیندہ)

اور ان اخیر کے مسائل میں صاحب نیل الاوطار نے یہ مذہب بھی لکھا ہے کہ شب کو بھی ایک کی
باری میں دوسری کو عارضی طور پر بلا لینا یا خود اُس کے گھر چلا جانا اور اُس سے بات چیت کرنا
اور اس کے پاس بیٹھنا اور اُس کو مس کرنا سب درست ہے صرف شب بھر رہنا اور ہمبستری
دوسری کے ساتھ درست نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کے جمع ہونے سے استدلال
کیا ہے مگر یہاں احتمال اذن یا عدم وجوب قسم کا ہے مسئلہ (۱۴) دن کے آنے جانے میں
برابری واجب نہیں بلکہ تھوڑی دیر کے لئے ہونا بھی کافی ہے (ش) مسئلہ (۱۵) بلا کسی ضرورت
کے ایک ہی جگہ جا بیٹھے تب بھی درست ہے (ع) مسئلہ (۱۶) لیکن اُس بیوی کی باری
نہ ہو اُس سے دن کو صحبت درست نہیں اور ظاہراً قواعد سے یہاں بھی رات تابع دن کی ہوگی
البتہ تصالح زوجین یا اصطلاح زوج سے اسمیں تبدیل درست ہوگی اسکو بھی دوسرے علماء سے
تحقیق کر لیا جاوے (ش) مسئلہ (۱۷) باری کی مقدار مقرر کرنا مرد کی رائے پر ہے لیکن وہ مقدار
اتنی طویل نہ ہو کہ دوسری کو انتظار سے کلفت ہونے لگے مثلاً ایک ایک سال اور یہ خلاصہ ہے
بحث طویل کا (ش) مسئلہ (۱۸) اور اگر بیماری کے سبب ایک کے گھر زیادہ مقیم رہا تو بعد صحت کے
اُتنے ہی روز دوسری کے گھر رہنا چاہئے (ش) مسئلہ (۱۹) اسی طرح اگر ایک بی بی بہت سخت
بیمار ہو تو اس ضرورت سے اُسکے گھر مقیم رہنا مضائقہ نہیں (ع) اور ظاہر اطلاق قول در مختار
و مریضہ سے ان ایام کی قضا بھی ضروری معلوم ہوتی ہے مسئلہ (۲۰) ایک منکوحہ کو اپنی باری
دوسری کو ہبہ کر دینا درست ہے پھر جب چاہے اُسکو واپس لے سکتی ہے (ق) مسئلہ (۲۱)
اگر کسی شخص کے مثلاً چار بیبیاں ہیں الف ب ج د اُن میں سے الف نے اپنی باری ج
کو ہبہ کر دی اور ان دونوں کی باری کے دن متصل نہ تھے تو شوہر کو ان دونوں کا متصل کرنا درست
نہیں بلکہ وہی پہلی ترتیب رہے گی اور اب ج موہوب لہا کے پاس دو شبوں میں فصل سے رہے گا
(ش) لیکن قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد ختم دورہ کے پھر ترتیب بدل سکتا ہے یہ اکیس مسائل
ہیں مختلف کتب سے جن کے یہ رموز ہیں ع عالمگیریہ ق قاضی خاں ش شامی ف
فتح الباری د درمختار ل اشعۃ اللمعات اگر ان مسائل کو مستحضر کرکے ان کو دستور العمل بنا لے
انشاء اللہ تعالیٰ اس باب میں کبھی خلاف عدل کا وقوع ہی نہ ہو مگر افسوس لوگوں نے بجائے

عدل کے اسوقت عدول کو شیوہ بنا رکھا ہے حتی کہ اکثر عدول نے بھی فلا تتبعوا الھوی ان
تعدلوا (من العدول) واعدلوا ھو اقرب للتقوی (من اعدل) فقط۔

(مضمون بالا عدل بین الزوجتین کا ضمیمہ ملقبہ بہ خیر الانتہاء فی معاشرۃ النساء)

مضمون مذکور جور زوج کی انسداد تھا جو تعدد زوجہ کے وقت میں ہوتا ہے کبھی یہ جور ان زوجات
متعددہ کی طرف سے بھی ہوتا ہے جسکا سبب باہمی تنافس وتحاسد اور کبھی غیظ علی الزوج ہوتا ہے اور اس
باہمی تنافس وتحاسد کے اثر کا بھی اکثر حصہ انہی زوج پر واقع ہوتا ہے تو ہر حال میں تختۂ مشق
بھی ٹھیرا اس ضمیمہ میں اس جور کا انسداد ہے اور ہرچند کہ قرآن مجید میں جو اصلاح معاشرت بین
الزوجین کے متعلق مختلف تعلیمات وارد ہیں جنمیں بعض میں خطاب عام ہے بعض میں خطاب
خاص بقصد تعمیم حکم ان کا مجموعہ سب حالتوں کو شامل ہے یعنی خواہ زوجہ میں تعدد نہ ہو یا کہ
تعدد ہو پھر خواہ جور زوج کی جانب سے ہو یا زوجہ کی جانب سے ہو مگر ظاہر ہے کہ تعدد کی حالت
میں ان کی اسلئے زیادہ حاجت ہوگی کہ اس حالت میں ایسے جور کا وقوع زیادہ ہوتا ہے کبھی زوج
کی طرف سے جسکا انسداد آیت وجوب عدل بین النساء سے فرمایا گیا ہے اور مضمون بالا اسی
کی تفصیل تھی اور کبھی زوجہ کی طرف سے جسکا بیان اب کیا جاتا ہے اور گو اس باب میں جن نصوص
کا حوالہ ہے وہ صورت تعدد کے ساتھ خاص نہیں مگر چونکہ صورت تعدد میں ان کی سب سے
زیادہ حاجت ہے جیسا ابھی اوپر ذکر کیا گیا ہے اسلئے تعدد ہی کے ذیل میں وہ مذکور ہوتی ہیں
وہ تعلیمات یہ ہیں (۱) فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ الخ (۲) ولن تستطیعوا
ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ۔ اور ان کا
بیان اوپر ہو چکا (۳) ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما اتیتموھن الی قولہ فان کرھتموھن
الآیۃ (۴) والّٰتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع الی قولہ
تعالی ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینہما (۵) وان امرأۃ خافت من بعلھا نشوزا
او اعراضا فلا جناح علیہما ان یصلحا بینہما صلحا والصلح خیر الآیۃ (۶) یا ایہا
النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا الآیۃ (۷) فان خفتم ان لا یقیما

حدود اللہ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ الآیۃ۔ جن کے مجموعہ کا حاصل امور ذیل کا مجموعہ
ہے اور گو ان میں کوئی خاص ترتیب منصوص نہیں اور نیز باعتبار حالات وخصوصیات خاصہ
کے لزوماً وقوعاً بھی کوئی خاص ترتیب لازم و دائم نہیں لیکن اکثر حالات میں اُن کے حقائق
وآثار کے اعتبار سے اُن میں جو ترتیب مرعی ہے اُسی ترتیب سے اس فہرست کو ذکر کرتا ہوں
(۱) صبر زوجہ کی حماقت وکجراہی پر وھذا فی قولہ تعالیٰ ولا تعضلوھن الخ (۲) اگر
پھر بھی باز نہ آوے یا مرد اسپر قادر نہ ہو تو اُسکو نصیحت وفہمایش (۳) پھر اُس سے الگ دوسرے
بستر پر سونا (۴) واضربوھن یعنی ضرباً غیر مبرح (۵) یہ بھی نافع نہ ہو تو دو شخص فیصلے
کیلئے تجویز کرنا ایک مرد کی جانب سے ایک عورت کی جانب سے جو دونوں کے اختیار سے ملکر
رفع نزاع کر دیں وھذا فی قولہ تعالیٰ واللاتی تخافون نشوزھن الآیہ (۶) زوجہ سے
کہدینا کہ اگر تمکو ہمارے نکاح میں رہنا منظور ہے تو فلاں فلاں شرطیں منظور کرنا پڑینگی یا اپنے
سب حقوق معاف کر دینے ہوں گے تاکہ اس کے بعد جتنے حقوق ہم ادا کر دیں اُن کو تم غنیمت
سمجھو اور کوتاہی کے گمان کے وقت ہماری کوئی شکایت نہ کرسکو جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حسب وحی اپنے ازواج سے فرمایا تھا وھذا فی عموم قولہ تعالیٰ وان امرأۃ خافت من
بعلہا الآیہ وفی قولہ تعالیٰ (الذی ھو من اعظم افراد الصلح المذکور فیما قبلہ تاثیر
یا ایہا النبی قل لازواجک الخ (۷) اسپر بھی سیدھی نہ ہو تو رخصت وھذا فی عموم
قولہ تعالیٰ فان خفتم ان لا یقیما الآیہ یہ ہے فہرست جسکے اجزا میں یہ ترتیب اکثری ہے اور
اتفاق سے اسی ترتیب سے یہ آیات بھی لکھی گئی ہیں اس دستور العمل سے جومن لزوجات
کا بھی پورا انسداد ہو جاتا ہے جیسا تجربہ سے مشاہدہ ہو سکتا ہے اب اس ضمیمہ کو ایک حکایت پر
جو کہ ایک مفید دستور العمل پر مشتمل ہے ختم کرتا ہوں اور اس حکایت سے اُس تجربہ کے تیقن
میں قوت بڑھتی ہے۔

حکایت۔ ایک صاحب ثقہ مسمی حاجی عبد الغنی ساکن محمد پور کا بیان ہے جو کہ دو زوجہ کے
اجتماع سے ضیق میں تھے اور جو کہ تمام تدبیرات کو ختم کر چکے تھے اور وہ تدبیرات نافع بھی ہوتی
تھیں مگر نزاع قطعاً اور ہلجیان رفع نہ ہوتا تھا آخر انہوں نے بجز نمبر (۴) کے بوجہ اس کے کہ

واجب نہیں اور بعض مواقع پر مناسب نہیں اس ترتیب پر عمل شروع کیا نمبر (۶) تک پہونچے تھے بفضلہ تعالیٰ تمام خرخشے ختم ہو گئے اور تلخی عیش مبدل بہ حلاوت ہو گئی نہ صرف زوج کی بلکہ دونوں زوجہ کی بھی اس نمبر کے امتثال کی عملی صورت اُن صاحب نے یہ اختیار کی کہ اپنی دونوں زوجہ سے ایک یادداشت کی صورت میں (کہ صلح کی ایک عظیم النفع فرد ہے اور اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تجویز کی گئی) چند امور کا عہد لیا اور صاف کہدیا کہ ہمارے پاس رہنے کی یہ شرطیں ہیں اب اختیار ہے جس شق کو چاہے اختیار کیا جاوے چونکہ دونو صالحہ وسعیدہ تھیں اسلئے انھوں نے خوشی سے سب شرطیں منظور کیں اور سب کدورات صاف ہو گئیں چونکہ اُس یادداشت کے مضمون کا نافع ہونا تجربہ سے ثابت ہوا لہذا اُس کو اُن سے حاصل کر کے اس مقام پر نقل کرتا ہوں کہ دوسرے اہل حقوق بھی اس سے منتفع ہوں جس سے مجوزا ور ناقل دونوں کو اجر ہو وھو ھذا۔

نقل مضمون مذکور

وَالصُّلۡحُ خَیۡرٌ

یادداشت وعدہ ہر دو اہل خانہ حاجی عبد الغنی

ہم دونو اہل خانہ حاجی عبد الغنی امور ذیل کا وعدہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ مدد فرماوے۔

(۱) ہم دونوں نے اپنے تمام حقوق واجب و غیر واجب ہمیشہ کیلئے حاجی صاحب کو معاف کئے ہم کسی حق کا مطالبہ نہ کرینگے وہ خود اپنی خوشی سے جتنا حق ادا کر دیں گے ہم احسان سمجھیں گے البتہ ادب کے ساتھ ہمکو درخواست کرنے کی اجازت ہے لیکن اُسکو پورا کرنے نہ کرنے کا اُن کو اختیار ہے اگر وہ پورا نہ کریں گے نہ ہم اصرار کریں گے نہ ہمکو ناگواری ہوگی۔

(۲) اس بنا پر اُن کو اختیار ہوگا رات کو جس کے پاس جا ہیں رہیں اور خواہ کسی کے پاس بھی نہ رہیں مردانہ میں رہیں خواہ ایک کے پاس دوسری کی باری میں رہیں۔

ملہ جمیں اشارہ ہے کہ مضمون ہذا ایک فرد ہے اس کلی منصوص کی ۱۲ منہ

(باقی آئندہ)

اور بعض قلوب ایسے ہیں جو بمنزلہ تالابوں کے ہیں (جن سے دوسروں کو بھی نفع کثیر اور مدید پہنچ رہا ہے) پس نفوس علماء زاہدین یعنی حضرات صوفیہ و مشائخ کے پاک ہوگئے اور قلوب اُن کے صاف ہوگئے پھر مزید فائدہ رسانی کے ساتھ مخصوص ہوگئے پس وہ حضرات (گویا) تالاب بن گئے (چنانچہ) حضرت مسروق (تابعی) کہتے ہیں کہ میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہا پس میں نے انکو تالابوں کی طرح پایا کیونکہ اُن کے قلوب واعیہ یعنی خازن ہوگئے علوم (موہوبہ) کے (جسکو آگے علوم وراثت سے تعبیر فرماویں گے) بذریعہ اُس صفاء فہم کے جو اُن کو عطا ہوئی ہے (اور ایسے حضرات کی مثال وسط حدیث میں ہے) اور ان دونوں قلوب کو حدیث مذکور کا یہ مضمون شامل ہے کہ یہی مثال ہے اُس شخص کی جس نے دین الٰہی میں سمجھ بوجھ حاصل کی اور اُسکو اُس علم نے نفع دیا جسکو دیکر اللہ تعالیٰ نے مجھکو بھیجا ہے پس اُس نے خود بھی جانا اور دوسروں کو بھی بتلایا جیسا بندہ مترجم نے اوپر اشارہ بھی کیا ہے خلاصہ یہ ہوا کہ تعلم و تعلیم والوں کی دو قسمیں ہوئیں ایک علماء ظاہر کہ مشابہ گھاس والی زمین کے ہیں کہ نافع ہے مگر تالاب کی برابر نہیں اور علماء باطن کہ مشابہ تالابوں کے ہیں جو نافع ہونے میں اکمل و اوسع ہیں جسکی وجہ آگے آویگی جسکا حاصل یہ ہے کہ علماء ظاہر کے علوم صرف علوم مکتسب ہیں جنکا لقب آگے علوم دراستہ آتا ہے اور علماء باطن کے علوم علاوہ علوم دراستہ کے علوم موہوبہ بھی ہیں جنکا لقب آگے علوم وراثت آتا ہے آگے یہی مضمون مفصل ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) خبر دی ہمکو شیخ امام رضی الدین ابوالخیر احمد بن اسمٰعیل نے بطور اجازت کے کہا اُنھوں نے خبر دی ہمکو ابوسعید محمد خلیلی نے کہا انھوں نے خبر دی ہمکو قاضی ابوسعید محمد فرخزادی نے کہا اُنھوں نے خبر دی ہمکو ابواسحاق احمد بن محمد ثعالبی نے کہا اُنھوں نے خبر دی ہمکو ابن فنجویہ نے کہا اُنھوں نے حدیث بیان کی ہمسے ابن حیان نے کہا اُنھوں نے حدیث بیان کی ہمسے اسحاق بن محمد نے کہا اُنھوں نے حدیث بیان کی ہمسے میرے باپ نے کہا اُنھوں نے حدیث بیان کی ہمسے ابراہیم بن عیسیٰ نے کہا اُنھوں نے حدیث بیان کی ہمسے علی بن علی نے کہا اُنھوں نے حدیث بیان کی ہمسے ابوحمزہ ثمالی نے کہا اُنھوں نے حدیث بیان کی مجھسے عبداللہ بن الحسن نے کہا اُنھوں نے کہ جس وقت کہ یہ آیت نازل ہوئی وتعیہا اذن واعیہ یعنی محفوظ رکھتے ہیں اس (تذکرہ یعنی نصیحت و عبرت) کو محفوظ رکھنے والے کان تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا میں نے

حق تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ تمہارے کان کو واعیہ یعنی محفوظ رکھنے والا بنادے حضرت علی رضی فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد میں کچھ نہیں بھولا اور نہ ہو سکتا تھا کہ بھولوں (کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعا قبول ہو گئی تھی پس حضرت علی رضی کے اس قول سے واعیہ کا مفہوم اور اسکی تفسیر معلوم ہو گئی کہ علم کے ایسے حاضر ہونے کو کہتے ہیں جسکو پھر غیبت نہ ہو اور یہ شان علم مکتسب کی نہیں ہے صرف علم موہوب کی شان ہے جسکا سبب تعلق خاص مع اللہ ہے اور یہ تعلق باقی ودائم ہے پس جو علم اس سے ناشی اور اسکا ثمرہ ہے وہ بھی باقی ودائم ہوگا دوسرے وہ ذوقی اجمالی ہے مثل طبعی کے اور طبعیت میں زوال نادر ہے جب واعیہ کی تفسیر یہ ہے اور حضرت مسروق نے قلوب صحابہ کو واعیہ کہا ہے تو ان حضرات کا صاحب علوم موہوبہ ہونا ثابت ہو گیا اور اگر واعیہ کے مفہوم میں صرف حافظ و خازن ہونا معتبر ہوتا گو بقا کے ساتھ نہ ہو جو کہ علوم مکتسبہ میں بھی متحقق ہے تو حضرت علی رضی یہ نہ فرماتے کہ نہ ہو سکتا تھا کہ بھولوں کیونکہ اجابت دعائے نبوی متعلق حفظ الی زمان معتد بہ بدون البقاء کے بھی متحقق ہو سکتی تھی جیسے کسی بزرگ نے دعا کر دی کہ زید کو قرآن حفظ ہو جاوے تو اگر ایک بار پورا اچھی طرح یاد ہو جاوے پھر خواہ بھول ہی جاوے تو کیا نہ کہیں گے کہ ان بزرگ کی دعا قبول ہو گئی تھی (ابو بکر واسطی رح واعیہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایسے کان مراد ہیں) جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اسرار کو مخزون کر لیا۔ اور انھوں نے (اسکی تفسیر میں) یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ پورے جمع [1] یعنی پُر کرنے والے ہیں اپنے معادن میں مطلوب کو (کہ ان میں بجز اس چیز کے جس کا انھوں نے مشاہدہ کیا ہے اور کوئی چیز نہیں) اور نہ وہ مطلوب کے پورے جامع نہ ہوتے بلکہ کچھ مطلوب پر کچھ غیر مطلوب پر مشتمل ہوتے) پس (لزوماً) وہ اس (مشاہدہ کی ہوئی چیز) کے ماسوا سے خالی ہیں سو طباع میں جو اضطراب ہوتا ہے (جس سے وہ مقتضائے علم سے متزلزل ہو جاتے ہیں، وہ اضطراب ایک قسم کا جہل ہوتا ہے۔ اور صوفیہ اس اضطراب سے مبرا ہیں) تو (سبب اسکا یہی ہے کہ) صوفیہ کے قلوب (علوم کا تفہ حقائق مطلوبہ کے) خازن ہیں، جسکی (وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اساس تقویٰ کو محکم کر کے دنیا میں بے رغبتی اختیار کی سو تقویٰ سے ان کے نفوس پاک ہو گئے اور زہد سے ان کے قلوب صاف ہو گئے پھر جب انھوں نے مشاغل دنیا کو زہد کے سبب ترک کر دیا ان کے باطن کے

[1] فی القاموس وعاہ حفظہ وجمعہ الخ ۱۲ منہ

سماعات کشادہ ہوگئے اور اُن کے قلوب کے کان سننے لگے اور اُن کے زہد فی الدنیا نے اُن کی
اعانت کی اسی تحقیق تھی قلوب صوفیہ یعنی علماء باطن کے داعیہ ہونے کی جنکو حدیث بالا میں تالاب
کے مشابہ فرمایا ہے آگے علماء ظاہری کے علوم کو جن سے انھوں نے دین کی خدمت کی ور جن کو
اوپر حدیث میں گھاس والی زمین سے تشبیہ دی ہے بیان فرماتے ہیں یعنی) پس علماء تفسیر اور ائمہ
حدیث اور فقہاء اسلام نے کتاب وسنت کے علوم کا استیعاب فرمایا اور اُن دونوں سے احکام
مستنبط کئے اور جدید الوقوع حوادث کو نصوص میں سے کسی اصل کی طرف راجع کیا۔ پس اللہ تعالیٰ
نے اُن کے واسطے سے دین کی حفاظت فرمائی اور علماء تفسیر نے توجیہات تفسیر کو بیان فرمایا اور دلائل
اور مذاہب عرب متعلقہ لغت اور غرائب نحو وصرف اور اصول قصص اور اختلاف وجوہ قراءت کو سمجھا
اور اس باب میں کتابیں تصنیف فرمائیں اور اُن کے اس طریقہ سے اُمت پر قرآن کے علوم وسیع ہو گئے
اور ائمہ حدیث نے صحیح اور حسن حدیثوں کو ممیز کیا اور رواۃ اسامی رجال کی معرفت میں منفرد ہوئے
اور جرح وتعدیل کا حکم لگایا تاکہ (حدیث) صحیح (حدیث) سقیم سے ظاہر اور غیر مستقیم مستقیم سے متمیز
ہوجائے پھر ان کے اس طریقہ سے روایت اور سند کا طریق سنت کی حفاظت کیلئے محفوظ ہو گیا
اور فقہاء ان کاموں کیلئے مستعد[1] ہوگئے۔ احکام کا استنباط کرنا۔ مسائل میں تفریع کرنا۔ تعلیل کو
سمجھنا فروع کا اصول کی طرف علت جامعہ سے راجع کرنا۔ واقعات کا حکم نصوص کے ساتھ الحاق کرنا
اور علم فقہ واحکام سے علم اصول فقہ وعلم خلاف اور علم خلاف سے علم جدل (یعنی مناظرہ) متفرع
ہوا اور علم اصول فقہ نے کسی قدر علم اصول دین کا (یعنی علم عقائد وکلام) کی حاجت واقع کی اور
ان فقہاء کے علوم میں سے ایک علم فرائض بھی ہوا اور اُس سے علم حساب وجبر ومقابلہ لازم ٹھیرا
اور اس کے علاوہ اور علوم بھی (اسی طرح حسب حاجت مستخرج ومدون ہوتے گئے) پس شریعت
خوب قائم اور قوی ہوگئی[2] اور دین اسلامی مستقیم ہوگیا اور طریق نبوی مصطفوی ذی فروع وذی
اصول ہوگیا پس قلوب علماء کی اراضی نے بواسطہ ہدایت اور علم کے اُس آب حیات کے جسکو
اُنھوں نے قبول کیا (خوب) گھاس اور سبزہ اوگایا (آگے ایک آیت ہے جسمیں ان علوم
موہوبہ پر دلالت ہے) فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ نازل فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی سو بہنے

---

[1] مستعد ب: اجاب ادھن اونکفل اوسارع، لو قاموس ۱۲ منہ [2] تمہد تمکن ۱۲ قاموس۔

لگے نالے اپنے اندازہ کے موافق۔ فرمایا ابن عباسؓ نے کہ یہ پانی علم ہے اور نالے (یعنی جن میں پانی جمع ہو کر چلتا ہے) قلوب ہیں۔ ابوبکر واسطی کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ایک صاف موتی پیدا کیا پھر چشم جلال سے اسکو ملاحظہ فرمایا سو وہ حق تعالیٰ سے شرما کر پگھل گیا اور بہنے لگا پس اللہ تعالیٰ نے (اسکی نسبت) فرمایا ہے کہ اوتارا اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی سو بہنے لگے نالے اپنے اندازہ کے موافق۔ سو قلوب کی صفائی ان میں اسی پانی کے پہونچنے سے ہوتی ہے اور ابن عطاؒ نے فرمایا کہ یہ جو ارشاد ہے کہ نازل کیا آسمان سے پانی۔ یہ ایک مثال ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے بندہ (کی حالت) کیلئے بیان فرمائی ہے اور یہ اس طرح ہے کہ جب نالوں میں سیلاب بہتا ہے تو نالوں میں کوئی نجاست نہیں رہتی جس کو وہ صاف اور دور نہ کر دیتا ہو اسی طرح جب وہ نور جسکو اللہ تعالیٰ نے بندہ کے لئے تقسیم فرمایا ہے اس کے نفس میں بہتا ہے تو اس (بندہ) میں نہ کوئی غفلت باقی رہتی ہے اور نہ ظلمت (پس تاویل آیت کی اسطرح ہوگی کہ) اتارا اللہ تعالیٰ نے پانی یعنی اس نور کا حصہ پھر بہتے ہیں نالے اپنے اندازہ کے موافق یعنی قلوب میں انوار بہتے ہیں جس طور پر اللہ تعالیٰ نے ازل میں ان کا حصہ رکھا ہے پھر جو کوڑا کرکٹ ہے وہ بیکار جاتا رہتا ہے (اسی طرح قلوب میں جو مواد رذیلہ ہیں وہ زائل ہو جاتے ہیں) پس قلوب منور ہو جاتے ہیں جن میں جہالت نہیں رہتی اور جو لوگوں کیلئے نفع رساں ہے وہ زمین میں رہ جاتا ہے یعنی) باطل چیزیں (قلوب میں سے) جاتی رہتی ہیں اور حقیقی چیزیں رہ جاتی ہیں اور بعض نے (اسکی تفسیر میں یہ) کہا ہے کہ نازل کیا اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی یعنی انواع کرامات (یعنی فیوض و برکات) پس ہر قلب نے اپنا حصہ اور نصیبہ لے لیا۔ سو علماء (تفسیر و حدیث و فقہ) کے قلوب کے نالے تو اپنے اندازہ کے موافق بہنے لگے اور صوفیہ یعنی ان علماء کے جو دنیا میں زاہد ہیں اور حقیقی تقوی کے ساتھ متمسک ہیں ان کے قلوب کے نالے اپنے اندازہ کے موافق بہنے لگے چنانچہ جس کے باطن میں محبت دنیا یعنی فضول مال و جاہ اور طلب منصب و ترفع کا لوث تھا اس کا وادی قلب تو اپنے اندازہ (و استعداد) کے موافق (پر ہو کر) بہنے لگا یعنی اس نے علم (ظاہری) کا ایک مناسب حصہ حاصل کیا اور حقایق علوم سے وہ بہرہ ور نہیں ہوا اور جس شخص نے دنیا (کے مقاصد مذکورہ) میں زہد اختیار کیا اس کا وادی قلب بہت وسیع ہو گیا اور اسمیں علوم کے پانی بہنے لگے اور مجتمع ہو گئے اور تالاب بن گئے

(باقی آئندہ)

جب تک کہ یہ دونوں شاخیں خشک نہ ہوں اور انجملہ کیفیت استنجے کے یہ بھی ہے کہ (جب کھلے میدان میں ہو تو) دیکھنے والوں کی نگاہوں سے دور ہو جاوے۔ حضرت جابر رضہ نے روایت کیا ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب براز کا ارادہ فرماتے تو (برابر) چلتے رہتے یہانتک کہ آپ کو کوئی نہ دیکھتا تھا اور مغیرہ بن شعبہ نے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حاجت (ضروریہ) کی طرف تشریف لائے اور چلنے میں دور چلے گئے اور روایت کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حاجت (ضروریہ) کے لئے اس طرح سے (اہتمام کے ساتھ) موقع مناسب ڈھونڈتے تھے جس طرح کوئی شخص (اونٹ) اوترنے کی (اور ٹھیرنے کی) جگہ (اہتمام سے) ڈھونڈا کرتا ہے اور آپ دیوار کی یا بلندی زمین کی یا پتھر کے ٹیلہ کی آڑ لیتے تھے۔ اور یہ بھی جائز ہی کہ کوئی شخص اپنی سواری کی اونٹنی کی یا اپنے دامن کی آڑ بنالے جبکہ کپڑے کو چھینٹ سے محفوظ رکھے اور پیشاب کرنا نرم زمین میں یا بھسل مٹی پر مستحب ہے۔ ابوموسیٰ رضہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ آپ نے پیشاب کرنیکا ارادہ فرمایا سو ایک نرم جگہ میں ایک دیوار کی جڑ میں تشریف لائے اور پیشاب کیا پھر ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرنا چاہے تو اُسکو لازم ہے کہ اپنے پیشاب کے لئے جگہ ڈھونڈے اور یہ بھی چاہیئے کہ قبلہ کی طرف نہ مونہہ کرے اور نہ اُس کی طرف پشت کرے۔ اور سورج اور چاند کی طرف بھی مُنہ نہ کرے۔ اور عمارات (یعنی آبادی) میں قبلہ کی طرف مونہہ کرنا (امام شافعی کے نزدیک کہ صاحب عوارف اُن کے مذہب پر ہیں) مکروہ نہیں اور اولیٰ (اُن کے نزدیک بھی) اس سے اجتناب کرنا ہے۔ کیونکہ بعض مجتہدین (مثل امام ابوحنیفہ رحمہ کے جن کے مذہب پر ہم لوگ ہیں) عمارت میں بھی اسکی کراہت کی طرف گئے ہیں اور اپنا کپڑا نہ اٹھاوے جبتک کہ زمین سے بالکل قریب نہ ہو جاوے اور ہوا کے چلنے کے رخ سے بچے تاکہ چھینٹوں سے حفاظت ہے ایک شخص نے بعض صحابہ سے جو کہ بدوی تھے کسی تکرار کی حالت میں (طعن سے) کہا کہ میں تمکو خیال نہیں کرتا کہ تم پاخانہ پھرنا بھی جانتے ہو۔ اُس صحابی اعرابی نے کہا۔ کیوں نہیں جانتا قسم تیرے باپ کی میں اسکا خوب ماہر ہوں اُس شخص نے کہا کہ اچھا تو اُس کو میرے سامنے بیان کرو انھوں نے کہا کہ آدمیوں سے دور ہو جاتا ہوں اور ڈھیلے مہیا کر لیتا ہوں اور شیح کی طرف (کہ ایک قسم کا جھاڑ ہے یا اور کسی نبات کی طرف) مونہہ کر لیتا ہوں (تاکہ پردہ رہے) اور ہوا کی طرف پشت کرتا ہوں (تاکہ

چھینٹ سے احتیاط رہے) اور اگر بیٹھے ہوں ہرن کی طرح (یعنی ایڑیوں پر بیٹھتا ہوں تاکہ سرین زمیں سے لگ رہ سکے) اور سرین[ف] اونچا رکھتا ہوں شتر مرغ کی طرح (یہ تفسیر خود صاحب عوارف نے فرمائی ہیں اور اس قصہ میں جو باپ کی قسم آئی ہے تو مراد اس سے قسم کھانا نہیں ہے بلکہ محض کلام کا مؤکد کرنا عرب کا محاورہ تھا) اور استنجے سے فارغ ہونے کے بعد (یعنی جب اُس موقعہ سے جدا ہو کر کپڑا درست کرلے) یہ پڑھے اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وطھر قلبی من الریاء وحصن فرجی من الفواحش - اور غسلخانہ میں پیشاب کرنا مکروہ ہے - روایت کیا ہے عبد اللہ بن مغفل نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنی جائے غسل میں پیشاب کرے اور فرمایا ہے کہ کثر وسواس اس سے ہوتے ہیں - اور ابن المبارک نے فرمایا ہے کہ جائے غسل میں پیشاب کرنے میں توسع ہے جبکہ اس میں پانی بالکل بہہ جائے (اور ذرا نہ ٹھیرے) اور جب (طہارت حاصل کرنے والا) آبادی میں ہو تو اپنے بائیں پاؤں کو بیت الخلاء کے داخل ہونے کے وقت آگے رکھے اور داخل ہونیکے قبل یہ کہے - بسم اللہ اعوذ باللہ من الخبث والخبائث -

حدیث کی ہمسے ہمارے شیخ ابو النجیب سہروردی نے - فرمایا انھوں نے خبر دی ہمکو ابو منصور مقری نے کہا انھوں نے خبر دی ہمکو ابو بکر خطیب نے کہا انھوں نے خبر دی ہمکو ابو عمرو ہاشمی نے کہا انھوں نے خبر دی ہمکو ابو علی لولوی نے کہا انھوں نے خبر دی ہمکو ابو داؤد نے - کہا انھوں نے خبر دی ہمکو عمرو نے اور وہ ابن مرزوق بصری ہیں - کہا انھوں نے حدیث کی ہمسے شعبہ نے قتادہ سے اونھوں نے نضر بن انس سے انھوں نے زید بن ارقم سے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا کہ یہ حشوش محتضر ہیں (یعنی پائخانے شیاطین کی آمد کی جگہیں ہیں) سو جب تم میں کا کوئی شخص بیت الخلا میں جاوے تو اُسکو یہ کہنا چاہیئے اعوذ باللہ من الخبث والخبائث -

اور اصل معنی حشوش کے کنجان کھجوروں کا جھنڈ ہے گھروں میں پائخانوں کے بننے سے پہلے انکی آڑ میں بیٹھکر لوگ قضائے حاجت کیا کرتے تھے - (اسلئے پائخانوں کو حشوش کہا گیا) اور محتضر جو فرمایا ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ اُن میں شیاطین حاضر ہوتے ہیں - اور قضائے حاجت کیلئے بیٹھنے کی حالت میں بائیں پاؤں پر زور دے - اور ہر شے سے کوئی فضول شغلہ نہ کرے اور نہ زمین میں یا دیوار میں

[ف] فی القاموس وفع المتخلف ۱۲ منہ -

فی الاصل اجل
فی قاموس حقل
[illegible]

بیٹھے ہوئے لکیریاں کھینچے اور نہ اپنے ستر کو کثرت سے دیکھے لیکن اگر انکی کوئی ضرورت (شدید) ہو تو خیر۔ اور (اس حالت میں) باتیں بھی نہ کرے کیونکہ وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایسا نکرنا چاہیئے۔ کہ دو شخص پاخانہ پھرنے کیلئے باہر جاویں اور اپنے ستر کھولے ہوئے ہوں اور (اس حالت میں) باتیں کرتے ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس (حرکت) پر ناخوش ہوتا ہے اور (پاخانہ سے) نکلتے وقت یہ کہے۔ غفرانک الحمد للہ الذی اذھب عنی ما یؤذینی وابقی علی ما ینفعنی۔

اور اپنے ساتھ ایسی کوئی چیز نہ لیجائے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ہو۔ خواہ سونا ہو (مثلاً اشرفی ہو کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام منقش ہو) خواہ انگشتری ہو یا دیکھا ہو اور برہنہ سر بھی نہ جاوے حضرت عائشہؓ نے اپنے باپ حضرت ابوبکرؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے حیا کیا کرو۔ چنانچہ میں پاخانہ میں جاتا ہوں سو اپنی کمر کو (دیوار سے) چمٹ بیٹھا ہوں اور سر کو ڈھانک لیتا ہوں حق تعالیٰ سے شرم کرنے کی وجہ سے۔

باب سی و چہارم وضو کے آداب اور اسرار میں

جب وضو کا ارادہ کرے اول مسواک کرے۔ حدیث کی ہمسے ہمارے شیخ ابوالنجیب نے فرمایا انھوں نے خبر دی ہمکو ابوعبداللہ طائی نے کہا خبر دی ہمکو حافظ فرا نے کہا انھوں نے خبر دی ہمکو عبدالواحد بن احمد تیمی نے کہا خبر دی ہمکو ابومنصور محمد بن احمد نے۔ کہا خبر دی ہمکو ابوجعفر محمد بن احمد بن عبدالجبار نے کہا حدیث کی ہمسے حمید بن زنجویہ نے کہا حدیث کی ہمسے یعلیٰ بن عبید نے کہا حدیث کی ہم سے محمد بن اسحٰق نے محمد بن ابراہیم سے انھوں نے ابی سلمہ بن عبدالرحمن سے انھوں نے زید بن خالد جہنی سے۔ فرمایا انھوں نے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ سمجھتا تو عشاء کو ثلث شب تک موخر کرتا (یعنی اسکو اُس وقت تک موخر کرنے کا حکم دیتا) اور اُن کو ہر فرض کے وقت مسواک کرنے کا حکم کرتا۔ اور حضرت عائشہؓ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسواک منہ کے طاہر ہونیکا سبب ہے اور پروردگار کے راضی ہونیکا ذریعہ ہے۔ اور حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب شب کو اٹھتے تھے تو اپنا دہن مبارک مسواک سے صاف کرتے تھے (حدیث میں یشوص کا لفظ ہے) شوص کے معنی ملک[1]

[1] دلک کے معنی ملنا ۱۲

کہے ہیں۔ اور مسواک کرنا مستحب ہے ہر نماز کے وقت، اور ہر وضو کے وقت اور جب کبھی منہ میں تغیر ہو جاوے منہ بند رہنے سے (اس عبارت میں لفظ ازم آیا ہے) اور اصل معنی ازم کے دانتوں کا ایک دوسرے پر بند کرنا ہے اور سکوت کو بھی ازم کہتے ہیں۔ اسلئے کہ (سکوت میں) دانت ایک دوسرے پر بند ہو جاتے ہیں۔ اور اس سے منہ میں تغیر ہو جاتا ہے اور مسواک کرنا روزہ دار کو بعد زوال (امام شافعی رح کے نزدیک) مکروہ ہے اور قبل زوال اسکو بھی مستحب ہے۔ (اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک ہر وقت مستحب ہے قبل زوال بھی اور بعد زوال بھی) اور غسل جمعہ کے ساتھ اور شب خیزی کے وقت مسواک کرنا زیادہ مستحب ہے اور خشک مسواک کو پانی سے تر کرلے۔ اور مسواک (منہ کے) عرض اور طول دونوں میں کرے۔ اور اگر ایک ہی پر اکتفا کرنا چاہے تو عرض میں کرے پھر جب مسواک سے فارغ ہو جاوے تو اسکو دھو ڈالے اور وضو کے لئے بیٹھے اور اولیٰ یہ ہے کہ (وضو کے وقت) قبلہ رخ ہو اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ (وضو) شروع کرے اور یہ بھی کہے رب اعوذ بك من همزات الشياطين واعوذ بك رب ان يحضرون۔ اور ہاتھ دھونے کے وقت یہ کہے اللهم انی اسألك اليمن والبركة واعوذ بك من الشوم والهلكة۔ اور کلی کے وقت یہ کہے اللهم صل علی محمد وعلی ال محمد واعنی علی تلاوة كتابك وكثرة الذكر لك اور ناک میں پانی دیتے وقت یہ کہے اللهم صل علی محمد وعلی ال محمد واوجد نی رائحة الجنة وانت عنی راض اور ناک جھاڑنے کے وقت یہ کہے اللهم صل علی محمد وعلی ال محمد واعوذ بك من روائح النار وسوء الدار اور منہ دھوتے وقت یہ کہے اللهم صل علی محمد وعلی ال محمد وبيض وجهی يوم تبيض وجوه اوليائك ولا تسود وجهی يوم تسود وجوه اعدائك اور داہنا ہاتھ دھوتے وقت یہ کہے اللهم صل علی محمد وعلی ال محمد واتنی كتابی بيمينی وحاسبنی حسابا يسيرا۔ اور بایاں ہاتھ دھوتے وقت یہ کہے اللهم انی اعوذ بك ان تؤتينی كتابی بشمالی او من وراء ظهری اور سر پر مسح کرنے کے وقت یہ کہے اللهم صل علی محمد وعلی ال محمد وغشنی رحمتك وانزل علی من بركاتك واظلنی تحت ظل عرشك يوم لا ظل الا ظل عرشك اور دونوں کانوں کے مسح کے وقت یہ کہے اللهم صل علی محمد وعلی ال محمد واجعلنی ممن يستمع القول فيتبع احسنه اللهم اسمعنی منادی الجنة مع الابرار۔

(باقی آئندہ)

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ہدایا قبول کئے اور حق تعالیٰ کی نعمتوں کو خوشی سے قبول کیا اور شکر ادا کیا یہ کہاں کی بزرگی ہے جو احمدی بزرگی پر بھی فوقیت لیگئی بلکہ حقیقت میں یہ بزرگی ہی نہیں ہے بزرگی ہے یعنی ناشی عن القوۃ البہیمیہ کیونکہ جو بات خدا و رسول کے خلاف ہو وہ نفس بہیمیہ سے پیدا ہوتی ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

(۲۵) فرمایا کہ اکثر ظالموں کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔

(۲۶) فرمایا کہ مجھے عربی تحریر و تقریر پر بے تکلف قدرت نہیں ہے لیکن حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ جب حاجت پیش آتی ہے تو حق تعالیٰ مدد فرماتے ہیں لکھ بھی دیتا ہوں بول بھی لیتا ہوں بہاری طبیب، صاحب عرب مرحوم مدرس اول مدرسہ عالیہ رامپور مجھے عربی میں خطوط لکھا کرتے تھے اور وہ خود بڑے ادیب تھے میں ان کا جواب بے تکلف سادہ عربیت میں دیا کرتا تھا انھوں نے میری عربی دانی کی تعلیہ کے سامنے مدح کی تھی اسی طرح کالج علی گڑھ کے ایک پروفیسر عربی زبان کی بادجود اردو دانی کے مجھ سے عربی میں متکلم ہوئے میں یہ سمجھا کہ یہ اردو سے واقف نہیں ہیں اسلئے عربی میں کلام کرتے ہیں اس وجہ سے میں نے اپنی عدم قدرت کا اظہار نہیں کیا اور نہ صاف کہدیا کہ میں قادر نہیں ہوں غرض ضرورت سمجھکر جواب دیا عربی ہی میں پھر وہ اردو بولنے لگے سو یہ کاردوائی ان کی بالقصد تھی پھر انھوں نے بھی میری عربیت کو پسند فرمایا اور سورت میں جب میرا وعظ ہوا تو شیعہ کے ایرانی مجتہد نے بھی عربی میں مجھ سے مخاطبت کی تھی اس کے بعد فارسی میں میں نے عربی کا جواب عربی میں فارسی کا جواب فارسی میں دیا۔ فارسی میں تکلم مجھکو بہ نسبت عربی کے بہت سہل ہے فسبحان اللہ کیا حق پرستی ہے ولمثل ھذا فلیعمل العاملون ولینظروا الی فضل اللہ عزوجل کیف ینصر ارکان الاسلام ومقاوم الایمان لاینالھم تنزلا وتحقیر الدین او قومہم زادہ الجامع عفی عنہ۔

(۲۷) فرمایا کہ جب صحبت وفہم نہو تو بیعت مضر ہوتی ہے کس لئے کہ مرید کے حقوق ادا کرنے میں تقصیر ہوتی ہے اور ان کو ایذا پہونچانا ظاہر ہے کیسا ہے پس ایسی بیعت سے تو بغیر بیعت ہی رہنا خوب ہے۔

(۲۸) فرمایا کہ لوگوں میں اپنے کلام کی لغو تاویلیں کرنے کی عادت بہت شائع ہوگئی ہے

اُن سے اپنی کوتاہی کا اقرار ہی نہیں ہو سکتا یہ نفس کا بڑا کید اور کبر کا کیر حصہ ہے۔

(۲۹) فرمایا کہ جب حسن ظن پیر کے ساتھ نہو اور اُس کے افعال محتمل التاویل میں معترض ہوتا ہو تو اُس سے بیعت ہی کیوں ہو۔

(۳۰) فرمایا کہ لوگ لکھتے ہیں مجھے اپنا غلام بنالو اپنے سایہ میں لے لو خادم بنالو اور مقصود ان الفاظ سے اکثر تو بیعت ہوتی ہے مگر ہمیشہ یہ مراد نہیں ہوتی اسلئے یہ الفاظ ان سے بیعت مراد لینے کیلئے ناکافی ہیں اسلئے ان کا استعمال اس معنی میں سخت اجمال ہے جو واجب الاجتناب ہے جبتک کہ مخاطب کو متکلم کی مراد نہ معلوم ہو وہ اسوقت تک کیسے جواب دیگا بلکہ وہ تو سخت کلفت اور پریشانی میں مبتلا ہو جاویگا کہ اس کی کیا مراد ہے پھر فرمایا کہ فہم کا تو قحط ہی ہو گیا ہے۔

(۳۱) فرمایا کہ بعض لوگوں نے جو کہ اہل علم ہیں مگر صحبت یافتہ مشائخ محققین کے نہیں یہ سمجھ رکھا ہے کہ اتباع سنت بس یہی ہے کہ منیۃ المصلی اور قدوری کے مسائل پر عمل کر لیا اور تیجہ وغیرہ سے اجتناب کر لیا تمام بدعات سے دور ہو گئے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے طریقت اور تصوف خود جزو شریعت ہے اور اخلاقی بدعات جن میں سراسر مخالفت سنت کی ہے نہایت غامض بدعات ہیں جن کا نہایت دشواری سے پتہ چلتا ہے افسوس زمانہ نے کیا انقلاب لیا ہے۔ کہ ان بدعات کو بدعات ہی نہیں سمجھتے۔

(۳۲) فرمایا توحید اور سنت گویا دنیا سے اٹھ گئی صرف چکنی چپڑی باتیں رہ گئی ہیں لوگ تجارت وغیرہ میں مجھ سے مشورہ چاہتے ہیں باوجود اسکے کہ وہ خود بھی جانتے ہیں کہ میں اس کا اہل نہیں کہ یہ امور تجربہ پر موقوف ہیں مگر مقصود یہ ہوتا ہے کہ جس کام میں یہ بڑے شریک ہوں گے وہ ضرور درست رہے گا کیا یہ اس بنا پر اعتقاد ضرورت شرک اور خلاف سنت نہیں ہے۔ حق تعالے رہنمائی فرماویں۔

(۳۳) ۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ۔ فرمایا کہ ایک عرصہ تک مجھے تردد رہا کہ فقہا نے جمعہ کے باب میں قصبہ کو مصر کے حکم میں کس طرح قرار دیا حالانکہ حدیث میں صرف مصر کا لفظ ہے اور جب تک کسی اصطلاح شرعی کی مستقل دلیل نہو نصوص کے الفاظ کو لغت ہی پر محمول کیا جاویگا اور مصر کے معنی لغت میں ہیں شہر اور قصبہ شہر ہے نہیں پھر لفظ مصر قصبہ کو کیسے شامل ہو گیا سو یہ تردد

ایک حکایت سُنکر رفع ہوا وہ حکایت حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے کہ ایک بار ایام طالب علمی
میں گنگوہ کو تشریف لاتے ہوئے جب قصبہ تیتروں کی برابر پہونچے تو کسی عامی سے پوچھا کہ یہ
گاؤں کون ہے وہ گنوار بولا ارے لو کون ہے شہر کو گاؤں کہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ لغت میں
شہر غیر گانو کو کہتے ہیں اور لغت میں قصبہ کا کوئی جدا نام نہیں اس میں دو ہی لفظ مستعمل ہیں ایک
قریہ جو گاؤں اور شہر دونوں معنی میں مستعمل ہے اور ایک مصر جو شہر کے معنی میں مستعمل ہے اور قصبہ کا
لفظ صرف بعض لکھے پڑھے لوگوں کے محاورہ میں استعمال کیا جاتا ہے اور کسی لغوی کے کلام میں
اس معنی میں مستعمل ہونا نظر سے نہیں گذرا اور گو یہ لفظ عربی ہے لیکن معنی معروف اس کے ضرور
مخترع ہیں اور عربی محاورات میں اس لفظ کے یہ معنی نہیں لئے جاتے اور مناسبت اس لفظ میں
اور اس کے مشہور معنی میں یہ معلوم ہوتی ہے کہ قَصَبَۃٌ لغت میں نے کو کہتے ہیں اور بعض جگہ دیوار
حصار آبادی کی بانسوں کی ہوتی ہے جیسا کہ ریاست رامپور میں ہے غرض قصبہ گو محاورہ
مستحدثہ میں مصر کا قسیم ہو مگر لغت میں مصر کی قسم ہے اور حدیث میں لغت ہی پر ہے نہ کہ محاورہ محدثہ
پر پس بحمد اللہ تعالیٰ کہ یہ تردد اس طرح رفع ہو گیا کہ مصر جو حدیث میں واقع ہوا ہے وہ عام محاورہ
پر مبنی ہے یعنی عوام الناس جسکو مصر کہیں سو واقعات سے معلوم ہوا ہے کہ عوام قصبے کو بھی شہر کہتے
ہیں ورنہ لوگ بھی لغت کا اتباع کرتے ہیں یا گاؤں یا شہر بولتے ہیں قصبہ کا استعمال ان کے یہاں
نادر ہے جو کالمعدوم ہے پھر مجھے ایک روایت پہونچی کہ حضرت مولانا صاحب گنگوہی قدس سرہ
کو بھی یہ تردد تھا مگر جب حضرت ایک قصبہ میں پہونچے جہاں لوگ آپکو پہچانتے نہ تھے وہاں
آپنے دریافت کیا کہ یہ کونسا گاؤں ہے جواب ملا کہ تجھے سوجھتا نہیں یہ تو شہر ہے اس وقت
حضرت کو بھی شفا قلب ہو گئی کہ عوام قصبہ کو بھی مصر کہتے ہیں۔

(۳۴) فرمایا حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے پاس ایک بار کچھ عمدہ ٹوپیاں ہدیہ میں
آئیں اور آپ دوسرے بچوں کو دینے لگے آپکے صاحبزادے صاحب نے اپنی والدہ صاحبہ
سے حضرت کی خدمت میں عرض کرایا کہ ان میں سے ایک ٹوپی مجھے عنایت ہو حضرت بڑے خفا ہوئے
اور کہا کہ تمہارے ایسے دماغ ہو گئے کہ تم ایسی کلاہ استعمال کرو گے پھر فرمایا کہ اپنی گٹھری لاؤ دیکھو
تمہارے کپڑے کیسے ہیں گٹھری جامدانی کی تھی اور اس کے اندر کپڑے بھی کسی قدر تکلف کے تھے

۹۳

حضرت اُن کو دیکھکر بہت نفرت کی ساتھ سبکو پھینکتے جاتے تھے اور زجر فرماتے تھے حضرت مولانا بہت بڑے زاہد تھے۔

ف۔ واقعی بزرگوں کے اہل وعیال کی شان بھی ظاہراً و باطناً بزرگوں کے موافق ہونی چاہئے اور باطناً نہو تو ظاہراً تو ضرور ہی ہو تاکہ دیکھنے والوں کو عیب چینی کا موقع نہ ملے اور وہ غیبت کے گناہ میں گرفتار نہوں بلکہ اُن کی سادگی او قلت سامان دنیاوی دیکھکر خود بھی متوجہ الی اللہ تعالیٰ ہو جاویں اور دنیا کو طلاق دیدیں یا کم سے کم غلبہ محبت دنیاوی تو چھوڑ ہی دیں جیسے بزرگوں کے دیدار اور اُنکے اقوال سے لوگوں کو آخرت کی رغبت ہوتی ہے اسی طرح اُن کے اہل وعیال کی حالت دیکھکر دنیا سے بے رغبتی ہونی چاہئے اور یہ بات کسی طرح نہیں چھوٹ سکتا کہ یہ امر مباح ہے کیونکہ بہت سے عوام بحمداللہ تعالیٰ مناہی سے بچتے ہیں مگر انہماک فی المباحات کی وجہ سے خاص تعلق الی اللہ تعالیٰ اُن میں نہیں پیدا ہوتا اور پھر کبھی یہ انہماک فی المباحات منجر الی المناہی بھی ہوجاتا ہے پس ایسے لوگوں سے دوسروں کو کیا دینی نفع پہونچیگا دوسروں کی نفع رسانی و مقتدائیت کیلئے تو حضرات انبیاء علیہم السلام کے کمال اتباع ہی کی ضرورت ہے دیکھو ان حضرات نے اپنے اہل وعیال کو کس حالت میں رکھا جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت موجود ہیں اور سب کا زہد مشہور ہے پھر اس زہد نے کس قدر لوگوں کو دینی نفع پہونچایا بخاری میں حضرت فاطمہؓ کے دولت خانہ سے حضور کا واپس ہونا محض اس وجہ سے کہ دروازے پر ایک دھاریوں دار پردہ پڑا تھا صاف مذکور ہے یہ کپڑا کچھ بڑا قیمتی نہ تھا لیکن چونکہ بلاضرورت تھا اسلئے ناپسند فرمایا گیا حتیٰ کہ یہ مباح نہ تھا اور مباح بھی ایسا جسمیں انہماک بھی نہ تھا اور صاحبزادی کس درجہ کی محبوبہ تھیں ان تمام امور کے ہوتے ہوئے فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا برتاؤ کیا نسائی میں بسند صحیح یہ مروی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے اہل بیت اگر جنت کا زیور درکار ہے تو دنیا کے زیور سے بے رغبتی کرو اور اس سے باز رہو (انتہی بجا صلہ) ترمذی میں حضرت فاطمہؓ کے چکی پیسنے سے ہاتھوں میں گٹے پڑجانا اور اس وجہ سے حضور فخر عالم سے خادم طلب کرنا پھر حضور کا بجائے خادم کے تسبیحات اور ذکر اللہ کی تعلیم کرنا مروی ہے کیا ایسی حالت میں خدمت لینا ناجائز یا مکروہ تھا ہرگز نہیں بالکل مباح تھا لیکن اولیٰ یہی تھا جو کیا گیا میاں بزرگ ہو گر

۹۴

بچے نفیس و تکلف کے کپڑے پہنے ہوں بی بی کے پاس سیکڑوں روپیہ کا زیور ہو تو ان عورتوں و
بچوں کو دیکھنے والوں کے دل سے حب دنیا جاویگی یا کہ خوب قرار پکڑے گی کہ جب تارکین دنیا
کا یہ حال ہے تو ہم تو دنیادار ہیں ہی ہم بطریق اولی اس پیاری دنیا سے جسکی محبت اہل و عیال
بزرگان دین بھی نہیں چھوڑ سکتے متمتع ہونے کے اہل ہیں العیاذ باللہ اور یہ بھی عذر قابل پذیرائی نہیں
کہ ہمیں کسی کا معتقد بنانا مقصود نہیں جس کا دل چاہے مستفید ہو جس کا دل چاہے منکر اور محروم
رہے اسلئے کہ اول تو یہ دعوی غلط ہے کس لئے کہ انسان اپنے کو جس قوم کی طرف منسوب کرتا ہے تو
بزبان حال وہ اس امر کا مدعی ہے کہ میرے خدوخال فلاں قوم کے سے ہیں اگر واقع میں اسکے
خلاف ہوگا تو بلاشبہ یہ نفاق اور دھوکا ہے دوسرے جب حق تعالی نے ایک خدمت دینی
سپرد کی اور اس کے لوازم ادا کرنے پر تھوڑی سی کلفت کے ساتھ قدرت دی تو اس نعمت
عظمی کی قدر نہ کرنا اور اس کے حقوق کی پرواہ نہ کرنا سخت کفران نعمت ہے جو موجب مقت
خداوندی ہے تیسرے اگر اس خدمت کا بار نہیں اٹھ سکتا تو یہ مقتدا کہیں ایسے جنگل میں سکوت اختیار
کرے جہاں لوگوں کا گذر نہ ہو تا کہ فتنۃ للناس سے اجتناب کر سکے و اذ لیس فلیس حق تعالی
توفیق عطا فرماویں احقر نے یہاں پر مضمون کو بنظر خیرخواہی اہل اسلام اپنے خلاف عادت طول
دی ہے امید ہے کہ اسپر عمل کرنے کی سعی بھی کیجاویگی (زادہ بجامع)

(۳۵) فرمایا کہ گنگوہ میں خانقاہ کی مسجد کو لوگوں نے تیار کرنا چاہا حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ
نے لوگوں سے صاف کہدیا کہ بھائی میرے بھروسے کوئی کام نہ کرنا کہ میں چندہ وصول کرانے میں
سعی کرونگا میں ہرگز ایسا نہ کرونگا۔ جامع مسجد گنگوہ کی تیاری کے وقت نواب محمود علی خاں صاحب
مرحوم رئیس چھتاری نے حضرت کو لکھا کہ میں کافی امداد کرونگا آپ تخمینہ کرا کر بھیجدیجئے جواب میں
حضرت نے تحریر فرمایا کہ میرے پاس کوئی انجنیر تخمینہ کنندہ نہیں ہے اور نہ مجھے اس کی حاجت ہے
اگر آپکو ضرورت ہے تو خود اپنے آدمی سے تخمینہ کراؤ اور خود ہی تعمیر کا انتظام کراؤ مجھے اس بات میں کچھ
تعلق نہیں **ف** اہل دین کو اہل دنیا سے ایسا ہی مستغنی رہنا چاہیے مسجد پختہ نہ ہو خام ہی کافی ہے
مدرسہ بڑا نہ ہو چھوٹا ہی سا کر لو مگر اہل دنیا کی نظر میں ذلیل مت ہو اور یہ کام تو حق تعالی کے کام
ہیں وہ خاص مدد فرماویں گے فتوکلوا علیہ (زادہ الجامع عفی عنہ)

۹۵

(۳۶) میں نے عرض کیا کہ حضور نے بعض مواعظ میں اپنے ذوق و شوق کا انحطاط نقل فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ شباب میں زیادہ تھا یہ انحطاط کس عمر سے آغاز ہوا اور علمی خدمت میں کا فی محنت کا تحمل کس عمر سے حضور نے نہیں ہو سکتا فرمایا کہ ذوق و شوق مبدل بہ انس ہو گیا ہے اسکو عام فہم عبارت میں میں نے نہیں لکھا اور علمی خدمت کا شوق کم ہونا بوجہ عدم تحمل تو ابتک نہیں ہے مگر گذشتہ سے ذکر کی طرف طبیعت کا میلان بہت زیادہ ہے گو ہنوز توفیق نہیں ہوئی اور توفیق کی دعا چاہتا ہوں۔

(۳۷) فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ ریل اور اسی طرح بہلی یکہ وغیرہ دابہ کے حکم میں نہیں ہیں بلکہ تخت کے حکم میں ہیں کس لئے کہ یہ اشیا محمول علی الدابہ نہیں ہیں بلکہ محمول علی الارض اور مجرور بالدابہ ہیں پھر فرمایا کہ اس تقدیر پر ان سواریوں کے اندر نماز پڑھنا بہرحال جائز ہو گا خواہ عذر ہو یا نہو ٹھہری ہوں یا چل رہی ہوں، اور ریل اول تو مطلقاً مجرور بالدابہ کے حکم میں بھی نہیں کیونکہ وہاں دابہ ہی نہیں، ور اگر مشابہت تسلیم بھی کیجائے تو چلنے کی حالت میں یہ مشابہت ہو گی پس اسکا بھی یہی حکم ہے کہ علی الاطلاق اس کے اندر نماز جائز ہے اور بہشتی زیور میں جو چلتی بہلی یا چلتے یکہ پر گو ٹھہر بھی جائے مگر جو بیلوں اور گھوڑے کے کندھے سے نہ اترا ہو بلا عذر نماز پڑھنے کو منع لکھا ہے وہ بھی ایک قول ہے مولوی شاہ سید احمد علی صاحب مرحوم مصنف بہشتی زیور نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

(۳۸) احقر نے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص جانور شتر وغیرہ کرایہ کرے اور اسپر ایک یا چند خطوط بھی رکھ لے اور سرکاری کو اطلاع نہ کرے اور یہ بھی معلوم ہو کہ اسکو ان خطوں کا رکھنا ناگوار ہو گا تو اسمیں شرعاً کچھ مضائقہ نہیں کہ یہ بار معتدبہ نہیں ہے پھر پیکٹ کے ساتھ اگر کوئی خط رکھدیا جائے جو خلاف قانون ڈاک انگریزی ہے تو اس کے عدم جواز کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ ان دونوں صورتوں میں یہ فرق ہے کہ پہلی صورت میں سرکاری کا کوئی ضرر نہیں اسلئے وہاں اس کی عدم رضا کا اعتبار نہیں کیا گیا اور دوسری صورت میں سرکاری کا ضرر ہے اس طرح کہ اگر وہ خط پیکٹ میں نہ رکھا جاتا تو کارڈ یا لفافہ میں بھیجا جاتا جس کے ذریعہ سے سرکار کو آمدنی ہوتی اور اس شخص کی اس کارروائی سے یہ آمدنی تلف ہوئی اس لئے عدم رضا یہاں معتبر ہو گی

کہ ہیچ میں ثمن اس کا تدارک نہ کر سکیگا اگر اسمیں سب کا شریعت پر اتفاق ہوتا تو یہ دقتیں واقع نہ ہوتیں وعلیٰ ہذا نیز اگر دیانات کو بھی عام لیا جائے جب بھی سب کے متفق ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جس کیفیت سے وہ عمل وارد ہے سو اعتکاف خود سنت کفایہ کے طور پر وارد ہوا ہے اسپر سب کے عمل کرنے کے معنی یہی ہیں کہ سب متفق ہو کر دو چار کو بٹھلا دیں ورنہ میری اس تحقیق ہی پر کیا موقوف ہے آپکا ظاہری اعتراض تو خود شریعت تک پہونچتا ہے کہ ایسے احکام بھی مشروع کئے جس سے سب مستفید نہیں ہو سکتے سب مستفید ہوں تو کسی کو کھانے کو نہ ملے غور کر کے سوال کرنا چاہئے۔ ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ ہجری۔

سوال۔ ۱۲ بجے شب یہ دیکھا کہ کچھ مجمع حضرات دیوبند کا ہے جسمیں غالباً ... صاحب یا ...... صاحب بھی موجود ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل از اسلام وہاں تشریف رکھتے ہیں اور ایک طویل لکڑی ہاتھ میں ہے اسلام پر گفتگو ہو رہی ہے اور وہ اس لکڑی کو بار بار زمین پر مارتے ہیں باقی صحابہ بھی موجود ہیں مگر ان کی صورت ذہن میں نہیں آئی بیدار ہونے پر معلوم ہوا کہ ۱۲ بجے ہیں مکرر سو گیا اسی کے قریب قریب پھر دیکھا مگر کچھ یاد نہیں رہا اس حالت میں گریہ بھی تھا بیداری پر آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

اس سوال میں یہ تنقیح کی گئی

کیا یہ مطلب ہے کہ حضرت کو اس زمانہ کی حالت میں دیکھا جب وہ اسلام سے مشرف نہ ہوئے تھے

جواب تنقیح

جی حضور۔

جواب اصل سوال

بہت سوچنے کے بعد جو تعبیر خیال میں آئی وہ یہ ہے کہ اسلام کی خدمت دو حیثیت سے کیجاتی ہے ایک طبعی طور پر ایک شرعی طور پر اور اس زمانہ میں پہلی صورت غالب ہے کہ جوش طبیعت اسکا

داعی ہوتا ہے بعض اوقات حدود شرعیہ کا خیال بھی نہیں رہتا ایسے شخص مشابہ حضرت صدیق اکبر کے اُس حال کے ہے جب تک وہ اسلام نہ لائے تھے کہ اُس وقت بھی وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت فرماتے تھے مگر محض محبت طبعیہ سے نہ کہ حمیت شرعیہ سے بس خواب میں ایسے خادموں کی حقیقت بتلائی گئی اس خواب میں جزو مہتم بالشان یہی تھا باقی ظاہر ہے والسلام

۲۰ ر شوال ۱۳۳۵ھ -

سوال - ایک وجہ اس کی عرض کرتا ہوں کہ بیعت ہونے کا خیال مجھکو کیوں ہوا اور حضور کی طرف کیوں رجوع کیا بیعت کا شوق صرف مطالعۂ کتب تصوف سے اور حضور کی جانب رجوع ہونے کے یہ کہ میرا نانا صاحبان مولانا مولوی محمد صاحب مرحوم مولنا مولوی عبداللہ صاحب مرحوم و مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم لودیانہ والوں سے حضور کے اعتقادات ملتے جلتے تھے اس سے یہ غرض تھی کہ بجائے نانا یا اور کوئی اپنے دادا وغیرہ علماء کے اعتقادات گو خراب ہی ہوں اُن کو بلا وجہ ترجیح دی جائے اصل غرض یہ ہے کہ حضور کے اور بندہ کے اعتقادات بالکل ایک ہیں اور اگر مولوی صاحبان لودیانوی اور حضور کے درمیان کسی فروعات میں اختلاف بھی ہو تو اسمیں بھی جناب کی طرف رجوع کرتا ہوں (۲) اور حضور کی تصنیف چند کتابیں زیر مطالعہ رہی ہیں جن میں سے بہشتی زیور تو حرز جان ہے اور شرح مثنوی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور بھی چند تصانیف نظر سے گذریں (۳) ایک دفعہ رامپور ریاست میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب جو طالب علم تھے اُن کے پاس ٹھہرنے کا اتفاق ہو گیا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مولوی صاحب حضور سے بیعت ہیں، اس لئے اُن سے اور بھی محبت ہو گئی اثنائے گفتگو میں معلوم ہوا کہ ان کے پاس تھانہ بھون سے دو رسالہ الامداد اور حسن العزیز بھی ماہواری آتے ہیں بندہ نے اُن کے دیکھنے کے واسطے درخواست کی تو اُن مولوی صاحب طالب علم نے چند رسالہ مجھکو دیکھنے کے واسطے دئے الحمد للہ جو لطف اُن سے اٹھایا بیان سے باہر ہے ایک روز کا ذکر ہے کہ حسن العزیز دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سو جانے کا ارادہ کیا رسالہ حسن العزیز کو ایک طرف رکھدیا لیکن جب بندہ نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو دل میں خیال آیا کہ کتاب کو پشت ہو گئی اسلئے رسالہ حسن العزیز کو اٹھا کر اپنے سر کی جانب کو رکھ دیا

اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں
لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی
کلمہ شریف کے پڑھنے میں اسکو صحیح پڑھنا چاہئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر
تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بیساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے
اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھکو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان
سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی
چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اسکے کہ
رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری، اور مجھکو معلوم ہوتا تھا کہ
میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور
بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال
تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال
کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر
دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف
پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی حالانکہ
اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اس روز
ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات
ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

جواب اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے،
۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ۔

سوال جناب مخدومنا ومولانا عم فیضہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مکرمت نامہ وارد
ہو کر باعث اعزاز ہوا یہ ناچیز حضرت جد امجد قبلہ عالم مدظلہ العالی کا بڑا نواسہ مولوی . . . .
صاحب مرحوم کا لڑکا ہے اسمیں شبہ نہیں کہ جناب نے ضروریات زمانہ کے لحاظ سے دینی خدمت
بہت کی ہے اور بہت سے رسائل مفیدہ دینیات میں تصنیف فرما کر لوگوں کو مستفیض فرمایا مگر آپ سے

٦٣

صاحب فضل اور دین کے پیشواؤں کو تو ہر وقت کی ضرورت تو ہو یہ خود فرما کر دین متین کی اصلاح
اور اس کی حفاظت میں پوری توجہ سے کوشش فرمانا فرض ہے خصوصاً ایسے نازک وقت پر
جبکہ اندرونی و بیرونی ہر طرح کے حملے زور و شور پر ہو رہے ہیں یہی وقت ہے علمائے امتی کانبیاء بنی
اسرائیل کا نظارہ دکھانے کا ہمارے اندرونی دشمن جو اسلامی پیرایہ میں دربردہ اسلام کی بیخکنی
کرنے میں پوری کوشش اور سرگرمی سے مصروف ہیں زیادہ خطرناک ہیں بہ نسبت بیرونی دشمن
کے پھر جب تک ان کا متفقہ قوت سے مقابلہ نکیا جائے اسوقت تک انکا دفعیہ غیر ممکن ہے یک
دو آدمی کی توجہ اور کوشش سے کام نہیں چل سکتا چونکہ آنجناب کو اس طرف پوری توجہ نہیں ہے
اسلئے ان کی پوری حالت نہیں معلوم کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں اور غالباً مرزا کی کتابیں بھی
ملاحظہ سے نہیں گذری ہیں ورنہ جناب کو معلوم ہوتا کہ اس نے دربردہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی نبوت اور مذہب اسلام کو بالکل اڑا دینا چاہا ہے یعنی محمدیت کو اور اپنا مذہب یعنی بقول انکے
احمدیت مرزائیت کو پھیلانا چاہا ہے اور یہی کوشش اُن کی جماعت کی بھی ہے اس میں جان
توڑ کوشش کر رہے ہیں اُن کی طرف سے سینکڑوں مبلغین مرد و عورت صرف بہکانے پر مقرر ہیں
اور تنخواہ پاتے ہیں تمام لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں صرف ہندوستان ہی میں نہیں افریقہ
وغیرہ بلکہ تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ان کا ہر شخص اپنے مذہب کے پھیلانے میں سرگرم ہے
ادنی سے لیکر اعلی سب اپنی حیثیت کے موافق چندہ دیتے ہیں جو لوگ امیر ہیں وہ سینکڑوں
روپے ماہوار قادیان بھیجتے ہیں حیدرآباد دکن میں ایک تاجر ... ہے وہ قادیانی ہو گیا ہے
بہت صرف کرتا ہے اسی طرح اور بھی ہیں حیدرآباد میں اور سہارنپور کی طرف کوئی جگہ ساڈھورا
ہے وہاں کے بعض مشائخ دربردہ قادیانی ہیں انکے ماننے والے بہت ہیں اسی طرح ہر طرف یہ گمراہی
پھیل رہی ہے اب فرمائیے کہ ہماری طرف سے اُس کے مقابلہ میں کون کھڑا ہوا جو پوری کوشش
و توجہ سے اُن کا مقابلہ کرتا اگر اس طرف سے بھی پوری کوشش ہوتی تو آج گمراہی کی یہ حالت
نہوتی فلاں مولوی صاحب اور فلاں مولوی صاحب نے کچھ مقابلہ کیا وہ بھی زبانی غرض سے
وہ بھی جناب مولوی ... صاحب کا رسالہ اشاعت السنہ نکلتا رہا اُس وقت تک وہ کچھ انہیں ملتے
رہے وہ بھی تقریباً انہیں کی جماعت میں محدود رہا پھر بھی اس قدر قیمت رکھی گئی تھی کہ اُس کی

شائع بھی نہیں لے سکتا تھا یا مولوی .. صاحب نے اپنے اخبار میں کچھ مضمون لکھدیا یا
بعض رسالے لکھدیئے تو آپ ہی فرمائیے کہ اس سے کہاں تک لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں بمقابلے
مقابلہ میں جن کی کوشش کا یہ حال ہو کہ ساٹھ ہزار خطوط و اخبار و رسالے ماہواری مرزا کے وقت
میں تمام دنیا میں شائع ہوتے تھے اور اب بھی بہت شائع ہوتے ہیں اور اب ایک نیا طریقہ یہ نکالا ہے
کہ مختلف زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ تحریف کر کے شائع کر رہے ہیں اب آپ ہی فرمائیے کہ ادہر
کس عالم کو توجہ ہے جو اس فتنہ کی طرف متوجہ ہو بجز ہمارے جد امجد قبلہ عالم مدظلہ العالی کے مگر
اب کچھ ایسی حالت رہتی ہے اور ضعف و نسیان نہایت درجہ ہو گیا ہے جس کی وجہ سے آپ بہت
مجبور ہو گئے ہیں اور کوئی معین مددگار بھی نہیں ہے جو کسی قسم کی مدد کر سکے اسوقت جناب کا اور
حضرات علماء دیوبند کا بہت اثر ہے اگر آپ حضرات کی خاص توجہ اس طرف ہوتی تو لوگوں پر
زیادہ اثر ہوتا اور لوگوں کو یہ خیال ہوتا کہ واقعی یہ فتنہ ہے اس سے بچنا ضروری ہے اب تو لوگ
یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ سب مولویوں کے جھگڑے ہیں اسوجہ سے ہمارے رسالوں کو کوئی دیکھتا بھی
نہیں آپ نے تو یہ فرما کر ٹال دیا کہ رسالہ الامداد سے مجھے کوئی تعلق نہیں علماء دیوبند نے اپنے رسالوں
میں اس قسم کا مضمون لکھنے سے انکار کیا حالانکہ اسمیں بھی آپ ہی کی سرپرستی لکھی ہے اور یہ
الامداد آپ کے معتقدین کا ضروری ہے پھر یہ ناممکن ہے کہ آپ ان حضرات سے فرمائیں اور وہ
انکار کریں مگر ہاں توجہ خاص کے بغیر کام چلنا ناممکن ہے جب آپ ہی جیسے حضرات اس سے
پہلو تہی فرمائیں گے تو پھر اسلام کا خدا ہی حافظ ہے جناب جد امجد قبلہ عالم کا کام تو آپ حضرات
کے گوش گذار کر دینا ہے اب جناب کو اختیار ہے اس فرض کو ادا کیجئے یا نہیں جناب قبلہ عالم
کا کرامت نامہ بھی ملفوف ہذا ہے ختم نبوت کے بارے میں ادہر سے کافی بحث لکھی جا چکی ہے مگر
ابھی ادہر سے ایک کتاب حقیقت ختم نبوت لکھی گئی جس کے دو حصے ہیں مگر قادیانی ہمکو نہیں دیتے
جو رسائل جناب کے ملاحظہ کیلئے بھیجے گئے ہیں اگر ان میں کوئی بات آپ کے خیال میں پسندیدہ
نہ ہو تو اس سے ضرور عزت افزائی فرما دیں اور یہ بھی تحریر فرمائیے کہ ان میں کونسا رسالہ زیادہ مفید
ہے اس ناچیز کو کانپور میں کئی مرتبہ ملازمت حاصل ہوئی ہے اور چند بار مواعظ سننے کا موقع
حاصل ہوا ہے مولوی ..... صاحب مرحوم کے ایک صاحبزادے ہیں .... نام ہے مجھے امید

قوی ہے کہ اس کے جواب باصواب سے عزت افزائی فرمائیں گے والسلام۔

جواب۔ جامع الفضائل العلمیہ والعملیہ مولوی ..... صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ صحیفہ محبت نے ممنون فرمایا آپ کا پورا پتہ معلوم کرکے مسرور ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو ظاہری و باطنی برکات عطا فرماوے آپ کے صحیفہ کے دو جزو ہیں ایک متعلق امراء کے اس میں تو ہم غرباء کا کچھ دخل ہی نہیں دوسرا متعلق طلباء کے وہ بیشک ہم لوگوں کے کرنے کا کام ہے اور فرض ہے مگر علی الکفایہ۔ لیکن اسی کی مثل اور بھی بہت کام فرض علی الکفایہ ہیں ظاہر ہے کہ ہر شخص ہر کام پورے طور سے نہیں کرسکتا بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ حتماً یا اتفاقاً کوئی کام کوئی کرے کوئی کام کوئی کرے جب یک یا دو شخص سے ایک کام میں کفایت ہوجاوے دوسرے سبکدوش ہوجاویں جیسے ظاہراً رد قادیانی میں رسائل کافی ہوچکے ہیں اسلئے دوسروں کو ادھر اشتغال نہیں ہے لیکن آپکو اس باب میں وسعت نظر زیادہ ہے اگر اب بھی کوئی خدمت ضروری رہگئی ہو تو اسکو معین و مشخص کرکے فرمائیں کیونکہ مبہم مضامین سے کشف حال نہیں ہوتا اگر وہ خدمت مقدور ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ اسکو اپنے ذمہ سمجھکر انجام دیا جاویگا باقی رہا مطبع کے مالکوں کا معتقدین میں سے ہونا اور اسلئے میرے اذن کا لازم یا مستحسن ہونا یہ ایک نہایت ظاہری حکم ہے تمتع کے بعد میرے اس فعل مدیح کو انشاء اللہ تعالیٰ ترجیح دیجاوے گی۔ مصالح اس قدر کثیر ہیں کہ تحریر میں گنجایش نہیں میں رسائل مرسلہ کے مطالعہ کی فکر میں ہوں وقت نہیں ملا لیکن جسطرح بن پڑیگا دیکھوں گا اور دیکھکر جو رائے ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ اطلاع دوں گا اسمیں جتنی دیر ہوگی اسکا سبب تاخیر مطالعہ ہوگا باقی آپ کی دلسوزی و مشورہ خیر پر دل سے آپ کے لئے دعاء برکت کرتا ہوں والسلام مکرر آنکہ ان رسالوں کے علاوہ اور رسائل رد قادیانی کے جو آپکو معلوم ہوں ان کا نام و نشان فرمایئے تاکہ منگاؤں یا موجود ہوں تو عاریۃً دیدیجئے ان سب کے مطالعہ میں شاید کوئی خدمت میرے ذہن میں بھی آجاوے۔ ۲۶ شوال ۱۳۳۵ھ

سوال۔ جبکہ اہل اسلام تصویر کو رکھنا گناہ شمار کرتے ہیں اور معصیت خیال کرتے ہیں تو سکہ شاہی جسمیں بادشاہ کی تصویر ہوتی ہے کیوں رکھتے ہیں جواب عقلی سے سرفراز فرمایئے گا نقلی سے میں بھی واقف ہوں ایک شخص نے سوال کیا تھا میں جواب نہ دیسکا۔

(باقی آئندہ)

قرآن مجید مع تفسیر بیان القرآن
کی مدت رعایت کی توسیع

ناظرین کو یاد ہوگا کہ الامداد ماہ ذی الحجہ میں ایک اشتہار بطور ضمیمہ اس قرآن شریف کا شائع ہو چکا ہے جس پر حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب دام ظلہم کی تفسیر بیان القرآن چڑھی گئی ہے اور اُس اشتہار میں یہ بھی عرض کیا تھا کہ اگر کوئی صاحب زر پیشگی اخیر ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ تک ارسال فرماویں گے تو انکو قیمت میں رعایت دیجاویگی اور ایسے حضرات کی تعداد چار سو مقرر کی تھی سو بحمد اللہ اس مدت میں اس تعداد سے زیادہ فرمائشیں مع زر پیشگی کے آگئیں اور قرآن شریف کا کام شروع کر دیا گیا اور ایک پارہ چھپکر تیار ہو گیا اب بعد انقضائے مدت رعایت مطبع میں شائقین کے بہت زیادہ خطوط اس مضمون کے موصول ہوئے کہ ہم کو اس مدت رعایت میں اطلاع ہی نہ مل سکی اور اس وجہ سے ہم اس رعایت سے محروم رہے لہذا اس مدت رعایت میں کچھ توسیع ضروری ہے اگرچہ ہمکو اس رعایت دینے میں مالی نفع نہ ہو مگر دینی نفع ضرور ہے کہ شائقین کی خدمت میں تفسیر بیان القرآن پہنچ جاوے گی لہذا شائقین کو بذریعہ اعلان ہذا اطلاع دیجاتی ہے کہ میعاد میں تا آخر صفر ۱۳۳۶ ہجری تک توسیع کیجاتی ہے اور تعداد خریداران بجائے (۴۰۰) کے (۸۰۰) کیجاتی ہے اب اس مدت میں شائقین اپنی درخواست مطبع میں مع زر پیشگی کے بہت جلد ارسال فرماویں ورنہ اس کے بعد پھر اس رعایت کا موقعہ نہ ملے گا۔ قرآن مجید کا کام شروع ہو گیا ہے اور امید ہے کہ انشاء اللہ چند ماہ میں مکمل قرآن مجید شائقین کی خدمت میں پیش کیا جاسکے گا قیمت اصلی علاوہ محصول ۹؍ رعایتی علاوہ محصول ۷؍ والسلام ٭

المشتہر

رفیق احمد و شبیر علی مالکان مطبع امداد المطابع تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

الحکام الرقیقہ بابت صفر ۱۳۳۶ھ رسالہ زوال السنۃ عن اعمال السنۃ مؤلفہ حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم جزو شرعی رسالہ ملاحظہ ہو (نائب مدیر)

اصول و مقاصد رسالہ ہٰذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہٰذا کا مقصود مسلمانوں کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) رسالہ ہٰذا قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ میں رسالہ سرورق کے اڑھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے کچھ بڑھ جائیگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ [illegible] ہے۔

(۶) علاوہ ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کر کے عہ کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی جمادی الاخریٰ ۱۳۳۵ سے بھیج دیں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجایا کریگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کر دیجائیگی۔

(۱۰) رسالہ ہٰذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی شبیر علی صاحب برادرزادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو مساعدت فرما کر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ میں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھ دیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

راقم

رفیق احمد مالک مطبع امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

رجسٹرڈ نمبر ایل

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

وفی حدیث طویل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] فما علینا الا البیان

امتثالاً للآیۃ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت علوم و امداد و للحدیث کہ دال ست بر ضرورت تبلیغ از

فضل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقب بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ

تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و

ملفوظات خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی

صاحب مدظلہ است با جمل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ صاحب قدس سرہ

لقب صحیفہ مشیرست بہ تبرک بنام تاسیس نیز دخاصہ الاشتات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل

عدد (۹)	بابت ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۶ ہجری	جلد (۳)

باہتمام الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

جید برقی پریس میرٹھ

ایں صحیفہ کا مدشش امداد نام		یافت نمبر امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

جو

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہو۔ (نائب مدیر)

اِس کا جواب یہ ہے کہ اول تو میں اس وقت ترک گناہ کے لئے نہیں کہہ رہا میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ جب گناہ ہو جایا کرے توبہ کر لیا کرو تو گناہ کے نہ چھوٹ سکنے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ توبہ بھی نہ ہو سکے دوسرے اگر غور کر کے دیکھا جائے تو کوئی ناجائز ذریعہ ایسا نہیں ہے کہ جسکو ترک نہ کیا جا سکے اور یہ جو ہمکو ترک کرنا گراں معلوم ہوتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمنے اپنے اخراجات روزمرہ میں بعض ایسی چیزیں بڑھالی ہیں کہ جنکی ہمکو کوئی ضرورت نہیں لیکن ہم اُن کو ضروری سمجھ رہے ہیں تو اس کا جواب وہی ہے جو کہ کسی شخص نے ایک ادھورے شاعر کو جس نے شعر میں تشدید آنے میں ضرورت کا عذر کیا تھا اُسکو جواب دیا تھا کہ شعر گفتن چہ ضرور تو اگر بضرورت کثرتِ تعلقات گناہ ہوتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ تکثیر تعلقات چہ ضرور اصل جواب تو یہی ہے لیکن یہ جواب اُن لوگوں کے لئے ہے جو کہ عالی ہمت ہوں اور دین کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح نہ دیتے ہوں کم ہمتوں کے لئے دوسرا جواب بھی ہے مگر میں اُس جواب کو زبان پر لاتے ہوئے ڈرتا ہوں کہ کم فہم لوگ اُس سے گناہ کی اجازت نہ سمجھ جائیں مگر حاشا وکلا گناہ کی اجازت دینا ہرگز مقصود نہیں بلکہ منظور تقلیل اثم ہے حاصل اُس جواب کا یہ ہے کہ گناہ دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہیں کہ اگر اُن کو نہ کیا جائے تو دنیا کا کوئی کام اٹکتا ہے اور بعض وہ ہیں کہ اگر اُن کو چھوڑ دیا جائے تو دنیا کا کوئی نقصان نہیں ہے مثلاً لباس خلاف وضع اسلامی پہننا اگر اُسکو ترک کر دیا جائے تو دنیا کا کوئی بھی نقصان نہیں۔ اِسی طرح ٹخنوں سے نیچے پاجامے پہننا کہ اُن کے ترک سے دنیا کا کوئی نقصان نہیں ہے یا مثلاً عورتیں اِس قدر باریک لباس پہنتی ہیں کہ اُس میں پورے طور پر ستر نہیں ہوتا تو اِن باتوں کو اگر چھوڑ دیا جائے تو کوئی نقصان بھی نہیں ہے رشوت وغیرہ میں تو آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ بغیر ان کے ہمارے کام چلنے دشوار ہیں لیکن اِن معاصی بے لذت میں کیا نفع ہے اور ان کے ترک میں کیا نقصان ہے علیٰ ہذا کسی امرد یا اجنبی عورت کو بُری نظر سے دیکھنا کہ اسمیں کچھ بھی نفع نہیں نہ اسکے ترک میں کوئی ضرر۔ اگر کہو کہ صاحب نہ دیکھنے میں تکلیف ہوتی ہے تو یہ بالکل غلط ہے بلکہ تکلیف دیکھنے میں ہوتی ہے کہ اوّل نظر پڑتے ہی قلب میں ایک سوزش پیدا ہوتی ہے پھر اسکے

۲۱۵

بعد جب وہ نظر سے غائب ہوگیا تو اُس سوزش میں ترقی شروع ہوئی حتیٰ کہ بعض لوگوں کا اس میں خاتمہ ہوگیا اور اگر مان بھی لیا جائے کہ نہ دیکھنے میں کچھ تکلیف ہوتی ہے تو تھوڑی سی تکلیف کا پھر وہ بھی چند دن کی برداشت کرلینا کیا دشوار ہے اور اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ بہت ہی تکلیف ہوتی ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ آخر ضرر کیا ہوا کیا اس تکلیف سے تنخواہ بند ہوگئی یا کھانا بند ہوگیا ہرگز نہیں اور خود یہ تکلیف وہمی کوئی معتدبہ ضرر نہیں۔ غرض ان معاصی کو تو فی الفور چھوڑ دیا جائے اور جن معاصی کو بزعم خود موقوف علیہ حوائج دنیویہ کا سمجھ رکھا ہے اُن کو اگر ترک نہ کرسکیں تو روزانہ ندامت واستغفار اور یہ دعا کہ اے اللہ ہمکو اس سے نجات دے یہ تو ممکن ہے اتنا ہی کرلیا کرو یہ بے فکری اور بے پروائی تو بہت بُری چیز ہے *

نواں مانع توبہ سے گناہ کی لذت ہے مع جواب

ایک مانع یہ بھی ہوتا ہے کہ لوگ گناہ کو لذیذ سمجھتے ہیں اور اسی لئے نہیں چھوڑ سکتے اس کا ایک علاج تو یہ ہے کہ مآل پر نظر کرے اور سوچے کہ یہ ساری لذت ایک دن ناک کے رستے نکلے گی دوسرے اہل فہم کے لئے اس کا یہ جواب ہو کہ یہ کہنا ہی غلط ہے کہ گناہ میں لذت ہوتی ہے۔ دیکھئے اگر عادت سے زیادہ مرچیں سالن میں ڈالدی جائیں تو اگرچہ اُن میں لذت ہوگی لیکن اُس لذت کے ساتھ سوزش ایسی ہوگی کہ اُسکے سامنے لذت کا ادراک بھی نہ ہوگا اور اگر کچھ ادراک ہو بھی تو لذت کا ادراک تو فوراً ہی ختم ہوجائیگا لیکن سوزش بہت دیر تک باقی رہے گی اسی طرح گناہ کرنے میں گو کچھ لذت بھی ہو لیکن اُس روحانی تکلیف وپریشانی کے مقابلہ میں جو کہ گناہ میں ہوتی ہے یہ لذت کچھ بھی نہیں دوسرے اس لذت کا خاتمہ تو فوراً ہی ہوجاتا ہے اور اس روحانی تکلیف کا اثر مدت تک باقی رہتا ہے ہمکو التفات نہیں ورنہ معلوم ہوسکتا ہے کہ گناہ کرکے کسقدر کدورت وطبعی توحش پیدا ہوتا ہے فوراً ہی مرتکب کی طبیعت یہ فتویٰ دیتی ہے کہ تم نے بہت بُرا کام کیا کبھی اُسکو وہ مسرت نصیب نہیں ہوتی جو کہ نیکی کرکے مثلاً نماز پڑھکر یا روزہ رکھکر

۲۱۶

ہوتی ہے کہ قلب میں ایک اطمینان کا ایک نور سا معلوم ہوتا ہے برخلاف گناہ کے کہ اسکے بعد یوں معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے سر پر جوتیاں ماردیں مگر افسوس ہے کہ ہم پھر بھی باز نہیں آتے گویا جوتیاں کھانے کی عادت ہو گئی ہے جیسے چماروں کی عادت ہو جاتی ہے یا جیسے نمرود کی عادت ہو گئی تھی اور یہ تکلیف تو فی الحال ہوتی ہے پھر اس کا ایک مآل ہوتا ہے یعنی دنیا ہی میں کہ اس پر طرح طرح کی آفتیں مصیبتیں نازل ہوتی ہیں اکثر رزق سے محروم ہو جاتا ہے اور اسکو بشرط غور معلوم بھی ہو جاتا ہے کہ فلاں گناہ کی سزا ہے خوب کہا ہے ؎

ہرچہ بر تو آید از ظلمات و غم　　آں ز بیباکی و گستاخی ست ہم

غم چو بینی زود استغفار کن　　غم بامر خالق آمد کار کن

ابن ماجہ کی حدیث میں ہے ان العبد لیحرم الرزق بالخطیئۃ یعملہا اور کھانے کو ملے بھی تو اسکی برکت بالکل جاتی رہتی ہے اس کا سہل طریقہ مشاہدے کا یہ ہے کہ آپ دو مہینے کی رخصت لیکر ان میں سے ایک مہینہ تو کسی ایسے شخص کے پاس گذارئے جو کہ نہایت متنعم اور آرام میں زندگی بسر کرتا ہو اور کسی گناہ سے نہ بچتا ہو اور دیکھئے کہ ان گناہوں کی بدولت اسکے قلب کی کیا کیفیت ہے آخر بات چیت سے اُسکے انداز کا پتہ لگ ہی جائیگا خاصکر اُس وقت میں جبکہ اُسپر کوئی مصیبت آئے مثلاً بیمار ہو جائے یا کسی دشمن کی مخالفت کا اندیشہ ہو اسکے بعد کسی ایسے شخص کے پاس رہئے کہ اُسکو اچھی طرح کھانے کو بھی میسر نہ آتا ہو مگر خدا کا مطیع و فرمانبردار ہو اور اُسکے قلب کی کیفیت دیکھئے خاصکر کسی مصیبت کے وقت اسکے بعد ان دونوں کی قلبی حالت کا موازنہ کیجئے اور دیکھئے کہ سرور اصلی کس کے قلب میں ہے آپ پائینگے کہ وہ فاقہ مست ہر وقت شاداں و فرحاں ہے اور یہ متنعم ہر وقت غم و الم میں مبتلا ہے اور یہ ایسا یقینی اور بین فرق ہے کہ جب چاہے اور جس کا جی چاہے امتحان کر دیکھے اب میں پوچھتا ہوں کہ یہ پریشانی کس چیز کی ہے اور وہ سرور کس چیز کا ہے ظاہر ہے کہ پریشانی نافرمانی کی اور سرور فرمانبرداری کا ہے بس نافرمانی میں لذت اور فرمانبرداری میں کلفت کہنا غلط ہوا بلکہ امر بالعکس ہے قرآن شریف میں ارشاد ہے وَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً یہ تو فرمانبردار کے لئے ارشاد ہوتا ہے فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا یہ نافرمان کے لئے ہے

۲۱۷

غرض فرمانبرداری میں پوری راحت ہے اور راحت ہی کا نام عیش ہے دلیل اسکی یہ ہے کہ اگر ایک امیر کبیر کو پھانسی کا حکم ہو جائے اور اُس سے کہا جائے کہ تم اسپر راضی ہو کر یہ تمام دولت اس غریب کو دیدو اور یہ تمہارے عوض پھانسی لیلے تو وہ یقیناً قبول کرلے گا اب تبلائیے کہ یہ قبول کیوں ہوا اسلیے کہ دولت کے بدلے میں ایک مصیبت سے نجات ہوئی اور راحت نصیب ہوئی غرض یہ کہنا کہ لذت کی وجہ سے گناہ نہیں چھوٹ سکتے غلط ہوا۔

دین کے پانچ اجزا میں سے ہم لوگوں نے صرف ایک جزو لے لیا ہے

یہانتک تو توبہ کے موانع اور اُن کے علاج کا ذکر تھا اب ایک مختصر سی فہرست اُن گناہوں کی جن میں سب مبتلا ہیں بیان کرنی باقی ہے۔

سو اول یہ سمجھئے کہ دین کے پانچ جزو ہیں پہلا جزء عبادات جیسے نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ حج وغیرہ دوسرے معاملات جیسے بیچنا۔ خریدنا۔ نوکر رکھنا۔ رشوت لینا۔ سود لینا۔ روپئے کے عوض پیسے لینا یا گوٹہ ٹھپہ خریدنا وغیرہ۔ تیسرے عقائد کہ خدا کو ایک جاننا اور اُسکو قادر مطلق ماننا۔ سیتلا وغیرہ کے توہمات کو باطل سمجھنا وغیرہ چوتھے معاشرت کہ آپس میں میل جول کس طرح رکھیں جس میں مصافحہ وغیرہ پانچویں اخلاق یعنی ملکات باطنہ کا درست کرنا حسد۔ بغض۔ کینہ۔ عداوت وغیرہ سے دل کو پاک کرنا۔ تحمل۔ بُردباری وقار۔ نرمی۔ خوش کلامی اپنے اندر پیدا کرنا۔ یہ پانچ حصے دین کے ہیں مگر ہمارے مسلمان بھائیوں نے دین کو صرف عبادات میں منحصر کر دیا ہے اسکے علاوہ چاروں اجزاء کو دین سے خارج سمجھتے ہیں گویا اُن کے نزدیک بہت سی نفلیں پڑھ لینا گلے میں تسبیح ڈال لینا روزہ رکھ لینا بس اسی کا نام دین ہے۔ بعضے عبادات کے ساتھ تصحیح عقائد کو بھی دین سمجھتے ہیں۔ باقی معاملات اور معاشرت اور اخلاق کو کوئی شخص دین کا جزو ہی نہیں سمجھتا اِلّا ماشاءاللہ۔ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے دنیا کے حالات ہیں ان میں ہم جس طرح چاہیں کریں شریعت کو ان سے کوئی تعلق نہیں حالانکہ یہ سب شریعت ہی کے اجزا ہیں +

(باقی آئندہ)

۲۱۹

ہاں اگر اُسی پیکٹ ہی کے حساب وغیرہ کے متعلق کوئی خط ہو تو اس کا رکھنا جائز ہے کہ وہ خود اُسی کے حکم میں ہے۔

(۳۹) فرمایا کہ مولنا محمد قاسم صاحب رئیس الاذکیا تھے باوجودیکہ کتب پر نظر وسیع نہ تھی وجہ یہ ہے کہ آزاد بہت تھے ایام درس میں کبھی سبق میں شامل ہوئے کبھی نہ ہوئے مگر اپنی ذہانت سے امتحان میں ہمیشہ کامیاب ہوئے اور تدریس میں بھی غالبًا بالترتیب ایک بار بھی کتب درسیہ نہ پڑھائی ہونگی۔

ف۔ قلت فلا یحتج بنقلہ رحمہ اللہ تعالیٰ فیما یتعلق بالنقل کثبوت الاحادیث الا بعد التنقیب فافہم (زادہ الجامع عفی عنہ)

(۴۰) فرمایا مولنا شاہ شیخ محمد تھانوی قدس سرہٗ سے کسی نے ایک خواب بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک عالم فرماتے ہیں استنجا سوکھاتے میں سلام کا جواب منع ہی دوسرے کہتے ہیں جائز ہے پس مولنا نے ایک لطیف جواب دیا وہ یہ کہ جب قطرہ آرہا ہو اُس وقت تو جواب دینا منع ہے کہ وہ حکم اوقات بول میں ہے اور جب قطرہ نہ آتا ہو محض مٹی سے صفائی حاصل کر رہا ہے اس صورت میں منع نہیں ہے۔

(۴۱) ۱۲۔ ربیع الآخر۔ ایک شخص نے استفسار لکھا تھا کہ قصائی خود ذبح نہیں کرتے اس کی کیا وجہ ہے اس کا جواب حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بزرگوں نے اُن کو ذبح سے اس لئے منع کر دیا تھا کہ چونکہ یہ لوگ صاحب غرض ہیں ممکن ہے کہ شرائط ذبح بجا نہ لاویں یا مردار کو ذبح کر کے بیچ ڈالیں چنانچہ بعض واقعات ایسے ہوئے بھی ہیں اور اس انتظام کا برقرار رکھنا اب بھی مصلحت ہے۔

(۴۲) احقر نے عرض کیا کہ صحت شہادت قلبیہ میں کچھ یکسوئی کا بھی اثر اور دخل ہے فرمایا ہاں اس لئے کہ شہادت مذکورہ ایک نوع ہے کشف کی اور کشف میں خلوت اور اجتماع خاطر کا ضرور دخل ہے پھر فرمایا کہ تقویٰ سے شہادت قلبیہ اور فراست اقرب الی الصحۃ ہو جاتی ہیں۔

(۴۳) فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے واخرجہ ابن ماجہ والدارمی کما فی المشکوۃ وعزاہ

فی الجامع الصغیر الیٰ ابن ماجہ والضیاء ثم صححہ بلفظ من باع داراً ثم لم یجعل ثمنہا فی مثلہا لم یبارک لہ فیہا اھ کہ مکان فروخت کر کے اس کا ثمن مکان ہی کے صرف میں کر دینا چاہئے کسی دوسرے صرف میں نہ لگانا چاہئے اور دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا ہے لا تتخذوا الضیعۃ فترغبوا فی الدنیا رواہ الترمذی وحسنہ اور بظاہر ان دونوں میں تدافع معلوم ہوتا ہے سو اس کا راز یہ ہے کہ انسان کو ...... جو جاہ ایسی اشیا کے موجود ہونے سے حاصل ہوتی ہے وہ ایک نعمت ہے اور اس کا فوت کر دینا اس طرح کہ نہ بدل رہے اور نہ مبدل کفران نعمت ہے پس حدیث اول اُن لوگوں کے لئے ہے جو اہل جائداد ہوں اور اس جائداد سے اُن کے جاہ میں اثر ہو ہاں جس شخص کی جاہ اُن امور پر موقوف نہ ہو وہ اس حکم کا محل نہ ہوگا۔ جیسے وہ لوگ جو صاحب جائداد پہلے سے نہیں اور دوسری حدیث ایسے شخص کے باب میں ہے اور اسی کے حکم میں ہے وہ شخص جو کسی ضرورت سے فروخت کرے اور پھر اس رقم کو بطریق بدل شئی مبیع میں صرف نہ کر سکے وہ بھی معذور قرار دیا جاویگا یا کوئی متوکل ہو اور ترک اسباب کی وجہ سے ان اشیاء کو اپنے تصرف سے علیحدہ کر دے وہ بھی اس نہی کا محل نہیں ہے ف اور اگر پہلی حدیث کو اصحاب حاجت پر محمول کیا جاوے خواہ وہ حاجت ابقاء جاہ ہو یا حاجت مسکن و مطعم و مشرب ہو اور دوسری حدیث کو ان لوگوں کے ساتھ خاص کہا جاوے جنکی دفع حاجت مطلق ضیعہ پر موقوف نہیں ہے تو احسن واتم ہے فافہم زادہ الجامع عفی عنہ

(۴۴) ۲۔ جمادی الاخریٰ ۳۵ھ ۱۳ھ۔ فرمایا کہ جو قومیں مہینہ اور سال کا حساب قمر سے کرتی ہیں وہ رات کو اصل اور دن کو رات کے تابع قرار دیتی ہیں اور شریعت میں بھی یہی حساب معتبر ہے اور وجہ یہ ہے کہ ابتدا طلوع قمر شب میں ہوتا ہے اور جب ہی سے مہینہ شروع ہو جاتا ہے اور جو لوگ سال شمسی کا حساب رکھتے ہیں وہ دن کو اصل اور رات کو تابع قرار دیتے ہیں کیونکہ شمس شروع دن میں طلوع ہوتا ہے اور اسکے طلوع سے انکے نزدیک مہینہ کی ابتداء ہوتی ہے۔

۹۸

(۴۵) ۱۰۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۵ھ۔ فرمایا کہ روافض کے بہت سے فرقے ہیں اور ہندوستان میں صرف فرقہ اثنا عشریہ ہے۔

(۴۶) تخمیناً عرصہ دس سال کا ہوا کہ اثناء کلام خاص میں حضور نے فرمایا تھا کہ مشائخ صوفیہ کا یہ طریق ہے کہ ترک اسباب کی اجازت بشرط قوت توکل تنہا شخص کو تو مطلقاً دیدیتے ہیں خواہ اس کی طرف لوگوں کا رجوع ہو یا نہ ہو اور عیالدار کو اس وقت اجازت دیتے ہیں جبکہ اسکی طرف لوگوں کا رجوع ہو فقط اس دوسری شق سے یہ شبہ نہ ہو کہ اس صورت میں مجیز اور مجاز دونوں کی نظر مخلوق پر رہے گی پھر یہ توکل کیا ہوا کیونکہ مجیز اور مجاز کسی کو یہ خیال نہیں ہوتا صرف اس مصلحت سے کہ چونکہ اکثر اہل و عیال میں قوت توکل نہیں ہوتی اس لئے بغیر ظاہری سبب کے اُن کا دل پراگندہ اور پریشان رہے گا اور انکا پریشان کرنا ممنوع ہے پس کوئی صورت ظاہری ہونا ضرور ہے جس سے کچھ تو دل بستگی رہے اور اطمینان ہو اور اگر خدانخواستہ اصل توکل میں مجیز یا مجاز کسی کی نیت بھی مخلوق پر ہوئی تو وہ شخص دائرہ توکل سے بالکل خارج اور مشرک بشرک خفی ہے فافهم فانه من مزال الاقدام زادہ الجامع عفی عنہ۔

(۴۷) ۲۰۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۵ھ۔ احقر نے عرض کیا کہ حدیث میں ہے کہ مریض پر دعا پڑھتے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دست مبارک مریض پر رکھتے تھے چنانچہ مشکوٰۃ میں ہے عن عائشۃؓ قالت کان رسول اللہ ﷺ اذا اشتکی منا انسان مسحہ بیمینہ ثم قال اذھب الباس رب الناس واشف انت الشافی لا شفاء الا شفاءك شفاء لا یغادر سقما متفق علیہ سو اس ہاتھ رکھنے کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ دعا پڑھتے وقت پڑھنے والے کے جسم میں جو برکت حاصل ہوتی ہے اس کا پہونچانا مقصود تھا مریض کے بدن میں اسیر میں نے عرض کیا کہ مقصود مس ہے پھر ہاتھ کی کیا تخصیص ہے فرمایا کہ اس میں سہولت ہے۔

(۴۸) میں نے پوچھا کہ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۹۴ میں ہے اما التشیع فی عرف المتاخرین فھو الرفض المحض اس رفض کے کیا معنی ہیں فرمایا کہ صحابہؓ کو

سب و شتم کرنا۔

(۴۹) فرمایا کہ ولاکراہتہ جو محاورات میں آتا ہے اس سے مراد بد دعا ہے نہ کہ اخبار۔

(۵۰) احقر نے عرض کیا کہ جن سور قرآنیہ کے باب میں یہ وارد ہوا ہے کہ فلاں کام کے لئے پڑھی جاویں تو (فائدہ ہے کہ) مقصود حاصل ہوگا سوان سورتوں کو اس نیت سے پڑھنے میں قرأت کا ثواب باقی رہے گا یا دعا کا ثواب ملیگا فرمایا کہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو آیت یا سورت مشتمل مضمون دعا کو نہو وہاں تو قرأت کا ثواب رہے گا خواہ مقصود تعبد مطلقاً ہو یا خوش نیتی سے تحصیل مقصود کے ساتھ تعبد کا قصد بھی کر لیا جاوے جیسے کہ دعا خواہ محض تحصیل مقصود کی نیت سے کیجاوے یا اسمیں تعبد بھی ملحوظ ہو بہر حال ثواب سے خالی نہیں ہوتی ہاں جو آیات مشتمل بر دعا ہیں وہاں دعا کی نیت سے پڑھنے میں ثواب قرأت کا نہوگا بلکہ دعا کا ثواب ملیگا اور اسی وجہ سے حائضہ اور جنب کو ان ادعیہ کا پڑھنا بہ نیت دعا جائز ہے نہ بہ نیت تلاوت ف لطیف مضمون ہے واقعی جو مضمون جس معنی کو محتمل نہیں وہاں اس معنی کا صرف قصد کرنے سے وہ معنی متعین نہیں ہو سکتے پس بحکم استصحاب اس مضمون سے جو مراد متکلم کی ہے وہی باقی رہیگی زادہ الجامع عفی عنہ

(۵۱) ۲۱- جمادی الاخریٰ- تکشف ج ۵ ص ۲۴ میں حدیث ذیل بروایت ترمذی ترک اسباب مظنونہ کے باب میں بطریق استدلال نقل فرمائی ہے اور وہ یہ ہے فی لباب النقول اخرج الحاکم والترمذی عن عائشۃ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحرس حتی نزلت ھذہ الآیۃ واللہ یعصمک من الناس فاخرج رأسہ من القبۃ فقال یا ایھا الناس انصرفوا فقد عصمنی اللہ اھ میں نے حضرت قبلہ سے عرض کیا کہ یہ حدیث اس دعوی پر استدلال کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے کیونکہ اسمیں تو حق تعالیٰ کا وعدہ خاصہ منقول ہے اور وعدہ خاصہ کی بناء پر ضعفاء کو بھی ترک اسباب ظنیہ جائز ہے کیونکہ اس صورت میں دوسری شق کا وقوع محتمل ہی نہیں اور مدعا یہ ہے کہ ترک اسباب مظنونا تو یار کے لئے جائز ہے باوجود احتمال جانب مخالف کے

ع اسنادہ صحیح بناء علی تعاطی الحافظ السیوطی ۱۲ جامع عفی عنہ

بغیر اعتماد کسی وعدہ خاصہ کے اور جناب رسول اللہ ﷺ نے جیسا کہ ظاہر حدیث کا مقتضا ہے اسی وعدہ کے بنا پر حرس کو ترک فرمایا تھا اس کا جواب حضرت نے عطا فرمایا کہ ہاں صحیح ہے اور کم سے کم احتمال تو ضرور ہے اور احتمال کے ہوتے ہوئے استدلال نہیں ہو سکتا پھر فرمایا کہ جناب سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بعد نبوت عمر بھر باوجود حاجت کے اسباب معیشت کو ترک کئے رہنا اسکی کافی اور ظاہر دلیل ہے کہ اسباب ظنونہ کا ترک کر دینا جائز ہے ۱ھ ف اگر کہا جاوے کہ حدیث ذیل سے آپ کا کسب کرنا ثابت ہوتا ہے
فقد اخرج الحاکم فی المستدرك وصححہ واقرہ الذہبی عن جابران خدیجۃؓ استأجرتہ صلی اللہ علیہ وسلم سفرتین الی جرش بضم الجیم و فتح الراء موضع بالیمن کل سفرۃ بقلوص وھی الشابۃ من الابل کذا فی السیرۃ الحلبیۃ (ص ۱۵۱ ج ۱) وفی کنوز الحقائق آجرت نفسی من خدیجۃ سفرتین بقلوص (ج ۱ ص ۱۴) تو جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ قبل از نبوت کا ہے کہ نکاح جناب رسول اللہ ﷺ کا حضرت خدیجہؓ سے پچیس سال کی عمر میں ہوا ہے کما فی السیرۃ الحلبیۃ (ص ۱۵۵ ج ۱) وکان تزویجہ صلی اللہ علیہ وسلم لخدیجۃؓ بعد مجیئہ من الشام بشھرین وخمسۃ عشر یوما وعمرہ اذ ذاك خمس وعشرون سنۃ علی ما ھو الصحیح الذی علیہ الجمھور ۱ھ اور یہ واقعہ نکاح سے پہلے کا ہے اور آپ نے تین سفر حضرت خدیجہ کی وجہ سے فرمائے تھے جن میں شام کا سفر آخر تھا ففی السیرۃ الحلبیۃ وفی السفرۃ الاولی ارسلتہ مع عبدھا میسرۃ الی سوق حباشۃ وھو مکان بارض الیمن بینہ وبین مکۃ ست لیال کانوا یتبایعون فیہ ثلاثۃ ایام من اول رجب فی کل عام فابتاعا منہ بزا ورجعا الی مکۃ فربحا ربحا حسنا وفی السفرۃ الثانیۃ ارسلتہ مع عبدھا میسرۃ الی الشام وفیہ ایضا ان سفرہ مع میسرۃ الی الشام سفرۃ ثالثۃ ثم ذکر حدیث المستدرك المذکور ثم قال وھو یفید انہ صلی اللہ علیہ وسلم سافر لھا ثلاث سفرات کما تقدم ولعل سوق حباشۃ ھو جرش والا لزم ان یکون صلی اللہ علیہ وسلم

101

سافرلها خمس سفرات اربعة الی الیمن وواحدة الی الشام اور ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ بعد نبوت آپ نے کسب نہیں کیا پس روایت ہمارے خلاف نہیں ہے واما ما اخرج البخاری فی کتاب الاجارات من صحیحہ عن ابی ہریرۃؓ عن النبیؐ قال ما بعث اللہ نبیا الا رعی الغنم فقال اصحابہ وانت فقال نعم کنت ارعاها علی قراریط لاهل مکة اھ فالجواب عنه ان القراریط لا تراد به الاجرة بل هو موضع ففی فتح الباری قال ابراهیم الحربی قراریط اسم موضع بمکة ولم یرد القراریط من الفضة وصوبه ابن الجوزی تبعا لابن ناصر (شیخه) وخطأ سوید (احد الرواة فی سنن ابن ماجه) فی تفسیره (یعنی قوله کل شاة بقیراط یعنی القیراط الذی هو جزء من الدینار والدرهم کما فی الفتح ایضا) اھ قلت ویؤیده بل یعینه ما رواه النسائی من حدیث نصر بن حزن قال افتخر اهل الابل واهل الغنم فقال رسول اللہ ؐ بعث موسیٰ وهو راعی غنم و بعث داؤد وهو راعی غنم وبعثت وانا ارعی غنما اهلی بجیاد واسناده حسن او صحیح عند صاحب الفتح وجه التائید بل التعیین انه اراد المکان فعبر تارة بجیاد وتارة بقراریط وظاهر انه ما کان یرعی بالاجرة لاهله فالمراد باهل مکة اهله فلیتحد الخبران والحمل علی تعدد القصة بعید جدا عندی لا یقبله قلبی وفی عمدة القاری (ج ۵ ص ۳۱) قال بعضهم (ای امام المحدثین مقدام العالمین الحافظ ابن حجر قدس سره) لکن رجح الاول (ای کون القراریط من النقد) لان اهل مکة لا یعرفون مکانا یقال له قراریط قلت وکذلک لا یعرفون القیراط الذی هو من النقد ولذلک جاء فی الصحیح ستفتحون ارضا یذکر فیها القیراط لکن لا یلزم من عدم معرفتهم القراریط الذی هو اسم موضع والقراریط التی من النقد ان لا یکون للنبیؐ بذلک علم فالنبیؐ لما اخبر بانه رعی الغنم علی قراریط علموا فی ذلک الوقت انها اسم موضع ولم یکونوا علموا به قبل ذلک

۱۰۲

باقی آئندہ

جواب۔ آپ لکھتے ہیں کہ اہل اسلام تصویر کو رکھنا گناہ شمار کرتے ہیں یہ عنوان تو وہ شخص لکھ سکتا ہے جو اہل اسلام میں سے نہ ہو آپ کو تو یہ لکھنا چاہیئے تھا کہ ہم لوگ تصویر کو رکھنا گناہ شمار کرتے ہیں پھر یہ کہ اگر یہ شبہ آپکو بھی ہے تب تو اسکے لکھنے کی کیا ضرورت ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا تھا یوں لکھئے کہ مجھکو شبہ ہے اور اگر آپکو شبہ نہیں ہے تو آپ سارے جہان کی فکر میں کیوں پڑتے ہیں سائل کو اتنا جواب دیدینا کافی ہے کہ میں نہیں جانتا کسی عالم سے پوچھو پھر وہ جانے اور بتلانے والے جانیں تیسرے یہ کہ یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ نقلی جواب ہوتے ہوئے مسلمان کو عقلی جواب کی کیا ضرورت پڑی اسکی تو ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ نقلی قانون تو مجھکو بھی معلوم ہے کہ فلاں اسٹیشن سے فلاں اسٹیشن تک یہ محصول ہے مگر اس تخصیص کی وجہ عقلی کیا ہے اور اگر میلوں کے شمار کو وجہ تخصیص کی بتائی جاوے تو پھر یہ سوال رہے گا کہ فی میل اتنا محصول کیوں ہوا اسکی وجہ عقلی کیا ہے پس جو جواب مایۂ تسلی یہاں ہے وہی وہاں بھی سمجھ لیجئے والسلام ۹ ۲ شوال ۱۳۳۵ھ۔

سوال۔ بیت مرقوم زیریں کے مضمون موافق شرع ہے یا خلاف شرع بندہ کو اطلاع فرماکے ممنون و مشکور فرماویں ؎

خداہست مرکب محمد لگام   علی شاہ زینش سوارش کدام

جواب۔ افسوس ایسے مضمون میں تمکو موافق شرع ہونے کا بھی احتمال ہے جس کا ظاہر بالکل کفر اور کفر بھی گندہ کفر ہے اور ظاہر سے صرف کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ صارفات اس ظاہر سے قائل کی خصوصیات ہوتی ہیں یہاں قائل ہی مجہول ہے تو اس کی خصوصیات بھی معلوم نہیں جب بنا نہیں مبنی بھی نہیں۔ خبردار جو پھر ایسی لغویات پوچھی۔ ۴ شعبان ۱۳۳۵ھ

سوال۔ حزب البحر کی اجازت بندہ کو فرماویں اور امید کہ جو قید رکھے جائیں بسر و چشم ادا کروں گا آں صاحب نے پہلے خط بھی محرومی دی ہے امید کہ اس دفعہ جواب سے سرفراز فرماویں گے۔

جواب۔ حزب البحر اگر دنیا کے واسطے پڑھنا مقصود ہے تو نمازوں کے بعد دعا کرنا اس سے افضل اور انفع ہے اور اگر دین کے لئے مقصود ہے تو اس میں اجازت یا

خاص قیود کو کوئی دخل نہیں اس لئے اس درخواست کے معنی سمجھ میں نہیں آئے اور یہاں سے کوئی جوابی خط بلا جواب کے نہیں رہتا باقی پہونچنا اختیار سے باہر ہے والسلام ۶۔ شعبان ۱۳۳۵ھ ہجری۔

سوال۔ حضرت احقر نواں خط آپ کے قدموں میں ڈالتا ہے آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنا غلام بنالیں اور حضرت میرا نام ...... ہے میں آپکی خدمت میں حاضر ہوا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ میرے یہاں ایک مہینہ کا قاعدہ ہے کہ ایک مہینہ رہو تو میں نے بذریعہ خط کچھ عذر کیا جو کہ آپ نے فرمایا کہ ایسی حالت میں رہنا مناسب نہیں مگر آپ نے لکھا تھا کہ ایک بیس خط کے بعد آپ بیعت کی درخواست کرنا پہلے تو مناسب نہیں حضور میرا نواں خط ہے اور جب بیس خط ہو چکیں گے جب آپ سے بیعت کا ذکر کروں گا۔ اور خادم ...... ہے آپ کے خادموں میں سب کا خادم ہے آپ دعا کیجئے کہ اللہ میاں اپنا غلام بنالیں اور اپنے کام میں لگالیں کسی کام کا نہیں رہا۔

جواب۔ میں نے خطوں کی گنتی پورا کرنے کو نہ کہا تھا اُن خطوں میں اپنے حالات اور میرے بتلائے ہوئے معمولات بھی تو لکھنا چاہئے تاکہ اُس سے اندازہ ہو کہ بیعت کی قابلیت ہوئی یا نہیں میاں ...... کو سلام اور یہ واضح ہو کہ تمہاری گول باتوں کا مطلب ہی سمجھ میں نہیں آتا لکھتے ہو کہ کسی کام کا نہیں رہا سو کام کا ہونے کو کس نے منع کیا ہے فضول واہیات باتیں مت لکھا کرو۔ ۸۔ شعبان ۱۳۳۵ھ

ایک خط آیا جس میں سائل نے اپنے طریقہ کو رشیدیہ لکھا تھا اور پیشانی پر ھوالرشید لکھا تھا اُسکے جواب میں یہ لکھا گیا۔

جواب۔ اور یہ طریقہ رشیدیہ کیا چیز ہے اسکی شرح بھی لکھئے اور اللہ کے بہت سے نام ہیں الرشید کی تخصیص کی کیا وجہ۔ ۲۹۔ شوال ۱۳۳۵ھ ہجری

ایک اجازت یافتہ صاحب کا خط آیا تھا جسمیں اُنہوں نے اپنے ایک طالب کے ایک خط کے جواب کی نقل کر کے استصواب چاہا تھا اُسمیں یہ مضمون بھی تھا۔ آج ایک شخص نے اپنے ذکر کے وقت کے حالات لکھکر بھیجے ہیں اُس کے جوابات میں نے اپنے فہم کے

مطابق لکھدئے ہیں اور حضور کے پاس بغرض استصواب روانہ کرتا ہوں تاکہ جو غلطی ہو
اُس سے مجکو آگاہ فرماویں چونکہ میری حالت میرے نزدیک خود قابل اطمینان نہیں ہے
تو دوسروں کے ہدایت کرنے پر کیسے مجکو اطمینان ہو سکتا ہے بس میری مثال ایسی ہے
جیسے سُنار کا ہتوڑا کہ اُس سے ٹھوک پیٹ کر ہزاروں زیور سونے چاندی کے درست
ہوسکتے ہیں مگر وہ خود لوہا کا لوہا ہی رہا اگر میرے ذریعہ سے کسی کی درستگی ہوگی تو وہ
حقیقت میں حضور ہی کا فیض ہے میں بطور ہتوڑا ہوں ہاں میری درستگی حضور کے ہاتھ
میں ہے اگر حضور چاہیں تو یہ لوہے کا ہتوڑا سونے کا ہو سکتا ہے ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند ٭ آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

اور میں تو حضور یہی چاہتا ہوں ؎

ہمت بدرقۂ راہ کن ای طائر قدس ٭ کہ دراز ست رہِ مقصد و من نوسفرم

حضور میرے لئے دعا فرماویں تاکہ کسی کے حالات کے جواب میں مجھسے غلطی نہ ہو کر
جسکی گمراہی کا باعث میں بنوں مجکو ہر وقت اس کا ڈر رہتا ہے۔

جواب۔ آپ کے حالات ماشاء اللہ سب محمود ہیں خدا اور زیادہ برکت فرماوے
ماشاء اللہ جواب بھی آپ کے سب باصواب ہیں اللہ آپ کو ثواب دے۔ آپ تو ہتوڑا
بھی ہیں ہم تو ہتوڑے بھی نہیں ہتوڑا مضبوط ہوتا ہے اگر حق میں ایسی صلابت
میسر ہو جاوے اور کیا چاہئے۔ وہ سونا کس کام کا کبھی سر پر جا چڑھے کبھی گلے میں
اٹک کر پھنس جاوے کبھی ہاتھوں میں آکر پڑ جاوے اور کبھی پیروں کو جا لگے اس سونے
کی تلوین سے اُس لوہے کی تمکین ہی اچھی پھر یہ کہ یہاں تعزز ہے وہاں تذلل ہے
پھر یہ کہ یہ صناع کے ہاتھ میں ہے جس کا دستمال ہونا خود بڑی دولت ہے بس ہتوڑا
ہونے پر آپکو مبارکباد دیتا ہوں والسلام۔ ۲۹ شوال ۱۳۳۶ھ۔

سوال۔ مجکو بہت سخت تکلیف ہے جسکی ابتداء یہ ہے کہ ایک مرتبہ قبرستان کے اندر
جا نکلا ایک قبر کے اندر جو خیال کیا تو دیکھا تو اُس کے اندر بکرے کا سر رکھا ہوا ہے
جسکے دونوں رخساروں میں دو سیخ برنجی ٹھکی ہوئی تھیں اور دو کانوں میں اور دو

آنکھوں میں ٹونہیں میری بہت بڑی غلطی ہوئی میں نے جو چھیڑ دیا ہے جسوقت میں نے اسکو چھیڑا تھا اُس وقت سے مجکو از حد تکلیف ہے اُسی روز سے میری ناک کی دونوں راہیں بھی بند ہوگئیں ہیں اور دونوں کانوں سے بھی کم سُنائی دینے لگا اور دونوں آنکھوں کو بھی بہت بڑا صدمہ ہوا ہے بہت طرح سے علاج کیا لیکن کچھ کسی کا فائدہ نہیں ہوا یہانتک کہ میں لاعلاج ہوگیا اس وقت لاعلاج اور مایوس ہوکر آپکی زبان مبارک کا آوازہ سُنکر اُمیدوار ہوں کہ اللہ واسطے میرے لئے کچھ دعاء خیر کریں خدا تعالیٰ آپکے مرتبہ کو بلند پائے پر پہونچائیگا اور میں نہایت عاجز ہوں میری یہ حالت ہوگئی ہے کہ صوم وصلوٰۃ کا بھی پابند نہ رہ سکا اور تمام اشخاص مجھسے نفرت کرنے لگے اس لئے آں جناب برائے اللہ سمجھکر میرے لئے دعا کریں کیونکہ آپ مقبول دعا ہیں - المرسلہ عبداللہ ولد کریم بخش از قصبہ نہٹور محلہ دکھنی سرائے ضلع بجنور -

جواب - اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو وہ خدا تعالیٰ کا قہر تھا اُسکو دیکھکر خوف وعبرت واجب تھی تم نے بالعکس بیباکی سے کام لیا اُسکی سزا میں گرفتار ہو - یہ علاج کا کام نہیں بہت التجا وزاری کے ساتھ توبہ کرو اور دعا کرو اور عام نمازیوں سے دعا کراؤ اور نماز وطاعات کی پابندی کرو اور گناہوں سے اجتناب کرو اور یہی اصلی مقصود تھا اس واقعہ کے دکھلانے سے پس ایسا کرنے سے اول تو حق تعالیٰ سے امید ہے کہ یہ تکلیف تمہاری جاتی رہے گی اور اگر حکمت حق مقتضی اسکے بقا کو بھی ہوئی تب بھی کچھ حرج نہیں یہ کوئی اصلی سزا بھی نہیں اصلی اور بڑی سزا کا مقام آخرت ہے تو بطریق مذکور تدارک کرنے سے اُس سے تو نجات ہو جاویگی وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفو عن السیئات الآیہ - ۷ - ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ -

سوال - اغلباً جناب آئندہ مہینہ میں اور اس مہینہ میں تھانہ بھون تشریف رکھیں گے اس وقت جو ارادہ یا عزم سفر ہو تو اطلاع فرما دیجئے -

جواب - میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر اسکے جواب میں ہاں لکھ دوں تو اُسکے معنی یہ ہونگے کہ مجکو دو ماہ تک پابندی کے ساتھ یہاں قیام کرنا چاہئے گویا اس قیام کا

وعدہ ہو جاویگا اگر آپ کے نزدیک بھی اسکے یہی معنی ہیں تو اس کا کھلا نتیجہ یہ ہے کہ آپ ان دو ماہ میں بالکل آزاد رہیں کہ جب چاہیں آجاویں اور میں مقید رہوں سو قطع نظر اس سے کہ آیا آپکو میرا پابند ہونا چاہیئے یا مجکو آپ کا مجکو اتنے روز تک کی پابندی سخت دشوار ہے کیونکہ اگرچہ مجکو سفر کثرت سے پیش نہیں آتا لیکن اگر اتفاق سے کوئی سفر پیش آگیا سو یا تو اسکو ملتوی کرکے تنگی اٹھائی جاوے اور یا اختیار کرکے وعدہ خلاف بنا جائے اور ممکن ہے کہ آپ اسی زمانہ میں آجاویں تو مجکو نہ پاکر آپ کے قلب میں شکایت پیدا ہو کہ ہمکو بھروسہ دلاکر خود غائب ہو گئے اور اس مرحلہ کا دشوار ہونا ظاہر ہے اور اگر اس مضمون کے یہ معنی نہیں ہیں تو آپ لکھیئے کیا معنی ہیں اُس وقت جواب عرض کرونگا۔ ۷۔ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ۔

سوال:۔ اصلاح حال کے لئے خدمت شریفہ میں حاضر ہونا چاہتا ہوں جب اجازت ہو۔

جواب۔ اصلاح کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ میں آپ کے حالات کی خود دیکھ بھال رکھوں اور مناسب نامناسب پر اطلاع دیتا رہوں سو یہ مجھسے نہیں ہو سکتا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے حالات میں خود غور کرکے یا کتابوں کے ذریعہ سے سمجھکر یا میری تقریرات خاص وعامہ سے سمجھکر ان حالات میں خود امتیاز کریں اور مجھ سے جس حالت کے متعلق چاہیں تدبیر یا مشورہ دریافت کریں اسکے لئے میں حاضر ہوں بشرطیکہ بعیت پر اصرار نہ کیا جاوے نیز اگر کچھ تنہائی میں کہنا ضروری ہو تو اسکے دو طریقے ہیں یا تو پرچہ پر لکھکر دیدیں میں اُسی پرچہ پر جواب لکھدونگا اور یہ سہل تر ہے اور اگر کوئی بات آپکی رائے میں ایسی ہو کہ بدون مشافہ کے طے نہ ہو سکے تو آپ ایک پرچہ پر تنہائی کا وقت بتلانے کی درخواست لکھیئے پھر میں جو وقت بتلادوں اس میں آپکو جو کہنا ہو کہئے مگر تحریری جواب یا تنہائی کا وقت بتلانا ان دونوں کی کوئی میعاد معین نہیں میرا جب دل چاہیگا اُس وقت جواب یا تنہائی کا وقت دیا جاویگا۔ والسلام ۱۲۔ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

تمام شد حصہ پنجم مکتوبات خبرت

مکتوبات خیرت حصّہ ششم از ۱۳۳۶ ہجری

سوال ۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضور ایک مسجد میں تشریف فرما ہیں شرعی پائجامہ ڈھیلا کورتہ سفید ململ کا اور ٹوپی چوگوشیہ حضور دئے ہوئے ہیں آنکھوں میں سرمہ حضور کے لگا ہوا ہے وقت ظہر کا ہے محراب میں بیٹھے ہوئے کلام پاک نہایت جلی قلم سے نہایت خوشخط لکھتے جارہے ہیں اور زبر و زیر و پیش لگاتے جاتے ہیں ایک صاحب دوسرے بولتے جاتے ہیں اُس کے بعد میں آیا میں نے اجازت چاہی کہ میں بولتا جاؤں حضور نے اجازت دیدی کہ اچھا بولو چنانچہ چند آیات میں نے پڑھیں حضور اسکو لکھتے گئے اُسکے بعد ایک جگہ پر لفظ (سرقیا) کا آیا حضور نے ارشاد فرمایا کہ ذرا دیکھنا وہ کلام مجید جو میں نے لکھا ہے اُسکو دیکھکر بتلاؤ چنانچہ اُسکو دیکھ کر لفظ کی تصحیح کی گئی اتنے میں آنکھ کھل گئی وقت ایک بجے دن کا تھا کھانا کھاکر لیٹ گیا تھا۔

جواب ۔ اشارہ ہے ایضاح و اشاعت دین کی طرف آپ کا تعلق اس خواب سے علاوہ بشارت اعانت فی الاشاعت کے اتنا اور ہے کہ آپکو تسلی دی گئی ہے کہ آپکو ایسا رہنا نصیب ہوا۔ اشرف علی قریب ۱۳۳۶ ہجری

سوال ۔ بندہ کا اور میری والدہ کا ارادہ عرصہ سے جناب سے بیعت ہو جانے کا ہے مگر بعض عوارضات کی وجہ سے ابتک اتفاق نہیں ہوا اب عریضہ حضور کی خدمت فیضدرجت میں ارسال کرتا ہوں اگر حضور فرمادیں تو میں معہ اپنی والدہ کے حاضر ہوں میں حاجی محمد ابراہیم صاحب سوت فروش کی دکان پر محرری کا کام کرتا ہوں جواب سے براہ کرم مطلع فرمائیے۔

جواب ۔ چونکہ ہر شخص سے جُدا معاملہ ہوتا ہے آپ اپنے متعلق جدا خط لکھئے اور والدہ صاحبہ کے متعلق خاص اُنکی طرف سے گو کاتب آپ ہی ہوں جُدا خط لکھئے ممکن ہے کہ ہر ایک کو جُدا جُدا جواب دیا جاوے۔

(باقی آئندہ)

۸۲

(جن کا ذکر اوپر کی حدیث میں بھی تھا) حضرت حسن بصری سے (کسی مسئلہ کے بارہ میں) کہا گیا
کہ فقہا نے اسی طرح کہا ہے انہوں نے فرمایا تو نے کبھی کوئی فقیہ دیکھا بھی ہے فقیہ تو صرف
وہ ہے جو زاہد فی الدنیا ہو۔ سو صوفیہ نے (اول) علوم درسیہ حاصل کئے اور ان کو[1] علوم
درسیہ نے عمل بالعلم کا فائدہ بخشا پھر جب انہوں نے اپنے علم پر عمل کیا اس عمل نے انکو
علوم وراثت (یعنی علم باطنی) کا فائدہ بخشا۔ سو یہ حضرات دوسرے علماء کے ساتھ ان کے
علوم میں بھی شریک ہیں اور کچھ علوم زائدہ کے اعتبار سے کہ وہ علوم وراثت ہیں ان سے
متمیز بھی ہیں اور فقہ فی الدین (جس کی فضیلتیں آئی ہیں اسکی حقیقت) یہی علوم
وراثت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے پس ایسا کیوں نہ کیا کہ ہر بڑی جماعت میں سے
ایک باہر جاتی تاکہ دین میں تفقہ حاصل کریں اور تاکہ اپنی قوم کو (دین کے باب میں)
ڈراویں جبکہ انکی طرف واپس آویں سو انذار (یعنی ڈرانا جو اس آیت میں مذکور ہے)
فقہ سے مستفاد ہوا ہے (چنانچہ لینذروا کا لیتفقہوا کے بعد ترتیب میں فرمانا
اس کا قرینہ ہے) اور انذار (کی حقیقت) منذر (یعنی جسکو انذار ہوا ہو اُس) کا آب
علم سے زندہ کرنا ہے اور علم سے زندہ کرنا یہ (خاص) رتبہ ہے فقیہ فی الدین کا۔ پس
(اس سے ثابت ہوا کہ) فقہ فی الدین اکمل مراتب اور اعلیٰ مراتب سے ہوا اور یہ (فقہ)
ایسے عالم کا علم ہے جو زاہد فی الدنیا ہو متقی ہو جو اپنے علم کے ذریعہ سے انذار کرنے کے
رتبہ تک پہونچ جاوے۔ سو علم اور ہدایت کا محل ورود اولاً جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں کہ آپ پر ہدایت اور علم من جانب اللہ تعالیٰ وارد ہوا اور آپ اُس سے ظاہراً
و باطناً سیراب ہو گئے پس آپکی ظاہر کی سیرابی سے دین ظاہر ہوا اور دین (کی حقیقت)
انقیاد اور خشوع ہے (اور یہ) مشتق ہے دُوں سے (بمعنی پست) پس جو چیز پست ہو وہ
دون ہے سو دین (کا حاصل) یہ ہوا کہ انسان اپنی ذات کو اپنے پروردگار کے سامنے پست
کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (جو) فرمایا ہے (اُس سے بھی یہ مفہوم ہوتا ہے اور وہ یہ مضمون
ہے کہ) مقرر فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہ دین جسکے ساتھ وصیت کی اُس نے نوح کو

[1] شیخ کا یہ کلام قابل غور ہے دیکھئے اسمیں صوفیہ کے لئے علوم ظاہرہ کا بھی ضروری ہونا صاف بتلا رہے ہیں ۱۲ منہ

اور وہ (دین) جسکو ہم نے آپکی طرف وحی کیا اور وہ (دین) جسکے ساتھ وصیت کی ہم نے
ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو (اور وہ) یہ (ہے) کہ قائم رکھو دین کو اور اُس میں تفرق مت کرو
سو (یہ امر مشاہد ہے کہ) دین میں تفرق کرنے سے جوارح پر پژمردگی چھا جاتی ہے اور (ان
جوارح میں) سے علم کی تازگی جاتی رہتی ہے (جسکو اوپر پستی کہا ہے جو کہ علم کا اثر ہے پس
اِس سے تائید ہو گئی کہ انقیاد و خضوعِ ظاہری کی پستی بھی دین ہی سے ہے - ایک مقدمہ
تو یہ ہوا - اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ) ظاہر کی تازگی جو جوارح کو انقیاد فی النفس والمال
کے ساتھ مزین کرنے کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے وہ قلب کی سیرابی سے مستفاد
ہوتی ہے (یہ دوسرا مقدمہ ہوا پس مقدمہ اولیٰ سے معلوم ہوا تھا کہ دین کا ظہور حضور کی
ظاہر کی سیرابی سے ہوا اور دوسرے مقدمہ سے معلوم ہوا کہ ظاہر کی سیرابی سے قلب کی سیرابی
ہوتی ہے پس دونوں سے ثابت ہوا کہ تمام دین کا ظہور حضور کے باطن کی سیرابی سے ہوا ہے)
اور قلب (اور باطن) اپنے سیرابی بعلم (کی صفت) میں بمنزلہ بحر کے ہے (وجہ تشبیہ
باطن کا اصل اور مبدأ اور منبع ہونا ہے دوسرے تمام ظاہری سیرابیوں اور اُن کے آثار
کے لئے جس طرح بحر اصل اور مبدأ اور منبع ہوتا ہے دوسرے تمام سامان سیرابی یعنی انہار
و جداول کے لئے جب قلب اس صفت میں بمنزلہ بحر کے ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے قلب مبارک کے لئے اِس صفت سیرابی کا ہونا ابھی ثابت ہو چکا) پس (اِس
دلیل سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک علم اور ہدایت کا ایک بحر مواج
(ثابت) ہو گیا پھر وہ (علم وہدیٰ) آپ کے بحر قلب سے (آپ کے) نفس تک پہونچا
تو آپ کے نفس شریف پر علم کی رونق اور سیرابی ظاہر ہوئی جس سے نفس کی صفات
اور اُس کے اخلاق متبدل ہو گئے پھر (آپ کے) جوارح تک (اُس علم کی) ایک نہر
پہونچی جس سے (وہ جوارح) سیراب اور تازہ ہو گئے پھر جب آپ تازگی میں کامل
ہو گئے اور سیرابی سے پُر ہو گئے تب اللہ تعالیٰ نے آپکو خلق کی طرف مبعوث فرمایا پس
آپ امت پر ایسے قلب سے متوجہ ہوئے جو آب علوم سے موّاج تھا اور آپ نے انہار افہام
کی طرف رُخ کیا اور آپ کے بحر (قلب) سے ہر نہر (فہم مستفیدین) میں خاص خاص

حصہ اور نصیب (ہر ایک کی استعداد کے موافق) جاری ہو کر پہونچا - اور یہ حصہ جو ان افہام
تک پہونچا یہی فقہ فی الدین ہے - عبداللہ بن عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
روایت کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی ایسی چیز کے ذریعہ سے نہیں
کی گئی جو فقہ فی الدین سے افضل ہو اور ایک فقیہ (فی الدین) شیطان پر ہزار عابد سے
زیادہ گراں ہے اور ہر چیز کا ایک مدار قیام ہوتا ہے اور اس دین کا مدار قیام فقہ ہے - حدیث
بیان کی ہم سے ہمارے شیخ شیخ الاسلام ابو النجیب نے لکھوانے کے طور پر کہا انہوں نے
حدیث بیان کی ہم سے سعید بن حفص نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو طالب زینبی نے
کہا خبر دی ہمکو کریمہ بنت احمد بن محمد مروزیہ نے کہا خبر دی ہمکو ابو الہیثم نے کہا خبر دی ہمکو فربری
نے کہا خبر دی ہمکو امام بخاری نے کہا حدیث کی ہم سے ابن وہب نے یونس سے انہوں نے
ابن شہاب سے انہوں نے حمید بن عبد الرحمن سے کہا انہوں نے سنا میں نے معاویہؓ
سے حالت خطبہ میں کہ کہتے تھے سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے - فرماتے
تھے جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اسکو دین میں فقہ عنایت فرماتا ہے
اور میں صرف تقسیم کنندہ ہوں اور معطی (حقیقی) حق تعالیٰ ہے - حضرت شیخ (ابو النجیب)
نے فرمایا ہے کہ جب علم قلب تک پہونچ جاتا ہے تو دل کی آنکھ کھل جاتی ہے سو وہ حق و
باطل کو دیکھ لیتا ہے اور اسکے سامنے ہدایت متمیز ہو جاتی ہے گمراہی سے - اور جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی پر یہ آیت پڑھی فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ
و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ - اعرابی نے کہا مجھکو یہ بس ہے مجھکو یہ بس ہے پس رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص صاحب فقہ ہو گیا - اور عبداللہ بن عباسؓ نے
روایت کیا ہے کہ افضل عبادۃ فقہ فی الدین ہے - اور حق سبحانہ و تعالیٰ نے فقہ کو قلب
کی صفت قرار دی ہے چنانچہ فرمایا ان کے لئے ایسے قلوب ہیں کہ وہ ان سے نہیں سمجھتے
غرض جب وہ (حضرات) صاحب فہم ہو گئے تو ان کو علم حاصل ہو گیا اور جب علم حاصل ہو گیا
تو انہوں نے عمل کیا اور جب عمل کیا تو عارف ہو گئے اور جب عارف ہو گئے تو مقصود تک
راہ پائی - سو جو شخص زیادہ صاحب فقہ (و فہم) ہوگا اس کا نفس قبول (امر حق) میں

زیادہ ڈھونڈنے والا ہوگا اور احکام میں بھی سب سے زیادہ منقاد ہوگا اور نور یقین سے زیادہ بہرہ ور ہوگا پس علم ایک مجموعہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے قلوب کو عطا کیا جاتا ہے اور معرفت اُس مجموعہ کو تمیز کر دیتی ہے۔ اور ہدایت یہ ہے کہ قلوب اس کا ادراک کرنے لگیں سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ فرمایا کہ مثال میری اور مثال اُس ہدایت اور علم کی جسکو دیکر اللہ تعالیٰ نے مجھکو مبعوث فرمایا الخ تو (اس ارشاد میں گویا) یہ خبر دیدی کہ قلب نبوی نے علم کا ادراک فرمایا اور آپ کا قلب ہدایت کنندہ اور ہدایت یافتہ ہوگیا اور آپ کا علم (محض) وراثت تھا جو آپ کی ذات مبارک میں خمیر کیا ہوا تھا آدم ابو البشر صلی اللہ علیہ وسلم سے چونکہ اُن کو اللہ تعالیٰ نے تمام اسمار کی تعلیم فرمائی اور اسمار ہی شناخت ہوتے ہیں اشیار کی سو اُن کو اللہ تعالیٰ نے علم (اشیار) کے ساتھ معزز فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ انسان کو وہ چیزیں سکھلائیں جنکو وہ نہ جانتا تھا پس آدم علیہ السلام میں جب علم و حکمت مرکب کر دیا گیا تو وہ اپنی اوصاف کے ساتھ موصوف ہوگئے ذکاوت و معرفت و شفقت و لطف و حب و بغض و فرح و غم و رضا و غضب و زیرکی۔ پھر اُن سب اوصاف سے کام لینے کا اُنپر تقاضا ہوا اور اُن کے قلب میں بصیرت رکھدی اور اُس نور کے ذریعہ سے جو کہ اُن کو عطا کیا گیا تھا اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف راہ پائی۔ سو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی) امت کی طرف ایسے نور کو لیکر مبعوث ہوئے جو آپ کو میراث میں ملا تھا اور آپ کو خاص عطا کیا گیا تھا اور بعض نے فرمایا ہے کہ جب حق تعالیٰ نے آسمان و زمین کو یہ خطاب فرمایا کہ تم دونوں یا تو خوشی سے (ہمارے حکم کی طرف) آؤ یا مجبوری سے آؤ دونوں نے عرض کیا کہ ہم دونوں خوشی سے حاضر ہیں تو (بعض علمار نے فرمایا ہے کہ) زمین میں سے تو یہ گفتگو اور جواب اُس موضع نے دیا جہاں کعبہ ہے اور آسمان میں سے اُس (قطعہ) نے (جواب دیا) جو کہ اُس (حصہ کعبہ) کے مقابل ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اصل طینت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناف زمین سے ہے جو کہ مکہ میں واقع ہے سو بعض علمار نے کہا ہے کہ یہ قول (ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مع انضمام اُس اوپر کے قول کے کہ زمین میں سے اُس موضع نے جواب دیا جہاں کعبہ ہے) اس امر کا مشعر ہے کہ زمین میں سے جس موضع نے جواب دیا وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذرہ تھا

(باقی آئندہ)

اور گردن کے مسح کے وقت یہ کہے اَللّٰھم فک رقبتی من النار واعوذ بک من السلاسل والاغلال - اور داہنا پاؤں دھوتے وقت یہ کہے اللھم صل علی محمد وعلی اٰل محمد وثبت قدمی علی الصراط مع اقدام المؤمنین - اور بایاں پاؤں دھوتے وقت یہ کہے اللھم صل علی محمد وعلی اٰل محمد واعوذ بک ان تزل قدمی عن الصراط یوم تزل فیہ اقدام المنافقین اور جب وضو سے فارغ ہو تو اپنا سر آسمان کی طرف اوٹھاوے اور یہ کہے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ سبحانک اللھم وبحمدک لا الٰہ الا انت عملت سوءً وظلمت نفسی استغفرک واتوب الیک فاغفرلی وتب علیّ انک انت التواب الرحیم اللھم صل علی محمد وعلی اٰل محمد اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین واجعلنی صبورا شکورا واجعلنی اذکرک کثیرا واُسبحک بکرۃ واصیلا - اور فرائض وضو کے یہ ہیں - نیت کرنا منہ دھونے کے وقت (یہ امام شافعیؒ کے نزدیک ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نیت کرنا وضو میں فرض نہیں - یعنی بدون اسکے بھی وضو ہو جاویگا - البتہ ثواب نہوگا) اور ایک (فرض) منہ دھونا اور منہ کی حد (لمبائی میں) چہرہ کا پورا سطح منتہی ذقن تک اور جسقدر داڑھی ظاہر ہو اور جسقدر لٹکی ہو یہ سب ہے (اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جتنی داڑھی چہرہ کے مقابل ہے وہ چہرہ کا جزو ہے اور جو نیچے لٹکی ہے وہ اُس کا جزو نہیں - البتہ اُس کا دھو لینا بہتر ہے - خصوص خروج عن الخلاف کے لئے احتیاط ہے) اور کان سے کان تک چوڑائی میں اور (چہرہ کے) دھونے میں وہ سفیدی بھی داخل ہے جو کانوں اور داڑھی کے درمیان میں ہوتی ہے - اور جتنے حصہ (مقدم سر) کے بال (کسی عارض سے) اُڑے ہوئے ہوں (وہ بھی دھونے کے حکم میں داخل ہے) اور جو حصہ (طرفین جبہہ کا) بالوں سے کھلا ہوا ہو - اور مراد اس (حصہ اخیر) سے دو جانبین ہیں سر کی (یعنی جو پیشانی کے دونوں جانب ہیں) اور ان کا دھونا چہرہ کے ساتھ مستحب ہے (مطلب یہ ہے کہ دھونا تو ان کا فرض ہے - لیکن اگر چہرہ کے ساتھ نہ دھویا بلکہ پہلے پیچھے دھو لیا تب بھی فرض ادا ہو جاوے

لیکن اگر چہرہ کے ساتھ ہی دھولے تو مستحب ہے) اور تحذیف[1] کے بالوں تک پانی پہونچادے اور وہ (تحذیف) وہ مقدار (بالوں کی) ہے جسکو عورتیں چہرہ سے چُن ڈالتی ہیں (غالباً پیشانی فراخ کرنے کے لئے آگے کے بال کچھ نوچ ڈالتی ہونگی تو ان بالوں کے نوچنے کے بعد جو بال حد سر پر ہوتے ہیں شیخ کا مطلب یہ ہے کہ وہاں تک پانی پہنچادے) اور ریش بچہ اور بروت اور ابرو اور عذار تک پانی پہونچادے (عذار وہ بیاض ہے جو کان اور داڑھی کے درمیان ہے) اور اُسکے ماسوا (کا دھونا) فرض نہیں پھر داڑھی اگر غیر گنجان ہو تو جلد تک پانی پہنچانا فرض ہے اور غیر گنجان کی حد یہ ہے کہ اُسکے نیچے کی جلد نظر آوے اور اگر گنجان ہو تو (اُسکے اندر کی جلد تک پانی پہنچانا) فرض نہیں اور گوشہ چشم میں جہاں سرمہ اگر جمع ہوجاتا ہے اُسکے صاف کرنے میں اہتمام کرے۔ تیسرا فرض دونوں ہاتھوں کا دھونا ہے مع دونوں کہنیوں تک (اور چونکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نیت فرض نہ تھی اس لئے یہ دوسرا فرض ہے) اور اس دھونے میں کہنیوں کا داخل کرنا بھی فرض ہے اور دونوں ہاتھوں کا آدھے آدھے بازو تک دھونا مستحب ہے اور اگر ناخن لانبے ہوں یہانتک کہ سرانگشتوں (کی حد) سے آگے بڑھ گئے ہوں تو قول اصح پر اُن کے اندر سے دھونا فرض ہے۔ چوتھا فرض مسح ہے سر کا (اور چونکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نیت فرض نہیں۔ اس لئے یہ تیسرا فرض ہوگا) اور (فرض مسح کے ادا ہونے میں) وہ مقدار کافی ہے جس پر مسح کا اطلاق آسکے (یہ شافعیؒ کا مذہب ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح فرض ہے) اور (بالاتفاق) پورے سر کا مسح سنت ہے۔ اور وہ اس طرح ہے کہ داہنے ہاتھ کی اُنگلیوں کے پورے بائیں سے ملاوے۔ اور اُن دونوں کو سر کے آگے کے حصہ پر رکھے اور دونوں کو قفا تک لیجاوے۔ پھر اُن کو اُسی جگہ لاوے جس سے شروع کیا تھا۔ اور آگے کو لاتے ہوئے۔ اور پیچھے کو لیجاتے ہوئے دونوں کف دست کی تری کو نصف نصف استعمال کرے۔ اور پانچواں فرض دونوں قدموں کا دھونا ہے (اور چونکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نیت فرض نہیں۔ لہٰذا یہ چوتھا فرض ہوگا) اور دھونے میں دونوں ٹخنوں کا بھی داخل کرنا فرض ہے اور اُن دونوں کا نصف ساقین تک

[1] فی القاموس حذفہ اسقطہ ومن شعرہ اخذہ ۱۲ منہ

دھونا مستحب ہے۔ اور قدموں کو اوپر سے کعبین سے دھوتا ہوا آوے (اسمیں امام ابوحنیفہ رہ کے
مذہب کی تحقیق کر لیجاوے) اور جو انگلیاں بہت ملی ملی ہوں اُن کا خلال فرض ہے۔ پس اپنے
بائیں ہاتھ کی خنصر سے خلال کرے قدم کے اندر کی جانب سے اور اپنے داہنے پاؤں کی خنصر
سے شروع کر کے بائیں پاؤں کی خنصر پر ختم کردے اور اگر پیروں میں شقوق یعنی پھٹن ہو تو اُسکے
اندر پانی پہنچانا فرض ہے (جبکہ مضر نہو) اور اگر اُس پھٹن کے اندر آٹا یا چربی بھر رکھی ہو تو اُسکے جرم کا ازالہ فرض
ہے (جبکہ مضر نہو) چھٹا فرض ترتیب ہے اُسی سلسلہ سے جو کلام اللہ میں مذکور ہے (یہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک فرض
نہیں۔ البتہ سنت ہے) ساتواں فرض پیاپے دھونا ہے امام شافعی رح کے قدیم قول میں (امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک یہ بھی فرض
نہیں) اور حد اُس تفریق کی جو پیاپے ہونے کو قطع کردے (دھوئے ہوئے) عضو کا خشک
ہو جانا ہے اعتدالِ ہوا کی حالت میں۔ اور سنن وضو کے تیرہ ہیں۔ ابتدائے وضو میں
بسم اللہ کہنا۔ اور (ابتدائے وضو میں) دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا۔ اور کلی کرنا۔
اور ناک میں پانی ڈالنا۔ اور ان دونوں میں مبالغہ کرنا سو کلی میں تو غرغرہ کرے یہاں تک کہ
پانی کو حلق کی جڑ تک لیجاوے۔ اور استنشاق میں پانی کو سانس کی مدد سے ناک کے
بانسہ تک لیجاوے اور اگر روزہ دار ہو تو اس میں مبالغہ نہ کرے۔ اور گنجان داڑھی کا خلال
کرنا اور کشادہ انگلیوں کا خلال کرنا اور داہنی جانب سے شروع کرنا اور غرہ کا طویل کرنا (غرہ
کہتے ہیں سفیدی کو حدیث میں ہے کہ اعضاء وضو قیامت میں سفید ہونگے۔ مطلب یہ ہو
کہ مرفقین اور کعبین سے آگے تک دھونا) اور پورے سر کا مسح کرنا۔ اور دونوں کانوں کا
مسح کرنا۔ اور تین تین بار (اعضاء کا دھونا۔ اور قول جدید میں پیاپے دھونا اور تین بار
سے زیادہ دھونے سے اجتناب کرے۔ اور ہاتھ نہ جھٹکے اور اثناء وضو میں کلام نہ کرے
اور منہ پر زور سے پانی نہ مارے اور تازہ وضو کرنا مستحب ہے بشرطیکہ (پہلی) وضو سے کچھ
نماز پڑھ چکا ہو جسقدر بھی میسر ہوئی ورنہ مکروہ ہے (اور ایک قول ہمارے علماء حنفیہ کا
اسمیں یہ بھی ہے کہ یا تو پہلے وضو سے کوئی نماز پڑھی ہو یا اور کوئی عبادت مقصودہ جسکے لئے وضو شرط ہی کی ہو)

لہ فی القاموس کصبور الھبوط والصعود ضد ۱۲ منہ

ٹہ فی القاموس الخلصۃ اللحمۃ بین الرأس والعنق والجرۃ علی ملتقی اللھاۃ والمری او اصل اللسان ۱۲ منہ

باب سی و پنجم وضو کے آداب متعلقہ باہل خصوصیت صوفیہ میں

صوفیہ کا عمل اور ادب وضو کے بارہ میں بعد اہتمام معرفت احکام کے یہ ہے کہ اعضا دھونے کے وقت قلب حاضر رہے۔ میں نے بعض صالحین سے سنا ہے کہتے تھے کہ جب وضو میں قلب حاضر ہوتا ہے تو نماز میں بھی حاضر ہوتا ہے۔ اور جب وضو میں سہو ہوتا ہے تو نماز میں بھی وسوسہ آتا ہے۔ منجملہ آداب صوفیہ کے (وضو کے متعلق) وضو پر مداومت رکھنا ہے اور وضو مومن کا ہتیار ہے (مقابلہ شیطان کے) اور جب جوارح وضو کی پناہ میں ہونگے جو کہ اثر شرعی ہے تو شیطان کی آمد اُنپر کم ہو گی (اس لئے اُسپر دوام مناسب ہے جیسا دشمن چالاک سے اندیشہ رکھنے والا ہر وقت ہتیار لیس رکھتا ہے) عدی بن حاتم (صحابی) فرماتے ہیں کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نماز کی اقامت ہوئی ہو اور مجھکو وضو نہو اور انس بن مالک (صحابی) فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے۔ میں اُس وقت آٹھ برس کا تھا آپ نے مجھسے فرمایا بیٹا اگر تم ایسا کر سکو کہ ہمیشہ باوضو رہو تو ایسا کرو کیونکہ جس شخص کو موت اس حالت پر آجاوے کہ وہ وضو سے ہو تو اُسکو شہادت نصیب ہو گی سو عاقل کی شان یہ ہے کہ ہمیشہ موت کے لئے آمادہ رہے۔ اور منجملہ آمادگی کے لزوم وضو ہے اور حصری سے حکایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ جب رات کو میری آنکھ کھل جاتی ہے تو پھر مجھپر نیند غلبہ[1] نہیں کرتی جب تک کہ میں اٹھکر تازہ وضو نہیں کر لیتا تاکہ بے وضو ہونے کی حالت میں دوبارہ مجھکو نیند نہ آجاوے اور میں نے ایسے شخص سے سنا ہے جو شیخ علی بن الہیتی کی صحبت میں رہا تھا کہ شیخ تمام رات بیٹھے رہتے تھے اور اگر نیند کا غلبہ ہوتا تھا تو بھی اُسیطرح بیٹھے رہتے تھے۔ اور جب (اُس حالت سے) آنکھ کھلتی تو (باوجودیکہ اُس سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا تھا مگر) یوں فرماتے کہ میں بے ادبی کرنے والا ہو گیا۔ پھر اٹھکر تازہ وضو کرتے اور دو رکعت پڑھتے (یعنی بیٹھکر سونے کے بعد بھی وضو نکرنے کو سوء ادب سمجھتے) حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے نماز فجر کے وقت فرمایا اے بلال تم مجھسے (اپنے) اُس عمل کا بیان کرو

(باقی آئندہ)

[1] قولہ لا یجلنی فی القاموس الجلاۃ الکرۃ فی الحروب ۱۲ منہ

(حال) اور جو نصیحت حضرت نے فرمائی ہے اُسپر خدا نے چاہا تو پورا پورا کاربند ہوں گا اسباق ختم ہو کر امتحان تقریری ہوا پھر دو تین روز سے تحریری ہو رہا ہے اِس لئے اس اثنا میں دن میں زبانی ذکر کی توفیق زیادہ نہیں ہوتی البتہ تیرہ تسبیحات پوری ہو جاتی ہیں یا شب میں کچھ دنوں سے اس کا تجربہ ہو رہا ہے کہ اگرچہ کئی کئی روز تک اکثر اوقات لیل و نہار غفلت ہو مگر جسوقت کسی عبادت میں ادنیٰ سی توجہ کرتا ہوں بالخصوص نماز میں فوراً وہ ہی سابق حالت ایک تصور بسیط کی مستحضر ہو جاتی ہے اور نماز میں اکثر اوقات بحمد اللہ کانک تراہ کی سی حالت ہوتی ہے۔

(تحقیق) خداوند تعالیٰ التزام کی توفیق دے بعض دفعہ دھوکہ ہو جاتا ہے کہ اس قدرۃ علی الاستحضار پر قناعت کر کے استحضار کا التزام چھوڑ دیا جاتا ہے کہ جب چاہیں گے کرلیں گے

(حال ۲) فرصت نہونے کی وجہ سے جواب میں بیحد قدر تاخیر ہوئی اسوقت بڑی مشکل سے اِتنا وقت نکلا اسی لئے اِس عریضہ میں بسبب تعجیل کے ضوابط کا لحاظ نہ ہوا امید سماحت رکھتا ہوں بندہ کے دماغ اور نگاہ میں چند یوم سے بہت نمایاں ضعف آگیا ہے یہ عریضہ لکھنے کے وقت آنکھوں کے سامنے ایسی اندھیری سی اور دُھندلا پن ہے کہ بمشکل کسی چیز کو دیکھتا ہوں۔

(تحقیق) تقویت دماغ ضروری ہے۔

(حال) کل میرے یہاں میرے چھوٹے بھائی کی لڑکی کا تین سال کی عمر میں انتقال ہوا اگرچہ یہ معمولی واقعہ تھا مگر قصہ یہ ہے کہ اُس بچی کو میرے ساتھ اُنس نہیں بلکہ عشق تھا اور مجھکو بھی دُنیا میں کسی عزیز قریب کے بچے سے اسقدر الفت نہ تھی جو اُس سے تھی بلکہ اُسکو اولاد کی جگہ تصور کر رکھا تھا اس واقعہ سے بندہ سخت محزون و مضطرب ہے حق تعالیٰ شانہ اپنی محبت میں تمام ماسوا سے بیزار فرما دے کہ۔ عشق را باحی و با قیوم دار۔ حضرت بھی میری تسکین کے واسطے دعا فرمائیں اُس کا خیال بے اختیار اکثر اوقات آتا رہتا ہے اور بیچین رکھتا ہے۔

(تحقیق) یہ بھی باطن کو مفید ہے اکابر طریق نے تصریح کی ہے کہ حزن کے برابر کوئی مجاہدہ

نافع نہیں بشرطیکہ اُس سے کام لیا جاوے یعنی غفلت عن اللہ نہو اور غیر اللہ کی بے ثباتی کا اور اپنے ضعف و عجز کا استحضار رکھے اور اس استحضار سے اخلاق میں انکسار اختیار کرے من شاء فلیجرب۔

(سوال) عرصہ ہوا کہ احقر نے اپنے کچھ دل کے حالات لکھکر حضور کے پاس بھیجے تھے جس میں سے ایک یہ بات بھی لکھی تھی کہ کبھی کبھی میرا دل خوش آوازی سے وہ اشعار جو دینی رنگ کے ہوں پڑھنے کو چاہا کرتا ہے تو حضور نے یہ تحریر فرمایا تھا جسکا خلاصہ یہ تھا کہ اجازت ہے لیکن تنہائی میں۔ تو جب سے میں نے یہی طریقہ اختیار کر لیا ہے جب کوئی آجاتا ہے چپ ہو جاتا ہوں اگرچہ تکلیف ہوتی ہے اگر کبھی کسی نے آواز سُن بھی لی تو استغفار کر لیا تو اب عرض یہ ہے کہ کیا اب بھی احقر تنہائی کا خیال رکھا کرے اور حال میرا یہ ہے کہ میری بیس برس کے قریب کی عمر ہے اور داڑھی مونچھیں بھی نکل آئی ہیں تو اب میں تنہائی کا خیال رکھوں یا نہیں جیسا ارشاد ہو۔

(جواب) شرط تنہائی کی تجویز داڑھی مونچھ نہ نکلنے کے بنا پر نہ تھی بلکہ مسئلہ فقہیہ کے بنا پر تھی اور وہ ہے فقہاء نے تغنی للناس کو منع کیا ہے۔ اور تنہائی میں گاہ گاہ اجازت دی ہے نیز تنہائی کا موقع کم ملتا ہے اِس شرط کی وجہ سے اسمیں تقلیل ہوگی ورنہ انہماک بڑھ جاویگا اشعار کی تکثیر کو احادیث میں ناپسند کیا گیا ہے۔

(حال) پاس انفاس سانس ہی سے کیا جاتا ہے غلام بہت دنوں سے اسکو کرتا تھا اور کسی وقت ہر حالت میں طبیعت کے اشتیاق پر آپ سے آپ ہوتا تھا سو اُس کا طریقہ بھی حسب الارشاد حضور والا بدل دیا گیا اور حبس دم قطعاً بند کر دیا گیا۔

(تحقیق) حبس دم کا جو طریقہ اب بدلا ہے اُسکی تفصیل لکھنا چاہئے بدون اسکے جواب نہیں ہو سکتا بعد تحریر کرنے اس سطر کے اسکے متعلق آپ کا پہلا مضمون اور اپنا جواب نظر پڑا میں نے اُسمیں لکھا ہے کہ بلا قید سانس کے صرف زبان سے ذکر جاری رکھیں اور آپ اس خط میں لکھ رہے ہیں کہ سانس ہی سے کیا جاتا ہے اور اخیر میں لکھتے ہیں کہ حبس دم قطعاً بند کر دیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سانس کی قید تو باقی ہے حبس کی قید

متروک ہوگئی تو اسمیں میری تجویز کی موافقت کہاں ہوئی۔

(حال) بوجہ کمزوری دماغ کے بموجب حکم حضور بعد تہجد بارہ تسبیح بلا ضرب کے آہستہ کا معمول ہے مگر بوقت ذکر یکسوئی نہیں ہوتی۔

(تحقیق) یکسوئی نہونے کی جو شکایت لکھی ہے اپنی طرف سے دوسرے خیالات کا استحضار نہ کیا جاوے اسپر بھی اگر یکسوئی نہو وہ مضر نہیں جس یکسوئی کا نہونا مضر ہے وہ یکسوئی اعتقادی ہے ایسے یکسو کو حنیف کہتے ہیں اسکی تحصیل واجب ہے اور اختیاری ہے باقی خیالی یکسوئی وہ نہ اختیاری ہے نہ واجب اور نہ اُس کا عدم مضر ہے اِس بات کو خوب یاد رکھنا چاہئے اسکے نہ جاننے سے بہت لوگ پریشان ہیں۔

(حال) حضرت عدم فرق سے میری مراد مثل نماز کر بڑے کام ظاہری سے جیسے نماز روکتی ہے ایسے ہی اوراد باطنی برائیوں سے روکنے کے ساتھ مختص ہیں اور باوجود میرے پڑھنے کے بھی وہ مجکو روحانی امراض سے نہیں روکتے تو ضرور کچھ نقص ہے اور اوراد کے پڑھنے کی غایت و مقصود بالذات مجکو واللہ سوائے رضائے باری تعالیٰ کے اور کچھ نہیں نہ کرامت نہ کشف نہ عزت بین الناس وغیرہ اور مطلب کو پہونچنے سے مراد میری رضائے خداوندی کو پہونچنا و پانا ہے۔

(تحقیق) ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر کی تفسیر آپنے خود تراش لی ہے اُسی بناء پر اپنے شبہ کو مبنی کیا ہے تو یہ بناء الفاسد علی الفاسد ہے کیا آپنے ایسے نمازی نہیں دیکھے جو فحشاء اور منکر میں مبتلا ہیں غالباً وہاں آپکو قرآن پر اشکال ہوا ہوگا اگر ہوا ہے تو اول اُسکو رفع کرنا چاہئے اور اگر نہیں ہوا ہے تو بناء اشکال ہوتے ہوئے کیوں نہیں ہوا جو جواب اشکال کا آپ کے ذہن میں وہاں ہے اسی کو یہاں بھی جاری کر لیجئے اور مطلب کو پہونچنے کی تفسیر آپنے ٹھیک لکھی ہے اسکے لئے دعا کرتا ہوں۔

اسکے بعد یہ خط آیا

بحمد اللہ تعالیٰ میرے دل سے سارے اشکال بوجہ احسن جاتے رہے اب اگر کوئی نقص

۱۶۹

مجھ میں ہے تو بنظر ناقص یہ ایک خدشہ و خرخشہ ہے کہ جب میں پڑھنے کو اوراد بیٹھتا
ہوں تو فوراً یہ خیال و وہم آموجود ہوتا ہے کہ تیرا کوئی راہ نما و پیشوا کہ جس سے تجھکو تعلق
نسبت حاصل ہوتا وہ نہیں تو تو کب فائز المرام ہو سکتا ہے یہ خیال اسقدر ترقی کر جاتا ہے
کہ سارے وظیفے کو حاوی ہو جاتا ہے اور پھر بعد کو وظیفہ پڑھکر اس ذلیل خیال پر سخت
پشیمان و رنجیدہ ہوتا ہوں لیکن یہ نہیں جاتا پر نہیں جاتا اسی خیال نے اب تو نماز میں
بھی اپنا قدم آجایا ہے مجھکو اس حالت پر اکثر اوقات ایسا غصہ آجاتا ہے کہ چاقو یا چھری
کوئی لیکر اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالوں لیکن اس حالت میں اپنے کو کبھی نہ دیکھوں واسطہ اس کا
کوئی مفید علاج فرمائے اگر سلسلہ میں منسلک فرمالیں تو شاید بہت مفید ہو جیسا حکم ہو تا بعدار ہوں

یہ جواب دیا گیا

اشکال چلتے رہنے سے مسرت ہوئی آپکو جو یہ وہم غالب ہوا ہے کہ جب تجکو کسی سے تعلق
نسبت نہیں تو تو کب فائز المرام ہو سکتا ہے تعلق سے مراد مطلق تعلق ہے یا تعلق خاص
اگر مطلق تعلق ہے تو اُس کے انتفاء کا حکم غلط ہے کیونکہ تعلیم و تلقین کی خدمت کرنیوالا
آپ کے لئے ایک شخص موجود ہے اور اگر تعلق خاص مراد ہے تو اسپر فوز مرام کے موقوف
ہونے کا حکم غلط ہے کیونکہ ہر حکم کے لئے ایک دلیل صحیح کی ضرورت ہے سو آپکے پاس اگر
کوئی صحیح دلیل ہے تو پیش کیجئے اور اگر نہیں ہے تو محض حکم وہمی ہے اُسکو آپ غلط سمجھیں
اسپر بھی اگر اُس خیال کا ہجوم ہو تو وہ ہجوم طبعی ہے جو باطن کو ذرا بھی مضر نہیں جیسے
فرض کیجئے کسی مرض جسمی کا ہجوم ہو جاتا جس سے سب طبیب جواب دیدیتے تو کیا آپ
کہہ سکتے ہیں کہ ایسا شخص فائز المرام نہیں ہو سکتا اگر آپ اس کا التزام کر لیں تو نصوص
شرعیہ کا یہ حکم کہ مریض زیادہ مورد رحمت ہے کہاں جاویگا اسمیں آپ بار بار غور کیجئے
انشاءاللہ تعالیٰ یہ مرض جاتا رہے گا آپ اپنی رائے پر چلنے سے ہمیشہ پریشان رہے اور
اب بھی آپ کی آنکھیں نہیں کھلیں اگر آپکو اپنی خیر مطلوب ہے تو اپنی رائے سے بالکل کام
نہ لیجئے اور اپنے ذمہ اِس سے زیادہ کوئی کام نہ سمجھئے کہ جس سے اعتقاد ہو اُسکو اپنے حالات

۱۷۰

کی اطلاع کرتے رہئے اور وہ جو رائے دے اُس کا اتباع کرتے رہئے اور اپنے نفس کو ناکامی پر راضی کردیجئے اگر یہ نہ کیا جاویگا آپ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکیں گے آخر خط میں اپنا علاج آپ نے خود تجویز کیا ہے کہ اگر سلسلہ میں داخل کرلیں تو شاید مفید ہو تو آپ مثل اُس مریض کے ہیں کہ طبیب کے نسخہ لکھنے کے بعد ایک نسخہ خود لکھکر طبیب کو دکھلاتے ہیں کہ شاید یہ نسخہ زیادہ مفید ہو۔

(حال) چند روز سے طبیعت مکدر تھی کچھ تغیر فصل سے بخار بھی تھا اس لئے عریضہ لکھنے میں مدت بعید ہو گئی چونکہ حضرت کے جواب سے ایک گونہ تسلی ہو جاتی ہے اس لئے طبیعت چاہتی ہے کہ مہینوں میں و مہینوں میں خواہ کوئی ضرورت داعی نہ ہو اب اچھا ہوں ایک دوروز تو یہ معلوم ہوا کہ قلب بالکل ہی فارغ ہے ادنیٰ بھی جذب نہیں ادائے عبادات بھی شاق معلوم ہوتا تھا تاہم عزم یہی تھا خواہ کچھ ہی ہو مگر یہ کاسۂ مُرۃ تو اب تجھکو لالیٰ یوم النزع پینا ہی پڑیگا مگر بحمداللہ اب معاملہ پھر عود الیٰ بدء شروع ہو گیا ہے۔ وہی یسرقی الطاعۃ اور وجد و شوق پیدا ہونے لگا نماز میں تو کبھی کبھی مگر خلوت میں توجہ تام ہوتی ہے مگر بوقت ذکر باوجود دلبستگی کے ہجوم خیالات کثرت سے ہوتا ہے پھر سمیٹ کر متوجہ الی الذکر کرلیتا ہوں ایک عرصہ کے بعد پھر وہی ہیجان شروع ہو جاتا ہے غرض یہی نفی و اثبات الی الاختتام رہتا ہے بعض اوقات تو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔

(تحقیق) اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے ماشاءاللہ آپنے خوب سمجھا ایسے وقت ایسا ہی کرنا چاہئے یہ حالت قبض کی تھی جس کا حق آپنے خوب ادا فرمایا اور اسی تدبیر سے اسپر بسط مرتب ہوتا ہے گو بقصد ترتب بسط نکرنا چاہئے خیالات کی کشاکشی میں جو طرز عمل آپ نے لکھا ہے اس کا حق بھی یہی ہے یہی ہیں مجاہدات مطلوبہ۔ جو مفتاح مشاہدہ ہیں مگر اسمیں اتنی کاوش نہ کی جاوے کہ ناقابل برداشت تکلیف ہونے لگے سرسری کوشش جو کہ توسط ہے کافی ہے ورنہ بعض اوقات عدم تحمل سے تعطل پیدا ہو جاتا ہے عارف شیرازی کے قول کے یہی معنی ہیں ؎

دوش با من گفت پنہاں رازدانِ تیز ہوش + کز شما پنہاں نشاید داشت راز مے فروش

گفت آساں گیر بر خود کارہا کز روئے طبع + سخت میگیرد جہاں بر مرد مانِ سخت کوش

اسی کا محل یہ ہے۔

(حال) اور حالات کے متعلق یہ پیش آتا ہے کہ شہوت اور غضب اور حسد اور بخل یہ چاروں خبیث مجھے اکثر اوقات میں ستاتے ہیں آثار شہوت کوئی اسباب ظاہری ہونے کے اندر ہی اندر سے ایک قسم کے ہیجان سے جوش کبھی کبھی پیدا ہوتا ہے اسکے سبب آنکھ کان سے کوئی منکرات صادر ہونے کے باعث ہوتا ہے کبھی اسباب ظاہری کے محاذات میں پڑ جانے کے سبب وہ جوش پیدا ہوتا ہے باقی صفتوں کا حال بھی اسیطرح ہوتا ہے لیکن توبہ استغفار کے ساتھ حضور کی کتابوں میں اور امام غزالی علیہ الرحمۃ کی کتابوں میں جو کچھ علاج لکھے ہیں جسکے موافق علاج کرتا رہتا ہوں اس وجہ سے اِن صفاتوں کا شرارت دائمی نہیں لہٰذا اِن صفاتوں کو قلع قمع ہوجائیکی کوئی سہل سریع اکسیر کوئی نسخہ تجویز ہو تو بہت جلد میری نجات کی اُمید ہے۔

(تحقیق) دواعی ذمیمہ کے قلع قمع کے متعلق جو سہل تدبیر پوچھی ہے طالب حق کو سہولت کی قید چہ معنی البتہ اگر دشوار تدبیر اختیار میں نہ ہوتی یعنی وسعت سے خارج ہوتی تو بھی اس فرمائش کا مضائقہ نہ تھا باوجود اختیار میں ہونے کے پھر ایسی درخواست اگر بندگی حق کے مقابلہ میں بندگی نفس کو ترجیح دینا نہیں تو کیا ہے جو تدبیر آپ کر رہے ہیں اسی میں اور ہمت قوی کیجئے جب قلع قمع ہوگا۔ اِسی سے ہوگا۔ البتہ ذکر سے اُسمیں اعانت ہوتی ہے سو خدا تعالیٰ نے آپکو اسکی بھی توفیق دے رکھی ہے۔

(حال) میری حالت نہایت گندی ہوتی جاتی ہے بعض وقت تہجد وغیرہ بالکل ہی چھوٹ جاتا ہے پھر ہمت سے کام لیتا ہوں۔

(تحقیق) مستحبات کے ترک ہونے کو حالت کا گندہ ہونا نہیں سمجھا جاتا یہ تمہاری غلطی ہے اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانیوں سے محفوظ رکھے گندی حالت وہ ہے۔

(حال) بندہ کو پہلے ذکر میں لذت آتی تھی مگر اب ذکر میں کمی ہوگئی ہے اور قرآن شریف میں زیادہ لذت آتی ہے

۱۶۷

(تحقیق) ذکر میں لذت دآنے کا بھی کچھ فکر نہ کریں کام کئے جاؤ جس روز لذت آجائے اُس روز اُس کو خدا سمجھ لیا کرو اور جس روز لذت نہ آوے اُس روز اُسکو دوا سمجھ لیا کرو

(حال) اگرچہ بعض وقت تنہائی کی طرف دل کو رغبت ہوتی ہے مگر بفضلہ تعالیٰ جماعت کا بہت خیال رہتا ہے حتیٰ کہ تکبیر اولیٰ بھی اکثر فوت نہیں ہوتی۔

(تحقیق) ماشاءاللہ عین سنت کے موافق حالت ہے۔

(حال) بعض وقت ذکر میں جب جی لگ جاتا ہے تو عدد و شمار کا خیال نہیں رہتا کئی گھنٹے گذر جاتے ہیں کہ تسبیح تہلیل اسم ذات وغیرہ میں مشغولی ہو جاتی ہے اور جی چھوڑنے کو نہیں چاہتا مگر مجبوری ضرورت دنیاوی و درس و تدریس کے خیال سے ترک کرنا پڑتا ہے اور نوکری کی صورت میں اور مجبوری واقع ہوتی ہے۔

(تحقیق) شمار کی کچھ ضرورت نہیں بے شمار کے ذکرا کثیرا کا زیادہ تحقق ہے۔

(حال) مگر یہ حالت قائم نہیں رہتی پھر اُس قدر شوق باقی نہیں رہتا نہیں معلوم کیا بات ہے مگر وظیفہ معینہ بفضلہ تعالیٰ ترک نہیں ہوتا زیادتی کا شوق کم ہو جاتا ہے۔

(تحقیق) حالات وکیفیات مطلوب نہیں ع توبجاں اے آنکہ جز تو پاک نیست +

(حال) اور قسم قسم کے خیالات دل میں پیدا ہوتے ہیں کبھی اپنے گناہوں اور قصور پر نظر ہوتی ہے تو ناامیدی کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اور خداوند تعالیٰ کی قہاریت خیال میں آتی ہے تو کوئی سہارا نظر نہیں آتا مگر اُسی کی رحمت کا۔ یا اپنی بندگی اور اُسکی مالکیت کا خیال موجب تسلیم ہوتا ہے ؎ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے + مگر واقعی بات یہ ہے کہ ؎

اے ہنرہا نہادہ بر کف دست عیبہا را گرفتہ زیر بغل

کا مصداق ہوں نہیں معلوم کیا حشر ہوگا۔ دعا فرمائیں کہ خاتمہ اچھا ہو جائے۔

(تحقیق) مسافت قطع کرنے والے کو بھی تو رستہ میں طرح طرح کی باتیں پیش آتی ہیں ماشاءاللہ یہی علامتیں ہیں سیر طریق کی اور یہی علامت ہے حسن خاتمہ کی انشاءاللہ تعالیٰ

(حال) دو شیے ہر وقت قلب کو پریشان کرتے ہیں ایک تو باطن میں جب قلب پر

۱۷۳

انوار کا نزول ہوتا ہے جس سے قلب میں حرکت پیدا ہو کر سارے جسد میں پھیلتی ہے اور اسکے اندر عجیب قسم کے خیالات اور حالات پیدا ہوتے ہیں اُنکی حقیقت کیا ہے کچھ پتہ نہیں چلتا کہ موجب ترقی ہے یا مکر اور خطرہ کی چیز ہے ولا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون کا خیال آتا ہے تو دل ڈرتا ہے مگر بندہ بندہ ہے کر کیا سکتا ہے۔

(تحقیق) دو چیزوں کے ہوتے ہوئے مکر و خطرہ کا وسوسہ بھی نہ لایا جاوے ایک اتباع سنت دوسرا حب شیخ۔

(حال) دوسری ظاہر میں ایک شبہ اور پریشانی یہ ہے کہ جب میں اپنی زوجہ سے ہمبستر ہوتا ہوں تو اُس وقت بھی پریشانی اور قلب میں سختی پاتا ہوں حالانکہ شرعی طور پر کوئی خلاف ظاہر میں نظر نہیں آتا ہر چند غور کرتا ہوں مگر کچھ پتہ نہیں چلتا امید کہ انکو دفع فرما کر مطمئن کیا جاؤں۔

(تحقیق) یہ پریشانی اور سختی خیالی ہے حرارت کم ہو جانے سے کیفیت شوقیہ میں ایک قسم کی افسردگی آجاتی ہے سو وہ کوئی چیز نہیں جس کا فقدان موجب تشویش ہو۔

(سوال) حالت یہ ہے کہ اگر کسی نامحرم یا امرد پر بلا قصد نظر پڑ جاتی ہے تو وساوس قلب پر غالب ہوتے ہیں اور معاصی سے جو نفرت ضروری ہے اس میں قلت ہو جاتی ہے جو کہ مضر دین ہے آپ دعا فرماویں۔

(جواب) میں تو دعا کروں اور تم ہمت نکرو شرم کرنا چاہیئے۔

(سوال) اور تکمیل کے لئے کچھ ارشاد فرماویں۔

(جواب) کیا یہ ارشاد فرمادوں کہ خوب گھورا کرو اور فلاقی ترکیب کر لیا کرو تو نقصان نہ ہوگا

(سوال) نفس کی قطع حجت کے لئے خادم کا خیال ہے کہ ایسا کرے۔ روزانہ اپنے حالات۔ ادائگی نماز پنج وقت۔ جماعت یا بے جماعت۔ وقت پر یا قضا۔ وظیفہ چھ سو مرتبہ کلمہ شریف کا بعد نماز عشاء۔ چھ رکعت قبل از وتر عشاء۔ قلمبند کرتا رہوں تین چار یوم بعد خدمت حضوری میں ارسال کر دیا کروں آہستہ آہستہ نفس پر سختی کرتا جاؤں نفس خود بخود عادی ہوتا جائیگا۔ میرا اس سے یہ مطلب نہیں کہ ناحق حضور کا وقت لوں فقط چند

سطور ہوا کہ شاید نفس شرارت سے باز آجائیگا بخوف احتساب اور محتسب بھی حضور رسا۔ گو مریض کو کوئی حق نہیں ہے کہ طبیب کو رائے دے مریض کا دل اکثر چیزوں کو چاہا کرتا ہے طبیب کو اختیار ہے جو چاہے کرے جیسا چاہے حکم دے میں نے ڈرتے ڈرتے یہ گذارش کیا ہے چند روز سے ایسا گذارش کرنے کا ارادہ تھا طبیعت کو روکتا رہا۔ آخر لاچار گذارش کرنا ہی پڑا۔ اگر خلاف مزاج عالی ہو تو متنبہ فرمائیں۔

(جواب) بہت مبارک ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ نافع ہوگا۔

(سوال) رسالہ التذکیر حصہ دوم میں تراویح کے بیان میں حضرت کا ارشاد ہے کہ میں لوگوں کو تلاوت قرآن کا یہ طریقہ بتلایا کرتا ہوں کہ وقت تلاوت کے یوں تصور کرو کہ اللہ جل جلالہ فرما رہے ہیں اور ہماری زبان۔ بمثل باجہ کے آواز نکل رہی ہے سو اسکی نسبت حضرت سے یہ دریافت طلب ہے کہ اسکی اجازت اس نابکار کو بھی ہے یا یہ اس قابل نہیں ہے۔

۱۷۵

(جواب) ہاں ہے لیکن اسکے بعد کی کیفیت سے اطلاع دینے تک یہ اجازت عارضی ہے۔

(سوال) اور اگر اجازت ہے تو نماز میں بھی بوقت قرأت ایسا تصور کر لیا جاوے یا صرف تلاوت میں۔

(جواب) ابھی صرف تلاوت میں۔

(سوال) دوسری عرض یہ ہے کہ حب دنیا کی دل سے نکلنے کا علاج ارشاد فرمایا جائے کہ اس مرض سے نجات ہو جاوے۔

(جواب) تبلیغ دین دیکھئے۔

(حال) کل عشاء کے بعد سے سورۂ اذا جاء نصر اللہ دل میں ہر وقت اور زبان پر اکثر جب کچھ پڑھنے بیٹھتا ہوں آجاتی ہے یہانتک کہ رات نوافل میں بھی جب الحمد کے بعد بلکہ پہلے بھی کوئی سورۃ پڑھنا چاہتا ہوں یہی زبان پر آجاتی ہے ابتک یہی حال ہے دو چار مرتبہ قصداً زبان پر آجانے کے بعد اور سورۃ پڑھی معلوم نہیں یہ کیا بات ہے۔

(تحقیق) اس واقعہ جدیدہ سے حق تعالیٰ نے آپ کے باطن میں فیوض باطنی کی ایک

خاص قابلیت عطا فرمائی ہے اُن فیوض کی آمد کی بشارت زبان پر جاری ہو جاتی ہے اور نیز عموم الفاظ سے بشارت عموم نصر و فتح کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔

(حال) اِس نالائق غلام سے ایک بہت بڑی خطا یہ ہوئی ہے کہ جب سے حاضر خدمت ہوا ہے صرف ایک مرتبہ اپنا حال خدمت عالی میں عرض کیا ہے اس خطا کی نہایت ادب سے معافی چاہتا ہوں اور آئندہ کے لئے عہد کرتا ہوں کہ حالات سے جلد جلد اطلاع دیتا رہونگا حضور والا کے کرم سے اُمید قوی معافی کی ہے آئندہ ایسی خطا نہ ہوگی۔

(تحقیق) ہاں اطلاع کرتے رہنا بے حد نافع ہے۔

(حال) اب اپنا جو کچھ حال ہے عرض کرتا ہوں بعد نماز فجر دو ہزار ذکر اسم ذات اور نصف پارہ قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہوں۔

(تحقیق) اگر سہل ہو دونوں میں اضافہ کر دیا جاوے دوسرے میں مضاعف اول میں ایک ہزار۔

(حال) ہر شب روز میں گذشتہ قضا نمازوں میں سے ۵ دن کی ادا کر لیتا ہوں بعد مغرب دو ہزار اسم ذات کا ذکر کرتا ہوں اور تہجد کو ذکر بارہ تسبیح اور چار رکعت نفل ادا کر لیتا ہوں۔

(تحقیق) اکثر آٹھ پڑھیے۔

(حال) یہ سب حضور والا کے قدموں کی برکت سے توفیق ہوئی ہے اور ان باتوں پر مداومت کی توفیق ہونے کا شکر ادا کرنے سے میری زبان عاجز ہے عرصہ ہوا کہ مجھے اپنے گذشتہ تمام گناہ نابالغی تک کے یاد آتے تھے اب وہ سب پیش نظر ہو گئے ہیں۔ اس کا یہ اثر مجھ پر ہوا کہ مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سے بدتر اور گنہگار کوئی دوسرا حقیقۃً نہ کہ تواضعاً حق تعالیٰ کی مخلوق میں نہیں ہے میں بالکل لائق جہنم ہوں کوئی کام مجھ سے حق تعالیٰ کی مرضی کے موافق نہیں ہوا اگر حق تعالیٰ نہ بخشیں تو میں جہنم سے نہیں بچ سکتا۔ پچھلے حقوق اللہ و حقوق العباد جو یاد آئے اُن کو ادا کیا اور آئندہ ادا کرتے رہنے کا مصمم قصد ہے جن کی ادائیگی پر اس وقت قادر تھا وہ ادا کر دئے اور ادا کر رہا ہوں

اپنی گذشتہ خطاؤں کی معافی کے بارہ میں اہل حقوق کے پاس خطوط بھی یہاں سے روانہ کئے جو کچھ روزے گذشتہ سنوں میں قضا ہوئے تھے وہ بھی بتوفیقہ تعالیٰ ادا کر لئے۔ حضور والا کے اقوال و افعال سے اچھی طرح یہ سمجھ میں آگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ذریعہ شریعت کی پابندی ہے اور تصوف بھی اسی میں داخل ہے گذشتہ ایام میں کثرت سے صدور معاصی کا سبب یہ سمجھ میں آیا کہ چونکہ والدین نے علم دین نہ پڑھایا بلکہ مدرسہ سرکاری میں بٹھا دیا اور وہاں کفار کی صحبت اس وقت تک رہی اس سبب سے یہ حالت تباہ ہوئی اب یہاں کی حاضری کو بے انتہا غنیمت سمجھتا ہوں کہ یہاں علم دین و صحبت نیک جو مدار و معین اتباع شریعت ہیں دونوں حاصل ہیں اب اور کہیں قیام کی ضرورت نہیں جبکہ رزق بھی وہاں سے زیادہ خالص حلال یہاں مرحمت فرمادیا ہے یہ ارادہ ہے کہ عمر بقیہ یہیں ختم کر دوں حضور والا دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ اس غرض کو میری قبول فرمالیں آئندہ جو اُن کی مرضی ہو اُسپر راضی ہوں۔ چھ ماہ کی رخصت کی درخواست یکم شعبان کو روانہ کرنے کا قصد ہے کیونکہ ۹ رمضان کو گذشتہ چھ ماہ کی رخصت ختم ہو جاوے گی لہذا پیشتر سے دوسری درخواست جانی چاہئے حضور والا منظوری رخصت کے لئے بھی دعا فرمادیں۔

۱۷۷

(تحقیق) بدل و جان۔

(حال) اب قلب کی جو کچھ حالت ہے عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ ذکر سے انسیت ہو گئی ہے چلتے پھرتے ذکر زبان سے جاری رکھتا ہوں اور اچھا معلوم ہوتا ہے جب کسی کام میں نہوں تو ہر سانس کی آمد و رفت میں بالاضطرار قلب سے اللہ اللہ نکلتا ہے پچھلے دنوں میں حضور کی خدمت میں بیٹھنے سے قلب سے کھلی کھلی فحش گالیاں نکلتی تھیں جسکی وجہ سے اس قدر پریشانی ہوتی تھی کہ اگر اس سے تو جل کر میں کوئلہ ہو جاتا تو بہتر تھا۔

(تحقیق) وہ داخل نہ ہوتی تھیں خارج ہوتی تھیں۔

(حال) مگر اب اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس سے نجات ہوئی اور قلب کی توجہ حق تعالےٰ

کی طرف ہو جاتی ہے۔

(تحقیق) الحمد للہ کہ خارج ہو چکیں۔

(حال) دوسرے کاموں میں بھی مصروف ہونے کے وقت خیال اللہ کی طرف لگا رہتا ہے تلاوت و ذکر و نماز میں اور حضور والا کے پاس بیٹھنے سے و نیز دیگر اوقات میں بھی اکثر قلب معہ تمام جسم کے سامنے کو بہت زور کے ساتھ کھنچتا ہے خصوصاً کشش نماز میں بہت شدت کے ساتھ اوپر نیچے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرف کو ہوتی ہے قلب کی کشش کی ابتداء اُس وقت سے ہوئی ہے جبکہ میں شروع میں یہاں حاضر ہوا تھا تو خواب میں دیکھا تھا کہ حضور والا نے مجھے اپنے سینہ مبارک سے لگا لیا اور خوب چپٹایا جس سے بے حد حظ حاصل ہوا سینہ سے لگانے سے پہلے یہ بھی دیکھا تھا کہ مجھے حضور والا نے زمین پر اُٹھا کر دے پٹکا خوابیں تو اکثر دیکھتا رہا ہوں اُن میں سے چند عرض کرتا ہوں۔

(۱) دیکھا کہ میں حضرت کے ہمراہ ہوں صبح کا وقت ہے اور سورج نکلنے کے قریب ہے حضور امام بن گئے اور میں نے آپکی اقتدا کی۔ (۲) خواب نمبرا سے پہلے عرصہ ہوا جب یہ خواب دیکھا تھا کہ میں حضور والا کی کمر داب رہا ہوں اور حضور والا مجھکو بتلا رہے ہیں کہ یہاں دابو یہاں دابو۔ (۳) ایک دن جمعہ کو دوپہر کے وقت کچھ لیٹ کر غنودگی آگئی دیکھا کہ ایک مسجد نہایت نورانی سفید چمکتی ہوئی آسمان اور زمین کے درمیان جارہی ہے میری نظر کے سامنے سے غائب ہونے پائی تھی کہ آنکھ کھل گئی (۴) ہم یاد دن ہوئے ہونگے کہ قبل تہجد خواب دیکھا کہ حضور والا ایک کرسی پر تشریف فرما ہیں اور سامنے میز یا اور کچھ اونچی چیز بھی ہے اور نقالوں کا مجمع ہے مگر وہ مجمع نظر نہیں آتا ہے اور لوگ نقلیں کر رہے ہیں مگر عرفی نقال نہیں ہیں بلکہ اہل اللہ ہیں لیکن کوئی نظر نہیں آتا اسکے بعد چار شخصوں نے جن میں سے ایک یہ غلام بھی ہے آواز ملاکر ایک شعر حضرت کو سُنایا وہ شعر یاد نہیں مگر یہ خوب یاد ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے ساتھ عشق ہونے کے متعلق تھا میرے ہمراہی اصحاب میں سے ایک صاحب تو میرے آگے ہیں

(باقی آئندہ)

١٧٨

اصُول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمتِ محمدیہؐ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے ڈھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ قیمت سالانہ عہ ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کر کے عہ۹ کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتداء یعنی رجب ۱۳۳۵ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب درمیان سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کر دی جائیگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی **شبیر علی** صاحب برادر زادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) **الامداد** کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کے لئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کیساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

از رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

قرآن مجید مع ترجمہ و تفسیر

حضرت مفسر تھانوی دام برکاتہم

کی بحثیہ قیمت

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ قرآن مجید مع تفسیر کے دو پارے چھپ کر طیار ہو گئے ہیں اور آئندہ سلسلہ جاری ہے میعاد رعایت ختم ہو گئی اور جن حضرات کو اُن رعایت سے فائدہ اُٹھانا مقدر تھا اُنھوں نے فائدہ اُٹھایا اب میعاد ختم ہو گئی لہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ قیمت بحثیہ اسکی عہ۱۲ ہے اور جو حضرات خریدار الامداد یا حسن العزیز ہوں اور پیشگی قیمت ارسال فرماویں اُن کیلئے عہ۱ اور خریداران الامداد و حسن العزیز کیلئے اگر پیشگی قیمت ارسال فرماویں تو ۶ہ ورنہ ۹لہ ہے۔ حضرات تاجرین بذریعہ خط و کتابت معاملہ طے فرما سکتے ہیں۔

نوٹ یہ سب قیمتیں علاوہ محصول اور غیر مجلد قرآن مجید کی ہیں۔ جو حضرات حنا شدہ کلام مجید لینا چاہیں وہ ہر قیمت میں ایک روپیہ زائد ارسال فرماویں اور کوپن میں حنا شدہ کی قید لگا دیں والسلام۔

ملنے کا پتہ:۔ دفتر الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

وقد بین لکم الرسول فی ذلک صلی اللہ علیہ وسلم تحری لنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا و لا تنسیان

امتثالاً للآیۃ کہ دال است بر مطلوبیت ازدیاد علوم و امداداً للحدیث کہ دال است بر مندوبیت تجدید از فصل در ارشاد صحیفۂ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات حضرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است باجل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ لقب صحیفہ مشیر است بہ تبرک بنام نامیش نیز رجا ہست بہ الالتفات کہ از تحقیقات علمیہ دیگر اہل فضل

جلد (۳)	بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۶ ہجری	عدد (۲)

باہتمام الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

این صحیفہ کامدہ شش امداد نام		یافت زامداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالۃ الامداد بابت ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو

انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہو۔ (نائب مدیر)

اور دو صاحب میرے پیچھے ہیں پہلی مرتبہ جب شعر پڑھا تو میری آواز ان صاحبوں کے ساتھ نہیں ملی بلکہ بالکل الگ رہی یہ دیکھکر سب خاموش ہوگئے پھر دوبارہ چاروں نے آواز ملاکر شعر پڑھا تو میری آواز بھی سب کے ساتھ ملگئی اور حضرت والا نے خوب توجہ سے وہ شعر سُنا بس پھر تو سب خوشی خوشی الگ الگ ہوگئے اور حضرت والا نے سب لوگوں کو پگڑیاں انعام میں تقسیم فرمائیں چنانچہ مجھے بھی ایک پگڑی انعام میں ملی۔ رہا پرسوں دوپہر کو ذرا لیٹا تھا کہ غنودگی آگئی دیکھا کہ حضرت والا میری داہنی طرف تشریف فرما ہیں حضور کے بائیں جانب سینہ کے قریب سے ایک حرارت سی نکل کر میرے سینہ میں دائیں طرف سے داخل ہوگئی جس سے میں بیہوش ہوگیا ہوں اسکے بعد آنکھ کھل گئی اُسی دن بعد عصر قلب کی یہ حالت تھی کہ بے اختیار زبان سے ہائے نکلتی تھی جیسے کہ کوئی پُرانا بخار کا مریض ہو اور وہ کراہتا ہے وہ حالت سونے تک رہی کل مغرب سے عشاء تک بھی بہت بے چینی رہی نماز عشاء میں بے اختیار چیخ نکل گئی ہرچند ضبط کیا ضبط نہوا رات تہجد کو عشق و محبت کا جوش ہے۔ آج صبح کی نماز میں قلب کو بمقابلہ اور دن کے شدت کشش سے سکون رہا مگر آج صبح ذکر میں مضامین عشق کی بہت آمد ہوئی نماز میں چیخنے کو دل چاہتا ہے کہ خوب دھاڑیں مارکر روؤں مگر حضور کے ادب سے ضبط ہوجاتا ہے رات بمقابلہ دن کے اچھی معلوم ہوتی ہے یہ دل چاہتا ہے کہ ایسی جگہہ جاکر چھپوں کہ کسیکو میرے حال کی خبر نہو بالکل معدوم ہوجاؤں خیال غیراللہ قلب سے نکلجائے خصوصاً نماز میں تو یہ خیال بہت ہی زور پر ہوتا ہے کہ بجز خیال محبوب کے سب خیالات فنا ہوجاویں کوئی خواہش و آرزو سوائے آرزوئے محبوب کے نہ رہے۔

(تحقیق) سب حالات ماشاء اللہ نہایت محمود ہیں مبارک ہوں اللّٰہم زد فزد۔

(حال) حضور والا سے دعا کا طالب ہوں۔

(تحقیق) بدل و جان دعا ہے۔

(حال) حضور سے پچھلے خط میں حاضری خدمت والا کی اجازت مانگی تھی جواب میں حضور نے منع نہیں فرمایا جس سے دلکو بہت خوشی ہے مگر افسوس میری رخصت نامنظور ہوگئی رخصت کی نامنظوری میں ضرور کوئی بہتری ہے حضور کی کتابوں کا مطالعہ بہت دلچسپی کے ساتھ کر رہا ہوں بہت کچھ اثنا پڑھنے میں پارہا ہوں مگر لایعنی باتوں میں زیادہ مبتلا رہتا ہوں اور اسی سبب سے زیادہ تر غیبت میں مبتلا ہوجاتا ہوں لیکن غیبت کرچکنے کے بعد خود مجھکو معلوم ہوجاتا ہے کہ فلانے کی غیبت اشارۃً ہوگئی بعض وقت لایعنی بات سے

اپنے آپ کو روک لیتا ہوں حضور کوئی طریقہ بتلائیں جس سے بچوں غیبت اور لایعنی باتوں سے دوسرے یہ کہ نماز میں یکسوئی نہیں ہوتی ذیل کا شعر میری حالت کا مصداق ہے ؎

بے گفتہ نگذشت برمن ساعتے باحضور دل نکردم طاعتے

بلکہ اس شعر سے جو حالت دل ظاہر ہے اوسکی تدارک کے لئے میں نے خیال کیا کہ تربیت کی ضرورت ہے اور تربیت بغیر حاضری خدمت والا نظر نہیں آتی ارشاد عالی سے مطلع فرمایئے۔

(تحقیق) حالت کے محمود ہونے سے دل خوش ہوا اللہ تعالے زیادہ برکت کرے غیبت اور لایعنی باتوں سے بچنے کی صرف ایک تدبیر ہے لیکن اگر اُس تدبیر پر بھی عمل نہ کیا جاوے تو پھر اُس تدبیر کی کوئی تدبیر نہیں اور وہ تدبیر یہ ہے کہ جو بات منہ سے کہنا ہو بولنے سے پہلے ذرا سوچ لیا جاوے کہ جو بات میں کہنا چاہتا ہوں یہ معصیت یا فضول تو نہیں ہے جس میں اسکا شبہ بھی ہو اوسکو منہ سے نہ کہا جاوے چند روز میں انشاء اللہ بلاتکلف عمل ہونے لگیگا نماز میں یکسوئی نہ ہونیکی جو شکایت لکھی ہے یہ لکھئے کہ آپ یکسوئی کرتے ہیں اور نہیں ہوتی یا آپ کرتے ہی نہیں اور شعر کا جو مصداق اپنے کو لکھا ہے اسکی نسبت بھی یہی سوال ہے کہ یہ حالت آپکے قصد سے ہوتی ہے یا بلا قصد اگر ان سوالوں کا آپ جواب لکھیں تو یہ کارڈ ہمراہ رکھدیں یہ بھی بجائے حاضری ہی کے ہے کہ ہمیشہ اپنے حالات سے وقتاً فوقتاً اطلاع دی جایا کرے اور اُس اطلاع کے بعد جو مشورہ دیا جاوے اوسپر عمل کیا جایا کرے۔

(حال) حضور کی ہدایت سے مسرت ہوئی انشاء اللہ تعالے اپنے حضرات کے طریقہ کی مخالفت کرکے اُس دولت عظمی کی بے قدری فی عمرہ نکرونگا جو حضرت نے کذاب صادق لیکر احقر کو اپنا خادم بنادیں بس محض اللہ کیلئے ہوں اونکا خادم وغلام ہوں اور جو مجھے الگ کنارہ کش ہوں تو میں بھی بدرجہ اولے آزاد و بے پرواہ ہوں گو بظاہر خوار ہوں مگر حضور کی دعا سے بباطن بادشاہ ہوں الحمد للہ والمنۃ کہ کسی سے نفع وضرر کی امید مدح وذم کی پرواہ نہ رہی اکثر قلب کو ٹٹولتا رہتا ہوں جملہ امورات دنیوی میں تبعیت ہی مطلوب ہے وجملہ اشیاء پر رضائے حق ہی غالب ہے یہ سب محض حضور ہی کے توفیق و نسبت باطنی کا ثمرہ ہے ورنہ کیا میں اور کیا میری ہستی بخدا کچھ بھی نہیں۔

(تحقیق) ماشاء اللہ یہی طریقہ چاہیے۔

(حال) تھوڑے دنوں سے خاتمہ کی طرف سے قلب کے اندر ایک خدشہ پیدا ہوگیا ہے یاد آنے پر

۱۸۰

۱۸۱

بھی دھڑ سے ہوجاتا ہے وہ یہ کہ نہیں معلوم کہ اس حالت غشی و بے اختیاری میں کونسی حالت قلب پر وارد ہوتی ہو یا محبت دنیا کا غلبہ ہوتا ہے یا لقائے حق کا کاش اگر شیطان مردود کا قابو چل گیا اور محبت دنیا کا غلبہ ہوا اور نعوذ باللہ من ذلک کہیں وہی حالت مکروہ میں جان نکل گئی تو پھر کیا کروں گا ہائے تب تو بہت ہی تباہ و ہلاک ہو جاؤں گا اور سارا کرایا خاک میں مل جاویگا جو بدبخت کہ یہاں سے دنیا کی محبت لیکر روانہ ہو بھلا اوسے لقائے حق کہاں نصیب امید کہ حضور احقر کے لئے خاتمہ بالخیر ہونے کی دعا فرماتے رہیں گے اللہ تعالیٰ حضور کو زمرۂ صالحین و صدیقین میں اٹھاویں آمین۔

(تحقیق) اسکا ہرگز وسوسہ نہ کریں اگر خدانخواستہ ایسا ہو بھی تو مضر نہیں میرا رسالہ خاتمہ بالخیر ضرور دیکھئے تمام شبہات انشاء اللہ رفع ہوجائینگے اور تسلی ہوجاویگی۔

(حال) دو چار روز ہوئے کہ ایک شب احقر بعد نماز تہجد کے ذرا سو گیا تو یہ خواب دیکھا کہ احقر مسجد میں بستر لگائے سویا ہوا ہے اتفاقاً صبح کی نماز کے لئے حضور تشریف لائے اور احقر کو جگایا مگر وضو وغیرہ کرتے کرتے دیر ہوگئی احقر کو جماعت نہ ملی پھر بعد نماز خود حضور میرے قریب تشریف لائے اور کچھ ترش و آزردہ ہو کر فرمایا کہ میاں تم تکیہ رکھتے ہو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو تکیہ نہ رکھتے تھے خبردار اگر اپنی بھلائی بہتری چاہتے ہو تو اسکو پھینکو ورنہ کسی کام و مصرف کے نہ ہوگے پھر جاگ گئے اس خواب سے قلب کو سخت تشویش ہے نہیں معلوم کہ تکیہ سے کیا مراد ہے۔

(تحقیق) تکیہ عہ سے مراد سستی ہے کہ کبھی آپ سے سستی ہوجاتی ہے چونکہ جماعت کے حاضر ہونے میں دیر ہوگئی تھی اسلئے یہ بات کہی گئی۔

(حال) اس کے قبل بھی حال ہی میں شب کے تکان سے ایک روز بعد نماز صبح کے ذرا لیٹا دفعۃً غنودگی آگئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ چند صوفیان ایک جگہ بیٹھکر بے مذاق کی باتیں کر رہے ہیں احقر چونکہ ناآشنا تھا اسلئے الگ بیٹھکر بغور ان کی باتیں سن رہا ہے ان صوفیوں میں ایک پیر مرد صاحبزادہ صاف مشہور ہے ہیں کہ اتفاقاً وہی بزرگ نے حضرت جامی علیہ الرحمۃ کا ایک شعر پڑھا جس کے سنتے ہی احقر کی طبیعت بالکل بیخود و مست ہوگئی قریب تھا کہ قلب سے چیخ نکلے مگر احقر نے انتہائی ضبط سے کام لیا تاہم کچھ

عہ اور ظاہری معنی مراد بھی نہیں ہوسکتے کیونکہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تکیہ ہونا احادیث میں مذکور ہے ۱۲ احمد حسن عفی عنہ۔

آنسو نکل پڑے اور ان سب صوفیوں نے احقر کی طرف دیکھنا شروع کیا پھر ان میں سے ایک شخص اٹھے اور احقر کو سینے سے لگایا اور پیار و محبت کی دو چار باتیں کیں اور وہی پیر مرد کی طرف جو سب میں معزز تھے اشارہ کیا کہ ان کے نام سے بھی خبر دیدیجئے یہ شخص بھی ہمیں لوگوں میں ہے یعنی احقر کی نسبت پھر آنکھ کھل گئی اور قلب کو مسرور پایا امید کہ ان خوابوں کی نسبت بھی کچھ تحریر فرمادیں گے۔

(تحقیق) بشارت ہے زمرۂ صالحین میں شامل ہونے کی مبارک ہو۔

(حال) اس سے قبل والا خط بھیجنے کے بعد قلب کے اندر ایک وحشت و ندامت پیدا ہوگئی تھی اور تا آنے جواب قلب کی وہی کیفیت رہی بعض مضامین پیرایۂ ادب و تہذیب سے کچھ گرے ہوئے معلوم ہونے لگے تھے جب جواب لکھا تب جاکر جی میں جی پڑا اور قلب کو مسرت ہوئی لہذا امیدوار ہوں کہ بشر ہوں ممکن ہے کہ کبھی چوک و لغزش ہو جاوے تو حضور اسکو اپنے فضل و کرم سے معاف فرماکر اصلاح فرمادیا کریں۔

(تحقیق) اول تو کوئی بے تہذیبی نہیں ہوئی اور اگر ہو بھی تو صدق اور محبت میں سب معاف ہے ہرگز وسوسہ نہ لادیں۔

(حال) بعد اعتراف غفلت اور کم ہمتی اور نالائقی بعض احوال عرض کرتا ہوں (جب لغو[5] (لوگوں) پر گذر کرتے ہیں تو کریم ہوکر گذر کرتے ہیں) تھانہ بھون میں جبکہ میں سنہ گذشتہ کے آخر ربیع میں مقیم تھا تو بعض حضرت خلفاء کے کشف و خواب میرے باب میں واقع ہوئے اور حضرت نے تحقیق بیان فرمائی تو نفس میں عجب پیدا ہوا کرتا تھا مگر فوراً اس خیالات سے نفرت ہوتی تھی اور استغفار سے تدارک کرتا تھا (زمانہ بلوغ بلکہ ایک مرتبہ میں طفلی ہی سے یہ بات حاصل ہے کہ خواہ چھوٹی معصیت ہو خواہ بڑی تنبہ ضرور ہوتا رہا ہے) پھر اپنی نااہلی پر نظر کرکے یوں فیصلہ کیا کرتا تھا کہ بدون کسب کے یہ سب مبشرات لٹتے ہیں بعد ازاں چند روز تک یہ حال طاری رہا کہ ارے (نام کاتب خط) تیرا پردہ ڈھانکا گیا ہے اور تو مستور الرحمٰن ہے پھر دلمیں یہ بات آئی کہ مستور الرحمٰن ہونا ایک مقام ہے ہم ارفع تیری شان ہے کیا درحقیقت میرے ساتھ یہ شان ستاریت کا معاملہ کیا گیا تھا (فان یتجلی باسمائہ تعالیٰ نے مذکور فی کتب فن) بعد ازاں سب مبشرات حالاً کالعدم ہو گئے ثانیاً شوال گذشتہ میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی

[5] یہ ایک آیت کا ترجمہ ہے ۱۲

۱۸۲

قدس سرہ کے مزار پر بیٹھا حاضر ہوا تھا مگر بعد فاتحہ وغیرہ تلاوت کرنے کے التزام کے ساتھ (سرسری توجہ
سے بلا پابندی قواعد) ذکر کیا تو قلب میں انشراح وانبساط پیدا ہوا تھا اور شاید کئی گھنٹہ تک طبیعت میں
شگفتگی باقی رہی پھر محض حضرت گنگوہی قدس سرہ کے قصد سے گنگوہ کا سفر کیا وہاں سے جیسا بیٹھا تھا
ویسا ہی اوٹھا میں نے اس تفاوت کی جانب اصلا التفات نہیں کیا شاہ عبد القدوس صاحب قدس
سرہ کا کچھ اشتیاق بھی نہ تھا اور تنگی وقت کی وجہ سے وہاں کی حاضری موقوف کر چکا تھا مگر تھوڑا وقت
نکل آیا تو مختصر فاتحہ پڑھ کے تبرکا چند منٹ ذکر کرنے کا ارادہ کیا (مزار پر داخل ہوتے ہی عظمت اور ہیبت
محسوس ہوئی میں نے اس کیفیت کو قبر کی شان وشوکت ظاہری پر محمول کیا) جوں ہی پانچ سات بار
اسم ذات یا نفی واثبات کی تکرار کی تھی کہ قلب میں مثل طوفان کے جوش اوٹھا اور مزار کی چھت کیجانب
خیال پہونچا (چھت سے آگے نہیں) کہ ابھی تو اوپر کو اوڑ جاویگا میں نے ذکر موقوف کر دیا تھوڑے توقف
کے بعد دوبارہ ذکر شروع کیا تو پھر وہی کیفیت پیدا ہوئی میں گھبرا کر سرعت کے ساتھ باہر نکل آیا
اور تلاوت قرآن سے مسجد میں بیٹھکر اعادہ حالت کا ارادہ کیا مزار سے نکل آنے کے بعد ۳ منٹ تک ناف
کے متصل (جانب راست) بمقدار نقطہ احتباس ریح کی مانند احساس ہوتا رہا میں نے اس وجد شدید کو
بوجہ خوف نہیں ترک کیا بلکہ مصلحتاً کیونکہ سفر تھا وقت میں گنجائش نہ تھی ایسے موقعہ پر حالت غیر ہوجانا مناسب
نہ تھا گنگوہ سے یہ اشتیاق لیکر تھانہ آیا کہ بہت جلد فرصت ملنے پر دوبارہ حاضر ہونگا مگر اپنے شیخ کی
صحبت میں پہونچکر یہ اشتیاق کلیتاً زائل ہوگیا کیا مجھکو حضرت گنگوہی قدس سرہ سے تھوڑی مناسبت
بھی نہیں اور شیخ عبد القدوس صاحب قدس سرہ سے قوی مناسبت ہے اور آیا آپ سے ملکر شیخ
صاحب کے اشتیاق کا زوال کچے غلبہ اثر کی میرے حق میں دلیل نہیں احتباس متصل ناف سے
کیا مراد ہے (۳) سرمد رحمۃ اللہ علیہ کا میں منکر تھا اونکے اشعار ذوقاً لطیف معلوم ہوتے تھے مگر
بوجہ انکار مرغوب نہ تھے حضرت کی بدولت ۱۷-۱۸ سال ہوئے انکار رفع ہوگیا، دو-۳ سال سے
اونکی طرف میلان زیادہ ہوگیا ونکے اشعار کی جستجو بھی کری مولوی .... خانصاحب اعظم گڑھی نے
ایک خواب دیکھا (جناب نے خواب کی تعبیر دی تھی) کہ میں نے (نام کاتب خط) علاوہ اور باتوں کے حکیم
سرمد صاحب کا مسلک خورش دستی بیان کیا اس واقعہ کے بعد سے مزید میلان اور اونکے مزار پر حاضر ہونیکا
شوق پیدا ہوگیا ہے اور یہ گمان ہوتا ہے کہ وہاں جانے سے کوئی کیفیت پیدا ہوجاویگی کم از کم منشاء عمل

بے پروائی بقول سعدیؒ

سر مدہ بکامت گدائی نان ۔۔ ز کردہ بآب میخورد میگذرد

(۴) تھانہ بھون میں جب میرا قیام تھا تو ... بنئے سے جھگڑا ہو گیا اور میں حضرت سے روپوش ہو گیا تو جھگڑے کے موقع پر دن میں گذرنا مجھکو شاق تھا گو دن نہیں اوٹھتی تھی آپکے یہاں جو بڑے جھگڑے کو نکر جاتا تھا میں نے یہ خیال کیا کہ لوگوں سے شرمندہ ہوں مگر جب حضرت سے معافی چاہ لی تو وہی وقت اس موقع پر گذرنا آسان ہو گیا صرف خفیف سی جھجک تو چند روز باقی رہی کیا یہ کیفیت مسئلہ باطن الشیخ مع المرید سے متعلق ہے (۵) جیب سے مولوی ... صاحب نے عربی شروع کی ہے اونکی طرف امید لگی ہوئی ہے بریلی اونکے وعظ کی کیفیت ایک بار حضرت کو لکھی تھی اب حضرت کے سفر اعظم گڑھ (آخر سہ ماہ گذشتہ) کے متصل بریلی میں مولوی ... صاحب کا شفقت نامہ مجھکو موصول ہوا پڑھکر ایک حالت طاری ہوئی اپنے بڑوں کی شفقت اپنی نالائق مخلوق کا حسن ظن (منجملہ مخلوق مولوی ... صاحب نے ایکبار تھانہ بھون میں حوض خانقاہ پر مجھکو اور سید ... صاحب کا پوری کو سرگوشی کرتے ہوئے دیکھکر یوں فرمایا کہ جانے یہ لوگ چپکے چپکے کیا باتیں کیا کرتے ہیں اگر مجھکو یہ باتیں معلوم ہوتیں تو سب کہہ دیا کرتا) ان ہی خیالات میں ڈوبا تھا کہ مخلوق کے حسن ظن کے سلسلہ میں بھا مولوی ... صاحب کا قصہ یاد آیا (خط ہاتھ ہی میں ہے) کہ فوراً دل میں یہ بات آئی کہ مولوی ... صاحب کو ایسی نسبت حاصل ہو گی جو نسبت حضرت نجم الدین کبریٰ سے مشابہ ہو گی بدیں استدلال کہ شیخ مذکور کو ابتدا سلوک میں خلوت کے اندر یہ خطرہ پیش آیا تھا کہ میں علوم باطنہ حاصل کر کے بر سر منبر بیان کروں گا مجھکو بوجہ سوداویت تخیلات بکثرت آتے ہیں مگر سالہا بعض مردان طریق کی صحبت میں میرے دو ایک خیال کی تصدیق ہوئی ہے، وہ اس وقت ایک مرد طریق کا خط صحبت کا بدل ہو گیا تھا سو جہت صحبت اس خیال کی طرف جھکی ہے اصلاح فرمائیگا

(۶) گاہ گاہ مناجات خفی (حتی کہ خفی سے ترقی کر کے قلبی ہو جاتی ہے) کے اندر میری حالت بین الیقظہ والنوم کی ہو جاتی ہے کسی کے پکارنے یا کسی شے کے گرنے سے چونک کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں سو گیا تھا اور اب مناجات کا حصہ خیر و مثل خواب کے معلوم ہوتا ہے یکبار اسی حالت میں دو شمع تڑسے متعاقب چہرہ کے مقابل سوا ڈیڑھ گز کے فصل سے نظر آئے اور حالت زائل ہو گئی کیا یہ متخیلہ کا

۱۸۴

تصرف ہے اس واقعہ کے ۲-۱۴ روز کے بعد (باستدلال شعلۂ شیطانی در نماز نبوی) مجھکو یہ خیال ہوا کہ یہ شیطان نے مداخلت کی تھی بوجہ مرض مجھکو طفلی ہی سے صور بکثرت نظر آتی ہیں مگر وہ متغیر اللون و العورۃ ہوتی ہیں یہاں تغیر نہ تھا باقی آیندہ۔

(تحقیق) حالات معلوم کرکے اس بنا پر دل خوش ہوا کہ مجموعی حالات سے قابلیت طریق کی بفضلہ تعالیٰ بدرجہ معتد بہا معلوم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فعلیت بھی نصیب کرے جسکا طریق عادی صرف عمل ہے اور پھر فضل حق متوجہ ہوجاتا ہے بدون عمل کے یہ جو کچھ لکھا گیا ہے خیالات ہیں مگر اچھے خیالات ہیں لیکن ضرورت عمل کی ہے۔

(حال) رویا آجکل بکثرت دیکھنے میں آتے ہیں کبھی یہ دیکھتا ہے کہ خادم یک بحر زخار میں شناوری کررہا ہے۔

(تحقیق) یہ بشارت ہے طے سلوک کی انشاء اللہ تعالیٰ۔

(حال) کبھی یہ دیکھتا ہے کہ کعبہ شریف بذات خود میری جانب آرہا ہے یہانتک کہ میرے قلب میں آکر غائب ہوگیا۔

(تحقیق) اشارہ ہے رتبہ مرادیت و محبوبیت کے حصول کی طرف۔

(حال) فدوی بعد از سلام مسنون با دعوات خیر مقرون عرض رساں خدمت بابرکت آستاں بوساں درگاہ عالی ست کہ بندہ چناں کثیر النوم بود کہ بمشکل برائے نماز صبح تیار میشد، کنوں بیمن تعلق مبارک و توجہات ذکیۂ ذات سامی نماز تہجد ناغہ نمیشود الا نادراً مرض شدید وغیرہ فالحمد للہ علی ذلک۔

منامات۔ در اوائل تعلق شبے بوقت تہجد قریب باب حجرۂ بندہ کسے بلفظ حاجی چناں بزور آواز م داد کہ از خواب برخاستم گمانم بود کہ بذات خود مولانا صاحب مستند ما چونکہ در وا کردہ دیدم کسے نبود ایں آواز چہ طور و از کجا بود۔ بعد ازیں یک طالب علم دیدار رو برو اسے بندہ در حجرۂ علحدہ خفتہ بود فردا بہ بندہ گفت کہ مرا آواز دادہ بودی گفتم نہ گفت کہ کسے مرا آواز دادہ بود پنداشتم کہ تو بودی گفتمش من نبودم ممکن ست کہ مرشد صاحب بندہ باشد ایں آواز از کجا بود شبے بخوابم کسے گفت برخیز کہ اکنوں تعلقت با سفید ریشے شد بعد دریں ایام قریبہ شبے بحالت شدت خوب بیدار شدہ باز بخواب رفتم یدم ست کہ من بر اسپ عربی سوار بودم بانہ مگر کسے گفت اکنوں کہ بر اسپ عربی سوار استی بس بمنصب تعبیر از انی فرمودہ

185

شود کہ تسکین قلب بندہ بجز تعبیر تقریر آں ذات والا صفات نمے شود تصدیع دہی معاف فرمودہ باشند و بدعائے حصول مقاصد دارین عنایتًا یاد کردہ باشند۔

(تحقیق) معلوم مے شود کہ شمار بمنامات خیلے دلچسپی ست واین در آخر مضرست کار بیداری راست گو خواب در ہمہ عمر یکے ہم نہ دیدہ باشد اگر در بیداری بیکار ست ہمہ خواب و خیال او محض خواب خیال ست بعدا تعبیر ایں خوابہا نوشتن مصلحت ندیدم کہ می خواہم کہ دل شما از خواب برکندہ شود و آوازیکہ شنیدہ بودند ایں از لطف الٰہی ست مشائخ و مرشدین را ازاں خبرے نباشد از چنیں اعتقاد توبہ باید کرد۔

(حال) حسب الارشاد حضور والا صبح کو ۱۲ ہزار اور شام کو ۲ ہزار ذکر اسم ذات۔ در تہجد کو آٹھ رکعت نوافل ادا کرنے شروع کر دئے۔

(تحقیق) الحمد للہ۔

(حال) یہ حضرت کی دعا کی خاص برکت ہے کہ جو فوراً ہی عملدرآمد بلا وقت شروع ہو گیا والحمد للہ علیٰ ذالک پرسوں مغرب سے قبل ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قلب میں کوئی چیز اتر رہی ہے۔

(تحقیق) یہ ایک قسم کا قبض تھا۔

(حال) جب بعد مغرب ذکر کیا تو اثنائے ذکر میں ایک دریا نظر پڑا اور سپر متّھر کا پل تھا دو شخص ایک بڑی جالی[۵] کو پکڑے ہوئے لئے جا رہے ہیں اور اس جالی میں ایک بدشکل آدمی بیٹھا تھا اور اسی میں اینٹیں پتھر بھرے ہوئے تھے ان دونوں آدمیوں نے اس جالی میں بیٹھے ہوئے آدمی کو مع سب اینٹ پتھروں کو دریا میں ڈال دیا۔

(تحقیق) وساوس و خطرات کا ذخیرہ تھا یہ اوسکی صورت مثالیہ تھی مع صورت موسوس کے۔

(حال) تب ہی سے قلب کی گرانی جاتی رہی کل سے حضور والا کی محبت کا بیحد غلبہ ہے دل چاہتا ہے کہ حضور پر سے اپنی جان قربان کر دوں اور میرے بدن سے کھال اوتار کر اگر اوسکا جوتہ بنا کر حضور کے پائے مبارک میں پہنایا جائے تو دل ٹھنڈا ہو اب اپنے عشق و محبت کو حضرت کی طرف نسبت کرنیکو دل چاہتا ہے یعنی اپنے کو حضرت کا عاشق کہوں اور حضرت کے اتباع کو باعث رضائے خداوندی سمجھتا ہوں دل چاہتا ہے کہ تمام اقوال و افعال و حرکات و سکنات میرے حضور والا کے مطابق ہو جائیں اور

[۵] جالی سے وہ چیز مراد ہے جسمیں بیلوں کا بھوسہ باندھا جاتا ہے ۱۲

قلب میرا حضور کے قلب کے مشابہ ہو جائے تاکہ میں وہی باتیں پسند کروں جو حضور کو پسند ہوں۔

(تحقیق) یہ محبت طریق میں بیحد نافع ہے۔

(حال) کل سے یہ حالت ہے کہ اگر کوئی جوتہ بھونڈی شکل کا بنا ہوا ہو تو اوسکو دیکھکر دل گھٹتا ہے اسی طرح اگر کھانا صفائی کے ساتھ پکا ہوا ہو تو اوسے کھانا تو درکنار اوسکو دیکھکر طبیعت مالش کرنے لگتی ہے چنانچہ کل ایک صاحب نے میرے قریب بیٹھکر کھانا کھایا جس سے دیر تک طبیعت مالش کرتی رہی کیونکہ اوسمیں صفائی نہ تھی بلکہ بہت گڑبڑ تھی۔

(تحقیق) یہ نظافت و لطافت ہے جو سرایت ذکر سے پیدا ہو جاتی ہے مگر اسمیں اعتدال کا لحاظ رہے یعنی اس کی تحصیل میں نہ وقت ضائع ہو نہ کسی کی تحقیر ظاہری یا باطنی ہو نہ کسیکو ایذا ہو۔

(حال) ہر وقت باوضو رہنے کو دل چاہتا ہے۔

(تحقیق) یہ طہارت ہے جو کہ مطلوب اثر ہے ذکر کا۔

(حال) چنانچہ اسپر دو دن سے عملدرآمد بھی آسانی سے ہو رہا ہے جو پہلے وقت ہوتی تھی وہ اب نہیں ہے دعائے استقامت کا طالب ہوں۔

(تحقیق) بدل وجان۔

(حال) یہ خیال ہوتا ہے کہ جب ظاہری اشیاء سے قلب پر ایسا برا اثر پڑتا ہے تو اگر خدانخواستہ مال مشتبہ جب قلب میں پہونچیگا تو اوسکا کسقدر سخت برا اثر ہوگا۔

(تحقیق) یہ ہدایت ہے۔

(حال) اللہ تعالیٰ مال مشتبہ کے استعمال سے محفوظ رکھیں۔

(تحقیق) آمین۔

(حال) اول تو میرا ذاتی سامان ہی کچھ نہیں ہے اور جو کچھ ہے مکان جانے پر اوسکی پڑتال کرونگا اور مشتبہ کو باقاعدہ موافق حکم شریعت علیحدہ کر کے موقع پر صرف کرونگا اللہ تعالیٰ اس قصد کو پورا فرمادیں۔

(تحقیق) آمین۔

(حال) فضول بات اور فضول خیال اور فضول کام سے طبیعت بھاگتی ہے اگر کوئی فضول بات

۱۸۷

زبان سے نکل جاتی ہے تو تیر سا کلیجہ میں لگ جاتا ہے کہ ہائے یہ تو لغو بات تھی کیوں زبان سے نکلی ہر وقت کام میں مصروف رہنا پسند ہے معصیت کی نسبت دل میں یہ خیال آتا ہے کہ خدا کرے میں اوس دن سے پہلے غارت ہو جاؤں جس دن کہ کوئی معصیت سرزد ہو۔

(تحقیق) دونوں حالتیں عین سنت ہیں۔

(حال) جلوت کا تکدر خلوت میں ذرا دیر کو بھی چلے جانے سے رفع ہو جاتا ہے۔

(تحقیق) واقعی خلوت ایسی ہی چیز ہے لیکن اسکا لحاظ رہے کہ اس سے خلوت کی تقلیل پر قناعت نہ کر لی جاوے۔

(حال) تنہائی بہت ہی محبوب معلوم ہوتی ہے نماز و ذکر و تلاوت جس چیز کو شروع کیا جاوے اوسکے چھوڑنے کو طبیعت نہیں چاہتی رات کو جب لیٹتا ہوں تو قلب کی حرکت سے اسم اللہ کی آواز صاف کھلے کیا تھ سنتا ہوں پہلے تو قلب کی حرکت سے لفظ اللہ کا خیال ہوتا تھا لیکن اب لفظ اللہ کی آواز نکلتی ہے مگر وہ تنہائی میں اور خاموشی کی حالت میں سنائی دیتی ہے۔

(تحقیق) اچھی حالت ہے اگر یہ خیال بھی ہو تو اچھا خیال ہے۔

(حال) رات تہجد کو بہت اچھے وقت آنکھ کھلی طبیعت نہایت صاف تھی کوئی غم نہ تھا بجز خیال محبوب کے بعد نوافل و ذکر کے نصف پارہ کی تلاوت نصیب ہو گئی اور ایک منزل مناجات مقبول منزل پڑھنے کو بہت دل چاہا اکثر دل چاہتا رہتا ہے کہ حقتعالے سے تمام بہتری کی دعائیں مانگوں، ورانِ دعاؤں کی جامع مناجات مقبول ہے ایک بار تبہ خواب میں بھی حضور والا کی جانب سے اسکے پڑھنے کا اشارہ ہو چکا ہے اور حضور والا کا درود شریف منظومہ پڑھا قلب کو اسقدر فرحت ہوئی کہ جسکا بیان نہیں کر سکتا خدا ایسی رات ہمیشہ نصیب کرے تہجد کے وقت کی بڑی قدر اور محبت معلوم ہوتی ہے حقتعالیٰ اسکو قائم رکھیں۔

(تحقیق) آمین۔

(حال) قبل تہجد ایک خواب دیکھا کہ میرا مکان حضور والا کے مکان سے بالکل ملا ہوا ہے مکان کے قریب کوئی مسجد ہے اوسمیں حضور والا نماز پڑھا رہے ہیں میں مکان پر ہوں اور نماز میں شریک نہ ہو سکا آفتاب نکل آیا نماز قضا ہو گئی حضور والا نے میرے مکان پر تشریف لا کر اول میرے تایا زاد بھائی مولوی سید... صاحب کو دریافت فرمایا کہ وہ نماز میں شریک نہیں ہوئے اور پھر مجھے دریافت فرمایا کہ... کہاں ہے نماز میں شریک

نہیں ہوا ہم دونوں بھائی پاخانہ میں حضرت کے خوف سے چھپے ہوئے تھے جب گھر والے بتلانے میں خاموش ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ ان میں کا فائدہ تھا اگر بتلا دیا جاتا تو اصلاح ہوجاتی اس کے بعد میں تو نکل آیا اور حضرت کے روبرو حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت مجھے چھپانے کی ضرورت نہیں میری نماز قضا ہوگئی ہے کیا اس سے پہلے میری نماز قضا نہیں ہوئی تھی جو اب میں چھپاؤں۔ اس کے بعد تہجد کیلئے آنکھ کھل گئی۔ اسکی تعبیر سے مشرف فرمایا جاوے۔

(تحقیق) اشارہ ہے طرف تدارک کوتاہی کے اگر کبھی واقع ہوجاوے۔

(حال) پھر جب تہجد کو فارغ ہو کر لیٹا تو طبیعت بہت بشاش تھی ذرا آنکھ لگ گئی خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوں اور کوئی کام غالباً حساب کا حضرت مجھ سے لے رہے ہیں اتنے میں ایک بازاری عورت آکر بیٹھ گئی میں نے بائیں جانب کو منہ پھیر لیا حضرت نے اس سے نرمی سے گفتگو فرمائی اوسی وقت یہ خیال ہوا کہ حضرت اس سے اسوجہ سے خوش اخلاقی سے پیش آرہے ہیں کہ اسکی حالت دینی درست ہوجاوے اسکے بعد وہ بازاری عورت میری زوجہ کی شکل بن گئی میں نے اوسے ہاتھ سے چھوا تو خواہش بھڑکی نہیں اور پھر مجھے اس سے نفرت نہ رہی پھر میری آنکھ کھل گئی اسکی تعبیر سے بھی حضرت والا مشرف فرماویں۔

(تحقیق) آپکا نفس تھا جسکی میں اصلاح بہ نرمی کرتا تھا اور وہ آپکا مسخر ہوگیا۔

(حال) کل جمعہ کی نماز میں سجدہ میں ایسا لطف آیا کہ گویا محبوب نے میرا سر اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا۔

(تحقیق) مبارک ہو۔

(حال) اب حضور والا کی توجہ کی برکت سے درود شریف استغفار جمعہ کی نماز کا خطبہ آذان وغیرہ تمام دینی باتیں ایک عجیب کیفیت پیدا کرتی ہیں۔

(تحقیق) مبارک۔

(حال) اخلاقی کیفیت یہ ہے کہ غصہ کی قوت اب بھڑکتی نہیں خلاف طبع بات پر طبیعت بگڑ رہجاتی ہے اوبھرتی نہیں نرمی سے جواب خود بخود نکلتا ہے کئی دن سے یہی حالت دیکھ رہا ہوں جن لڑکوں کو پڑھاتا ہوں نہ ان کا ہاتھ اپنے بدن کو لگنا گوارا ہے اور نہ اپنی انگلی اونکے کسی عضو کو اسکے خلاف پر سخت ناگوار ہوتا ہے اور نظر تو آسانی سے نیچی رہتی ہے۔

(تحقیق) مبارک ہو۔

(حال) کل بعد نماز جمعہ سے یہ دل چاہ رہا ہے کہ میں حضرت کی خدمت میں ایک پگڑی پیش کروں اور حضرت والا اوسے اپنے سر مبارک پر باندھیں اور میں اپنی آنکھوں سے حضرت کے سر مبارک پر وہ پگڑی دیکھوں اسکی نسبت کیا ارشاد ہے اگر اجازت ہو تو پیش کروں یہ خیال خود بخود دفعۃً پیدا ہوگیا ہے جو ارشاد ہوگا اوسکے موافق تعمیل کرونگا۔

(تحقیق) دو چار روز کے بعد اگر پھر تقاضا ہو تو بہت ہلکے داموں کی مضایقہ نہیں اور اگر تقاضا نہ ہے تو بتکلف نہ لایا جاوے۔

(حال) رات بعد تہجد خواب دیکھا کہ حضرت والا امام بنے ہوئے نماز پڑھا رہے ہیں میں جماعت میں شریک ہوں اور نماز ختم کی بعد سلام پھیرنے کے دیکھا کہ آفتاب نکلکر خوب پھیل گیا ہے۔

(تحقیق) یہ آفتاب انوار قلب ہیں جنکا تہجد سے حاصل ہونا متوقع ہے۔

(حال) اس کے بعد میں نے علٰحدہ نماز کی نیت باندھ لی اور پڑھنے میں مصروف ہوگیا۔

(تحقیق) عبادت میں مشغول دیکھنا خود علامت محمودہ ہے۔

(حال) آج قلب کو بالکل سکون و اطمینان ہے۔

(تحقیق) اللّٰہم زد فزد۔

(حال) کل شب میں میں نے دو خواب دیکھے جسکی وجہ سے پریشان اور متردد ہوں جسکی تفصیل یہ ہے۔ خواب اوّل یہ کہ دریا کے کنارے پر ہوں ایک شخص ہے کہ ایک پتھر کو جو کہ آدھا زمین میں گڑا ہوا ہے اور آدھا باہر ہے کھود کر نکال رہا ہے میں نے دریافت کیا کہ یہ پتھر تو کیا کریگا اُس نے جواب دیا کہ سید صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا گھوڑا اسپر سے گذرا ہے میں برکت کے لئے اپنے مکان میں رکھونگا اسپر پیر کا نشان بھی پڑا ہے لیکن وہ شخص صورتاً کافر معلوم ہوتا ہے میں نے پتھر پر بوسہ دیا اور آنکھ سے لگایا اور میں نے دریافت کیا کہ سید صاحب کہاں ہیں اس نے شمال اور مغرب کی طرف اشارہ کیا میں نے اوسطرف دیکھا تو جنگل اور پہاڑ ہے اور اُس شخص نے یہ بھی کہا کہ سید صاحب اعلاء دین کے لئے تیاری کر رہے ہیں میں بھی اونکے ساتھ ہو کر کام کرونگا بس آنکھ کھل گئی تہجد کا وقت تھا یعنی ساڑھے تین بجے تھے پریشان اسوجہ سے ہوں کہ ایک کافر کے کہنے سے پتھر کو چوما اور آنکھ سے لگایا

تتمہ رسالہ امداد الفتاوی

از سنہ ۱۳۳۶ ہجری

(ملاحظہ ہو تمہید تتمہ ثانیہ)

سوال جرمانہ مالی کے ناجائز ہونے پر کوئی حدیث ہے یا نہیں۔

الجواب ہے وھو قولہ علیہ السلام الا لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفس منہ قلت
وکل مال محترم حکمہ حکم مال المسلم۔ قرب ۱۳۳۶ھ

سوال کتاب احکام العیدین مصنفہ نواب قطب الدین خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں ایک مسئلہ دیکھا
جس سے سخت تردد ہوا اسلئے کہ وہ اپنی یادداشت کے بالکل خلاف تھا اسلئے بغرض اطمینان خدمت والا
میں ارسال کرتا ہوں امید کہ جواب شافی سے جلد سرفراز فرمایا جاوے۔ اول آنحضرت نے ایک حدیث نقل کی ہے
وھو ھذا وعن ابی الاسد الاسلمی عن ابیہ عن جدہ قال کنت سابع سبعۃ مع رسول اللہ صلی
علیہ وسلم (ثم بعد کلام طویل) فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخذ رجل برجل ورجل
برجل ورجل بید ورجل بید ورجل بقرن ورجل بقرن وذبحہا السابعۃ وکبرنا جمیعا رواہ احمد
اسکے ترجمہ کے بعد نواب صاحب نے ایک فائدہ تحریر کیا ہے جو بعینہ منقول کرتا ہوں **ف** اس سے یہ معلوم ہوا
کہ جو ذبح کرے قربانی کو اور جو شخص قربانی کے ہاتھ پاؤں وغیرہ پکڑے ہوئے ہوں سب تکبیر کہیں اور میں نے استاد
مکرم حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب سے سنا ہے کہ فرماتے تھے ضرور ہے قربانی کے گلے یا ہاتھ پاؤں وغیرہ پکڑنے
والے کو کہ وہ بھی بسم اللہ کہے اگر نہ کہے تو وہ جانور حرام ہوتا ہے اھ مجھے تو یہ یاد تھا کہ اگر دو آدمی یا زائد ذبح میں
شرکت کریں کہ چھری پر سب ہاتھ ڈالیں تو ہر ایک پر تسمیہ واجب ہے اور اگر ذبح میں شرکت نہ کریں تو محض ہاتھ وغیرہ
پکڑنے والوں پر تسمیہ واجب نہیں بلکہ اس صورت میں تسمیہ صرف ذابح کے ذمہ واجب ہے اور وہی کافی ہے
شامی میں صورت اول یعنی شرکت الاثنین فی الذبح کا حکم وجوب علی کل احد تو ملگیا مگر صورت ثانیہ کا حکم

یعنی جبکہ ذابح صرف ایک شخص ہو اور دوسرے آدمی ہاتھ پیر پکڑنے والے ہوں نہیں ۔ افیدونا بالتفصیل ولکم عند اللہ الاجر الجزیل ۔

الجواب ۔ عالمگیریہ و قاضی خاں و درمختار وغیرہا میں جہاں وجوب تسمیہ علی المعین و شرط اسلامیہ کو لکھا ہے وہاں ہی اعانت کی تفسیر ان الفاظ سے کی ہے وضع صاحب الشاۃ علی السکین یدہ مع ید القصاب حتی یعاونا علی الذبح او عجز عن مدثمہ بنفسہ فاعانہ علی یدہ مجوسی والاخذ مجوسی بید المسلم فذبح والسکین فی ید المسلم الخ صاف ظاہر ہے کہ جس پر یہ تفسیر صادق نہ آتی ہو وہ شخص معین واجب علیہ التسمیہ نہیں وقد صرحوا بان مفاہیم الکتب الفقہیۃ حجۃ ۔ پس صرف ہاتھ پاؤں پکڑنے والے پر تسمیہ واجب نہیں فتاوی سعدیہ قلمی صفحہ ۱۱۲ میں اس پر کافی بحث ہے پس نواب صاحب کی تحریر مبنی ہے اشتباہ پر کہ معین کو مطلق سمجھ گئے اور تفسیر پر باعتبار قید احترازی نظر نہیں فرمائی شاید تمثیل سمجھا ہو اور حضرت استاذ رحمہ اللہ سے جو نقل فرمایا ہے ممکن ہے کہ اس کا بھی یہی منشا ہو یا یاد میں غلط ہو گیا ہو یا عدم تدبر فی الحدیث سبب ہوا ہو احتجاج بالحدیث کا ورنہ تھوڑا سا غور کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث سے صرف وقوع تسمیہ کا ثابت ہے اور وقوع مستلزم وجوب نہیں ممکن ہے کہ یہ وقوع بطور استحباب ہوا ہو اور استحباب کے انکار کی کوئی وجہ نہیں اور لفظ امر کا معمول حدیث میں اخذ ہے نہ کہ تکبیر فقط ۔ قرب ۱۳۳۶ھ

سوال ۔ بعض مقامات میں سبعہ قراءۃ کا چرچہ حد سے تجاوز کر چلا ہے بعض حفاظ لڑکوں اور جاہلوں کو مختلف روایتیں یاد کرا کے پڑھاتے اور پڑھواتے ہیں اور اسکو صریحاً بغرض ریا پڑھتے پڑھاتے ہیں تراویح میں بھی ایسا ہوتا ہے جس سے سوا نمود کے کوئی نفع نہیں کیا اس طرح پڑھنے پڑھانے میں اس زمانہ پر آشوب میں یہ خوف نہیں ہے کہ جہال و مخالفین اسلام ان اختلافات کو سنکر مشوش ہوں گے اور خوف فتنہ نہیں ہے ۔ چنانچہ بعض حفاظ نے تو یہ کیا ہے کہ ایک رکعت میں روایت حفص پڑھی دوسری رکعت میں روایت قالون ۔ کسی نے ٹوکا تو کہدیا کہ تم نہیں جانتے ایسی صورتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں کیا یہ فعل قابل روکنے کے نہیں ہے براہ نوازش اگر قابل ممانعت ہے تو اس کا جواب ذرا تفصیل سے الامداد میں طبع ہو جاوے تو بہتر ہے ۔ میرا یہ خیال ہرگز نہیں کہ اسکی تعلیم بند ہو بلکہ زور دیا جاوے کہ تجوید کا نام قرأت ہے اور عوام کو اسی کی ضرورت ہے اگر کوئی لکھا پڑھا آدمی حرف بہی اس کا اچھا ہو تو اسکو سبعہ پڑھائی جاوے سفہاء اور تنگ خیال لوگوں کو فقط تجوید پڑھائی جائے ، اور قرأت جاننے والوں کو چاہیئے کہ ہر کس و ناکس کو

۱۲

سوائے روایت حفص اور تجوید کے کچھ نہ پڑھا یا کریں۔

الجواب - قال اللہ تعالیٰ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم۔ فی تفسیر بیان القرآن اس سے قاعدہ شرعیہ ثابت ہوا کہ مباح (بلکہ مستحب بھی ۱۲ منہ) جب حرام کا سبب بنجاوے وہ حرام ہوجاتا ہے الخ (وھذا البحث کلہ صالح لان یلاحظ فیہ ۱۲) وروی البخاری عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ - فی حقیقۃ الطریقۃ بعضے بے باک عوام کے سامنے بے تکلف وقائع بیان کر بیٹھتے ہیں بعضے عوام ان کی تکذیب کرتے ہیں اور بعضے قواعد مشہورہ شرعیہ کے منکر ہوجاتے ہیں سو ہر حال میں اللہ اور رسول کی تکذیب کا تحقق ہوا والثانی اشد من الاول اس حدیث میں اس عادت کی ممانعت ہے وروی مسلم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال ما انت بمحدث قوما لا یبلغہ عقولہم الا کان لبعضہم فتنۃ - فی حقیقۃ الطریقۃ اس حدیث سے بھی وہی مضمون ثابت ہوتا ہے جو اس کے قبل کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے صفحہ ۸۲ وفی رد المحتار تحت مسئلۃ کراھۃ تعیین السورۃ فی الصلوۃ من الدر المختار ما نصہ حاصل کلام ھذین الشیخین بیان وجہ الکراھۃ فی المداومۃ وھو انہ ان رای ذلک حتما یکرہ من حیث تغییر المشروع والا یکرہ من حیث ایہام الجاہل ج ۱ ص ۵۰۹ + آیت اور حدیث اور فقہ سب سے یہ قاعدہ ثابت ہوا کہ جس عمل سے عوام وجہلا میں مفسدہ وفتنہ اعتقادیہ یا عملیہ قالیہ یا حالیہ پیدا ہو اس کا ترک خواص پر واجب ہے باقی فتنہ کا حدوث یا عدم حدوث یہ مشاہدہ سے معلوم ہوسکتا ہے سوال میں بعض حالات میں جو فتنہ سبعہ پر مرتب ہوتا ہوا مذکور ہے وہ مشاہد ہے پس فتوی شرعی ہوگا کہ خاص ان احوال میں سبعہ کا استعمال ممنوع ہوگا اور اگر اس کے ساتھ قاری کی نیت بھی اظہار علم و دعواے کمال وریا و تصنع و تفاخر ہو تو یہ فتنہ اس کے لئے مزید برآں ہے لہذا اس باب میں جو مشورہ سوال میں مذکور ہے واجب الاتباع ہے

۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین سوالات ذیل میں۔

(۱) ایک شخص نے ایک مدرسہ کا اہتمام اس شرط پر لیا کہ سابقہ خرچ کی ہوئی تنخواہ مدرسین کا میں ذمہ دار نہیں ہوں اور وہ اسوقت مدرسہ میں کچھ توفیر تھی۔

(۲) اگر مصلحت شرعی سے گوشت قربانی فروخت کیا جائے تو کیا حکم ہے صدقہ واجبہ کا یا غیر واجبہ کا اور

۱۳۳

اُنکو مدرسین کی تنخواہ میں دے سکتے ہیں یا نہیں یا کسی حیلہ سے بینوا توجروا۔

جواب۔ پہلے سوال میں صرف واقعہ لکھا ہے اور یہ نہیں لکھا کہ مقصود بالسوال اس واقعہ میں کیا ہے لہٰذا جواب سے معذوری ہے۔ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ رقم کا حکم مثل جلد کے ہے اگر فروخت کیا جاویگا تو اُس کا حکم صدقہ واجبہ کا ہے اور مدرسین کی تنخواہ چونکہ دین ہے اُسمیں دینا معنیً تحول ہے لہٰذا جائز نہیں اور گو وہ تنخواہ اس دینے والے کے ذمہ نہ ہو اور شاید سوال اول سے اسکی طرف اشارہ ہے مگر جب دیا جاویگا من حیث الدین دیا جاتا ہے اور اُس سے دین ہی ادا ہوتا ہے گو تبرع باداء الدین من علیہ الدین سے حق رجوع نہیں رکھتا لیکن اور سب احکام دین ہی کے ہوں گے جیسے فرغ ذمہ مدیون عام استحقاق مطالبہ دائن اسلئے ان احکام میں مثل غیر متبرع کے ہوگا اسلئے یہ رقم تنخواہ میں نہیں دے سکتے اور حیلہ ظاہر کیا جاوے تاکہ اُس کا حکم لکھا جاوے۔

یہ ایک استفتاء کا جواب ہے جو کہ ۱۳۳۱ھ میں لکھا گیا تھا لیکن امداد الفتاوی کے میں اُسوقت درج نہیں کیا گیا تھا اسلئے اب درج کیا جاتا ہے۔

۱۳۴

سوال۔ مسلمانوں کا ڈاڑھی کا رکھانا اور مونچھوں کا کتروانا کیسا ہے۔

الجواب۔ ایک تو ڈاڑھی منڈانا یا کترانا معصیت ہے ہی مگر اوپر سے اصرار کرنا اور مانعین سے معارضہ کرنا یہ اس سے زیادہ سخت معصیت ہے اور معارضہ میں یہ کہنا کہ قرآن مجید واحادیث میں اس کی حرمت یا مذمت کہیں نہیں آئی یہ تلبیس محض ہے کئی وجہ سے۔ اول تو اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کی تصریح قرآن وحدیث میں نہ ہو وہ اس کے نزدیک حکم شرعی نہیں ہے سو خود یہی دعوی باطل ہے اور مبنی ہے اصول شرعیہ نہ جاننے پر اپنے مقام پر بدلائل یہ طے ہو چکا ہے کہ اصول شرعیہ چار ہیں قرآن وحدیث واجماع و قیاس ان چاروں میں سے کسی ایک سے بھی جو حکم ثابت ہو وہ شرعی حکم ہے اس کا رد جائز نہیں دوسری وجہ یہ کہ خود قرآن وحدیث میں اس کا ذکر بھی ہے چنانچہ عنقریب واضح ہوتا ہے تیسری وجہ یہ کہ اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ جسکی نسبت صاف مادۂ حرمت یا اُسپر کوئی خاص وعید نہ آئی ہو وہ معصیت نہیں ہوتی اور اس میں وعید نہیں ہے تو یہ دونوں مقدمے غلط ہیں اول مقدمہ اسلئے کہ بہت سے امور محرمہ میں ایسے الفاظ وارد نہیں اور وہ بالاتفاق معصیت ہیں مثلاً خاص مسجد کے اندر پاخانہ پھرنے پر بالخصوص کہیں کوئی مذمت یا لفظ حرمت نہیں آیا حالانکہ کوئی اس کی حلت کا قائل نہیں اور نہ ہو سکتا ہے اگر کہا جاوے کہ ان کی تعظیم واحترام کا امر اس حرمت کو مستلزم ہے تو اسی طرح یہاں بھی اعفاء لحیہ اور احفاء شوارب کا امر

علیہ وسلم کا ذرہ تھا اور (یہ امر اپنے محل مین ثابت ہے کہ) تمام زمین کعبہ ہی کے موضع سے
پھیلائی گئی ہے سو (اس بنا پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اصل ہوئے تکوین (عالم) مین
اور تمام کائنات آپکے تابع ہوئی اور اسی کی طرف اشارہ ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے
اس ارشاد مین کہ مین نبی تھا اور آدم (ہنوز) پانی اور مٹی ہی کے درمیان مین تھے۔ اور
ایک روایت مین یہ الفاظ ہین کہ آدم روح اور جسد کے درمیان مین تھے اور بعض نے کہا ہے
کہ اسی واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب امی رکھا گیا کیونکہ مکہ ام القریٰ اور آپ کا ذرہ امّ
الخلائق ہے اور کسی شخص کی تراب جہان کی ہوتی ہے وہی اُس کا مدفن ہوتا ہے سو یہ اسکو مقتضی
تھا کہ آپ کا مدفن بھی مکہ ہی ہوتا چونکہ آپ کی تراب مکہ کی تھی لیکن (اسکی وجہ مین) بعض نے
فرمایا ہے کہ جب پانی نے موج ماری تو اُس نے کف کو اطراف کی طرف پھینکا پس نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کا جوہر (جس سے آپکے جسد مبارک کی خلقت ہوئی) آپ کی تربت کی محاذات مین گرا جو کہ
مدینہ مین ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکی بھی تھے مدنی بھی تھے میلان آپ کا مکہ کیطرف
تھا اور تربت آپ کی مدینہ مین اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جس ذرہ کا ذکر کیا ہے
اُسی کیطرف اشارہ ہے اللہ تعالی کے اس قول مین کہ اسوقت کو یاد کرو جبکہ آپکے پروردگار نے بنی آدم سے
یعنی اُنکی پشتون سے اُنکی ذریت کو باہر نکالا اور اُنکی ذات پر اُن سے اقرار لیا کہ کیا مین تمہارا رب نہین
ہون سب نے عرض کیا (بلے یعنی) بیشک (آپ ہمارے رب ہین) اور حدیث مین وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالے
نے آدم علیہ السلام کی کمر پر مسح کیا یعنی ہاتھ پھیرا اور اُسمین سے اُنکی اولاد کو نکالا جیسے (ذرے یعنی) چیونٹیان
ہوتی ہین اُن چیونٹیان کو آدم علیہ السلام کے بالون کے مسامات سے نکالا سو وہ چیونٹیان پسینہ کی طرح نکلین
اور بعض نے کہا ہے کہ یہ ہاتھ پھیرنا (بامر حق) بعض ملائکہ سے تھا پس (اس) فعل کو مسبب (یعنی حضرت
حق تعالی) کیطرف منسوب کر دیا اور بعض نے کہا ہے کہ اس قول کے معنی کہ مسح کیا یہ ہین کہ اندازہ کیا جیسا
زمین کا اندازہ کیا جاتا ہے پیمایش سے (پس مسح مساحت سے ماخوذ ہوگا یعنی کمر کی مساحت کی) اور یہ قصہ
بطن نعمان مین ہوا اور یہ ایک وادی ہے عرفات کے برابر مین مکہ اور طائف کے درمیان مین پھر جب اللہ تعالے
نے ان ذرون سے خطاب فرمایا اور انھون نے بلی سے جواب دیا تو اللہ تعالے نے اس عہد کو ایک باریک سفید
کاغذ مین لکھا اور ملائکہ کو اسپر گواہ بنایا اور حجر اسود کے اندر رکھدیا سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذرہ ادی

روئے زمین سے (اول) جو لپٹ دینے والا تھا اور علم ادراکیت آپ میں خمیر کیے ہوئے تھے پس آپ علم و ہدی کو جو کہ آپ کا موروث و موہوب (و داخل فطرت مین موضوع) تھا لیے ہوئے مبعوث ہوئے (اکتساب کی حاجت نہین ہوئی) اور بعض نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے جبرائیل و میکائیل علیہما السلام کو بھیجا تاکہ وہ ایک مٹھی (خاک) زمین سے لے آوین اور زمین نے عذر کیا یہان تک کہ اللہ تعالیٰ نے عزرائیل علیہ السلام کو بھیجا اور اُنھون نے زمین میں سے مٹھی بھر لی اور اس کے قبل ابلیس تمام زمین پر اپنے قدمون سے پھر چکا تھا سو کچھ زمین اُسکے دونون قدمون کے درمیان رہ گئی اور کچھ زمین اُسکے مواضع اقدام کے درمیان رہ گئی (اور یہ دونون موقعے اُس کے مس قدم سے بچے رہے اور خواہ ان دونون مین یہ فرق ہے کہ اول موقع تو اُسکی سیر کے محاذاۃ مین ہے گو اُس سے مس نہین ہوا اور دوسرا موقع اس محاذاۃ سے بھی علحدہ ہے اسطرح ا ب ج د یعنی ابلیس نے اثنائے سیر مین آب کو قطع کیا اور ج د کو بھی، پر دونون خطون کے درمیان جو فرجہ ہے اُس پر وہ چلا ہی نہین پس یہ فرجہ تو دوسرا موقع ہے اور ان دونون خطون میں ا پر ایک قدم پڑا اور ب پر دوسرا تو ا اور ب کے درمیان پہلا موقع ہے علیٰ ہذا د اور ج کے درمیان بھی اور یہ دونون موقعے عدم مس قدم شیطان مین مشترک ہین) پس نفس تو اُس (زمین) سے پیدا ہوا جسکو قدم ابلیس نے مس کیا تھا اور بعض زمین پر قدم ابلیس کا پہونچا تھا (جیسا ابھی مذکور ہوا) سو اُس مٹی سے جبل ہے انبیاء و اولیاء کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذرہ قبضۂ عزرائیل مین سے خدا تعالیٰ کی نظر کا موقع تھا کہ اُسکو بھی قدم ابلیس نے مس نہ کیا تھا پس آپ کو ذرا بھی اثر جہل کا نہین پہونچا بلکہ آپ مین سے جہل بالکلیہ خارج کر دیا گیا (اور) آپ کا حصہ علم مین سے کامل کر دیا گیا پس آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم و ہدایت کے ساتھ مبعوث فرمایا اور وہ علم آپکے قلب سے دوسرے قلوب کیطرف اور آپکے نفس سے دوسرے نفوس کی طرف منتقل ہوا (پس اول مناسبت تو باعتبار اصل طہارت طینت کے واقع ہوئی اور زیادۃ لفت (وموافقت) تعارف اول کے سبب واقع ہوئی جس کا ذکر دوسری روایت مین ہے الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منہا ائتلف الحدیث اور اس کو اول باعتبار تعارف ثانی فی الدنیا کے کہا گیا) سو جو شخص طہارت طینت کے تعلق کے اعتبار سے مناسبت مین آپکے قریب تر ہوگا اُس کا حصہ بھی آپکے لائے ہوئے طریق کے قبول مین وافر تر ہوگا پس صحابہ کے قلوب (اس) مناسبت مین قریب تر تھے (جیسا کہ آثار سے معلوم ہوتا ہے) اس لیے اُنہون نے علم سے بھی حظ وافر لیا اور اُن کے باطن مثل تالابون کے ہوگئے (جن کا ذکر اوپر حدیث مین ہے) پس اُنہون نے خود بھی علم حاصل کیا اور دوسرون کو بھی تعلیم کیا جیسا تالاب ہوتا ہے کہ اُس سے پانی بھی پیا جاتا ہے اور اُس سے زراعت بھی کیجاتی ہے

اور انھون نے دونون علوم یعنی علم درسی و علم وہبی کے فائدون کو بعد اس تقویٰ کے مستحکم کرنے کی بدولت جمع
کر لیا اور عیب دار ان کے نفوس پاک ہو گئے تو ان کے قلوب کے آئینے اس تقویٰ کے ذریعہ سے صاف جلا ہو گئے
جسنے ان (قلوب) کو صیقل کر دیا پس ان (قلوب) مین اشیاء کی صورتین اپنی (اصلی) حالت اور حقیقت پر ظاہر
ہو گئین سو دنیا تو اپنی قبح کے ساتھ ظاہر ہو گئی تو انھون نے اس کو چھوڑ دیا اور آخرت اپنے حسن کے ساتھ ظاہر ہوئی
تو انھون نے اس کو طلب کیا پھر انھون نے دنیا کے متعلق زہد اختیار کیا تو ان کے باطن کی طرف اقسام علوم کثرت
سے فائض ہوئے اور علم درسی کے ساتھ علم وراثت کا اضافہ ہو گیا اور جاننا چاہیے کہ جس حال شریف کو ہم اس
کتاب مین صوفیہ کی طرف منسوب کرینگے وہ مقرب کا حال ہوگا اور صوفی سے مراد مقرب ہی ہو اور قرآن مجید مین لفظ
صوفی نہین ہے اور لفظ صوفی (اپنے مدلول لغوی یعنی لباس صوف مین استعمال کرنے سے) متروک کر دیا گیا اور
(مدلول اصطلاحی یعنی) مقرب کیلئے وضع کر دیا گیا جیسا کہ عنقریب آگے باب مین ہم اسکی شرح بیان کرینگے (یہ مضمون باب
سادس کی اس عبارت مین آویگا واللہ تعالیٰ ذکر فی القرآن طوائف الی قولہ مشتمل علی جمیع المتفرق
فی هذه الاسماء المذکورة جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جماعات خیر کو مختلف اوصاف سے ذکر فرمایا ہے اور
اور اکمل وہی ہے جو ان سب اوصاف کا جامع ہو اور لامحالہ اس جامع کے لیے کوئی لفظ جامع ہونا ضرور تھا اور ان
مین سے کوئی لفظ سب کو جامع نہ تھا اس لئے ایک ایسا لفظ یعنی صوفی تجویز کر لیا گیا جو ان سب اوصاف کو جامع
ہو) اور اب) بلاد اسلام کے جانب شرق سے جانب غرب تک یہ لفظ اہل قرب کے لیے متعارف نہین رہا بلکہ صرف
اہل رسم کیلئے متعارف ہو گیا اور بہت سے مردان مقربین بلاد مغرب و بلاد ترکستان و ماوراء النہر مین موجود ہین
اور وہ صوفی نہین کہے جاتے اس لیئے کہ وہ صوفیہ کی وضع نہین رکھتے اور الفاظ (اصطلاحیہ) مین کوئی مزاحمت
کی بات نہین غرض یہ بات معلوم کر لی جاوے کہ ہم صوفیہ سے مراد مقربین لین گے پس ان صوفیہ کے جو مشائخ
تھے جن کا نام طبقات وغیرہ کتابون مین پایا جاتا ہو یہ سب طریق مقربین مین تھے اور ان کے (احوال کے) علوم
احوال مقربین کے علوم ہین اور (باقی جو شخص (اعمال کے اعتبار سے تو) ابرار مین سے ہو (اور احوال و مقامات
خاصہ کے ساتھ متصف نہ ہو لیکن) مقام (وحال) مقربین کی طرف توجہ (و طلب) رکھتا ہو تو وہ متصوف ہے
جب تک کہ ان (مقربین یعنی صوفیہ) کے حال کے ساتھ متصف نہ ہو جاوے اور جو ان دونون (یعنی صوفی
و متصوف) کے علاوہ ہو کر کسی وضع سے ممتاز ہو گیا اور ان کی طرف منسوب ہونے لگا تو وہ متشبہ (کہلاتا) ہے
اور ہر علم والے سے بڑھکر دوسرا علم والا ہے (یا تو یہان اس کا یہ مطلب ہے کہ متشبہ سے بڑھکر متصوف او

۱۵

اور اُس سے بڑھکر صوفی اور یا مطلب یہ ہے کہ جسنے اپنے علم کے موافق تحقیق کر دیا ہم سے زیادہ جاننے والے اور ہون گے وعلیٰ ھذا الیٰ ان ینتھی الی اللّٰہ تعالےٰ

باب دوم قرآن وحدیث کو اچھی طرح سننے کے ساتھ صوفیہ کے خاص ہونے میں

حدیث بیان کی ہمسے ہمارے شیخ شیخ الاسلام ابو النجیب سہروردی نے بطور املا کہا انہون نے خبر دی ہم کو ابو منصور مقری نے کہا انہون نے خبر دی ہم کو امام حافظ ابو بکر خطیب نے کہا خبر دی ہم کو ابو عمرو ہاشمی نے کہا خبر دی ہم کو ابو علی لولوی نے کہا خبر دی ہم کو ابو داؤد سجستانی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مسدد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ نے شعبہ سے کہا انہون نے حدیث بیان کی مجھ سے عمر بن سلیمان نے اولاد عمر بن الخطاب عبدالرحمن بن ابان سے انہون نے اپنے باپ سے انہون نے زید بن ثابت رض سے کہا انہون نے سنا مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے تروتازہ کرے اللہ تعالےٰ اُس شخص کو جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی پھر اُس کو یاد رکھا یہان تک کہ دوسرے کو (بعینہ) پہونچا دے۔ کیونکہ بہت سے ایسے لوگ ہین جو فقہ کو ایسے شخص کیطرف لیجاتے ہین جو کہ ان سے بھی زیادہ فقیہ ہوتا ہے اور بہت سے حامل فقہ ہین اور خود فقیہ نہین ہین (اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوا کہ اچھی طرح سمجھنا مطلوب ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ سمجھ مین سب برابر نہین بعض لوگ اچھی سمجھ سے حدیث مین سے بہت سے اچھے علوم نکال لیتے ہین اب یہ بات رہ گئی کہ ان اچھی باتون کے نکالنے کی بنیاد کیا ہے تو آگے اُس کو جتلاتے ہین کہ) تمام اچھی باتون کی بنیاد اچھی طرح سننا ہے (اور آگے ضمن تکملۃ الوساوس مین بتلا دین گے اور اچھی طرح سننا موقوف ہے اخلاء باطن عن الخرافات پر اور وہ خاص ہے صوفیہ کے ساتھ۔ پس اچھی طرح سننا اور اچھی طرح سمجھنا مخصوص ہوا صوفیہ کے ساتھ اور یہی مقصود ہے باب کا اب آگے اس مقدمہ مذکورہ کو کہ تمام اچھی باتون کی بنیاد اچھی طرح سننا ہے بتلاتے ہین یعنی فرمایا اللہ تعالےٰ نے اور اگر جانتا اللہ تعالےٰ اُن لوگون مین خیر تو اُن کو ضرور سنا تا (مراد یہ کہ اچھی طرح اور بطریق نافع سناتا کیونکہ ویسے تو سنتے ہی تھے) بعض کا قول ہے کہ سننے مین خیر کی علامت یہ ہے کہ بندہ حق تعالیٰ کے غنا اوصاف ونعوت کو سُنے اور پھر اسکو طریق حق کے ساتھ ایسے شخص کو سنا دے جو اس کا اہل ہے بعض نے (آیت موصوفہ کی تفسیر مین) کہا ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ اُن کو سننے کا اہل جانتا تو اُن کے کان سننے کے لیے کھول دیتا سو جس شخص پر وساوس (اختیاریہ) کا قبضہ ہوگا اور اُس کے باطن پر حدیث النفس (اختیاری) کا غلبہ ہوگا وہ حسن استماع پر قادر نہوگا

۱۶

جو سب عملون سے زیادہ عمل ترقع ہو- اور تم نے حالت اسلام مین اُس کو کیا ہو (عمل تو قع سے یہ مراد کہ اُس عمل پر تم کو زیادہ امید ثواب کی ہو) کیونکہ مین نے تمھارے نعلین کی آواز (جو چلتے وقت ہوتی ہے) اپنے آگے جنت مین سُنی ہو (یہ آگے چلنا ایسا ہے جیسا خاص خدام سلاطین کے آگے چلتے ہین اور اس سے متبوع نہین ہوجاتے لیکن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خادمیت خاصہ کا تعلق ہوجانا یہ بھی تو بڑا اشرف ہے- اسی واسطے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس عمل سے سوال فرمایا جس سے یہ مرتبہ نصیب ہوا) اُنھون نے عرض کیا کہ مین نے کوئی عمل حالت اسلام مین ایسا نہین کیا جو میرے نزدیک اس سے زیادہ عمل توقع ہو کہ مین نے کبھی کسی وقت مین رات کو یا دن کو وضو نہین کیا کہ اُس وضو سے اپنے رب کے لیئے نماز نہ پڑھی ہو جسقدر میرا نماز پڑھنا مقدر تھا- (مراد اس سے تحیۃ الوضو ہے- اور مقدر سے مراد یا تو یہ ہے کہ کبھی دو رکعت پڑھی کبھی زیادہ کیونکہ نوافل مین توسع ہے اور یا مراد یہ ہے کہ کبھی طویل رکعتین پڑھین کبھی قصیر) اور منجملہ آداب صوفیہ کے وضو کے متعلق پانی مین اسراف کا ترک کرنا اور علم (شرعی) کی حد پر توقف کرنا ہے خبر دی ہم کو شیخ عالم ضیاء الدین عبد الوہاب بن علی نے- اُنھون نے کہا کہ خبر دی ہم کو ابو الفتح ہروی نے اُنھون نے کہا خبر دی ہم کو ابو نصر یاقی نے اُنھون نے کہا خبر دی ہمکو ابو محمد جراحی نے کہا اُنھون نے خبر دی ہمکو ابو العباس محبوبی نے کہا اُنھون نے خبر دی ہم کو ابو عیسے ترمذی نے کہا اُنھون نے حدیث بیان کی ہم سے محمد بن بشار نے کہا اُنھون نے حدیث بیان کی ہم سے ابو داؤد نے کہا اُنھون نے حدیث بیان کی ہم سے خارجہ بن مصعب نے یونس بن عبید سے اُنھون نے حسن سے اُنھون نے یحییے بن حمزہ سعدی سے اُنھون نے حضرت ابی بن کعب سے اُنھون نے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا کہ وضو کے متعلق ایک شیطان ہے اُس کو ولہان کہتے ہین- سو پانی کے وسوسون سے بچو- (یعنی طہارت کے بارہ مین وسوسے مت کرو ورنہ شیطان غالب آجاویگا) ابو عبد اللہ رودباری فرماتے ہین شیطان اسکی بڑی کوشش کرتا ہے کہ اپنا حصّہ بھی آدم کے تمام اعمال سے لے سو اُس کو اسکی پروا نہین- کہ اس طرح سے حصہ لے کہ وہ مامور بہ مین زیادتی کردین یا اسطرح حصہ لے کہ وہ مامور بہ سے کم کردین (مطلب یہ کہ کم کرنا تو ظاہر اطاعت شیطان کی ہے مگر زیادہ کرنا بھی شیطان ہی کی اطاعت ہے- جیسے تین بار کی جگہ چار پانچ بار دھونا کہ وہ اس سے خوش ہوتا ہے کیونکہ وہ تجاوز عن الحد تو ہو گیا اور وہ یہی چاہتا ہے) اور ابن الکرنبی سے حکایت کی گئی ہے کہ اُن کو شب مین جنابت ہوگئی اور اُن کے بدن پر ایک پیوند زدہ موٹا گاڑھا خرقہ تھا- پس وہ دجلہ پر آئے اور سردی سخت تھی پس شدت سردی کے

۱۲۷

سبب ان کا نفس پانی کے اندر گھسنے سے ذرا جھجکا پس انھون نے اپنے کو مع جبّہ پیوندہ دخرقہ کے پانی کے اندر ڈال دیا۔ پھر پانی سے باہر آئے اور فرمایا کہ مین عہد کرتا ہون کہ اس کو اپنے بدن سے جدا نہ کرونگا یہان تک کہ یہ میرے ہی بدن کے اوپر خشک ہو جاوے۔ سو وہ خرقہ بوجہ موٹے اور گاڑھے ہونے کے ان (کے بدن) پر ایک مہینہ تک (تر ہی) رہا۔ انھون نے اپنے نفس کی تادیب کی جبکہ حکم خدا کے امتثال سے وہ جھجکا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ سہیل بن عبد اللہ اپنے متعلقین کو پانی زیادہ پینے کی اور زمین پر کم گرانے کی ترغیب فرمایا کرتے اور انکی یہ رائے تھی کہ پانی زیادہ پینے مین نفس کا ضعیف ہونا اور شہوات کا پژمردہ ہونا اور قوت کا شکستہ ہونا ہے لیکن اگر کسی کو پانی زیادہ پینے سے کسل کا غلبہ ہو تو یہ رائے اُسکے لئے نہین ہے) اور منجملہ افعال صوفیہ کے وضو کے لیئے پانی بچانے مین احتیاط کرنا ہے (یعنی بقدر امکان وضو کے لئے پانی بچا کر رکھے) بعض نے کہا ہے کہ ابراہیم خواص جب جنگل مین داخل ہوتے تھے تو صرف ایک مشکیزہ پانی کا ہمراہ رکھتے تھے۔ اور اکثر اوقات بجز قدر قلیل اسمین سے پیتے نہ تھے۔ اس پانی کو وضو کے لئے محفوظ رکھتے تھے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ (یعنی ابراہیم موصوف) مکہ سے کوفہ تک سفر کرتے تھے۔ اور اُن کو تیمم کی حاجت نہ ہوتی تھی۔ وضو کے لیئے پانی محفوظ رکھتے تھے۔ اور پینے کے لیئے قلیل ہی پر قناعت فرماتے تھے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ جب صوفی کو دیکھو کہ اُسکے پاس سفر مین مشکیزہ یا صراحی نہین ہے تو سمجھ جاؤ کہ اس نے ترک نماز کا عزم کر لیا ہے خواہ اس کا ارادہ رکھتا ہو یا ارادہ سے انکار کرتا ہو (یعنی کہتا ہو کہ میرا ارادہ ترک نماز کا نہین ہے تب بھی ضرور کوئی نہ کوئی نماز اُسکی متروک ہو جاویگی اس طرح سے کہ پانی نہ تو پاس ہے اور نہ اتنی دور ہے کہ تیمم درست ہو۔ اور اُسکے لانے کے لیئے جانے مین کم ہمتی کی تو نماز لا محالہ فوت ہوگی) اور بعض (صوفیہ) سے حکایت کی گئی ہے کہ انھون نے طہارت کے معاملہ مین اپنے نفس کی اس حد تک تادیب کی تھی کہ وہ عابدین کے ایک مجمع مین مقیم ہوئے اور وہ سب ایک ہی مکان مین مجتمع تھے۔ مگر ان (صوفی) کو ان (عابدین) مین سے کسی نے بیت الخلاء مین جاتے ہوئے نہین دیکھا۔ کیونکہ وہ قضائے حاجت اُسوقت کرتے تھے جب کسی وقت وہ موقع بالکل خالی ہو جاتا تھا مقصود اُن کا نفس کو تادیب کرنا تھا (اور ظاہر ہے کہ کئی کئی روز کے بعد ایسا اتفاق ہوتا ہوگا۔ کیونکہ انکے خالی کرانے کا کوئی اہتمام تو تھا نہین اتفاق ہی سے کبھی خالی ہو جاتا تھا سو وہ اس وقت بیت الخلاء جاتے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ شکم سیر ہونے کے بعد یہ ممکن نہین تو خلوئے بطن بھی اُن کا بدرجۂ اعلیٰ تھا۔ مگر ہر شخص کے لیئے

ع فی القاموس حرنت الدابۃ حرانا فہی حرون وھی التی اذا استدر جریہا وقفت ام ملخصا ۱۲

۱۴

نہیں - اگر کسی کو اس سے ضعف مفرط یا مرض مہلک یا اختلال مشوش عارض ہو جاوے اسکے لئے ایسا کرنا جائز نہیں اور جب قضاء حاجت کی ضرورت اسقدر کم تھی تو وہ دوام طہارت بھی اس حالت کے لئے عادۃً لازم ہوگا - اور اسی وجہ سے یہ حکایات یہاں لائی گئیں) اور بعض نے کہا ہے کہ حضرت خواص کی شہر رے کی جامع مسجد میں پانی کے اندر وفات ہوئی اور یہ اس طرح ہوا کہ ان کو بیماری اسہال کی تھی اور جب استنجا سے فارغ ہوتے تو پانی میں گھس کر غسل کرتے ایک دفعہ پانی میں داخل ہوئے اور وفات (ہوگئی۔ یہ مطلب نہیں کہ اسکے اندر رہنا سبب ہوا وفات کا بلکہ کثرت اسہال سے زندگی ختم ہوگئی - مگر زندگی کے ختم ہونے تک طہارت کا درجہ کاملہ نہ چھوڑا چنانچہ آگے مولف بھی کہتے ہیں) یہ سب کچھ (پانی میں آخر وقت تک داخل ہونا وغیرہ) ان کے محافظت علی الوضوء والطہارت کے سبب تھا - اور بعض نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم کو بار بار حاجت ہونے کی شکایت تھی - سو ایک شب میں ستر بار سے زائد حاجت کو گئے ہر بار میں تازہ وضو کرتے تھے اور دو رکعت نماز (تحیۃ الوضوء) پڑھتے تھے - اور منقول ہے کہ بعض صوفیہ نے اپنے نفس کو یہاں تک ادب دیا تھا کہ بجز وقت براز کے انکی ریح بھی خارج نہ ہوتی تھی خلوت میں بھی ادب کی رعایت رکھتے تھے اور وضو کے بعد رومال لینا (یعنی اس سے منہ ہاتھ پونچھنا) اسکو بعض نے مکروہ سمجھا ہے اور کہا ہے کہ وضوؔ کا پانی وزن کیا جاویگا (تو اس کو بدن ہی پر خشک ہونے دیا جاوے کہ بدن سے لگا رہے مستقل چیز سے پونچھنے سے جتنا گھٹ جاویگا وہ وزن میں نہ آویگا) اور بعض نے اسکو جائز رکھا ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ خبر دی ہم کو شیخ عالم ضیاء الدین عبد الوہاب بن علی نے کہا انھوں نے خبر دی ہم کو ابو الفتح ہروی نے کہا انھوں نے خبر دی ہمکو ابو نصر نے کہا انھوں نے خبر دی ہمکو ابو محمد نے کہا انھوں نے خبر دی ہمکو ابو العباس نے کہا انھوں نے خبر دی ہمکو ابو عیسیٰ ترمذی نے کہا انھوں نے حدیث کی ہم سے سفیان بن وکیع نے کہا انھوں نے حدیث کی ہم سے عبد اللہ بن وہب نے زید بن حباب سے انھوں نے ابی معاذ سے انھوں نے زہری سے انھوں نے عروہ سے انھوں نے حضرت عائشہ رضہ سے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پارچہ کپڑے کا تھا کہ وضو کے بعد اس سے اپنے اعضا کو پونچھا کرتے تھے اور حضرت معاذ بن جبل نے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ وضو کرتے تھے تو اپنا منہ اپنے کپڑے کے دامن سے پونچھ لیتے تھے اور (جاننا چاہیے کہ) صوفیہ کا زیادہ مبالغہ باطن کو صفات رذیلہ

۱۵

ع فی القاموس الوضوء بالضم الفعل وبالفتح ماؤہ ومصدر ایضا او لغتان قد یعنی بہما المصدر وقد یعنی بہما ۱۲ منہ

(اخلاق ذمیمہ سے طاہر کرنے) مین ہے حدکہ طہارت ظاہر مین اس حد تک مبالغہ کرنا کہ حد علم (یعنی شریعت) سے نکلجاوے۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نصرانیہ کے گھڑے سے (پانی لیکر) وضو کر لیا تھا۔ باوجودیکہ نصاریٰ شراب سے پرہیز نہین کرتے اور (پھر بھی) اُنھون نے اس امر کو ظاہر پر ہوا (طہارت اصلیہ پر جاری رکھا (اور ایسا کوئی قرینہ نہ تھا جس سے غالب گمان اختلاط شراب کا ہو ورنہ گمان غالب بھی اس باب مین مثل یقین ہی کے ہے) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ زمین پر بدون جانماز کے نماز پڑھ لیتے تھے اور راہون مین (اکثر) ننگے پاؤن چلتے پھرتے تھے اور (اسی طرح) سونے کے وقت (بھی) اپنے اور مٹی کے درمیان مین کوئی حائل چیز نکرتے تھے۔ اور بعض اوقات استنجا مین صرف ڈھیلا ہی پر کفایت کرتے تھے (جبکہ فضلہ بالکل خشک ہوا اور اطراف مین نہ لگے) اور اُن کا (یعنی صحابہ کا) برتاؤ طہارت ظاہر مین (اکثر) تساہل پر (یعنی عدم مبالغہ پر مبنی) تھا اور اُن کا (تمامتر) مبالغہ طہارت باطنہ مین ہوتا تھا۔ اور اسی طرح صوفیہ کا شغل ہے اور بعض اشخاص مین طہارت کے بارہ مین بہت تشدد ہوتا ہے اور منشا اس کا (جسطرح کبھی وسوسہ ہوتا ہے اسیطرح کبھی) بددماغی نفس کی (بھی) ہوتی ہے سو (اُسکی ایک فرع یہ ہے کہ) اگر اُس کا کپڑا میلا ہو جاوے تو تنگ ہوتا ہے (اور اُسکے بدلنے کا اہتمام کرتا ہے) اور جو اُسکے باطن مین کدورت اور کینہ اور کبر اور عجب اور ریا و نفاق ہے اُسکی پروا بھی نہین کرتا۔ اور عجب نہین کہ ایسا آدمی کسی شخص پر اُسوقت روک ٹوک کرے جبکہ وہ ننگے پاؤن زمین پر چلنے لگے باوجودیکہ شرع مین اسکی رخصت ہے اور اس پر روک ٹوک نہ کرے کہ وہ کوئی کلمہ غیبت کا کہدے جس سے اپنا دین خراب کردے اور یہ سب قلت علم کے سبب سے اور بذریعہ صحبت اہل صدق و علما راسخین ادب حاصل کرنے کے ترک کے سبب سے ہوا اور (یہ حضرات محققین) استنجا مین (بدن خاص کی) زیادہ ملنے کو پسند نہ کرتے تھے کیونکہ یہ بعض اوقات رگون کو سست کر دیتا ہے۔ اور پیشاب کو رُکنے نہین دیتا۔ اور اُس سے زیادہ قطرہ آنے کی بیماری پیدا ہوجاتی ہے۔ اور منجملہ حکایات اہل تصوف کے دربارہ وضو و طہارت کے یہ ہے کہ ابوعمرو زجاجی نے مکہ مین تیس سال اقامت کی اور وہ حد حرم مین قضاے حاجت نہ کرتے تھے اور حل مین (یعنی خارج حرم مین) جاتے تھے اور اُسکی کمتر مسافت ایک فرسخ ہے (یعنی بعض جوانب سے تو زیادہ ہے مگر اس سے کم تو کسی جانب مین نہین چنانچہ تنعیم تین میل ہے جو اقرب حدود حرم ہے) اور منقول ہے کہ بعض اہل تصوف کے چہرہ پر زخم تھا جو بارہ برس تک

۱۶

ؔ فی القاموس بالاسر عن الاهوج فی منطقه والاحمق المسترخی وقد سُر عن مثلثة رعونة ورعنا محركة وسار رعنه ورعنته الشمس آلمت دماغه فاسترخى لذلك وغشي عليه ۱۲

استعمالہ من قدیم الزمان فاظھرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ذالک الوقت الخ وفیہ ایضا فان قلت ثم کان ھذا الرعی فی عمرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلت لم یستقر علم من کلام ابن اسحٰق والواقدی انہ کان عمرہ نحو العشرین سنۃ اھ قلت یخرج عنہ جواب آخر بانا لو سلمنا انہ صلی اللہ علیہ وسلم اجر نفسہ للرعی علی القراریط فھو کان قبل النبوۃ فانہ قد بعث لاربعین سنۃ فی المشکوۃ عن ابن عباسؓ قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاربعین سنۃ فمکث بمکۃ ثلث عشرۃ سنۃ یوحی الیہ ثم امر بالھجرۃ فھاجر عشر سنین ومات وھو ابن ثلث وستین سنۃ متفق علیہ اھ وھذہ القضیۃ قد وقعت فی قرب العشرین سنۃ کما عرفت والواقدی قد وثقہ کثیر کما قال الحافظ الھیثمی فی مجمع الزوائد وفی التلخیص الحبیر والواقدی اذا لم یخالف الاخبار الصحیحۃ ولا غیرہ من اھل المغازی مقبول فی المغازی عند اصحابنا اھ وابن اسحٰق مختلف فیہ قال احمد بن حنبل حسن الحدیث وقال ابن المدینی حدیثہ عندی صحیح وقال شعبۃ ھو امیر المؤمنین فی الحدیث وقال یزید بن ھارون لو کان لی سلطان لامرت ابن اسحٰق علی المحدثین وتکلم فیہ اٰخرون قد فصلہ فی تذکرۃ الحفاظ وقال الذھبی فیہ الذی تقرر علیہ العمل ان ابن اسحٰق الیہ المرجع فی المغازی والایام النبویۃ مع انہ یشذ باشیاء وانہ لیس بحجۃ فی الحلال والحرام اھ وفیہ ایضا کان احد اوعیۃ العلم حبرا فی معرفۃ المغازی والسیر اھ وفی التقریب امام المغازی صدوق یدلس رمی بالتشیع والقدر روی عنہ البخاری تعلیقا والاربعۃ اھ۔ حاصل یہ ہے کہ واقدی و ابن اسحٰق کے موثقین بھی اکابر ہیں خصوصا باب سیر میں پس انکا بعض کے نزدیک مجروح ہونا خصوصا اس مقام پر کچھ مضر نہیں وان الاختلاف غیر مضر کما حقق فی احیاء السنن فلا تحتج بالغیر رحمہ اللہ تعالیٰ بخوبی ثابت ہوگیا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد نبوت اسباب مظنونہ کو ہمیشہ متروک رکھا ہے اور کسب معاش باوجود حاجت کے کبھی نہیں فرمایا اور توکل پر بسر اوقات کی ہے کتبہ اجابۃ للحق الحقیر عفی عنہ۔

(۵۲) فرمایا کہ افسوس ہے لوگ حضرت امام غزالی رحمہ کی تحقیق کی قدر نہیں کرتے میں نے ایک شیخ کو خود کہتے سنا ہے کہ ریاضت کے جو طریق امام صاحب نے لکھے ہیں وہ کسی کو زندہ تھوڑا ہی چھوڑیں گے آدمی اگر خود عمل نہ کرسکے تو حق بات کو مان تو لے اور اپنے عجز کا اعتراف کرنے یہ کیا واہیات ہے کہ جو کام خود نہو سکے اوسکی مذمت کرنے لگے یہ ضرور ہے کہ تبدل زمانہ سے بعض جزئیات بدل جاتے

ہیں لیکن کُلّیات نہیں بدلا کرتے سو آجکل چونکہ قوی ضعیف ہیں اسلئے کوئی سخت ریاضت مناسب نہیں لیکن ایسے موقع پر تو امام صاحب ریاضت شدیدہ کا امر نہیں فرماتے بلکہ بعض جگہ امام صاحب نے مراعاۃ ضعفاء کی ریاضت کے باب میں خود تصریح فرمائی ہے امام غزالی کو نفس کے مخفی کید معلوم کرنے میں خاص مناسبت اور مہارت ہے پھر فرمایا کہ مولانا شیخ محمد صاحب قدس سرہٗ نے ایک زمانہ میں احیاء العلوم کا وعظ شروع فرمایا تھا پھر چھوڑ دیا اور یہ فرمایا کہ ہمارا منہ نہیں ہے کہ امام غزالیؒ کے طریق کا وعظ کہیں کیونکہ اس طریق پر عمل سے ہم عاجز ہیں اور قاصر ہیں اور جس عمل میں خود کوتاہی ہو اوسکی دوسروں کو رغبت دلانا شرم کی بات ہے (۵۳) ۲ رجب ۱۳۳۵ھ فرمایا کہ امراء سے اگر استغنانہ برتی جاوے تو وہ اہل دین سے منتفع نہیں ہوسکتے مثلاً شب و روز اونسے سفارشیں کیجاویں یا اور اسی طرح کی اونسے خدمت لیجاوے جو موجب گرانی ہو گو سفارش کرنے والوں کی نیت بخیر ہی کیوں نہو یعنی مخلوق کی نفع رسانی لیکن ہمیں چند خرابیاں ہیں ذلت دین ذلت اہل دین خود امراء کا ایسے برتاؤ سے اہل دین سے بھاگنا اور فیوض سے محروم رہنا اور پھر بھی جسکے لیے سفارش کی ہے غالب یہ ہے کہ اسکا مقصود حاصل نہو گا کیونکہ آجکل کے امراء پر اہل دین کا بہت کم اثر ہے صرف تہذیب کا برتاؤ کرتے ہیں عقیدت بہت کم ہے الا من حفظہ اللہ پھر فرمایا کہ استغنا کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اہل دین کسی موقع پر ان سے نہیں بچتے ورنہ عجب نہیں ہے کہ کسی موقع پر مراعاۃ مذمومہ اور مداہنت کا ارتکاب ہوجاوے پانی پت میں حضرت شاہ بو علی قلندر کے ایک محبوب خادم تھے مبارز خان۔ اُس زمانہ میں ایک عامل تھا خواجہ سرا۔ اوس نے کسی سبب سے غلطاً مبارز خاں کے ایک طمانچہ مار دیا اس نے حضرت کی خدمت میں فریاد کی آپنے اوسی وقت شاہ دہلی کو ایک رقعہ لکھکر ایک خادم کے ہاتھ روانہ کر دیا جسمیں یہ لکھا تھا شحنۂ دہلی را اعلام آنکہ پس دیدہ پیش بریدہ۔ حق طمانچہ بروے کشیدہ کہ آتش از عرش در رسیدہ۔ یا بجائے او دیگر فرست ورنہ بجائے تو دیگر رسیدہ" بادشاہ دیکھتے ہی تھرا گیا اور اوسی وقت دوسرے عامل کو بھیجا۔

(۵۴) ۴ رجب۔ فرمایا کہ حضرت قطب العرب والعجم مقبول عند اللہ شاہ حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ کے دربار فیض رساں میں نہایت توسیع اور حسن ظن سے کام لیا جاتا تھا اخذ بیعت میں بھی اور اجازت اخذ بیعت میں بھی مگر حضرت یہ فرماتے تھے کہ میرے یہاں سے جن حضرات کو اجازت اخذ بیعت حاصل

۱۰۴

جنبی ہے ان کی دو قسمیں ہیں ایک قسم تو وہ لوگ ہیں جنکو میں نے اہل سمجھکر اجازت دی ہے اور اجازت
حقیقت میں وہی ہے اور دوسری قسم وہ لوگ ہیں جنکو میں نے ابتداءً اجازت نہیں دی لیکن خود انھوں نے
کہا کہ کیوں حضرت ہم خدا کا نام لوگوں کو بتلا دیا کریں تو میں نے بھی کہدیا کہ ہاں بتلا دیا کرو بھلا میں ذکر
اسم بتلانے کو کسطرح منع کرتا وجہ یہ تھی کہ حضرت پر توقیر ذکر اور حق تعالیٰ کی محبت نہایت درجہ غالب تھی
اور انتظام[ملہ] پر بہت کم نظر تھی اور اسی وجہ سے وہاں ہر طرح کے لوگوں کی بھرتی ہو جاتی تھی اور حضرت کو
حسن ظن اور ذکر اللہ سے اس غایت تک تعشق تھا کہ یکبار ارشاد فرمایا کہ ذکر اگر ریا سے ہو وہ بھی بہتر ہے ف
حضرت قدس سرہٗ کی امامت تصوف فرق مختلفہ کو مسلّم ہے اور انتظام پر نظر زیادہ اُن حضرات کی ہوتی
ہے جنکو جلوت زیادہ رہے اور احوال مردم پر نظر ہو اور جو حضرات خلوت نشیں ہوں اور مخلوق سے کم
تعلق رکھتے ہوں ونکی رائے کا وسیع ہو جانا امور مذکورہ میں مستبعد نہیں ہے لیکن جنکو واقعات
اس کے خلاف تحقیق ہوں انکو اس رائے پر عمل جائز نہیں ہے صاحب رائے تو اپنی رائے میں معذور
ہے مگر مقلد اور متبع کو جب واقعہ اس صاحب رائے کی تحقیق کے خلاف ثابت ہو تو وہ اس رائے کی تقلید
میں معذور نہوگا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد عالی انتم اعلم بامر دنیاکم رواہ مسلم اس
امر کو بتلا رہا ہے کہ اہل اللہ کو بہت زیادہ شغف امور انتظامیہ میں نہیں ہوتا کیونکہ اسکا تعلق دنیا سے
ہے وھم عنہا معرضون لیکن تاہم جسقدر بھی وہ انتظام فرماتے ہیں اُس خوبی کا انتظام منتظمین اہل دنیا
سے بھی انجام نہیں پاتا ان اللہ یکرہ ان یخطاء ابوبکر حدیث مرفوع ہے رواہ الطبرانی فی
الاوسط بسند رجالہ ثقات کما اوردہ السیوطی فی تاریخ الخلفاء اور اتفاقی غلطی ہو جانا
اقتضاء بشریت کا ہے جسمیں تکوینی اور تشریعی مصالح ہیں ولا یسعنی اظہارھا لجھل الجاھلین
فتامل وتدبر (زادہ الجامع)

(۵۵) فرمایا کہ میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے اور میں اکثر خواب کو بھول جاتا ہوں مگر یہ خواب
نہایت صاف ہے اور خوب یاد ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا ایک مجمع ہے جسمیں میں بھی ہوں
اور اس مجمع میں فرق باطلہ اسلامیہ میں سے ایک فرقہ جدیدہ کا بانی بیعت لے رہا ہے اور بعض لوگوں کے
بیعت ہونے کی یہ حالت ہے کہ اول تردد بھی ظاہر کرتے ہیں کہ کبھی ادھر ہاتھ بڑھاتے ہیں اور کبھی

ملہ ولا فی الدر المختار طالب التولیۃ لا یولی وقد رواہ البخاری بمعناہ مرفوعا ۱۲ جامع عفی عنہ۔

۱۰۵

سمیٹ لیتے ہیں اور اس حالت میں شیخ اور طالب دونوں کے ہاتھ سے بجلی بار بار نکل رہی ہے اور اس بانی کو بھی یہ بات معلوم ہوجاتی ہے لیکن باوجود اس تردد کے آخر میں پھر بیعت ہوجاتے ہیں نہ مبایع کو اجتناب اور نہ اخذ بیعت کو غیرت کہ جو شخص اپنے سے عقیدت میں متردد ہو اسکو بیعت کرنا سخت بیحیائی ہے میں نے یہ حالت دیکھکر حاضرین سے کہا تمکو معلوم بھی ہے یہ کیا بات ہے مجھکو تو حقتعالیٰ نے اس معاملہ کی حقیقت منکشف فرمادی ہے کہ یہ محض مقناطیسی اور برقی قوت کا اثر ہے جسکو میں نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا اور سمجھا میں نے کہا کہ خیر یہ تو ایک ظاہری بات ہے اصلی بات دوسری ہے وہ یہ کہ بزرگ وہ ہے جس میں بزرگوں کے اخلاق ہوں اور بزرگوں کی یہ وضع کبھی نہیں ہوئی کہ ایک شخص کو تعلق کم ہو اور وہ متردد بھی ہو اور اعتراض بھی کر رہا ہو پھر فوراً ہی اوسکو بیعت کرلیا جاوے کہ یہ غیرت کے خلاف ہے۔ پھر مجھے اس تقریر کے بعد یہ معلوم ہوگیا کہ وہ شخص بانی فرقہ باطلہ نہیں ہے بلکہ تنبیہات وصیت میں جن صالحین للبیعۃ کا ذکر کیا گیا ہے انمیں سے ایک شخص ہیں جنکی صلاحیت للبیعۃ کا تردد میں نے تنبیہات کے تتمہ رابعہ کے مضمون ہفتم میں ظاہر بھی کردیا ہے۔ اور میری تقریر سے انپر ندامت غالب ہوئی اور مجھے اجازت رد کی جاہی گو مجھ کو بھی (طبعاً) شرم آئی کہ میں نے ان کے روبرو تقریر کی تھیں، نکی مذمت بھی گو خواب حجۃ شرعیہ نہیں لیکن دلائل شرعیہ کی تقویت میں خواب کو دخل ضرور ہے اور شاید حکمت اسمیں یہ ہو کہ ابھی ایک شخص نے ان صاحب کی نسبت ایک اچھا خواب لکھکر بھیجا تھا جو بوجہ غیر مطابق حالت بیداری کے ہونیکے معتبر نہیں سمجھا گیا تھا شاید طبعاً اس خواب سے کچھ شبہ ہوجاتا اس لئے ممکن ہے کہ حقتعالیٰ نے تنبیہ کے لئے یہ خواب دکھلایا ہو حقتعالیٰ ہم سب کو نفس اور شیطان کے مکر سے محفوظ رکھیں اور ان صالح کو بھی واقعی صالح بنادیں اور ناظرین سے بھی التماس ہے کہ اُن کے لئے دعائے اصلاح فرمادیں کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے قال اللہ تعالیٰ انما المؤمنون اخوۃ اور تعلق بیعت کا اصل معیار کمال اتباع سنت فی الصلاح والاصلاح کو سمجھیں۔

(۵۶) ۹ رجب۔ حدیث ذیل متعلق عدم ظل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہوا تو فرمایا کہ صاحب مواہب لدنیہ کو یہ حدیث نہیں ملی کما یفہم من استدلالہ بحدیث واجعلنی نوراً اور میں یہ سمجھتا تھا کہ بنا علی المشہور اگر حدیث ثابت بھی ہو تو مراد یہ ہوگی کہ ابر آپکے ساتھ گاہ بگاہ رہتا تھا

۱۰۶

کیا ورد فی قصۃ بحیرا الراہب نسطورا الراہب ذکر الاول فی الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۸۴ بتخمین الترمذی و صحیح الحاکم والثانی فی تاریخ جیب ۱۲ منہ بغیر سند اور گا ہے گا ہے کی قید اس لئے لگائی کہ صحیح حدیث میں وارد ہے وقد اخرجہ مسلم کہ آپ پر ایکبار ایک صحابی کپڑا اوڑھے ہوئے کھڑے تھے گرمی کیوجہ سے تاکہ آپ پر سایہ ہو جاوے پس معلوم ہوا کہ علی الدوام سایہ نہیں رہتا تھا سو سایہ کا نہ ہونا وسوقت کے ساتھ خاص ہوگا جبکہ ابر سر مبارک پر ہو لیکن اِس حدیث سے اس گمان کی تغلیط ہوئی کیونکہ ابر شمسی کی گرمی روکنے کے لئے ہوتا قمر میں جس کا ذکر حدیث ذیل میں ہے کونسی گرمی تھی جسکے لئے ابر کی حاجت ہوتی وہ حدیث خصائص کبریٰ ص ۶۸ ج ۱ مطبوعہ حیدرآباد میں ہے اور اُسکے لفظ یہ ہیں اخرج الحکیم الترمذی (وہو محمد بن علی من الاولیاء الکبار والمحدثین والحکماء المتصوفین افاض اللہ علینا من برکات انفاسہ القدسیۃ ۱۲ جامع) عن ذکوان ان رسول اللہ لم یکن یری لہ ظل فی شمس ولا قمر ا ھ۔

(۵۷) ۱۰ رجب۔ ایک تحریر احقر کو عنایت فرمائی کہ اسکو ملفوظات خبرت میں لکھ لینا چنانچہ محررہ ذیل ہے (لطیفہ غریبہ) جانور کا مارنا اگر ظلم ہوتا تو حق سبحانہ وتعالےٰ کا بھی معاذ اللہ اس صفت سے موصوف ہونا لازم آتا ہے اگر کہا جاوے کہ وہ مالک ہیں تو کہا جاویگا کہ اس سے تو یہ ثابت ہو گیا کہ مطلقاً قتل حیوان ظلم نہیں ہے بلکہ جو ناحق ہو سو جسطرح مالک ہونے سے وہ قتل ناحق نہیں رہتا اسی طرح مالک کے اذن دینے سے بھی وہ ناحق نہیں رہتا اس کی نظیر یہ ہے کہ اصل استحقاق قتل سیاست کا حاکم کو ہے مگر حاکم کا ماذون یعنی جلاد بھی کسی عاقل کے نزدیک محل ملامت نہیں ہے۔

(۵۸) ۲۰ رجب۔ احقر نے عرض کیا کہ مسلم کی ایک حدیث میں لفظ الثلثمائۃ واقع ہوا ہے اور مسلم ہی کی دوسری حدیث میں السبعمائۃ آیا ہے اور ان دونوں جگہہ مضاف پر الف ولام

ف گرچونکہ اس تحریر کے بعد معلوم ہوا کہ یہ حدیث نہایت ضعیف اور نیز مرسل ہے کیونکہ اسکی سند خصائص کبریٰ میں مختصراً اصل لکھی ہے اخرج الحکیم الترمذی من طریق عبد الرحمٰن بن قیس الزعفرانی عن عبد الملک بن عبد اللہ بن الولید عن ذکوان مذکرہ اور ذکوان آزاد شدہ غلام حضرت عائشہؓ کے تابعی ہیں اور عبد الرحمٰن کو بعضوں نے وضع حدیث اور بعضوں نے کذب کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ میزان اور تہذیب التہذیب میں ہے لہٰذا اس پر کسی امر کا مدار صحیح نہیں ہو سکتا ہاں کسی صحیح طریق پر ثابت ہونے کے بعد تقریر مذکور کی حاجت ہوگی۔ ۱۲ جامع ✦

داخل ہوا ہے اور معرفہ بجانب نکرہ مضاف کیا گیا ہے سو اس الف ولام داخل ہونیکی توجیہات مختلفہ کی گئی ہیں ایک توجیہ علامہ طیبی نے کی ہے کہ یہ لام بعد اضافت کے (یعنی مجموعہ مضاف ومضاف الیہ پر) داخل کیا گیا ہے جیسے الخمسۃ عشر میں مگر کسی نے نہیں لکھا کہ اس توجیہ پر مضاف الیہ منون رہیگا یا نہیں کیونکہ معرف باللام منون نہیں ہوتا اس لیے شبہ ہوتا ہے کہ منون نہو جواباً فرمایا ظاہر یہ ہے کہ منون رہیگا کیونکہ مجموعہ پر جو الف لام داخل ہوا ہے تو گو باعتبار معنی کے مجموعہ پر یہ دخول ہوا ہے لیکن لفظاً تو جزو اول پر داخل ہے اور تنوین احکام لفظیہ سے ہے اس لئے اس دخول کا اثر باعتبار مجموعی حیثیت کے آخر جزو پر نہوگا۔ بلکہ باعتبار حکم لفظی ہونے کے جزو اول پر اسکا اثر ہوگا۔

(۵۹) اربعین میں حضرت حجۃ الاسلام امام علام ابو حامد غزالی نور اللہ تعالیٰ مضجعہ وافاض علینا من برکاتہ نے تحریر فرمایا ہے کہ انسان تین عوالم سے مرکب ہے عالَم ملکوت و عالَم جبروت و عالَم شہادت اور پھر اس کے بعد قلب کو عالم ملکوت سے کہا ہے اور صدر کو عالم جبروت سے اور جوارح کو عالم شہادت سے اور اس کے ضمن میں یہ بھی فرمایا ہے کہ عالم جبروت درمیان میں ہے عالم ملکوت و عالم شہادت کے جیسا کہ صدر درمیان میں ہے قلب اور جوارح کے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ قلب سے مراد مضغۂ صنوبری نہیں اور اسی طرح صدر سے مراد یہ عظم خاص محیط با قلب نہیں الخ سو حضرت نے پوچھا کہ یہ عالم جبروت جو درمیان عالم ملکوت و عالم شہادت کے ہوا یہ کیا عالم ہے کیا عالم برزخ مراد ہے جیسا کہ درمیان میں اسکا ہونا قرینہ ہے اگر یہی ہے تو جبروت تحت میں ہوا ملکوت سے حالانکہ جبروت بنا برعلے المشہور مرتبہ ہے صفات باری تعالیٰ کا جو عالم یعنی ماسوی اللہ بھی نہیں جواب فرمایا کہ یہ کوئی جدید اصطلاح ہے جسکی مجھکو تحقیق نہیں غالب یہی ہے کہ اس اصطلاح جدید میں عالم برزخ ہی مراد ہے اسکو جبروت مجازاً فرما دیا بوجہ اسکے مشابہ ہونے کے مرتبۂ صفات کے ساتھ کیونکہ وہ مراتب الٰہیہ میں برزخ ہے درمیان ذات کے کہ اوسکے فوق ہے اور افعال کے کہ اس کے تحت ہے نیز امام روحۓ اس عالم جبروت معبر با صدر کے آثار جو بتلائے ہیں خوف و خشیت و سرور و ہیبت اور دوسرے احوال اور ظاہر ہے کہ یہ سب صفات ہیں جو درمیان میں ہیں انوار معرفت مفاض عن عالم الملکوت اور بیکار و تہییج و قشعریرات نازلہ من عالم الشہادۃ کے پس جبروت سے مراد مرتبۂ صفات ہی رہا موافق اصطلاح مشہور کے لیکن صفات حق نہیں بلکہ صفات عبد نیز ان صفات میں صفت جبر بھی ہے جیسا کہ

صفات حق میں بھی صفت جبر ہے پس دونوں جگہ اس صفت خاص کے اعتبار سے تمام مرتبۂ صفات کو جبروت کہدیا پس جبروت مرتبۂ صفات ٹھیرا اوسمیں جو صفات حق کا مرتبہ ہے وہ عالم نہیں اور فوق ہے ملکوت سے اور جو صفات عبد کا مرتبہ ہے وہ عالم ہے اور تحت ہے ملکوت سے۔

(۶۰) فرمایا کہ عربی میں کبھی اسم مفعول اور فعل مجہول فعل لازم سے بھی مستعمل ہوتے ہیں بلا واسطہ صرف تعدیہ جیسے اُتِیَ فی المنام یعنی اتاہ آتٍ ف پس اہل صرف کا فعل لازم کی گردان میں اسم مفعول اور فعل مجہول نہ داخل کرنا اکثری ہے نہ کلی (افادہ الجامع عفی عنہ۔

(۶۱) ۷ر شعبان۔ احقر نے عرض کیا کہ درہم کی قیمت کی مقدار انگریزی سکہ سے کسقدر ہوتی ہے فرمایا کہ طالب علمی کے زمانہ میں حساب کیا تھا تو درہم پورے ۴ ۳/۴ پائی کا ہونا ثابت ہوا تھا۔ ف اس حساب سے دینار کی قیمت کی مقدار جو دس درہم کا ہوتا ہے ۳/۴ ۴ پائی ہوئی اور یہ نقل مہر سے زائد (افادہ الجامع عفی عنہ۔

(۶۲) ایک طالب علم کو حضرت والا نے محنت سے پڑھنے کے بارے میں مرۃً اُخریٰ سمجھایا اور بار بار زجر بھی کیا اور وہ عہد و مواثیق کر لیتا تھا مگر ان پر عمل نہ کرتا تھا آخر میں حضرت نے یہاں کے مدرس صاحب سے فرمایا کہ یہ معلوم کرنا چاہئے کہ یہ شخص بے حیا ہے یا نہیں اگر بے حیا ہے تو اسکی اصلاح ناممکن ہے۔

(۶۳) حضرت والا نے ایک الانامہ مقام ڈیگ سے احقر کے نام تحریر فرمایا (جو ۹ر رمضان المبارک سنہ ۵ حال میں مجھکو ملا) اور جسکے ابتدائی الفاظ میری نسبت یہ تھے (جامع العلوم والاعمال) سو بحکم

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ۔ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

احقر کو ان دونوں نعمتوں کے حاصل ہونے کی قوی امید ہوئی ہے اور نیز اسمیں ایک اتفاقیہ لطیفہ بھی ہے جس سے اس امید کو قوت ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت امام الطائفۃ النقشبندیہ یوسف الاولیاء احمد سیدی شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے بارے میں بھی حضرت تاج الاولیاء مقبول حضرۃ اللہ مولانا خواجہ باقی باللہ قدس سرہ نے انہی الفاظ مذکورہ کے ہم معنی الفاظ تحریر فرمائے تھے اور حضرت مجدد صاحب کے اسم مبارک میں لفظ (احمد) ہے اور میرے نام میں بھی لفظ (احمد) ہے چنانچہ مکتوبات مجددیہ میں فرمودہ خواجہ صاحب ممدوح اسطرح منقول ہے احمد مردیست قوی العلم قوی العمل (او کما کان) پس اس توافق سے بھی امید کو قوت ہوتی ہے فللہ الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کما یحب ربنا ویرضیٰ

۱۰۹

ناظرین سے دعا کی امید پر یہ مضمون نقل کرتا ہوں کہ خاص طور پر اس احقر مسکین کے لیے حق تعالیٰ سے مستدعی ہوں کہ مجھے یہ دونوں صفات بطریق اکمل نصیب ہوں اور اسی طرح مقصود اعظم ان صفات کا یعنی رضائے حق بھی بدرجۂ اتم حاصل ہو ف

ایں سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ولکن ع برکریماں کارہا دشوار نیست ؎

(۶۴) ۱۴ رمضان المبارک۔ مسئلہ ذیل جو مجوزہ احقر اور مصدقہ حضرت والا درج ہے کثیر النفع خیال کر کے شائع کیا جاتا ہے۔ **مسئلہ** بزرگوں کے پاس بیٹھ کر ان کی مخالفت کے خیالات یا گناہوں کے خیالات یا امور مباحہ کثیرہ کے خطرات دل میں لانا ان حضرات کو ایذا دینا ہے کیونکہ یہ حضرات بوجہ لطافت قلبیہ کے ان امور سے متأثر ہوتے ہیں اور ان کو سخت کلفت ہوتی ہے گو بوجہ خوش اخلاقی اور مروت یا ستر عورات اس کا اظہار نہ کریں اور اس تاثر کی تجربہ اور مشاہدہ دلیل ہے نیز حدیث ذیل اس باب میں صریح ہے کہ اس نوع کے افعال سبب ایذا کاملین ہوتے ہیں فقد روی النسائی عن رجل من اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی صلوٰۃ الصبح فقرأ الروم فالتبس علیہ فلما صلی قال ما بال اقوام یصلون معنا لا یحسنون الطہور و انما یلبس علینا القرآن اولئک قال ابن حجر بسند حسن کما فی المرقاۃ ج ۱ ص ۲۶۹ و ۲۷۰ ولو بلا اختیار اگر کوئی خطرہ دل میں آوے اور اس کے ساتھ قصداً کچھ بڑھایا بھی نہ جاوے تو یہ بوجہ عدم قصد و اختیار مستثنیٰ اور معفو ہے اور بزرگ سے ہر وہ اہل نسبت مراد ہے جس کی صحبت اور رؤیت مذکر حق اور مشغل عن الدنیا ہو علی قدر استعداد الرائین والمستفیدین قال صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خیارکم من ذکرکم باللہ رؤیتہ وزاد فی علمکم منطقہ ورغبکم فی الآخرۃ عملہ رواہ الحکیم عن ابن عمرو مرفوعا بسند صحیح وروی الحکیم ایضاً عن ابن عباس مرفوعا بسند ضعیف ف اولیاء اللہ تعالیٰ الذین اذا رأوا ذکر اللہ تعالیٰ کذا ہما فی الجامع الصغیر للحافظ السیوطی رح اور واضح ہو کہ ان حضرات کی خدمت میں بیٹھ کر کسی قصہ سے جس کو وہ بیان کرتے ہوں گھبرانا اور قصد کرنا کہ یہاں سے ہم جلد چلے جاویں یا ویسے ہی جلدی دوڑنگی کا دل میں قصد کرنا اور محض رسم پرستی کے سبب بیٹھے رہنا یہ حرکات بھی مثل حرکات مذکورہ سبب ایذا ہیں ایسے موقع پر فوراً اٹھ جانا چاہیے لیکن اگر قرائن قویہ سے معلوم ہو کہ ہمارا اٹھنا اس وقت ان بزرگ کی مرضی کے خلاف ہے تو ہشیار ہے و حتی الامکان اپنے قلب کو وابستہ کرے۔ (باقی دارد)

ف وصححہ العزیزی شارح الجامع الصغیر ۱۲ جامع۔

۱۱۰

(۳) کھانا کھانے میں اونکو اختیار ہوگا جس وقت جس جگہہ جی چاہے کھائیں خواہ کسی کے پاس بھی نہ کھائیں بازار وغیرہ میں انتظام کرلیں ہمکو کوئی شکایت نہ ہوگی خواہ ایک کے حصہ میں دوسری کے گھر کھائیں پھر خواہ گھر آکر کھائیں خواہ مردانہ میں منگائیں خواہ ایک گھر سے کھانا منگا کر دوسرے گھر میں کھائیں ہم کسی امر کے متعلق کوئی حرف زبان پر نہ لاویں گے۔

(۴) علیٰ ہٰذا دن میں یا شام کو گھر میں آنے کے متعلق اونکو اختیار ہے خواہ ایک جگہ آویں خواہ دونوں جگہہ پھر خواہ ایک جگہ زیادہ دیر تک ٹھیریں اور ایک جگہہ کم ٹھیریں خواہ ایک جگہہ بالکل نہ آویں خواہ دونوں جگہہ نہ آویں۔

(۵) علیٰ ہٰذا خرچ دینے میں یا دوسری اشیاء از قسم سوغات وغیرہ دینے میں خواہ دونوں جگہ برابر دیں یا کم و بیش دیں پھر خواہ مردانہ سے بھیجیں خواہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں بھیجیں خواہ کسی اہل خانہ کے ہاتھ سے بھجوائیں ہر طرح اونکو اختیار ہے ہم ہر طرح خوش رہینگے۔

(۶) ہم کسی چغل خور کی بات کو نہ سنیں گے بلکہ جب وہ کچھہ بات کریگا ہم منع کردیں گے اور جسقدر کان میں پڑجاویگا اوسکو سچ نہ سمجھیں گے اور نہ کسی کے سامنے اوسکو ذکر کریں گے نہ حاجی صاحب سے نہ اور کسی سے۔

(۷) ہم ہر امر میں جو شریعت کے خلاف نہ ہو حاجی صاحب کی اطاعت کریں گے وہ جو پوچھیں گے ہم فوراً بتلادیں گے اونکی کسی بات کو رد نہ کریں گے نہ اوسکو جھٹلاویں گے۔

نوٹ ۱ اگر ہم کبھی جانکر یا بھولکر اس کے خلاف کریں گے اسی یادداشت سے ہمکو لاجواب کردیا جاوے۔

نوٹ ۲ شرعاً اس صلح سے رجوع کرنے کا جس طرح ہم دونوں زوجہ کو اختیار ہے اسی طرح حاجی صاحب کو اختیار ہے کہ ہمارے رجوع کے وقت خواہ وہ حقوق واجبہ کے مقید ہوں یا اپنی آزادی و سبکدوشی کا کوئی شرعی طریقہ اختیار کریں ۹ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ انتہی۔

اسی کے ساتھ یہ امر بھی قابل اطلاع ہے جسکی شہادت یہ احقر بھی اپنے مشاہدہ سے دیتا ہے کہ اُن صاحب نے باوجود ہر قسم کے مطالبات سے برات حاصل کرلینے کے اس کے بعد بھی کسی قسم کے حق میں خواہ فی نفسہ واجب تھا یا غیر واجب سُستی یا کمی نہیں کی اصلی غرض اونکی بجائے الزام وشکایت کا انسداد و کف لسان تھا جو حاصل ہوگیا نہ کہ حقوق سے سبکدوشی اور اس کف لسان کا اثر طبعاً بشرط سلامت

۴۲۳

یہ ہوتا ہے کہ صاحب معاملہ میں زیادہ رفق اور شفقت پیدا ہوجاتی ہے چنانچہ وہاں ایسا ہی ہوا اور ایسی صورت میں لطف زندگی کیوں نہ ہو کہ زوجہ یہ سمجھ لے کہ میرا کوئی حق شوہر کے ذمہ نہیں اور شوہر باوجود اسکے یوں سمجھے کہ میرے ذمہ اور حقوق بڑھ گئے پس ایسی حالت میں اگر شوہر کچھ حق بھی ادا کرتا تب بھی زوجہ غنیمت سمجھتی چہ جائیکہ حقوق سے بھی زیادہ وہ ادا کرے تو زوجہ کو کسقدر راحت اور فرحت ہوگی اور اصل اس صورت کی قرآن و حدیث میں ہے قولہ اللہ تعالے انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من صنع الیکم معروفا فکافئوہ فان لم تکافئوہ فاثنوا علیہ خیرا۔ سبحان اللہ کیا تعلیم ہے کہ محسن کو تو یہ سکھایا کہ تم عوض یا شکریہ کی توقع مت رکھو اور محسن الیہ کو یہ بتلایا کہ تم عوض اور شکریہ کو اپنے ذمہ سمجھو اور جیسا یہ ایک کلی تعلیم محسن و محسن الیہ کو کی گئی اسی طرح خاص معاشرۃ زوجین کے باب میں یہ خصوصیت کے ساتھ بھی وارد ہے وہو قولہ تعالے ترجی من تشاء الی قولہ ذلک ادنے ان تقر اعینہن ولا یحزن ویرضین بما آتیتہن کلہن (علی تفسیر الحنفیۃ) اس آیت میں ازواج مطہرات کو یہ عدم لزوم حقوق شناکرا وسکا یہ اثر تصریحاً بیان فرمایا ذلک ادنے الخ پس اس دستور العمل کی صحیح تعلیم یہ ہے کہ زوجہ تو اپنے کسی حق کی شکایت نکرے اور زوج اوسکے حقوق سے زیادہ اُس کی دلجوئی کرے پھر انشاء اللہ تعالے غبار یا کدورت کا کبھی نام بھی نہ آویگا اور سب کی زندگی اس شعر کا مصداق ہوجاوے گی ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

غرض اگر یہ یادداشت خصوصیت کے ساتھ عورتوں کا دستور العمل رہے اور مضمون بالا عدل کا مردوں کا دستور العمل رہے تو جانبین کو حیوۃ طیبہ نصیب ہوجاوے۔

(باقی آیندہ)

نہ تحصیل حقوق کو باپ کو حکم دیا کہ اولاد کے حقوق ادا کرو اور اولاد کو حکم دیا کہ والدین کے حقوق ادا کرو دونوں
میں سے کسیکو یہ نہیں فرمایا کہ دوسرے سے اپنے حقوق وصول کرو علے ہذا میاں بیوی کے متعلق تعلیمات شرعی
دیکھو خاوند کو حکم ہے کہ ان لزوجك علیك حقا یعنی بیوی کا بھی تیرے اوپر حق ہے یہ اس شخص کو
فرمایا تھا جسنے ارادہ کر لیا تھا کہ میں بیوی بچوں کو چھوڑ کر شب و روز عبادت میں رہونگا حضورؐ نے اس عبادت
کو پسند نہیں فرمایا اور اس سے منع فرمایا دوسری حدیث میں ہے کہ جو کوئی دو بیوی رکھیگا اور ان میں
عدل نہ کریگا تو قیامت کے دن آدھا بدن اوسکا بیکار ہوگا اس سے کسقدر عورت کے حقوق ادا کرنیکی
تاکید ہوئی۔ اور قرآن میں ہے وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئا
ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ یعنی حکم دیا ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھی طرح رہو اگر وہ تمکو بری بھی معلوم
ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو برا سمجھو اور خداتعالے نے اوسمیں بہت بھلائی رکھی ہو دیکھئے کس بلیغ
عنوان سے حقتعالے نے بی بی کے ساتھ نباہ کرنیکا حکم دیا ہے اسی طرح بہت سی آیتیں اور حدیثیں
اس باب میں موجود ہیں جنکو اگر کوئی یکجا دیکھے تو گمان غالب ہے کہ سمجھے کہ شریعت اسلامی نے عورت
کو ایسا بڑھا دیا ہے جیسے اہل یورپ نے لیکن جب اس کے دوسرے پہلو پر نظر ڈالیں اور ان تعلیمات کو دیکھیں
جو عورت کے متعلق ہیں تو اسکا بالکل عکس ہو جاتا ہے سب جانتے ہیں اور یہ حدیث بہت مشہور ہے
کہ حضور فرماتے ہیں کہ اگر میں کسیکو سوائے حقتعالے کے سجدہ کرنیکا حکم دیتا تو حکم دیتا کہ عورت خاوند کو
سجدہ کیا کرے دیکھئے اسمیں مرد کو کسقدر بڑھا دیا گیا دونوں تعلیموں میں تعارض ہے نہیں بلکہ اسکا مبنی
وہ ہی ہے کہ ادائے حقوق کو شریعت نے واجب کہا ہے نہ تحصیل حقوق کو۔ علی ہذا ان تعلیمات کو
دیکھئے جو اجنبی آدمیوں کے ساتھ متعلق ہیں قرآن شریف میں ہے والصاحب بالجنب
یعنی اس کے ساتھ بھی سلوک کرو جو ذرا دیر کو تمھارے پاس آ جاوے یہ نہیں فرمایا کہ جو ذرا دیر کو پاس آ جاوے
تو اس سے اپنا حق وصول کر لو یعنی کچھ خدمت لیلو علے ہذا ایک حدیث میں ہے کہ مسلمان کا جھوٹا شفا ہے
اس سے بظاہر کوئی یہ بات نکال سکتا ہے کہ مسلمان کو چاہئے کہ پانی خود جھوٹا کر کے دوسروں کو پلایا کرے
اور یہ کار ثواب ہو کیونکہ شفا تو اچھی چیز ہے وہ جس مسلمان کو بھی پہونچے خیرخواہی میں داخل ہوگا اور ایک
دوسری حدیث موجود ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ جب پانی پیو تو برتن منہ سے لگائے ہوئے سانس نہ لو
اور ایک حدیث میں ہے کہ پانی میں پھونک مت مارو اسکی وجہ علماء نے یہی بیان کی ہے کہ سانس لینے اور

۶۳

پھونک مارنے سے ناک سے یا منہ سے کچھ فضلہ پانی میں گریگا جس سے دوسروں کو نفرت ہونیکا احتمال
ہے اس سے ممانعت ہوئی لعاب دہن شامل کرنیکی اور پہلی حدیث سے اوسکا شفا ہونا ثابت ہوا
تھا ان دونوں میں اوپری نظر سے تعارض معلوم ہوتا ہے اسکا حل بھی یہی ہے کہ پہلی حدیث میں
تعلق ہے ان لوگوں کے جنکو دوسروں کا جھوٹا پانی ملجائے تو حدیث کا حکم یہ ہوا کہ اس سے گھن نکرو اور دوسری
حدیث متعلق ہے اوس شخص سے جس کے پاس پانی صاف ستھرا موجود ہو حکم ہے کہ اوسکو تنہا بھی گندا نکرو کہ
دوسرے کی طبیعت گھن کرنے لگے غرض یہ اصول شرعًا بالکل ثابت ہے کہ دوسرے کے حق کا خیال رکھو اور
اپنے حق کا مطالبہ نکرو اور یہ اصول عقلًا بھی بالکل صحیح اور قابل تسلیم ہے بیان اسکا یہ ہے کہ طبعی بات ہے
کہ ہر شخص کی اپنے ہنر پر نظر پڑتی ہے اور عیب پر نہیں پڑتی جو کام بھی آدمی کرتا ہے وہ اپنی نظر میں اچھا
معلوم ہوتا ہے بنا بریں اگر یہ بات مان بھی لیجاوے کہ ہر انسان کے ذمے کچھ حقوق دوسرے انسان کے
ہیں اور کچھ حقوق ایسے ہیں جو اسکے دوسرے بنی نوع کے ذمے ہیں جبکہ دوسرا اپنے حقوق اس سے
طلب کر سکتا ہے تو یہ بھی اپنے حقوق دوسرے سے طلب کر سکتا ہے تو اجازت ہونی چاہیے کہ اپنے
حقوق بھی دوسرے سے وصول کرے لیکن بنا بر قاعدہ مذکورہ اب بھی اقرب الی الصواب یہی طریقہ ہوگا کہ
دوسرے کے حقوق کی ادائی کی کوشش کیجائے اور اپنے حق کے تحصیل کی کوشش نکیجائے کیونکہ
انسان کو اپنے فعل کی برائی نظر نہیں آتی اس قاعدہ کو چھوڑکر جو بھی برتاؤ دوسرے کے ساتھ کریگا
وہ عین صواب ہی معلوم ہوگا چنانچہ جہاں چاہے آزما کر دیکھ لیا جاوے جہاں اپنے حقوق کا مطالبہ
کیا جاتا ہے وہاں دوسرے کے حقوق ضرور تلف ہوتے ہیں۔ اور کبھی یہ نہیں ہوتا کہ اپنے حقوق واقعی کا
مطالبہ ہو اور دوسرے کے حقوق کا خیال پورا ہے اگرچہ درجۂ امکان میں ہے کہ کوئی انسان ایسا منصف
مزاج اور سلیم الطبع ہو کہ نہ اپنا حق چھوڑے نہ دوسرے کا رکھے لیکن گمان غالب یہ ہے کہ دنیا بھر میں ایک
دو انسان بھی ایسے نکلنا مشکل ہیں لہذا بحکم النادر کالمعدوم یہ افراد ساقط الاعتبار ہیں اور قاعدہ کلیہ یہی
رہیگا کہ صحیح طریقہ حقوق معاشرت کی تکمیل کا یہ ہے کہ ہر شخص دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی کوشش
کرے اور اپنے حقوق کا مطالبہ نکرے اسمیں بھی بہت کوشش کرنے سے یہ بات حاصل ہوگی کہ دوسرے
حقوق تلف نہوں گے اور یہ خیال نکرنا چاہیے کہ اپنے حقوق ضائع ہوں گے کیونکہ اپنے حقوق کے تحصیل کا
مادہ طبعًا ہر شخص میں رکھا ہوا ہے اوسکی طبعی تحریک کو جب دبایا جائیگا تب اعتدال پر آنیکی کچھ امید ہو سکتی ہے۔

۶۴

باقی آئندہ

اصول و مقاصد رسالہ ہذا و ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹائٹل کے اڑہائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عہ ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے عہ/ کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے آپ کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۵ھ ہجری سے بھیجے جاوینگے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لی جاوے گی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردیجاوے گی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی **شبیر علی** صاحب برادر زادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرماکر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

راقم
رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

قرآن مجید مع ترجمہ و تفسیر

حضرت مفسر تھانوی دام برکاتہم

کی پختہ قیمت

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ قرآن مجید مع تفسیر کے چار پارے چھپکر طیار ہوگئے
ہیں اور آئندہ سلسلہ جاری ہے میعاد رعایت ختم ہوگئی اور جن حضرات کو اس
رعایت سے فائدہ اٹھانا مقدر تھا انھوں نے فائدہ اٹھایا اب میعاد ختم ہوئی لہذا
اعلان کیا جاتا ہے کہ قیمت پختہ اسکی عہ ہے اور جو حضرات خریدار الامداد
یا حسن العزیز ہوں اور پیشگی قیمت ارسال فرماویں اُن کیلئے عہ اور
خریداران الامداد و حسن العزیز کیلئے اگر پیشگی قیمت ارسال فرماویں تو عہ ورنہ
عہ ہے حضرات تاجرین بذریعہ خط و کتابت معاملہ طے فرماسکتے ہیں *

نوٹ یہ سب قیمتیں علاوہ محصول اور غیر مجلد قرآن مجید کی ہیں جو
حضرات حنا شدہ کلام مجید لینا چاہیں وہ ہر قیمت میں ایک روپیہ زائد
ارسال فرماویں اور کوپن میں حنا شدہ کی قید لگادیں۔ والسلام

ملنے کا پتہ - دفتر الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

رجسٹرڈ نمبر ۔۴۲

۴۸۶

قال الله تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

وقد کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علینا او النسیان

انتسا الالاٰیه کردال ست بر مطلوبیت زیادت علوم وامداد وعلم حدیث کہ دال ست بر مقصودیت فصل از

فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتملہ شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدہ و

تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و

ملفوظات خیرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی

صاحب مدظلہ است یا جل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ

لقب صحیفہ مشیرست بہ تبرک بنام نامیش نیز وخامسہا الاشتات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل ست

جلد (۳)	بابت ماہ جمادی الاولی سنہ ۱۳۳۶ھ ہجری	عدد (۱)

باہتمام الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

(انجمن پریس ...)

این صحیفہ کامدد شش امداد تمام		یافت نامداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالۂ الامداد بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاءاللہ موجب مزید لطف کا ہو۔ (نائب مدیر)

جو تشویش ایمان کے ضعف اور کمی پر ہے امید کہ تسلی فرماویں۔

(تحقیق) یہ وہم ناشی ہوا ہے حقیقت میں غور نکرنے سے۔ یہ تقبیل صرف بناءً علے اخبار الکافر نہ تھی بلکہ گاہے خبر واحد ایسے قرائن سے محفوف ہوتی ہے کہ اونکے انضمام سے وہ خبر متواتر ہوجاتی ہے اور تقبیل کا مشعر محبت ہونا اور محبت اہل اللہ کا مفتاح سعادت ہونا ظاہر ہے اور یہی اصل جزو ہے اس خواب میں پس مبارک خواب ہے اور اوسکا یہ کہنا کہ اونکے ساتھ کام کرونگا ظہور ہے اولیاء اللہ کے کمال دعمی شیطان لکنہ اسلم کا۔

(حال) خواب دوسرا بعد فراغت نماز تہجد اور ذکر کے پھر نیند آگئی دیکھتا کیا ہوں کہ ایک مکان بہت وسیع جس کے ہر چہار طرف برآمدہ ہے پورب کے برآمدہ میں حضرت اور بہت سے لوگ تشریف فرما ہیں اوسی برآمدہ میں ایک ممبر مغرب کی دیوار سے لگا کر رکھا ہے حضرت ممبر پر بیٹھے ہیں مثل بیٹھنے خطیب کے بائیں صف کے زانو پر حضرت نے بہت سے لوگوں کو بٹھایا اسطرح پر کہ ایک شخص حضرت کے زانو پر دوسرا اوسکے زانو پر ایسے ہی مسلسل۔

(تحقیق) اشارہ ہے استناد سلسلہ کی طرف انشاء اللہ تعالےٰ۔

(حال) اور میں دا ہنے زانو پر اکیلا بیٹھا ہوں۔

(تحقیق) بشارت ہے زیادت اختصاص کی اور دوسرے معنے بھی ہوسکتے ہیں کہ ابھی آپکا زمانہ استفادہ ہے نہ کہ افادہ کا۔

(حال) تھوڑی دیر میں بائیں زانو والے اُٹھ گئے اور میں بیٹھا رہا۔

(تحقیق) اس کے بھی وہی دونوں معنے ہوسکتے ہیں اوّل ظاہر ہے دوسرا اسطرح سے کہ تکمیل تک قرب حسی کی حاجت رہتی ہے۔

(حال) حضرت نے اُن لوگوں سے فرمایا کہ دیکھو دیوار کی طرف وہ لوگ دیکھنے لگے پھر حضرت نے فرمایا کہ اب تو کچھ شک اور شبہ نہیں رہا۔

(تحقیق) شاید کسی کے وسوسے انکار کا جواب ہو۔

(حال) اس کے بعد میں بھی اُٹھ گیا اور ممبر کے سامنے ایک سُرخ بستر اور سُرخ تکیہ ہے حضرت لیٹ کر آرام فرمانے لگے۔

۱۹۱

(تحقیق) اشارہ ہے محبوبیت کی طرف رزقنا اللہ ایاہا۔

(حال) اور ہم سب بھی وہیں بیٹھ گئے حضرت نے مجھکو مخاطب فرماکر ارشاد فرمایا کہ آجکل اکثر لوگ رسماً وریاءً بیعت ہوتے ہیں اور بھی کچھ ارشاد فرمایا تھا جو مجھکو یاد نہیں ہے۔

(تحقیق) ہدایت ہے ریا و سمعہ سے بچنے کی۔

(حال) میں گئے بعد مغرب کے برآمدہ میں جنوب کی طرف ایک کوٹھری ہے اوسمیں حضرت تشریف لے گئے اور مجھسے فرمایا کہ تم سب بیٹھو میں ابھی آتا ہوں بس آنکھ کھل گئی صبح کی اذان ہو رہی تھی معلوم نہیں مجھسے کوئی گستاخی اور بے ادبی ہوئی یا کیا قصہ ہے۔

(تحقیق) اس میں گستاخی کا کون امر موہم ہے۔

(حال) امید کہ تسلی و تسکین فرمادیں مجھکو جو کچھ محبت حضرت سے ہے بیان کی حاجت نہیں۔

(تحقیق) ظاہر ہے۔

(حال) کل عصر کے بعد سے حضور والا کا مجھ پر اسقدر خوف طاری ہوا کہ جسکی حد نہیں سامنے آنے سے روح فنا ہوتی تھی یہ دل چاہتا تھا کہ کہیں کو منہ کالا کر جاؤں حضرت مجھے خانقاہ سے نکلوا دیں تو بہتر ہے جو پرچہ کل حضرت کو دیا تھا وہ تمام تجربہ سے بھرا معلوم ہوتا تھا مغرب تک یہی حال رہا بعد مغرب ذکر کرنیکے بعد تک بھی وہی کیفیت رہی عشاء کے بعد یہ حالت تھی کہ دل یوں چاہتا تھا کہ کاش میں فاسق و فاجر و کافر ہوتا تو بہتر تھا کہ لوگ مجھے ذلیل اور خوار سمجھتے اور کوئی پاس نہ پھٹکنے دیتا قلب پر اسقدر تکلیف تھی کہ گویا کوئی آرے سے چیرے تو تب بھی اسقدر تکلیف نہو اسی حالت میں سو گیا جب تہجد کو اوٹھا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ حضور میرے سامنے موجود ہیں بس زبان سے بے اختیار عشقیہ اشعار جاری ہوگئے بعد وضو بے اختیار زور سے ہائے نکل گئی بمشکل نفل پڑھے پھر ذکر کیا تو ہر ہر مرتبہ ذکر نفی و اثبات قلب کو ٹکڑے ٹکڑے کئے دیتا تھا اور کثرت سے اشعار عشقیہ بے اختیار زبان سے نکلتے تھے اثنائے ذکر میں بھی دو تین مرتبہ چیخیں بآواز زور سے نکلیں بعض مرتبہ زبان بند ہو جاتی تھی اور ذکر زبان سے نہ نکلتا تھا یکمرتبہ جسم بے اختیار زمین پر اوچھلکر گر پڑا پھر باقی تسبیح پوری کرنے میں یہ شدت رہی قبل نماز صبح یہ دل چاہتا تھا کہ میں اپنی ذلت و رسوائی کے خیال کو بھی بھول جاؤں دنیا میں میرا ذکر فکر اور وجود ہی نہ رہے تو اچھا ہے صبح ذکر کرنے میں بکری اور مرغی نظر آئی پھر ایک گھوڑا نظر آیا جسکی پیٹھ پر ایک میلا پھٹا ہوا چارجامہ پڑا تھا اوسکی پیٹھ پر سے ایک

نکی عورت اوپر کر بھاگ گئی چند مرتبہ اثنائے ذکر میں قلِ ہو اللہ احد قلب میں خود بخود آیا بعد ختم ذکر یہ معلوم ہوتا تھا کہ محبوب میرے دل میں سمایا ہوا ہے اور عجیب لطف تھا رفتہ رفتہ اس لطف میں کمی ہوتی چلی گئی مگر کیفیت بالکل نہیں گئی ہے۔

(تحقیق) یہ ہیبت و انس کا علی سبیل التعاقب غلبہ ہو، جو دونوں محمود و مبارک ہیں مگر دیع ؎
عاشقی زیں ہر دو حالت برتر ست + انشاء اللہ تعالیٰ آنہم جلوہ خواہد کرد۔

(حال) رات تہجد کو اثنائے ذکر میں یہ معلوم ہوا کہ بیت اللہ شریف میرے پاس آگیا اور حضرت نے بائیں ہاتھ سے اوسکو پکڑ کر اور دائیں ہاتھ سے مجھے پکڑ کر دونوں کو ملا دیا وہ میرے سینہ سے خوب چپٹ گیا اور اوسکے بیچ میں جو سیاہ پتھر تھا اوسکا میرے قلب سے خوب اچھی طرح مساس ہوا پھر بیت اللہ نے بہت تیزی کے ساتھ میرا چند بار طواف کیا پھر میں اوس میں داخل ہوا اور وہ میرے سینہ میں داخل ہوگیا اب بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میرے سینہ سے لگا ہوا ہے۔

(تحقیق) مبارک ہو تجلی خاص نے قلب پر نزول فرمایا۔

(حال) صبح سے یہ کیفیت ہے کہ ذکر سے زبان بند کرنے کو جی نہیں چاہتا کام میں بھی ذکر زبان سے جاری رہتا ہے کسی کام میں جی نہیں لگتا یہ دل چاہتا ہے کہ ذکر کئے جاؤں ذکر ایسا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اپنے معشوق کا نام۔

(تحقیق) مبارک ہو حب ذکر ناشی ہے حب مذکور سے وہو المطلوب۔

(حال) صبح سے یہ دل چاہ رہا ہے کہ حضرت کو خوب نیا سفید عمدہ لباس پہناؤں اور پھر حضرت کا طواف کروں اگرچہ عقیدۃً ناجائز سمجھتا ہوں مگر عشق یہی کہتا ہے کہ تنہائی میں تو کوئی نہ دیکھے گا جلوہ محبوب حضرت والا میں نظر آتا ہے طالب وصل حق کی وصل کعبہ سے کسطرح سیری ہو سکتی ہے جو کہ مخلوق ہے۔

(تحقیق) فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب۔ جب تک اونکی رضا فراق میں ہے یہ فراق ہی وصل سے افضل ہے۔

(حال) حضور والا دعا فرماویں کہ حقتعالیٰ اپنے عشق و محبت میں ترقی بخشیں۔

(تحقیق) آمین۔

(حال) اور اب تو جلد اپنے وصل سے مشرف فرمادیں۔

۱۹۳

(تحقیق) اس تنبہ طبعی پر تعلیم طریق کو ترجیح دینا چاہیے۔

(حال) اب تو دن بھر بھی ہائے وائے لگی ہے مگر آہستہ۔

(تحقیق) کیا حرج ہے یہ سب مطلوب ہے۔

(حال) یہ دل چاہتا ہے کہ وقت ملتا تو تنہائی میں جنگل میں ذکر کرتا مگر کوئی وقت نظر نہیں آتا۔

(تحقیق) تھوڑا سا نکال لیجئے تاکہ قدرے تسلی ہو تسلی کیفیت میں اعتدال رہیگا اور دوام کے لئے اسکی ضرورت ہے ورنہ احیاناً عمل پر کیفیت غالب آجاتی ہے اور اصل مقصود عمل ہے اس نشأۃ دنیویہ میں البتہ اُس عالم میں کیفیت ہی مطلوب ہے مع ثمرا تہا۔

(حال) جو ذکر و فکر حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا تھا اوسکو خادم الخدام نے بارہا شروع کیا اور کچھ مدت تک کرتا رہا وہ بھی بلا التزام اور پھر یہ قلیل البضاعت بل عدیمہ اوسپر مداومت بوجہ ملازمت مدارس نکرسکا اور وسکے ترک سے مخلص نملا اسی طرح بارہا شروع کرتا رہا اور اسی طرح التفاتش آتا رہا۔ بالجملہ خادم کو تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مدارس کی ملازمت کی صورت میں تدریس کے ساتھ مشاغل اذکار و افکار جمع ہونا نہایت ہی دشوار ہے البتہ اگر حق تدریس کما حقہ نہ ادا کیا جائے تو سہل بھی ہے لما یفعلون الناس سو اس صورت میں ایک تو خیانت مدارس کا کامل اندیشہ دوسرے قلب کا متاثر ہونا ذکر سے دشوار محض ذکر لسانی کیا مفید ہوگا مقصود ذکر تک رسائی مشکل حاصل یہ کہ دونوں طریق بینہما برزخ لا یبغیان ہیں بااینہمہ چونکہ بارگاہ رب العزت سے بتوسل اپنے مرشد کے امید کامل رکھتا ہے کہ نخل مراد کو ضرور مثمر فرماکر تقاضائے جنوں کو پورا فرمائیگا لہذا عادت قدیم کے مطابق اب پھر اشتغال فکر و ذکر شروع کرنا چاہتا ہے حق تعالیٰ توفیق مداومت عنایت فرمادینگے اس راہ میں تو گرتا پڑتا تھک کر پھر چل لینا لنگ کرنا ہی اچھا معلوم ہوتا ہے مستریح ہونے سے تو اس خادم کی اس صورت کذائیہ میں جو کچھ ارشاد عالی ہو اوسپر عمل اور کاربند ہو پھر حضرت کی دعا کی بھی اشد ضرورت ہے اور اس دور افتادہ از راہ میان ایں راہ کے حق میں رونا اول اور سبق اول تصور فرمایا جائے کیونکہ فطرت کے علاوہ کچھ توشۂ راہ نہیں بلکہ اوسکو بھی عجب نہیں کہ کاسد کر بیٹھا ہو البتہ قدرے محبت حقتعالیٰ جل و علے و سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم و انبیا و اصحاب آں سرور و اولیا و اتقیا و محبت حضرت جو کہ قلب میں جاگزیں ہے اوسکی وجہ سے امید واثق ہے کہ دائماً وقت نزع تک قلب و زبان کو شہادتین و

لواز جہاسے مشرف فرمائیے گا ہمیشہ سے اس خادم کی جبلّی حالت ہو کہ دشت و صحرا و ویرانہ کی طرف رغبت اور آبادی اور کثرت ازدحام اور اکثر لوگوں سے نفرت رہتی ہے جو تجویز فرمایا جائے اللہ تعالے اوسپر عمل کی توفیق عنایت فرمائے۔

(تحقیق) آپ کے تجربے بالکل صحیح ہیں لیکن یہ باعتبار اکثر کے ہے ورنہ اگر اوقات درس محدود رکھے جائیں جسقدر مدرسہ سے مفوض ہیں اور ذکر و شغل میں بھی اعتدال مقدار سے کام لیا جاوے بلکہ بعذر اعتدال کے وقت تعلیل کا بھی مضائقہ نہیں تو پھر دونوں کا جمع آسان ہے گو بلا اجتماع خاطر ہی سہی، اور گو بدون انضباط ہی سہی اس کے متعلق آپکا یہ قول مجھکو پسند آیا کہ اس راہ میں گرتا پڑتا الخ مولانا رومی نے اس مضمون کی تصریح فرمادی ہے ؎

دوست دارد دوست ایں آشفتگی		کوشش بے ہودہ بہ از خفتگی	

پس چنداں دستور العمل ہی رکھیے میں دل وجان سے دعا کرتا ہوں باقی خدا تعالے کا شکر ہے کہ آپکی مجموعی حالت بہت اچھی ہے آخر خط میں جو عادت لکھی ہے نہایت محمود و نافع ہے اُنس مع الحق کے لئے یہ لازم ہے مولانا کا بھی ارشاد ہے ؎

ہر چہ بگزید ہر کو عاقل است		زانکہ در خلوت صفاہائے دل ست	

ایک خط آیا جس میں بہت سے خواب لکھے تھے اونمیں ایک خواب یہ بھی تھا جو ایک واقعہ بیداری کے بعد دیکھا تھا ایک وقت حضرت مولانا مخدومنا ...... صاحب کے ایک خلیفہ سے اتفاق ملاقات کا ہوا باتیں کرتے رہے کہ ہمیں ایسی فنا ہوتی ہے کہ جسوقت ہم چشم بند کر کے لاالہ کرتے ہیں تو دُنیا و مافیہا چھتے کہ اپنی بھی خبر نہیں رہتی ہمارے یہاں اسکا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ سو مرتبہ کہنے کی دیر میں یہ حالت رہے چاہے کیسا ہی خوف دینوی ہو یا کوئی اور مصیبت دنیوی دل کو پریشان کرے تو ہم اسکو اور اپنے کو ایسا نفی کرکے دُور پھینکدیتے ہیں کہ جیسا کوئی تنکے کو پھینکدے یہ باتیں سُنکر احقر کو حسرت ہوئی کہ مجھے اسکا پتہ بھی نہیں ہے اِسوقت خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس احقر کی پیٹھ پر ہاتھ مبارک دو چار بار پھیر کر فرماتے رہے ہیں کہ یہ ذکر لسانی مع توجہ قلب اوسکے صرف توجہ قلب سے ہزارہا درجہ بڑھکر مقبول ہے بہت ہی تسلی فرماتے رہے مگر حلیہ ایک دوسرے صالح مرد کا تھا کہ وہ بھی بہت نورانی شکل کا تھا۔

اُس خط کا یہ جواب گیا۔ خواب سب اچھے ہیں تفصیلی تعبیر کی ضرورت نہیں بجز ایک خواب کے جسمیں

ان بزرگ کے خلیفہ سے مکالمت کا ذکر ہے اس کے متعلق جو خواب میں تحقیق بتلائی گئی ہے یک علم عظیم ہے جس سے اکثر اہل طریق بالکل غافل بلکہ غلطی میں مبتلا ہیں ور یہ تحقیق بالکل اپنے ظاہر پر محمول ہے اور مسئلہ اسی طرح ہے جسکی وجہ ایک تو ظاہر ہے کہ مجموعہ دو عمل صالح کا ایک عمل سے افضل و اکمل ہوگا اور ایک وجہ ذرا غامض ہے وہ یہ کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ توجہ قلب شروع ہوتی ہے پھر اس کے ذہول ہو جاتا ہے اسطرح سے کہ اس ذہول کی طرف توجہ بھی نہیں ہوتی اور شاغل اس توجہ کو بزعم خود مستمر سمجھتا ہے وہ مستمر نہیں منقطع ہو چکی ہے اور یہ او سی دھوکہ میں ایک طویل وقت گذر دیتا ہے جسمیں ترقی سے بالکل محروم رہتا ہے دوسری یہ بات قابل تنبیہ ہے کہ آپ کو خوابوں سے زیادہ دلچسپی معلوم ہوتی ہے حالانکہ ونکا درجہ مبشرات سے زیادہ نہیں اور مبشر کا حاصل صرف حکایت ہے کسی محکی عنہ سے خود وہ موثر قرب کے کسی درجہ میں نہیں ہے اور مقصود وہ اعمال ہیں جنکو قرب میں دخل ہو پس خواب اونکے مقابلہ میں مثل لانے کے ہے کسی محقق نے اسکو نہایت لطیف عنوان سے ادا کیا ہے ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم	چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم والسلام

(حال) آج صاحب ۹ بجے صبح رخصت ہوئیں یہ عجیب بات ہے کہ جس روز سے وہ یہاں تشریف لائیں تھیں قلب میں عجیب کیفیت سکون و انبساط کی اور اطمینان پیدا ہوا میں نے اونکو خیال سمجھ کر التفات نہ کیا ایک دن خواجہ صاحب نے بھی کہا کہ میری بھی یہی حالت ہے کہ مجھے بھی حالت میں اوس دن سے بڑا فرق محسوس ہوتا ہے۔

(تحقیق) مقدمہ اولیٰ قال اللہ تعالےٰ ھن لباس لکم و انتم لباس لھن مقدمہ ثانیہ جس شخص سے دینی تعلق ہوتا ہے اُس کے لباس عرفی سے جسکو زیادہ ملابست بھی نہیں ہوتی کیونکہ اوّل تو صرف جلد سے ہوتی ہے دوسرے زیادہ مدید نہیں ہوتی برکت محسوس ہوتی ہے نتیجہ تو اس لباس شرعی سے جو کہ زیادہ ملابست رکھتا ہے کیونکہ اوّل تو وہ باطن تک پہونچی ہوتی ہے دوسرے مدید ہوتی ہے برکت محسوس ہونا کیا بعید ہے اور میرا وجدان و مشاہدہ اسوقت تک یہ ہے کہ وہ خدا کی بندی بفضلہ تعالیٰ خود بھی بعض برگزیدہ صفات خاصہ سے موصوف ہیں تو اس صورت میں دو سبب جمع ہوگئے۔

(رؤیا یکے از منتہیان مشتغل بخدمۃ الحدیث)

احقر نے آج قیلولہ کے وقت خواب میں دیکھا کہ دنیا میں حق تعالےٰ نے بغیر میری سعی کے میرے لئے

ایک مکان تیار کرانے کا سامان کیا ہے سو خود بخود میں نے یوں کہا کہ اس مکان کو تو فرشتے تیار کرتے ناگاہ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت رب العزت (بصورت انسان) اور پھر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پھر حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور پھر حضرت میکائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور پھر حضرت اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور پھر ایک اور فرشتے جنکا نام بعد بیداری یاد نہیں رہا ایک قطار میں میری طرف پشت کئے ہوئے اور مکان کی ایک دیوار کی طرف منہ کئے ہوئے کھڑے ہیں اور یقیناً مکان تیار کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں اور عنقریب بنانا چاہتے ہیں چہرہ کسیکا نظر نہیں آیا ذوقاً ہر ایک کو اسی ترتیب مذکور سے پہچان لیا اور سب کے قد و قامت تخمیناً برابر تھے اور پارچے بھی سب کے سفید تھے حضور بلا رعایت احقر جو کچھ بھی تعبیر ہو صاف صاف تحریر فرماویں اور میرے لئے حصول علم و عمل کاملین اور عافیت دارین و لقاء و رضاء تامین کی خاص طور پر براہ شفقت دعا فرمادیا کریں۔

الجواب

یہ شان کعبہ کی ہے کہ اوسکو ملائکہ نے بنایا تھا اور حق تعالے کا اوسکے لئے بانی حقیقی ہونا ظاہر ہے کعبہ کی شان یہ ہے واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس و امنا اور یہی شان ہے دین کی اور اہل دین کے لئے کہ وہ مع اپنے اہل کے مرجع عباد حق بھی ہے اور تمام آفات و بلیات سے موجب امن بھی ہے چنانچہ حدیث رؤیا طواف دجال بہ کعبہ کی شرح میں شراح نے کعبہ کی تعبیر یہی دین بتلایا ہے پس یہ اشارہ ہے انشاء اللہ تعالے کہ صاحب رؤیا کو دین کے باب میں مرجع خلق اور تعلیم صحیح کی وجہ سے خلق کے لئے موجب نجات عن الخطر ہوتے کی دولت نصیب ہوگی۔ اور چونکہ یہ دین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تعلیم کیا ہوا ہے اس لئے حضور کو بھی اس خواب میں دیکھا گیا دل و جان سے آپکیلئے ان سب دولتوں کی دعا ہے اور اسی دعا کی اپنے لئے آپ سے بھی استدعا ہے۔

(حال) کل مغرب کے وقت سے حزن شروع ہوا تھا وہ صبح قریباً ۸ بجے تک رہا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا محبوب نے اپنے چہرہ کو نقاب سے چھپا لیا اور عاشق اس کے دیکھنے کو بے چین ہے جس طرح کہ حالت فراق میں الفاظ نکلتے ہیں وہی نکلتے تھے اس کے بعد سے پھر حضوری شروع ہوگئی یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا محبوب نے پردہ اوٹھادیا۔

(تحقیق) یہ اسماء متقابلہ کی تجلی ہے۔

(حال) آج قریباً ۱۰ بجے یک ہزار اسم ذات کا ذکر کیا جس سے بہت تسلی ہوئی اور کیفیت اعتدال پر ہے ذکر کرنے سے ترقی بڑھ جاتی ہے دل سے یہ اشعار نکلتے ہیں ؎

گر کسے وصف او ز من پرسد — بیدل از بے نشاں چہ گوید باز
عاشقاں کشتگان معشوق اند — بر نیاید ز کشتگاں آواز
زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو — دل شدہ مبتلائے تو ہرچہ کنی رضائے تو

یہ دل چاہتا ہے کہ جسوقت بھی فرصت ملے اوسی وقت ذکر کرنے لگوں۔

(تحقیق) کیا مضائقہ بشرط تحمل دماغ۔

(حال) کل بعد عصر ایک کام سے خانقاہ سے باہر گیا تو ایک کتے کے پلے پر نظر پڑی اوسکی صورت اپنی نظر میں بہت ہی محبوب معلوم ہوئی۔

(تحقیق) یہ غلبہ تھا تواضع کا مرتبہ فنا تک پہونچا ہوا۔

(حال) اس کے بعد یہ حالت ہوئی معلوم ہوتا تھا کہ ابتک جسقدر ذکر میں نے کیا سب میں کوئی نہ کوئی غرض پوشیدہ تھی اس لئے تو شرک میں مبتلا رہا کہ غیر محبوب کا طالب رہا اپنے کو سخت ملامت کرتا تھا کہ تو نے حقتعالیٰ کی قدر نہ پہچانی اگر اونکو پہچان لیتا تو ہرگز کسی شئے کا طالب نہوتا وساوس دور ہونے کی نیت سے ذکر کرنا بھی شرک ہے اللہ کا نام تو خود بذاتہ مقصود ہے تو بڑا مکار ہے ہر بات میں تو نے کوئی نہ کوئی مقصد تراش رکھا ہے۔

(تحقیق) یہ بھی غلبہ ہے فنا کا برنگ دیگر۔

(حال) کل عصر و مغرب و عشار کی نماز سے بہت تسلی ہوئی۔

(تحقیق) یہ ظہور ہے دولت جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کا۔

(حال) رات تہجد سے پہلے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے تایا زاد بھائی سے جو کہ عالم ہیں یہ پوچھ رہا ہوں کہ حق تعالیٰ کسوقت کہاں ہوتے ہیں اونھوں نے صرف یہ جواب دیا کہ آسمان اول پر وقت نہیں بتایا۔

(تحقیق) چونکہ وہ وقت تہجد کا تھا اس لئے تقریر میں نہیں بتلایا مگر مراد یہی وقت تھا۔

(حال) اس کے بعد یہ معلوم ہوا کہ گویا حق تعالیٰ شانہ موجود ہیں ایک شخص مثل فنا نظر آئی

گویا کہ آفتاب ہلکے ابر میں پوشیدہ ہے۔
(تحقیق) یہ تجلی تھی مثال اقرب میں۔
(حال) پھر یہ دیکھا کہ میری جیب میں مثل چھتری کی چاندی کی مُوٹھ کے پڑی ہے اور وہ اصل میں کسی مسجد کے درمیانی بڑے برج کا کلس ہے میں پریشان ہوں کہ میں مسجد کی چیز کیوں اُٹھا لایا اور واپس کرنے جا رہا ہوں۔
(تحقیق) یہ صورت ہے عزم ادائے حقوق اہل دین کی۔
(حال) پھر دیکھا کہ ایک مالدار ہندو کے مکان کے چبوترہ پر ۲ کیلیں چھوٹی اور ایک سوئی گڑی ہوئی ہیں پھر یہ خیال کر کے کہ دوسرے کی مِلک ہیں وہیں چھوڑ دیں۔
(تحقیق) یہ صورت ہے ادائے حقوق غیر اہل دین کی۔
(حال) پھر دیکھا کہ میرے والد مکان پر نماز پڑھ رہے ہیں اور ایک بھائی چھت پر میں سفید نئے کپڑے پہنے ہوئے صحن میں ہوں میں نے اُن سب سے کہا کہ اگر حق تعالٰے نے دریافت فرمادینگے کہ جماعت سے نماز کیوں نہ پڑھی تھی تو کیا جواب دیا جاویگا یہ کہکر میں خود مسجد کی طرف جہاں جماعت ہو رہی تھی چلدیا حق تعالٰے کے دیکھنے کے وقت میری پریشانی کی حالت تھی کہ گویا مجھسے بازپرس ہونے والی ہے اور میں گذشتہ حقوق کے ادا نہونیکی فکر میں ہوں کہ کیا جواب دونگا۔
(تحقیق) حاسبوا قبل ان تحاسبوا پر عمل کی بشارت ہے۔
(حال) یہ بھی دیکھا کہ میں نے چند مسجدوں میں جماعت سے نماز پڑھی۔
(تحقیق) اصلاح عمل کی صورت ہے۔
(حال) صبح یہ حالت تھی یوں دلمیں آتا تھا کہ کوئی بات حق تعالٰے کی رضامندی کے خلاف نہو بس وہ مجھسے راضی رہیں اگر اُنکی رضا اسی میں ہو کہ میں دوزخ میں داخل کیا جاؤں تو یہ بھی منظور ہے مگر اپنی محبت وہ مجھسے جُدا نہ فرمادیں محبت رہے۔
(تحقیق) رضا کا غلبہ ہے مع السکر سنت کے موافق حالت یہ ہے کہ طلب رضا کا ملا ہو اور منجملہ اس رضا کے تعوذ عن النار ہے کیونکہ نار میں عقاباً وہی جاویگا جو رضا سے محروم ہے۔
(حال) بعد تہجد ذرا سو گیا پھر خواب دیکھا کہ ایک مکان ہے جس میں ۳ کمرہ ہیں ایک

میں غالباً طلبہ کو پڑھا رہا ہوں اور دوسرے میں حضور والا وعظ فرما رہے ہیں حضور والا نے سب سے فرمایا کہ سب لوگ وعظ سنکر جاویں جب ہم وعظ کے کمرہ میں پہونچے تو حضور وعظ نہ فرما رہے تھے بلکہ غالباً ایسا خیال ہوا کہ مولوی..... صاحب ہیں۔

(تحقیق) یہ صورت ہے الدال علی الخیر کفاعلہ کی میں نے جو اُن کو امر کیا ہے مجھکو بھی ویسا ہی ثواب ملتا ہی اور آپکا درس دینا بشارت ہے افادہ کی۔

(حال) اس کے بعد میں تیسرے کمرہ میں پہونچا جہاں حضور والا تشریف فرما تھے دیکھا کہ ایک صاحب کو وجد ہو رہا ہے اور زبان سے الاہو یا اللہ جاری ہے اور بیہوش ہیں مگر حضرت اُن سے کچھ خوش نہیں ہیں اور وہ غالباً بیعت ہونا چاہتے ہیں تو حضور والا کی مرضی محض اسحالت کو دیکھکر بیعت فرمانے کی نہیں ہے کہ کہیں کوئی اس حالت کو اچھا نہ سمجھے اس کے بعد وہ حضور والا کے دائیں جانب بیٹھ گئے اور میں بھی بیٹھ گیا تعبیر سے مشرف فرمایا جاوے۔

(تحقیق) حالات کا اعمال سے متاخر درجہ میں ہونا مکشوف ہوا اور یہی تحقیق ہے۔

(حال) اب خوابوں سے بالکل دلچسپی نہیں معلوم ہوتی۔

(تحقیق) یہی میرا مذاق ہے تو بس اب ادنکو نہ لکھا کریں مگر یہ کہ بہت ہی عجیب ہو۔

(حال) آج قبل دوپہر حزن تھا اسوقت یہ دل چاہتا تھا کہ کسی طرح حضور کی صورت دیکھلوں پھر یہ دل چاہا کہ نماز پڑھوں چنانچہ چار نفل پڑھنے سے تسلی ہوئی اور ذکر اسکے ہزار کرنے کے بعد سکون ہو گیا اب کیفیت تو قریباً بالکل نہیں معلوم ہوتی جماعت کی نماز اور غیر جماعت کی نماز میں فرق صاف محسوس ہوتا ہی کہ جماعت میں زیادہ حق تعالیٰ کیطرف توجہ ہوتی ہے اب نماز دل کو راحت بخشنے والی معلوم ہوتی ہے۔

(تحقیق) ہزاروں کیفیات اس حالت پر نثار ہیں۔

(حال) میں بموجب ارشاد استغفار پڑھتا ہوں مگر اکثر اوقات بھول جاتا ہوں اگرچہ بعد یاد آنے کے ندامت ہوتی ہے لہذا دعا فرمائیے۔ اور نماز کے اندر بھی یکسوئی نہیں ہوتی اگرچہ خیال بار بار کرتا ہوں مراقبہ کے واسطے فرمائیے میرا دل بہت چاہتا ہے کہ کسی وقت کیا جاوے اگر میرے حق میں مفید ہو۔ اگر کسی وقت تھوڑی دیر بیٹھتا ہوں تو سر میں درد ہو جاتا ہے حضور سے دعا کا خواستگار ہوں جس سے یہ امراض میرے جاتے رہیں۔

(تحقیق) یاد آجانے پر پھر شروع کر دینا یہ بھی بجائے ذکر دائم کے ہے اور رضائے حق کے موافق ہے اونھوں نے صاف فرمایا ہے واذکر ربک اذا نسیت ور نماز میں یکسوئی ہونے کی ضرورت نہیں یکسوئی کرنے کی ضرورت ہے یعنی اپنے قصد سے فضول خیالات ذہن میں حاضر نہ کئے جاویں نہ حاضر رکھے جاویں، اور اگر اسپر بھی وہ خود حاضر رہیں تو کچھ ضرر نہیں الٰہی موجودہ حالت میں جبکہ سر میں درد ہوتا ہے مراقب ہو کر نہ بیٹھئے صرف دل سے سوچ لینا خواہ کسی بات میں ہو کافی ہے خواہ موت کو سوچ لیا جاوے یا حساب کتاب کو فی الحال یہی کافی ہے۔

(سوال) ذکر کے وقت کبھی کبھی اور اسی طرح کسی شوقیہ خوافیہ شعر کے سننے کے وقت گریہ غالب ہوتا ہے آیا ضبط کیا جاوے یا رو دیا جاوے مگر رونے سے یہ خیال ہوتا ہے کہ سننے والے اچھا جانیں گے اسواسطے ضبط کیا جاتا ہے پس کیا کیا جاوے۔

(جواب) ایسے وقت میں ضبط کرنا مناسب نہیں رہا یہ کہ لوگ اچھا جانیں گے سو یہ مضر نہیں جبکہ آپ اپنے کو اچھا نہ جانیں بلکہ اگر طبیعت سلیم ہو تو یہ احتمال زیادہ نافع ہوتا ہے شرم آتی ہے کہ لوگ تو مجھکو اچھا سمجھتے ہیں اور میں اچھا ہوں نہیں تو اچھا ہی ہو جانا چاہیے۔

(سوال) اپنے قصبہ سے باہر کسی خاص آدمی مثلاً مولوی یا درویش سالک کے پاس کبھی کبھی جانیکا اتفاق پڑتا ہے، تو تہجد اور بارہ تسبیح اس خیال سے ترک کیجاتی ہے تاکہ وہ خاص آدمی اچھا نہ جانیں اور اسوقت دل ہی دل میں ساتھ ذکر لسانی خفی کے چارپائی پر پڑے پڑے ذکر کرتا رہتا ہوں کیا میرا ایسا کرنا ٹھیک ہے یا تہجد اور بارہ تسبیح برابر کرتا رہوں۔

(جواب) یہ محض شیطانی خیال ہے اچھا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایمان افضل ہے یا اعمال فرعیہ مستحبہ ظاہر ہے کہ ایمان ہی افضل ہے تو موصوف بالایمان بھی افضل ہوگا تو کیا آپ اسبات کو جائز رکھتے ہیں کہ دوسرے مجمع میں جاکر نماز فرض نہ پڑھی جاوے اور اللہ رسول کا نام نہ لیا جاوے تاکہ مجھکو لوگ مومن نہ سمجھیں اگر آپ اسکو جائز نہیں رکھتے تو ترک فروع مستحبہ کو محض اس لئے کیوں جائز سمجھتے ہیں دوسرے یہ کہ آپ مشائخ یا مولوی کی زیارت کو جاتے ہی کیوں ہیں اگر کوئی معقول وجہ ہو تو لکھئے باقی دعائے خیر کرتا ہوں۔

(حال) ایک شبہ یہ ہے کہ یہ ہمارا ایمان کیسا ہے کہ اللہ تعالے سے کچھ بھی محبت نہیں معلوم ہوتی بالواسطہ

۲۰۱

محبت تو کچھ ابھی محبت نہیں معلوم ہوتی محبت یہ ہے جو مجھے لڑکے کیساتھ تھی کم سے کم اتنا بھی نہو تو ہم اپنے
کو مومن کیونکر سمجھیں۔ مجھے نیند کا بڑا غلبہ ہے بالکل بے اختیار ہوں جوانی سے ابتک یہی حال ہے
اب کچھ کمی ضرور ہوگئی ہے مگر اد ہر جب سے نفی اثبات شروع کی ہے ضرور اوسوقت نیند غالب ہوتی ہے
بسا اوقات میں نیند ہی میں پڑھتا رہتا ہوں دوسرے ایک یہ امر مجھ میں مدت سے ہے کہ جب کسی امر نامشروع
کا خیال ذہن میں آتا ہے تو اچانک بلا قصد اور ارادہ کے کبھی لفظ اللہ اور کبھی اللہ اکبر میری زبان سے
نکلجاتا ہے اور اوسکے ساتھ ہی وہ خیال کبھی بالکل دفع ہوجاتا ہے اور کبھی کم مجھے حیرت ہے کہ کیا معاملہ
ہے آیا کچھ بزرگوں کا تصرف ہے یا محض منجانب اللہ نفی اثبات جسطرح پہلے ٹھہر ٹھہر کر کرتا تھا اسطرح سے
اب نہیں کرتا ہوں بلکہ چاہتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بالکل بھول گیا جس طرح کوئی دعا پڑھی جاتی
ہے اوسی طرح سے پیراسے نام ذرا سا مد کے ساتھ اور اشارہ گردن کے ساتھ پڑھ لیتا ہوں مگر خود رائی
معلوم ہوتی ہے اس لئے جسطرح آپ ارشاد فرماویں اوسکی تعمیل ضرور کرونگا انشاء اللہ تکلف تو ہوگا
مگر امتثال امر ضرور ہوگا۔

(تحقیق) معلوم نہیں آپ کے ذہن میں محبت کی کیا حقیقت ہے جس کے نہونے سے آپ فرماتے
ہیں کہ اللہ تعالٰے سے کچھ بھی محبت نہیں معلوم ہوتی اسکا فیصلہ بدون تحقیق معنی محبت کے نہیں ہوسکتا
اس کے معنی جو آپ کے ذہن میں ہوں تحریر فرمایئے پھر میں کچھ عرض کرونگا اور معلوم نہیں بالواسطہ محبت
کیسی ہوتی ہے کہیں آپ اس نعمت کی ناشکری کرکے بالواسطہ کو بھی نہ کھو بیٹھیں اور یہ جو لکھا ہے
کہ محبت وہ ہے جو مجھے لڑکے کیساتھ تھی اس بناء پر تو بی بی کے ساتھ بھی محبت کی نفی کرنی چاہئے کیونکہ
اوسکے ساتھ جو محبت تھی وہ لڑکے کی محبت کے مشابہ نہ تھی دوسری مثال سے حقیقت تو سمجھ میں آئی
بس مومن غیر مومن ہونے کا فیصلہ اس کے بعد ہوگا نیند جب غیر اختیاری ہے پھر کیا ملامت اور کیا فکر
جب غلبہ ہوا کرے سو جایا کیجئے جب نیند بھر جایا کرے اوٹھکر کام کیا کیجئے یہ حدیث کا مضمون ہے اگر
نیند کا غلبہ کوئی امر مذموم ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بجائے فلیرقد کے فلیقصد فرماتے۔
اور جس حالت کے متعلق تردد ظاہر کیا ہے کہ آیا بزرگوں کا تصرف ہے یا محض منجانب اللہ۔ آپکو اس سے
حیرت ہے اور مجھے آپکے تردد سے حیرت ہے خدا کے ہوتے ہوئے بزرگوں کی روح کو تکلیف دینے
کی کیا ضرورت ہے مولانا اسمیں تو صاف بوئے شرک آتی ہے اگر خلاف ادب نہ سمجھا جائے تو میں لاحول پڑھ کر نیا

عرض کرونگا کہ اس سے توبہ کرنا واجب ہے نفی و اثبات کے قیود ضرورت کے درجہ میں نہیں ہیں جس طریقہ سے سہل ہو کافی اور نافع ہے والسلام۔

(حال) حال زار و ابتر خود چہ گوید و غیر از شرارت نفس شریر چہ شکایت کند نخستین ایں نفس بہانہ طلب بہانۂ مرض کرد و امنگیر حال بودہ در معمولات کوتاہی کردن گرفت رفتہ رفتہ کار بجدی رسید کہ وقات منضبط نماند و معمولات علی الخصوص تہجد و دوازدہ تسبیح ابتداءً بجہت مرض بعدہ بجہت تکاسل قضا شدن گرفت و خاکپائے خدام بایں خیال کہ شاید پس از دفع علالت پابندی اعمال دست دہد عرض حال نمی کرد۔ کنوں اگرچہ صحت کلی بدست نیامدہ اما بنسبت سابق درد سینہ و ضعف بدن خیلے کم ست لیکن دولت پابندی دست نداد و لہٰذا مضمون ایں شعر کہ ؎

ہر کس از دست غیر نالہ کند		سعدی از دست خویشتن فریاد	

در دو جاں ساختہ عرض حال می کند حضرت مرشدی و سیلۃ یومی و غدی بجہت شامت اعمال رقت و سوز و شکر در سابق بود اکنوں اثرے ازاں نیست بوقت ادائے معمولات خصوصاً در نماز خطرات و وساوس ازدحام می کنند صالحاں و جفاکشاں طالب کشف و کرامت بندۂ تر دامن ہرگز نیں کشف و کرامت پابندی اعمال و حضور قلب را میداند اما از شامت اعمال ازیں دولت بمراحل دور می ماند۔

(تحقیق) وجہ خود نوشتہ اند گفتہ اند من لا ورد لہ لا وارد لہ۔

(حال) الحمد للہ ثم الحمد للہ ببرکت توجہ حضرت اقدس از صفات ذمیمہ مثل بغض و حسد و غیبت طبع بالکل متنفر ست لیکن حب مال تا ہنوز مثل اول ست و مرض چشم بازی نیز متاصل نگشتہ برائے دور شدن ایں ہر دو مرض طالب دعا و دواست۔

(تحقیق) نظر فعل اختیاری ست ہمت نماید و حب مال بچہ معنی ست آیا میلان یا اخلال بحقوق واجبہ۔

(حال) اب غلام پر کوئی حالت برسوں سے طاری نہیں ہے اور نہ کسی حالت کے طاری ہونیکی خواہش ہے بلکہ یہ دل چاہتا ہے کہ کوئی حالت طاری نہو کیونکہ خلاف سنت ہے صدور اعمال حسنہ کی رغبت اور احتراز عن المعاصی کا شوق ہے جو کچھ ذکر اور نوافل و تلاوت وغیرہ ہو جاتا ہے اسکو غنیمت سمجھتا ہوں لذت آنے نہ آنے کا بھی کچھ خیال نہیں ہوتا ہے حقتعالٰے اسپر مداومت کی توفیق

عطا فرماویں آمین۔ چنانچہ اعمال سے خالی نظر آتا ہے حضور والا میرے حق میں دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اخلاص کے ساتھ اعمال صالح کی توفیق عطا فرماویں اور جملہ معاصی سے بچنے کی توفیق عطا فرماویں اور جو کوتاہیاں ہوں ان پر متنبہ فرماکر توبہ کی توفیق عطا فرماویں نیز یہ عرض ہے کہ یہ غلام بال بچوں والا آدمی ہے زیادہ ذکر و شغل کا وقت تو ملتا نہیں حضور والا کی غلامی میں حاضر رہنے کو ذکر و شغل سے زیادہ مفید پایا ہے اور آئندہ بھی اپنا تو یہی عقیدہ ہے کہ صحبت شیخ کے ساتھ تھوڑا سا ذکر بھی جو اپنا شیخ تجویز کردے کافی ہے حضور والا کی عنایت اور کرم سے ہی کچھ آنکھیں کھلی ہیں۔ در آئندہ بھی حضور اقدس کی توجہ خاص سے امید ہے کہ غلام کی حالت ظاہری و باطنی میں اصلاح و ترقی ہوتی رہیگی۔ میں نے حضور والا کا کچھ بھی حق ادا نہیں کیا اور نہ اس لائق ہوں میری حقیقت ہی کیا ہے حضور والا کی ذات مقدسہ مثل سمندر کے ہے جس میں مجھ جیسے ناپاک قطرے گر کر پاک ہوتے ہیں حالت کے دور ہونیکے بعد یہ معلوم ہوا کہ آدمی اپنی حقیقت کو حالت طاری ہونے پر بھول جاتا ہے بعد رفع ہونے حالت کے اپنی حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ میری تو کچھ بھی حقیقت نہیں اور زیادہ کیا عرض کروں اتنا اور عرض کرنا بھول گیا کہ چند روز سے تہجد کے وقت حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت میں بھی بعض اشعار زبان سے جاری ہو جاتے تھے۔ آج قبل دوپہر سے اتباع سنت کا خیال خود بخود ہو رہا ہے اور یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ حضرت والا کا اتباع بالکل اتباع سنت ہے اور اتباع سنت ہی حقتعالیٰ کی رضامندی کا سبب ہے اس کے خلاف انکی درگاہ میں مقبول نہیں پس جب میں حقتعالیٰ کی رضا کا طالب ہوں تو پورے طور پر متبع سنت ہو جاؤں جو کام ہو سنت کے موافق ہو کوئی فعل اور کوئی قول سنت کے خلاف نہو حضور والا اتباع سنت کی توفیق کے لئے دعا فرماویں۔

(تحقیق) ماشاء اللہ یہ سب آثار نزول کے ہیں جو عروج سے افضل ہے مبارک ہو۔

(حال) ہر وقت یہی دل چاہتا ہے کہ اللہ اللہ کرتا رہوں ایک لمحہ اس ذکر سے غافل نہ رہوں اور یہ بھی چاہتا ہوں کہ کسی پر یہ بات ظاہر نہ ہونے پاوے جہانتک موقع ملتا ہے اس ذکر سے غافل نہیں رہتا۔

(تحقیق) اسکی کوشش ضروری نہیں کہ کسی پر اظہار نہ ہو بعض اوقات اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کام ہی چھوٹ جاتا ہے محققین نے کہا ہے کہ جیسا اظہار کا اہتمام ریا ہے اخفا کا زیادہ اہتمام بھی ایک قسم کا ریا ہے کہ مخلوق پر نظر تو ہوئی جب تو اوس سے مخفی کرنا چاہتا ہے روح ریا کی یہی ہے بس اپنے کام میں اخلاص کے ساتھ

۲۰۹

حصۂ ششم ترجیح الراجح

از سنہ ۱۳۳۶ ہجریہ

(ملاحظہ ہو تمہید حصۂ دوم)

فصل اول۔ در تحقیق قربانی یک حصہ از اموات متعددین۔
میں نے گزشتہ سال زبانی فتویٰ دیا تھا کہ جس طرح اپنی طرف سے قربانی کرنے میں ایک حصہ دو شخص کی طرف سے جائز نہیں اسی طرح غیر کی طرف سے تبرعاً نفل قربانی کرنے میں بھی خواہ زندہ کی طرف سے یا میت کی طرف سے ہو ایک حصہ دو شخص کی طرف سے جائز نہیں مگر روایات سے اس کے خلاف ثابت ہوا اس لئے میں اس سے رجوع کر کے اب فتویٰ دیتا ہوں کہ جو قربانی دوسرے کی طرف سے تبرعاً کیا جاوے[ف] چونکہ وہ ملک ذابح کی ہوتی ہے اور صرف اس دوسرے کو ثواب پہنچتا ہے اس لئے ایک حصہ کئی کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ مسلم میں ہے کہ اپنی طرف سے ایک حصہ قربانی کر کے متعدد کو ثواب پہونچانا جائز ہے پس یہ بھی ویسا ہی ہے

دالروایات ہٰذہ فرع من ضحی عن المیت یصنع کما یصنع فی اضحیۃ نفسہ من التصدق والاکل والاجر للمیت والملک للذابح قال الصدر والمختار انہ ان بامر المیت لا یاکل منہا والا یاکل بزازیۃ وسیذکر فی النظم ردالمحتار ص۳۱۶ ج۵ وعن میت ای لو ضحی عن میت وارثہ بامرہ الزمہ بالتصدق بہا وعدم الاکل منہا وان تبرع بہا عنہ لہ الاکل لانہ یقع علی ملک الذابح والثواب للمیت ولہذا لو کان علی الذابح واحدۃ سقطت عنہ اضحیتہ کما فی الاجناس قال الشرنبلالی لکن فی سقوط الاضحیۃ

ف تبرع کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ میت نے اپنے مال کی قربانی کرنے کی وصیت کی ہو اس صورت میں ایک حصہ ایک ہی کی طرف سے جائز ہے ۱۲ منہ

۳۵

عند تامل اھ اقول صرح فی فتح القدیر فی الحج عن الغیر بلا امر انہ یقع عن الفاعل فیسقط بہ الفرض عنہ وللآخر الثواب فراجعہ رد المحتار ج ۵ ص۳۲۵ وفی الدر المختار وان مات احد السبعۃ المشترکین فی البدنۃ وقال الورثۃ اذبحوا عنہ وعنکم صح عن الکل استحسانا لقصد القربۃ من الکل ص۳۱۸ فی رد المحتار قولہ لقصد القربۃ من الکل ھذا وجہ الاستحسان قال فی البدائع لان الموت لا یمنع التقرب عن المیت بدلیل انہ یجوز ان یتصدق عنہ ویحج عنہ وقد صح ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضحی بکبشین احدھما عن نفسہ والآخر عمن لم یذبح من امتہ وان کان منھم من قد مات قبل ان یذبح اھ ص۳۱۸ قلت وقد دل الحدیث علی جواز التضحیۃ عن الحی تبرعا وعلی جواز الحصۃ الواحدۃ عن الکثیرین اور اسی وقوع الذبح عن الذابح وحصول الثواب لغیر کی فرع یہ ہے کہ اس تضحیۃ نافلۃ عن الحی تبرعا میں اس حی کے اذن کی ضرورت نہیں ہیں اس کی ضرورت بھی بتلاتا تھا اس سے بھی رجوع کرتا ہوں بخلاف زکوۃ وصدقات واجبہ وتضحیۃ واجبہ کے کہ اوسمیں اذن غیر کا شرط ہے۔

اشرف علی قرب ۱۳۳۶ ہجری

(اور یہ ظاہر ہے کہ اس کو ان ہی خرافات کے سوچنے سے فرصت نہیں تو اس حالت میں دوسری طرف کیسے توجہ
کریگا اور اسی تعلیل سے معلوم ہوا کہ مراد خطرات اختیاری ہیں کیونکہ غیر اختیاری میں جب خود ادھر متوجہ نہیں تو استماع
قلب سے اسکو کوئی مانع نہیں ہے) پس صوفیہ رحمہم اللہ نے جب معلوم کر لیا کہ حق تعالیٰ کا کلام اسکے پیام ہیں اسکے
بندوں کیطرف اور اسکے خطابات ہیں بندوں کو تو انھوں نے حق تعالیٰ کے کلام میں سے ہر ہر آیت کو بوجہ اسکے متضمن ہونے
کے ظاہر علم کو اور باطن علم کو اور جلی علم کو اور خفی علم کو منجملہ علم کے دریاؤں کے ایک دریا دیکھا اور (انھوں نے اس
ہر ہر آیت کو) باعتبار اس عمل کے جسپر وہ (آیت) متنبہ کرتی ہے یا اسکی طرف بلاتی ہے منجملہ جنت کے دروازوں
کے ایک دروازہ دیکھا اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو کہ آپ کی شان یہ ہے کہ آپ (اس کلام)
کے ساتھ خواہش نفس سے نطق نہیں فرماتے وہ صرف وحی ہے جو من عند اللہ دی جاتی ہے (خواہ وحی جلی ہو
یا خفی جس میں اجتہاد بھی داخل ہوگیا کیونکہ سبب اس کا نفسانی غرض نہوتی تھی بلکہ شرعی غرض ہوتی تھی حاصل یہ
کہ انھوں نے آپ کے اس کلام کو اس نظر سے) دیکھا کہ اسکی طرف (دل سے) کان لگانا (اور فہم و عمل کے قصد سے سننا)
متعین (اور مقرر شدہ یعنی لازمی اور حتمی) بات ہے (خلاصہ یہ کہ خدا تعالیٰ کے کلام کی نسبت بھی اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے کلام کی نسبت بھی استماع بقصد اطلاع و اتباع کو ضروری سمجھا) پس انکے نزدیک سب سے زیادہ اہم استماع
کے لیے مستعد ہوجانا ٹھیرا اور انھوں نے یہ بھی دیکھا کہ حسن استماع ہی (گویا) دروازہ ملکوت کا کھٹکھٹانا ہے اور غیب
و رحمت کے برکات کا نازل کرانا ہے اور انھوں نے یہ بھی دیکھا کہ وساوس ایک قسم کے دخانات ہیں جو آتش
نفس سے اٹھتے ہیں جو کہ امارہ بالسوء ہے اور (دوسرے وساوس) ایک قسم کا غبار ہے جو شیطان کے دم کرنے سے
مجتمع ہوجاتا ہے اور (انھوں نے یہ بھی دیکھا) کہ حظوظ عاجلہ اور حصص دنیویہ جو کہ مدار ہیں ہوائے نفس کا اور جو محل ہیں
پراگندگی (اسباب) ہلاکت کا بمنزلہ اس ایندھن کے ہیں جس سے آگ کا اشتعال بڑھتا ہے اور جسکے سبب
قلب کی تنگی زائد ہوتی ہے پس (جو یہ سب باتیں سمجھ گئے) انھوں نے دنیا کو چھوڑ دیا، اور اس میں بے رغبتی اختیار کی
سو جب آتش نفس سے اس کا ایندھن بند ہوگیا اور اسکی آگ دھیمی ہوگئی اور اس کا دھواں کم ہوگیا تو ان کے
بواطن و قلوب علوم (حقیقیہ) کے مصادر (منابع) میں حاضر ہوگئے پھر ان علوم کے موارد (مشارب) کو صفائے
فہم سے (انکی) خواری فیوض کے لیے) مہیا کر دیا پھر جب (وہ قلوب) حاضر ہوگئے تو حسن استماع کے ساتھ (سننے
لگے (چنانچہ) حق تعالیٰ کا ارشاد ہے بیشک اس (قرآن) میں ایسے شخص کے لیے نصیحت ہے جسکے پاس قلب ہو یا
وہ کان کو اس جانب میں متوجہ کرے کہ وہ (قلب) حاضر ہو شیخ [illegible] رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن کی عظمت سے

۱۷۰

شخص کے لیئے ہے جس کا قلب حاضر مع اللہ ہو کہ اُس سے ایک لمحہ بھی غافل نہو یحیی بن معاذ رازی فرماتے ہین
کہ قلب دو طرح کا ہے ایک وہ قلب جو اشغال دنیا سے پُر ہے یہان تک کہ جب امور طاعت مین سے کوئی امر پیش
آوے تو اُس قلب والے کو مشغولی بالدنیا کے سبب یہ بھی خبر نہ ہو کہ مین کیا کرون اور ایک وہ قلب جو احوال آخرت
سے پُر ہے یہان تک کہ جب امور دنیا مین سے کوئی امر پیش آوے تو اُس قلب والے کو بسبب توجہ الی الآخرۃ کے
یہ بھی خبر نہو کہ مین کیا کرون سو غور کرنا چاہیئے کتنا فرق ہے ان افہام پائدار کی برکت مین اور ان اشغال ناپائدار
کی نحوست مین جنھون نے مجھکو طاعت سے اپاہج کر دیا بعض نے (اس آیت کی تفسیر مین) کہا ہے کہ جس کے پاس ایسا
قلب ہو جو اغراض و امراض سے سالم ہو حسین بن منصور نے (اسکی تفسیر مین) کہا ہے کہ جس کے پاس ایسا
قلب ہو جسمین بجز حضور رب کے کوئی دوسرا خطرہ نہ آتا ہو اور (پھر ایسے قلوب کی کمیابی مین) یہ شعر پڑھا جس کا
ترجمہ یہ ہے کہ مین تجھکو ایسے قلوب کے مفقود ہونے کی خبر سُناتا ہون کہ سحاب وحی اُنمین بحار حکمت کو برساتے
تھے اور ابن عطا نے (اسکی تفسیر مین) کہا ہے کہ ایسا قلب جو حق تعالی کا چشم تعظیم سے ملاحظہ کرے پھر اُس کے
سامنے گداختہ ہو جائے اور سب ماسوا سے منقطع ہو کر اُسی کا ہو رہے اور واسطی نے (اسکی تفسیر مین) کہا ہے کہ
(اس قرآن مین) ایک خاص قوم کے لیے نصیحت (نافع) ہے نہ کہ سب کے لیے (یعنی صرف) اُنکے لیے جنکے پاس
قلب ہو یعنی ازل مین (اسکی سلامتی فطری ہو) اور یہ وہی لوگ ہین جن کے حق مین حق تعالی نے فرمایا ہے
کہ کیا جو شخص (پہلے) مردہ تھا پھر ہم نے اُسکو زندہ کر دیا (مراد اُس سے یہی فطری حیات ہے) اور واسطی نے
تفسیر سابق جسمین قلب کو مشاہدہ کے ساتھ موصوف کیا ہے اپنی اس تفسیر کی ترجیح کی دلیل مین) یہ بھی فرمایا ہے
کہ مشاہدہ ذہول کا سبب ہوتا ہے اور حجاب فہم کا سبب ہوتا ہے (پس اگر قلب سے مراد قلب صاحب مشاہدہ ہو گا
تو آگے جو ذکری و فہم کا حکم صحیح نہو گا اس لیئے قلب غیر صاحب مشاہدہ مراد لینا چاہیئے اور حجاب سے بھی عدم مشاہدہ
مراد ہے بجہت مقابلہ نظریہ اُنمین ضرور ہے کہ فہم کی وہ شرط ہے آگے اسکی دلیل ہے کہ مشاہدہ ذہول کا
سبب ہوتا ہے یعنی) اس لیئے کہ اللہ تعالے جب کسی شے پر تجلی فرماتا ہے تو وہ شے اُسکے سامنے مغلوب اور پست
ہو جاتی ہے (اور مشاہدہ تجلی ہے جسکے لیے مغلوبیت لازم ہے اور مغلوبیت مین کہ وہ فنا ہے فہم کہان کہ وہ موقوف ہے
صحو و شعور پر) اور (آگے صاحب عوارف واسطی رح کی اس دلیل کا جواب دیتے ہین جس کے بعد تفسیر اول صحیح رہیگی
وہ جواب یہ ہے کہ) یہ جو واسطی نے (مشاہدہ اور فہم کے جمع نہ ہونے کی نسبت) فرمایا ہے بعض لوگون کے حق
مین (بیشک) صحیح ہے (مگر سب کے حق مین عام نہین) اور اس آیت مین اس (مذکور) کے خلاف دوسرے

١٨

لوگوں کے حق میں (یہ) حکم کیا گیا ہے (اور اونکے اعتبار سے وہ تفسیر سابق بھی صحیح رہ سکتی ہے کیونکہ وہ مشاہدہ اور فہم دونوں کے جامع ہیں) اور وہ لوگ اہل تمکین ہیں کہ اونکے لئے (منجانب اللہ) مشاہدہ اور فہم میں جمع کردیا جاتا ہے (اس طرح سے کہ دونوں فعلوں کا محل الگ الگ ہے اور کسی فعل کا اثر دوسرے محل پر غالب نہیں آتا) سو فہم کا موضع تو محل ہے محادثت و مکالمت کا اور وہ سمع قلب ہے اور مشاہدہ کا موضع بصر قلب ہے اور سمع کے لئے جدا حکمت اور فائدہ ہے اور بصر کیلئے جدا حکمت اور فائدہ ہے سو جو شخص حال سکر میں ہوتا ہے (اور صاحب تمکین نہیں ہوتا) اوسکی سمع (و فہم) تو بصر (و مشاہدہ) میں غائب ہوجاتی ہے اور جو شخص حال صحو و تمکین میں ہوتا ہے اوسکی سمع اوسکی بصر میں غائب نہیں ہوتی بوجہ اسکے کہ وہ ناصیۂ حال کا مالک (یعنی حال پر غالب) ہے اور وہ ظرف (یعنی محل) وجودی سے سمجھتا ہے جسمیں فہم مقال کی استعداد ہے کیونکہ فہم ہی الہام اور سماع کا مورد ہے اور الہام اور سماع دونوں محل وجودی کو چاہتے ہیں (پس وہ محل وجودی وہی ہے جو مستعد تفہیم ہے) اور یہ وجود (جسکے ساتھ یہ محل وجودی متصف ہے) ایک موہوب چیز ہے بانشاء جدید اس شخص کیلئے پیدا کیا گیا ہے جو مقام صحو میں متمکن ہوا (یہ جواب ہے ایک سوال کا کہ مشاہدہ کے لئے فنا لازم ہے اور فنا میں وجود مضمحل ہوجاتا ہے پھر اس صاحب مشاہدہ کیلئے محل وجودی کا تحقق کیسے ہوگیا جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ وجود جدید ہے) اور یہ اس وجود کا مغایر ہے جو اسوقت مضمحل ہوجاتا ہے جبکہ نور مشاہدہ کا ایسے شخص کیلئے ظہور ہوتا ہے جو گذرگاہ فنا پر گذرتا ہوا مستقر اقبال کی طرف جاتا ہے (یہ وجود اولی فانی ہوجاتا ہے پھر وجود ثانی جسکو بقا کہتے ہیں عطا ہوتا ہے تو وہ اس فنا کے ساتھ مجتمع ہوسکتا ہے پس یہ شبہ رفع ہوگیا کہ صاحب مشاہدہ کیلئے محل وجودی کا تحقق کیسے ہوگیا اور تفسیر سابق صحیح رہی) اور ابن سمعون نے (اُسکی تفسیر میں یوں لکھا ہے کہ اس قرآن میں نصیحت ہے ایسے شخص کے لئے جسکے پاس ایسا قلب ہو جو کہ آداب خدمت کو اور آداب قلب کو جانتا ہو اور وہ آداب تین چیزیں ہیں سو قلب جب لذت عبادت کو چکھتا ہے وہ غلامی شہوت سے آزاد ہوجاتا ہے پس جو اپنی شہوت سے ترک کیا اس نے ایک ثلث ادب حاصل کرلیا اور جس شخص نے اس ادب میں مشغول ہوکر جو کہ اسکو حاصل ہوچکا تھا (درگاہ حق میں) اپنی احتیاج اُس ادب کی طرف ظاہر کی جو کہ اسکو حاصل نہیں ہوا اس نے دو ثلث ادب حاصل کرلیا (مطلب یہ کہ ثلث مذکور ادب کا حق پورے طور سے ادا کیا اور مزید کا طالب ہوا حق تعالیٰ نے اس طاعت و طلب کی برکت سے بفحوائے لئن شکرتم لازیدنکم حال مذکور میں ترقی فرمائی اور وہ مبتدی تھا

19

اب متوسط ہوگیا) اور تیسرا (درجہ ادب کا) قلب کا پُر ہوجانا ہے اُس ذات (کے تعلق) سے جس نے محض فضل سے (بلا کسی استحقاق کے) عنایت کی ابتدا فرمائی جب (اُسکا) عہد (وحکم) وفا کیا گیا (اس وفا کرنے سے مراد درجہ اول ہے ادب کا اور اس ابتدا فضل سے مراد عطا مزید ہے جو درجہ ثانیہ ہے ادب کا اور ابتداء اس لئے کہا کہ ایفاء احکام سے بندہ کا کوئی استحقاق تو نہیں ہوا تھا یہ عطاء مزید محض ابتداءً فضل کرنا ہے مطلب یہ ہوا جس نے درجہ اول کے بعد درجہ ثانیہ عطا فرمایا اُسکے تعلق سے قلب کا پُر ہوجانا اور غیر کا بالکل دل سے نکل جانا یہ درجہ ثالثہ ہے ادب کا جو کہ باقی رہ گیا تھا) پس (اس درجہ کے بعد اس شخص نے) پورا ادب حاصل کرلیا (اور یہ مقام ہے منتہی کا) اور امام محمد باقر بن علی زین العابدین نے فرمایا ہے کہ قلب کی موت شہوات نفس سے ہوتی ہے پس جب کسی شہوت کو چھوڑیگا اوسیقدر حصہ حیات کا حاصل کریگا پھر سماع (جسکا ذکر اس آیت میں تھا اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ) احیا کے لئے ہے نہ کہ اموات کے لئے (اور حیات ترک شہوت پر موقوف ہے پس سماع بھی مخصوص ہوگا اُسی کے ساتھ جو تارک شہوات ہو پس قلب سے مراد آیت میں) قلب ذی حیات ہوا (آگے اِسکی دلیل ہے کہ سماع مخصوص ہے احیاء کے لئے) فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ نہیں سُنا سکتے مردوں کو سہیل بن عبد اللہ نے کہا ہے کہ قلب ایک نازک چیز ہے کہ اُس میں خطرات مذمومہ (جو بقصد ہوں) اثر کرتے ہیں اور (بوجہ نزاکت کے) قلیل کا اثر بھی اُسپر کثیر ہوتا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ اور جو شخص ذکر رحمٰن سے کورچشم ہو جاوے ہم اوسکے لئے ایک شیطان مسلط کردیتے ہیں سو وہ اُسکا قرین ہوجاتا ہے۔ سو قلب ہر وقت کام کرتا رہتا ہے اور نفس (ہر وقت) بیدار رہتا ہے سوتا ہی نہیں سو اگر بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف کان لگانے والا ہو فبہا ورنہ وہ شیطان اور نفس کیطرف کان لگانیوالا ہوجاتا ہے (جسکی وجہ اوپر کے مقدمہ سے ظاہر ہے کہ نہ قلب معطل رہتا ہے نہ نفس یا وہ اللہ کی طرف توجہ کریگا ورنہ شیطان کی طرف) پس جو چیز اس استماع (الی اللہ) کو بند کریگی وہ حرکت نفس سے ہوگی اور اسکی اس حرکت میں شیطان درآمد ہوجاتا ہے اور (اخبار میں) وارد ہوا ہے کہ اگر شیاطین بنی آدم کے قلوب پر دورہ نہ کرتے ہوتے تو آسمانی ملکوت کی طرف اُن کی نظریں پڑا کرتیں اور حسین نے کہا ہے کہ دل بصیرت کی بصیرتیں اور عارفین کی معرفتیں اور علماء ربانیین کے انوار اور سابقین اہل نجات کے طریقے اور ازل و ابد اور اُن دونوں کے درمیان حوادث (کے ساتھ جن علوم نافعہ کا تعلق ہے) یہ سب اُس شخص کے ساتھ خاص ہیں جسکے لئے قلب ہو

۲۰

مبتلا نہ ہوا تھا کیونکہ پانی مضر ہوتا تھا اور وہ ہر نماز فرض کے وقت تجدید وضو کو چھوڑتے نہ تھے۔ اور
بعض اہل تصوف کی آنکھ میں پانی اُتر آیا تھا (جسکو نزول کہتے ہیں) سو لوگ اُن کے پاس معالج کو
لائے، اور اُس معالج کے لیے بہت سا مال خرچ کئے تاکہ وہ اُنکی دوا کرے۔ اُس معالج نے یہ کہا کہ (ایک
تو) کئی روز تک ترک وضو کی ضرورت ہے اور (دوسرے) قدرے کہ بل چت لیٹا رہنا ہوگا سو انھوں نے
اسکو (قبول) نہ کیا۔ اور اپنی نگاہ جاتی رہنے کو ترک وضو پر ترجیح دی (مقصود اس نقل سے اسکے اتباع
کا امر نہیں ہے۔ ایسی ہمتیں ہم لوگوں میں کہاں اپنی ہمت سے زیادہ کام کرنا جبکہ وہ واجب نہو بعض
دفعات مضر دین ہوجاتا ہے۔ مقصود صرف ان حکایات سے ہمکو ہمت دلانا ہے اپنے وسع کے موافق)

باب سی و ششم فضیلت نماز اور اسکی عظمت شان میں

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ نے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے جب حق تعالیٰ نے جنت عدن پیدا کی تو اوسمیں ایسی چیزیں پیدا کیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں
اور نہ کسی کان نے سُنی۔ اور نہ کسی بشر کے قلب پر اونکا خطرہ گذرا (پھر) اوسکو (یعنی جنت کو) فرمایا کہ
کلام کر سو اُس نے یہ کہا قد افلح المومنون الذین ہم فی صلاتہم خاشعون تین آیتیں (یعنی
فاعلون تک) اور قرآن مجید نے نماز پڑھنے والوں کے لئے فلاح کی شہادت دی ہے اور رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام زوال شمس کیوقت آئے اور مجھکو ظہر کی نماز پڑھائی
(یہ لمبی حدیث ہے) دو روز تک پانچوں وقت نماز پڑھائی) اور اشتقاق لفظ صلوٰۃ کا بعض نے کہا ہے
کہ صلی سے ہے اور اوسکے معنے ہیں آگ۔ اور ٹیڑھی لکڑی کا جب سیدھا کرنا چاہتے ہیں تو وہ (اول) آگ کے
سامنے کیجاتی ہے پھر سیدھی کیجاتی ہے۔ اور (اسی طرح) بندہ میں بھی ایک ٹیڑھا پن ہے بوجہ اُس کے
نفس امارہ بالسوء کے اور وجہ اللہ کریم کے جو انوار ہیں جنکی شان یہ ہے کہ اگر اونکا حجاب مکشوف ہوجاوے
تو جہانتک وہ پہونچیں سب کو سوختہ کردیں (اور ظاہر ہے کہ وہ تو تمام عالم میں پہونچ جاویں تو سب ہی
کو سوختہ کردیں) اُن (انوار) کے سبب مصلی کو سطوت الٰہیہ و عظمت ربانیہ کا ایسا شعلہ جا لگتا ہے جس سے
اُسکا ٹیڑھا پن جاتا رہتا ہے بلکہ اوسکی بدولت اوسکی معراج متحقق ہوجاتی ہے۔ پس مصلے مثل اُس شخص
کے ہے جو آگ سے سینکتا ہے اور جو شخص آتش صلوٰۃ سے اپنے کو سینکے گا اور اُس آگ سے اوسکا

نیز زمین جاتا رہیگا وہ نار جہنم پر پیش نہو گا۔ مگر صرف قسم پوری کرنے کو مُراد اس سے پلصراط پر گذرنا ہو جسکو حق تعالےٰ نے سوکد طور پر فرمایا ہے وان منکم الا واردھا۔ اسی کو حدیث میں تحلۂ قسم سے تعبیر فرمایا ہے اور چونکہ صراط پُشت جہنم پر ہوگا وہ سیر گذرنا یہ بھی ایک قسم کی پیشی ہے۔ آگ پر گو اسکا اثر نہ ہو) خبر دی ہمکو شیخ عالم رضی الدین احمد بن اسمٰعیل قزوینی نے بطور اجازت کے کہا اونھوں نے خبر دی ہمکو ابو سعید محمد بن ابی العباس خیلی نے کہا اونھوں نے خبر دی ہمکو ابو سعید فرخ زادی نے کہا اونھوں نے خبر دی ہمکو ابو اسحٰق احمد بن محمد نے کہا اونھوں نے خبر دی ہمکو ابو القاسم حسن بن محمد نے کہا اونھوں نے خبر دی ہمکو ابو زکریا یحییٰ بن محمد عنبری نے کہا حدیث کی ہمسے جعفر بن احمد بن حافظ نے کہا خبر دی ہمکو احمد بن نصیر نے کہا حدیث کی ہمسے آدم بن ابی ایاس نے ابن سمعان سے اونھوں نے علاء بن عبد الرحمن سے اونھوں نے اپنے باپ سے اونھوں نے حضرت ابو ہریرہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے نماز کو (باعتبار ایک خاص سورت کے جو نماز میں لازمی طور پر پڑھی جاتی ہے۔ اور وہ فاتحہ ہے) اپنے درمیان میں اور اپنے بندہ کے درمیان میں نصفا نصف تقسیم کر دیا ہے سو جب بندہ کہتا ہے بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ میرے بندہ نے میری تمجید کی پھر وہ جب کہتا ہے الحمد للّٰہ رب العلمین تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندہ نے میری تحمید کی پھر وہ جب کہتا ہے الرحمن الرحیم تو اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں میرے بندہ نے میری ثنا کی۔ پھر وہ جب کہتا ہے مالک یوم الدین تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندہ نے میری طرف تفویض کی۔ پھر جب وہ کہتا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین تو اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں یہ میرے درمیان میں اور میرے بندہ کے درمیان ہے (جیسا اسکے قبل کے مضامین حق تعالےٰ کے متعلق تھے۔ کہ صفات و کمالات حق کے ہیں، اور جیسا اسکے بعد کا مضمون بندہ کے متعلق ہے کہ اوسمیں طلب ہدایت ہے جو حاجت ہے عبد کی اور اس درمیان کی آیت کا مضمون مشتمل ہے دو جزو پر۔ عبادت کہ حق ہے اللہ تعالےٰ کا اور استعانت کہ حاجت ہے عبد کی۔ اس لئے یہ فرمایا کہ یہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان میں ہے) پھر جب وہ کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں یہ میرے بندہ کے لئے ہے اور میرے بندہ کو وہ جو کچھ مانگتا ہے ملیگا۔ تو نماز (حدیث موصوف کی رو سے) ایک علاقہ ہے۔ درمیان رب اور عبد کے اور جو چیز بندہ کے اور اللہ تعالےٰ کے درمیان میں علاقہ ہو بندہ کے ذمہ اوسمیں حق یہ ہے کہ وہ عظمت ربوبیت کے سامنے بطریق عبودیت کے خشوع کرنیوالا ہوا در وارد ہوا ہے

کہ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز پر تجلی فرماتے ہیں وہ شئے دب جاتی ہے (ایک مقدمہ تو یہ ہوا) اور (دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ) جو شخص نماز میں علاقہ (مذکورہ) کے ساتھ متصف ہوگا تو اُسکے لئے انوار تجلی تاباں ہونگے سو (بنا بر اس مضمون وارد کے لا محالہ) وہ خشوع کریگا۔ اور فلاح ان ہی لوگوں کے لئے ہے جو اپنی نماز میں خشوع کرنیوالے ہیں (جیسا شروع باب میں آیت آئی ہے قد افلح المؤمنون (الآیہ) اور خشوع کے منتفی ہونے سے فلاح (کامل بھی) منتفی ہو جاویگی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نماز کو قائم کرو میری یاد کے لئے اور جب نماز یاد کے لئے ہو تو اس میں نسیان کیسے واقع ہوگا (یعنی نہ ہونا چاہیے) فرمایا اللہ تعالیٰ نے مت نزدیک جاؤ نماز کے جس حالت میں کہ تم نشہ میں ہو۔ یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کچھ (مونہہ سے) کہہ رہے ہو (یہ اُسوقت کی آیت ہے جبکہ نشہ حلال تھا) سو جو زبان سے (کلمات) کہے اور یہ نہ سمجھے کہ کیا کہہ رہا ہے (الفاظ کا سمجھنا مراد ہے نہ کہ معانی کا سمجھنا) تو وہ نماز کیسے پڑھ رہا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُسکو اس سے منع کیا ہے (جیسے آیت موصوفہ سے باعتبار غایت حتیٰ تعلموا کے بے سمجھے نماز پڑھنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے) پس نشہ والا بھی جو بہنے سے بدون حضور عقل کے کہہ رہا ہے اور غافل بھی بلا حضور عقل نماز پڑھ رہا ہے پس وہ مثل نشہ والے کے ہوا اور نشہ کی حالت میں نماز کی ممانعت ہے جسکا مطلب باجماع مفسرین یہ ہے کہ وقت نماز میں نشہ کی ممانعت ہے پس باشتراک مبنیٰ حتیٰ تعلموا نماز میں غفلت کی بھی ممانعت ہوگی۔ اور علی الاطلاق نشہ کے حرام ہو جانے کے سبب آیت کے منسوخ ہو جانے سے نہی عن الغفلۃ پر استدلال کرنے میں شبہ نہ کیا جاوے۔ کیونکہ اُسکا حکم سابق کا نہی تو منسوخ نہیں ہوا بلکہ حرمت مطلقہ خمر سے تو اس نہی کی اور بھی تاکید ہو گئی کہ وہ ایسا مہتم بالشان ہے کہ جو چیز عدم العلم بالمقولون کا کسی وقت بھی سبب ہوتی۔ اوسکو مطلقاً حرام کر دیا پس وقت نماز میں تو بدرجہ اولیٰ نسخ حکم کا رفع سے نہیں ہوا بلکہ تعمیم سے ہوا جس سے حکم سابق مع شئے زائد باقی ہے تو اوسکی بنا بھی باقی ہو۔ پس تعدیہ اوسکا نہی عن الغفلت کی طرف بھی سالم رہا) اور غرائب تفسیر میں حق تعالیٰ کے اِس ارشاد کے متعلق فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوے کہا گیا ہے۔ کہ دو نعل یہ ہیں تمھارا خیال اپنی بی بی کی طرف اور اپنی بکریوں کی طرف غرض غیر اللہ کا قصداً خیال کرنا یہ نماز میں ایک نشہ کی حالت ہے جسکی ممانعت اوپر ذکر کی گئی) اور بعض نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے (بعض) اصحاب نماز میں اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اُٹھایا کرتے تھے اور (کبھی) داہنے بائیں بھی دیکھ لیا کرتے تھے۔ پس جب یہ آیہ نازل ہوئی الذین ہم فی صلوٰتہم خاشعون (اونھوں نے ہنے وجوہ (یعنی ابصار) کو اپنی سجدہ کی

بلکوں کی طرف کرلیا اور اوسکے بعد اونمیں سے کسی کو نہیں دیکھا گیا جو بجز زمین کے کسی اور طرف نظر کرتا ہو۔
اور حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بندہ جب نماز کی طرف
کھڑا ہوتا ہے تو وہ رحمان کے سامنے ہوتا ہے۔ پس جب وہ اِدھر اُدھر التفات کرتا ہے تو پروردگار اُس سے
فرماتا ہے کہ تو کسی طرف التفات کرتا ہے کیا ایسے شخص کیطرف (التفات کرتا ہے) جو تیرے لئے مجھسے بہتر ہو۔
اے ابن آدم میری طرف متوجہ رہ میں تیرے لئے اُس شخص سے بہتر ہوں کہ جسکی طرف تو التفات کر رہا
ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں داڑھی سے کھیل رہا ہے آپنے فرمایا کہ
اگر اسکا قلب خاشع ہوتا تو اسکے جوارح بھی خاشع ہوتے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا ہے۔ جب تو نماز پڑھے تو ایسی نماز پڑھ جیسی کوئی (دنیا کو) وداع کرنیوالا نماز پڑھتا ہے (یعنی اگر کسیکو
معلوم ہو جاوے کہ بس اس نماز کے بعد دنیا کو رخصت کر دینا ہوگا یعنی موت آجاویگی اور یہ آخری نماز ہے
تو ظاہر ہے کہ اس نماز کو یہ شخص کیسے حقوق و آداب خشوع وخضوع سے ادا کریگا۔ پس ہر نماز ایسی ہی
ہونا چاہیئے۔ بخصوص جبکہ ہر نماز کے وقت رخصت کرنے کے معنے بھی پائے جاتے ہیں۔ جسکو آگے فرماتے
ہیں یعنی) پس نماز پڑھنے والا اپنے قلب سے ہوائے نفس و دنیا اور تمام ماسوا کو رخصت کرتا ہے (پھر جنکو رخصت
کرچکا انکو نماز میں کیوں جمع کرتا ہے) اور صلوٰۃ کے معنے لُغت میں دعا کے ہیں پس گویا نمازی اللہ تعالےٰ
سے تمام جوارح کے ساتھ دعا کر رہا ہے پس اوسکے تمام اعضا زبان ہوگئے جنسے ظاہراً اور باطناً دعا کر رہا ہے
اور (اوسکا) ظاہر (اوسکے) باطن کے ساتھ تضرع میں اور ایک نیازمند سائل محتاج کے سے تملقات کی
ہیئتوں کی اداء میں شریک ہے۔ (نماز کے افعال کا تملق کی سی اشکال ہونا ظاہر ہے) پس جب یہ اپنے
کُل جسم سے دعا کریگا تو اوسکا مولا اوسکی اجابت فرماویگا (اور جب دل یا جوارح کو اِدھر اُدھر لگیا تو ان اعضا
سے یہ دعا نہ رہا تو کُل جسم سے دُعا نہ ہی تو نماز کے جو معنے تھے دعا وہ بسبیل کمال متحقق نہ ہوئے۔ آگے
اسکی وجہ ہے کہ اجابت فرماویگا یعنی) اس لئے کہ اوسنے اوسکا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے
تم مجھسے دعا کرو میں تمہارے لئے قبول کرونگا۔ خالد ربعی کہا کرتے تھے یہ آیت ادعونی استجب لکم
مجھکو بڑی خوش معلوم ہوتی ہے۔ اونکو دعا کا حکم فرمایا اور اُن سے اجابت کا وعدہ کیا۔ ان دونوں کے
درمیان کوئی شرط نہیں (بلکہ مطلق ہے پس حقیقت دعا کے لئے اجابت لازم ہے اور صورت
دعا کافی نہیں اور صورت اجابت لازم نہیں) اور استجابت اور اجابت وہ بندہ کی دعا کا نافذ ہو جانا ہے

اس کے خلاف کی حرمت کو مستلزم ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ اصل امر میں وجوب ہے، اور کسی
فعل کا وجوب اوسکی ضد کی حرمت کو مستلزم ہوتا ہے یہ مسئلہ اصولیہ ہے اور عقل بھی صاف
اسکی شہادت دیتی ہے اور دوسرا مقدمہ اس لئے کہ اسکی مذمت نصوص میں وارد بھی ہے۔
قال اللہ تعالے وان یدعون الا شیطانا مریدا لعنہ اللہ وقال لاتخذن من عبادک نصیبا مفروضا
ولاضلنہم ولامنینہم ولآمرنہم فلیبتکن آذان الانعام ولآمرنہم فلیغیرن خلق اللہ ومن یتخذ
الشیطان ولیا من دون اللہ فقد خسر خسرانا مبینا یعدہم ویمنیہم وما یعدہم الشیطان الا غرورا
اولئک مأواہم جہنم ولا یجدون عنہا محیصا۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ النامصات والمتنمصات والواشمات

حدیث میں جن افعال کو تغیر خلق للہ موجب لعن فرمایا ہے ڈاڑھی منڈانا یا کتانا بالمشاہدہ
اس سے زیادہ تغیر ہے اور آیت میں اس تغیر کا باتباع شیطان ہونا اور اتباع شیطان کا
موجب لعنت و موجب خسران و موجب وقوع فی الغرور و موجب جہنم ہونا منصوص ہے اب مذمت
شنیعہ شدیدہ میں کیا شک رہا اور یہ قول کہ باطن درست رکھنا چاہیے ظاہر کی درستی کی
چنداں ضرورت نہیں اس کے جہل ہونے کے لئے اتنا کہدینا کافی ہے کہ اگر کوئی باغی سلطان
سے کہے کہ میں دل سے آپکا مطیع و فرمانبردار ہوں اور ظاہر کی درستی کی چنداں ضرورت نہیں یا
کوئی شخص کسی مجلس میں بول و براز میں کپڑوں کو آلودہ کرکے آبیٹھے اور جب اوسکو ملامت
کریں اور غسل اور تبدیل لباس کو ضروری قرار دیں اور وہ یہی کہدے کہ میرا باطن بالکل
پاک و صاف ہے اور ظاہر کی درستی کی چنداں ضرورت نہیں تو کیا بادشاہ یا اہل مجلس اس
عذر کو قبول فرمالیں گے اگر نہیں قبول کریں گے، اور یقیناً نہیں قبول کریں گے تو اہل شرع
اس عذر کو کیونکر قبول کرلیں۔ اور حدیث خالفوا المشرکین الخ کی نسبت بعض کا یہ کہنا کہ اس
زمانہ میں بہت سے مشرک ڈاڑھی رکھاتے ہیں اس لئے ہم انکی مخالفت کے واسطے ڈاڑھی
منڈواتے ہیں ٹھیک نہیں ہے کیونکہ احکام شرعیہ کے ساتھ جو کبھی کوئی مصلحت مذکور ہوتی ہے
وہ کبھی علت ہوتی ہے اور کبھی حکمت ہوتی ہے علت کے ساتھ تو حکم وجوداً و عدماً دائر ہوتا
ہے لیکن حکمت کے ساتھ حکم دائر نہیں ہوتا یعنی حکمت کے تبدل سے حکم نہیں بدلتا اور اس فرق
کا سمجھنا راسخین فی العلم کا خاصہ ہے پس خالفوا المشرکین کا مقرون فرمانا بطور حکمت کے ہے

بطور علت کے نہیں ہے حرمت کا مدار تغیر یعنی صورت کا بگاڑنا ہے نہ مخالفت دلیل اسکی یہ ہے کہ بعض احادیث میں جو یہ حکم آیا ہے وہ اس سے مطلق ہے جیسا کہ من لم یاخذ من شاربہ فلیس منا ولعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المخنثین من الرجال میں اس کی ایسی مثال ہے کہ کوئی حاکم رعایا سے کہے کہ دیکھو قانون کو مانو فلاں قوم کی طرح شورش مت کرو تو کیا اگر وہ قوم اتفاق سے شورش نفس چھوڑ دے تو کیا اس حالت میں رعایا کو اس قوم کے ساتھ اسمیں بھی مخالفت کرنا چاہیے اس بناء پر کہ اول انکی مخالفت کا حکم ہوا تھا۔　　۱۰ شعبان ۱۳۳۱ھ۔

سوال اولیاء کرام کے انتقال کے بعد کرامت شریعت سے ثابت ہے یا نہیں میں اس کا قائل اس وجہ سے نہیں ہوں کہ زندگی میں اولیاء کرام سے جو کرامتیں صادر ہوتی ہیں، جس سے مخالفین راہ مستقیم اختیار کرتے ہیں اور انتقال کے بعد منشاء فوت ہے اور جو شخص کرامت کا قائل نہ ہوگا گنہگار ہوگا یا نہیں۔

الجواب حدیث میں حضرت نجاشی کی قبر پر نور کا نمایاں ہونا وارد ہے یہ کھلی کرامت ہے اور جو دلیل نفی کی لکھی ہے خود یہ قابل نفی کے ہے اس لئے کہ اول تو اس حکمت میں انحصار کی کوئی دلیل نہیں دوسرے اس کرامت میں بھی یہ حکمت حاصل ہے کہ اس سے ہدایت پاکر احیاء سے طریق مستقیم تلاش کریں گے اور منکر کرامات مبتدع ہے۔　　۴۳۶

سوال ایک بڑی ضروری بات قابل گذارش ہے جس سے سخت تشویش رہتی ہے کہ احقر کا مکان ایک موضع میں ہے جسکو عرفاً دیہات ہی کہتے ہیں گو اوسکی آبادی تین چار ہزار کی ہے احقر کو معلوم تحقیقاً یہی تھا کہ جسکو عرفاً قصبہ یا شہر کہتے ہوں وہی میں جمعہ فرض ہے اسی بناء پر اس دفعہ مکان گیا تو جمعہ کی نماز میں شریک نہیں ہوا لوگ چونکہ جانتے ہیں اس لئے زیادہ اونجستو نہیں البتہ دریافت کیا اونکو نرمی سے سمجھا دیا اور کہدیا کہ میں آپ لوگوں کو منع نہیں کرتا ہاں مجھے خود معذور سمجھیں مگر در مختار میں قریہ کبیرہ کو بھی داخل حکم قصبہ شہر لکھا ہے اب سخت تردد ہے کہ کبیرہ صغیرہ کا معیار کیا ہے نیز قریہ خواہ کبیرہ ہو یا صغیرہ اسکو نص مصر جامع کے ہوتے ہوئے کیسے حکم دیا گیا اب مشکل یہ ہوئی کہ احقر اپنے مکان پر کیا کرے تمام ہندو مسلمان ملاکر کم از کم تین ہزار سے زیادہ ہوں گے نیز دکان بھی پچیس تیس گو موجود ہے ہر قسم کی ضروری چیز بھی ملتی ہے البتہ کوئی تھانہ

وغیرہ نہیں ہے اخر کو سخت پریشانی ہے کہ خدا جانے کیا فرض ہے جمعہ چھوڑتے ہوئے پڑھتے ہوئے دونوں میں مشکل معلوم ہوتی ہے براہ شفقت جناب ہی اس کے متعلق دو چار حرف لکھتے تو تشفی ہو جاتی۔

الجواب میں قریہ کبیرہ کے معنے قصبہ کے سمجھتا ہوں قرینہ اسکا یہ ہے کہ فقہا قریہ کبیرہ کی صفت میں التی فیہا اسواق بڑھاتے ہیں گویا یہ تفسیر ہے اور یہ شان قصبہ کی ہوتی ہے اور عرف میں مصر قصبہ کو بھی کہتے ہیں۔

سوال یہاں مبتدعین کا ازحد زور ہے چنانچہ شدت بدعت کی یہ حالت ہے کہ ہر کام میں ایک نئی ہی صورت پیدا کر رکھی ہے میرے رفع سبابہ سے بھی بہت کچھ ناک بھوں چڑھاتے ہیں چونکہ یہ ایک گاؤں ہے اس لئے یہاں جمعہ جائز نہیں اور یہ لوگ پڑھتے ہیں میں نہیں پڑھتا اس لئے انھوں نے مجھے غیر مقلد قرار دیا ہے ممکن ہے کہ کچھ عرصہ بعد مناقرت اور مخالفت نازک صورت اختیار کرلے دعا فرماویں کہ خداوند کریم اس فرقہ کے مکائد سے مامون رکھیں نیز پیچھے جمعہ پڑھنے کے بارہ میں کیا حکم ہے۔

جواب اگر فتنہ ناقابل تحمل کا احتمال قوی ہو مقتدی بنکر جمعہ پڑھ لیجئے پھر منفرداً ظہر پڑھ لیجئے۔

۱۴۷

سوال۔ آجکل اراضی مرہونہ سے انتفاع حاصل کرنیکا مرض عام طور سے پھیلا ہوا ہے اور میں حتی الوسع اپنے احباب معتقدین کو روکتا رہتا ہوں مگر ایک غیر مقلد انتفاع کی ترغیب دلاتا ہے اور کہتا ہے کہ جب گائے بھینس مرہونہ کا دودھ بعوض چارہ کے مرتہن کے لئے حلال ہے تو ارض مرہونہ کی آمدنی بعوض محنت کاشتکاری کے کون حرام کہہ سکتا ہے اسکا جواب کافی مدلل مختصر عنایت ہو۔

جواب مسئلہ ظاہر اور یقینی ہے باقی جواب حدیث کا یہ ہے کہ اول تو وہ حدیث مبہم ہے اور محرم کو مقدم ہونا ہے مبہم پر دوسرے اگر حدیث کی اباحت کو معمول بہ کہا جاوے تو اس عام میں سے اسکو خاص کیا جاویگا تاکہ دلائل شرعیہ میں تعارض نہ ہو تیسرے مقیس علیہ اور مقیس میں تماثل نہیں پس قیاس مع الفارق ہے وجہ فرق ظاہر ہے کہ مقیس علیہ میں خاص

مرہون کو بھی نفع پہنچ رہا ہے جو کہ نفع راہن کا بھی ہے اور اوسکا خرچ بچتا ہے مقیس میں یہ بات کہاں نیز مقیس علیہ میں مؤنت مرہون کی بذمہ راہن تھی اور منفعت بھی اسی کی تھی حساب میں بعض اوقات خلجان ہوتا ہے بطور صلح یہ صورت تجویز فرمادی بشرطیکہ معروف یا مشروط نہو کما ہو مقتضی النصوص الاخر پس یہ حکم کلی علت کا بالکل درست نہیں۔ ۳۰ ربیع الاول ؁

سوال جس جانور کے اوپر بسم اللہ اللہ اکبر کی جگہ بسم اللہ سنت ابراہیم خلیل اللہ کہکر ذبح کیا جائے آیا وہ شرع کے اندر جائز ہے یا نہیں یہاں تیرچک میں جو کہ راجپوت مسلمان خانپور وغیرہ کے باشندے آباد ہیں یہاں پر ایک قصائی ہے جو کہ ایک فقیر سے اس طریقہ پر ذبح کراتا ہے اور وہ ہمارے کہنے سے بسم اللہ اللہ اکبر کو نہیں مانتا آیا اسکا کہنا شرع کے اندر درست ہے یا نہیں۔

جواب۔ فی الدر المختار فان ذکر مع اسمہ تعالی غیرہ فان وصل بلا عطف کرہ کقولہ بسم اللہ اللھم تقبل من فلان او منی او منہ بسم اللہ محمد رسول اللہ بالرفع لعدم العطف فیکون مبتدا لکن یکرہ للوصل صورۃ ولو بالجر او النصب حرم درر قیل ھذا اذا عرف النحو والاوجہ ان لا یعتبر الاعراب بل یحرم مطلقا بالعطف لعدم العرف بینہم الخ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جو عبارت وہ شخص پڑھتا ہے اوس سے ذبیحہ حرام نہیں ہوتا البتہ اسطرح پڑھنا خود مکروہ ہے۔ ۹ ربیع الثانی ؁ھ

سوال۔ ایک عورت اس صورت پر ہے کہ فقط پیشاب کر سکتی ہے اور اوسکا شوہر اوس سے وطی نہیں کر سکتا اور اوسکو حیض بھی نہیں آتا اب اس حالت پر اسکے شوہر نے اوسکو تین طلاق دیدیں پھر اوس عورت کا شوہر دوبارہ اوسکو اپنے یہاں لانا چاہتا ہے اب کس صورت پر لا سکتا ہے تحلیل کرنا پڑیگا یا نہیں اگر تحلیل کرنا پڑے تو کسطرح پر کرے عدت ہوگی یا نہیں تحلیل کے واسطے دخول ہونا چاہیے اب دخول نہیں ہو سکتا بباعث تنگی محل کے۔

جواب۔ فی الدر المختار احکام الخلوۃ الصحیحۃ والخلوۃ بلا مانع حسی وطبعی وشرعی ومن الحسی رتق بفتحتین التلاحم وقرن بالسکون عظم وعفل بفتحتین غدۃ الخ فی رد المحتار القرن فی الفرج مانع یمنع من سلوک الذکر فیہ اما غدۃ غلیظۃ او لحم او عظم الخ وفی الدر المختار بعد العبارۃ المذکورۃ کالوطء الی قولہ فی ثبوت النسب۔

۱۳۸

حصہ سادسہ حوادث الفتاوی

از ۱۳۳۶ ہجری

(ملاحظہ ہو تمہید حصہ ثانیہ)

سوال

ایک شخص نے اپنی خوشدامن کا بیمہ موت فنڈ میں کرا رکھا ہے اور بعد میں معلوم ہوا کہ یہ درست نہیں اس کی بابت کیا حکم ہے اور اس بیمہ کو پانچ سال ہو چکے ہیں بارہ روپیہ سالانہ کے قریب دیا جاتا ہے۔

الجواب

واقعی یہ سود اور قمار کے جامع ہونے کے سبب حرام ہے مگر جتنا روپیہ داخل ہو چکا ہے اوس کا وصول کر لینا جس حیلہ و عنوان سے ممکن ہو جائز ہے کتبہ اشرف علی قرب ۱۳۳۶ھ

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر رویت ہلال عید کی خبر کسی معتبر شخص سے بذریعہ ٹیلیفون معلوم ہو تو عند الشرع وہ معتبر سمجھی جائیگی یا نہیں۔
(۲) اگر رمضان المبارک کے چاند کی خبر مذکورہ بالا طریقہ سے معلوم ہو تو معتبر مانی جائیگی یا نہیں۔

الجواب عن السوالین

گو ان دونوں ہلالوں کے شہادت میں بعض احکام میں اختلاف یعنی تفاوت بھی ہے لیکن یہ شرط مشترک ہے کہ شاہد عدل یا مستور یعنی غیر معلوم الوصف ہو اور یہاں وہ خود غیر معلوم الذات ہے باقی آواز اول تو ٹیلیفون میں صاف پہچانی نہیں جاتی دوسرے اگر پہچانی بھی جاوے تب بھی

آوازوں میں تشابہ ہوا کرتا ہے اور جو شرط ہے محتجب کے تعیین کی (کہ اس کے تکلم کے وقت دو معتبر شخص اسکو دیکھ رہے ہوں اور وہ اسکو دیکھکر کہیں کہ یہ متکلم فلاں شخص ہے اور یہ محتاج الی التعیین اسوقت ان دونوں کو دیکھ رہا ہو) یہ یہاں ممکن نہیں لہذا یہ شہادت ٹیلیفون کے واسطہ سے رمضان یا فطر میں معتبر نہیں فی الدر المختار (جلد ۲) للصوم مع علۃ کغیم وغبار خبر عدل او مستور علی ما صححہ البزازی علی خلاف ظاہر الروایۃ لا فاسق اتفاقا الخ (فیہ جلد ۴) ولا یشہد علی محتجب بسماع صوتہ الا اذا تبین القائل الی قولہ ثم شہادۃ اثنین انہا فلانۃ بنت فلان الخ ۔ ۲۰ رجب ۱۳۳۵ھ

تحقیق حکم ترجمہ قرآنیہ در نظم

بعد الحمد والصلوۃ ، احقر کو آخر ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ میں اتفاق مظفر نگر جانے کا ہوا تو وہاں ایک صاحب نے جو ایک معزز عہدہ پر ہیں مجھکو اوّل کے چار سیپارے قرآن مجید کے جنمیں تحت اللفظ اردو ترجمہ منظوم لاہور کا چھپا ہوا ہے دکھلا کر اوسکے متعلق میری رائے دریافت فرمائی سفر میں دیکھنے کا وقت نہ ملا وطن واپس آکر کہیں کہیں سے دیکھا اب اپنی رائے عرض کرتا ہوں ۔ یہاں دو مقام پر کلام ہے ایک یہ کہ خود وہ ترجمہ کیسا ہے دوسرے نظم میں ترجمہ قرآن کا کرنا کیسا ہے سو امر اوّل کی کیفیت اجمالاً تو اس سے ظاہر ہے کہ مترجم نے خطبہ میں یہ شعر لکھا ہے ؎

اور وہ ڈپٹی نذیر احمد کا بھی ترجمہ پیش نظر تھا خوب ہی

نیز آل عمران کے آخر میں رابطوا کے ترجمہ میں جہاں کئی قول نقل کئے ہیں وہاں یہ شعر بھی ہے ؎

اور ہیں یوں لکھتے نذیر احمد ایسے کہ رہو تیار دشمن کے لئے

اس سے صاف واضح ہے کہ مترجم صاحب ڈپٹی صاحب کے معتقد ہیں اور ڈپٹی صاحب کے ترجمہ و عقیدہ و تحقیق کی کیفیت بندہ کے رسالہ اصلاح ترجمہ دہلویہ سے ظاہر ہے پس جسطرح وہ معتبر نہیں اسی طرح اونکے معتقد کے ترجمہ کا بھی اعتبار نہیں رہا کہ غیر معتبر کو معتبر سمجھنا خود دلیل ہے غیر معتبر ہونیکی اور تفصیلاً مقامات متفرقہ کے دیکھنے سے ظاہر ہے چنانچہ اسوقت ایک مقام جو نمونہ کے لئے کافی ہے میری نظر میں سورۂ بقرہ کے تین پاؤ پر دو آیتیں ہیں اول واذا طلقتم النساء فبلغن اجلہن فامسکوہن الآیہ اور دوسری اوسی کے قریب واذا طلقتم النساء فبلغن اجلہن فلا تعضلوہن الآیہ اوّل آیت کا ترجمہ

یہ کیا گیا ہے ؎

اور جب تم دوسری دیدو طلاق   عورتوں کو اپنے ہے پھر فراق

اور دوسری آیت کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے ؎

اور جب تم تیسری دیدو طلاق   عورتوں کو ہے پھر کامل افتراق

اہل علم اس بات کو جانتے ہیں کہ آیت اولیٰ میں دوسری کی قید اور آیت ثانیہ میں تیسری کی قید زیادت علی القرآن ہے جسکی کوئی دلیل نہ قرآن میں ہے نہ سیاقاً اور سباقاً نہ قواعد شرعیہ میں سے آیت اولیٰ کے قبل یہ ہے فان طلقها فلا تحل له الخ یہاں تیسری طلاق مراد ہے اور اسکے بعد کوئی ذکر پہلی طلاق کا نہیں جس کے قرینہ سے آیت اولیٰ میں دوسری طلاق مراد لیجاوے اور پھر اوسکے قرینہ سے آیت ثانیہ میں تیسری طلاق مراد لی جاوے پھر جو حکم ان دونوں آیتوں میں مذکور ہیں یعنی فامسکوہن آیت اولیٰ میں اور لا تعضلوهن آیت ثانیہ میں وہ مخصوص نہیں دوسری اور تیسری کے ساتھ یعنی لف و نشر مرتب کے طور پر بلکہ حکم اول شامل دوسری طلاق کے پہلی طلاق میں بھی ہے۔ اسی طرح حکم دوم شامل تیسری طلاق کے پہلی اور دوسری میں بھی ہے جبکہ ازواج سے مراد نئے ازواج لئے جاویں اور اگر ازواج سابقین مراد ہوں جیسا کہ بہت مفسرین اسی طرف گئے ہیں اور اسباب نزول بھی اسکے موافق ہیں تو پھر تو تیسری طلاق سے اس کی تفسیر کرنا محض باطل ہے کیونکہ تیسری میں یہ حکم ہے ہی نہیں اسی وقت اتفاق سے ایک اور مقام نظر پڑ گیا اس رکوع سابق کے بعد متصل رکوع میں یہ ارشاد ہے ما لم تمسوهن او تفرضوا لهن فريضة اس میں تفرضوا کا عطف تمسوهن پر ہونے سے تقدیر عبارت کی یہ ہے او لم تفرضوا لهن اور بالاجماع نفی دونوں کی مراد ہے اور یہی ایک صورت ہے جسمیں بجائے مہر کے یہ حکم ہے متعوهن اسکا ترجمہ یوں کیا ہے ؎

کہ نہ مس تم نے کیا ہو کچھ جنہیں   یا ہو ٹھیرایا جنہیں کچھ مہر ہیں

تو اس ترجمہ میں کتنی بڑی غلطی ہے کہ مراد تو یہ ہے کہ نہ ٹھیرایا ہو اور ترجمہ یہ کیا ہے کہ ٹھیرایا ہو بالکل ہی تحریف ہے اور علاوہ قواعد عربیہ اجماع کے بعد والی آیت خود اس ترجمہ کی تغلیط کرتی ہے وہ یہ ہے وقد فرضتم لهن فريضة چنانچہ اوسکا ترجمہ خود بھی یہ کیا ہے ؎ اور حقیقت میں ہو تم ٹھیرا چکے تم اور ظاہر ہے کہ یہ صورت مقابل ہے پہلی صورت کے اور ترجمہ مذکورہ سابق پر دونوں صورتیں ایک ہو جاویں گی تو

حکم بھی ایک ہونا چاہیے حالانکہ نصاً مختلف ہے اور بھی کئی مقام اسوقت نظر میں ہیں مگر تطویل ہوتی ہے جب دو رکوع میں یہ حالت ہے تو قرآن بھر میں کیا ہوگا اور غلط ترجمہ لکھنے اور پڑھنے کے جو مفاسد ہیں کہ احکام کو غلط سمجھے گا ظاہر ہے اور یہی ایک امر کافی ہے ایسے ترجمہ کے خریداری اور تجارت کے ناجائز ہونے کے لئے۔ پھر علاوہ غلطی ترجمہ کے زبان بھی بہت جگہ غلط ہے جسکا اثر پھر ترجمہ اور مضمون پر پڑتا ہے چنانچہ غرضوا کا جو ترجمہ اوپر نقل کیا ہے اوسمیں ہے سے یا ہو ٹھیرایا جنھیں کچھ مہر میں۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ مہر میں اُن عورتوں کو ٹھیرایا ہے جیسے کوئی غلام لونڈی جو کہ مال ہے مہر میں ٹھیرالیں حالانکہ مطلب یہ ہے کہ اونکے لئے مہر نہ ٹھیرایا ہو اور فصاحت اور شعریت کا تو تمام ترجمہ میں نام ونشان نہیں۔ یہ تو مختصر کلام تھا مقام اوّل کے متعلق یعنی یہ امر کہ خود یہ ترجمہ کیسا ہے اب دوسرا مقام رہا یعنی یہ کہ نظم میں ترجمہ قرآن کا کرنا کیسا ہے سو اسمیں ایک بڑا مفسدہ تو یہ ہے کہ ترجمہ بعینہ محفوظ نہیں رہ سکتا ضرورت شعر و وزن سے ضرور اسمیں کمی بیشی اور اگر کمی نہ ہو تو بیشی تو ضرور ہوگی پھر جب وہ تحت اللفظ لکھا ہوا ہے تو دیکھنے والے یہی سمجھیں گے کہ یہ سب ترجمہ ہے حالانکہ اوسمیں ترجمہ پر زائد الفاظ بھی بہت سے ہیں چنانچہ ترجمہ متکلم فیہا میں اس سے کوئی شعر بھی خالی نہیں اِلّا نادرًا والنادر کالمعدوم اور اوسکے متعلق پارہ الم کے آخر میں ضروری التماس کے عنوان میں مترجم نے جو عذر کیا ہے "بظاہر جو کچھ الفاظ کسی جگہ کسی ضرورت سے لئے گئے ہیں وہ خاص اسی مطلب کو ادا کرنے کیلئے ہیں اور وہ بھی خاص الفاظ قرآنی کے الف لام اور تنوینات وغیرہ ہی کے معنے ہیں یا مقدرات محذوفہ کا اظہار ہے نہ کہ کوئی زائد عبارات وغیرہ" یہ کہیں کہیں تو واقع ہے لیکن بکثرت اس کے خلاف واقع ہے مثلاً یہ آیت ہے واذ قال موسیٰ لقومہ یٰقوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الیٰ بارئکم فاقتلوا انفسکم ذٰلکم خیر لکم عند بارئکم فتاب علیکم انہ ھو التواب الرحیم اسکا جو ترجمہ کیا ہے جسکو میں نے طول کے سبب نقل نہیں کیا اوسمیں الفاظ ذیل کس تنوین یا الف لام وغیرہ کلمات قرآنیہ کا ترجمہ ہے یا کس مقدر کا اظہار ہے ۱؎ خود ۲؎ برملا ۳؎ اپنے شرک سے ۴؎ باتخاذکم العجل کے اس ترجمہ کے اکثر الفاظ ؎

چونکہ بے بیٹھے پرستش تم سبھی ! وہ جو اک بچھڑے کے بت کی آپ ہی

۵؎ جو لازم ہے تمھیں ۶؎ جناب پاک ۷؎ بحکم ایزدی ۸؎ جو ۹؎ ارشاد سے ۱۰؎ اکرم۔

۴۸

سوال گذارش خدمت عالی میں یہ ہے کہ حضرت کا بعض شدید موانعات کے سبب سے مدرسہ ...... کے سالانہ جلسہ میں شرکت نفرمانا اہل مدرسہ کے لئے خصوصاً اور باشندگان ...... کے لئے عموماً قابل افسوس ہونے کے علاوہ باعث غم وملال واقع ہوا ہے جو مستغنی عن البیان ہے جلسہ ہونے کو ہوا لیکن وہ لطف کہاں جو جناب کی شرکت سے ہوتا حضرت نے چونکہ حافظ ...... صاحب کو عنقریب ہی تشریف آوری کی اُمید دلادی ہے اسوجہ سے تقسیم انعام حفاظ کی ودستار بندی کو اسوقت تک ملتوی کردیا ہے باشندگان ... واللہ آپ کے بیان وزیارت کو ترستے ہیں۔ مجھے جلسے کے موقع پر اسکا پورا اندازہ ہوچکا ہے خداوند جلد وہ دن لاوے کہ آپ یہاں رونق افروز ہوں۔ اسوقت اگرچہ جلسہ میں حضرت نہ تھے مگر جناب کے دعوات باطنیہ کا اثر کرامت کی صورت میں میں نے اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا کہ بحمد اللہ جلسہ نہایت آب وتاب اور خیر وخوبی کے ساتھ انجام کو پہونچا اور امید سے زیادہ کامیابی ہوئی جس کی بحیثیت سرپرستی حضور کو مبارکباد دیتا ہوں ع گر قبول افتد زہے عزوشرف۔ خیریت کار لائقہ سے مطلع فرماویں۔

جواب۔ رنج وملال ناشی محبت سے ہوا ہے اللہ تعالیٰ اس محبت کی سب احباب کو جزائے خیر عطا فرماویں۔ باقی خدا تعالیٰ نے آنکھوں سے دکھلا دیا کہ دین کا کوئی کام کسی خاص شخص پر موقوف نہیں ہے۔ میرے نہ آنے کی ایک یہ حکمت بھی قدرتی طور پر ظاہر ہوگئی تاکہ آئندہ کسی پر اصرار کیا جاوے اور یہ نظر کیجاوے کہ اس بنار پر مصلحت یہ ہے کہ تقسیم انعام ودستار بندی حفاظ کو بھی میرے آنے پر نہ رکھا جاوے۔ باقی جو اس برکات کو جو میری دعا کا اثر قرار دیا ہے بے تکلف بات یہ ہے کہ یہ محض تکلف ہے دوسرے سچ یہ ہے کہ یہ گمان بلا دلیل بھی ہے جسکو لاتقف مالیس لک بہ علم میں روکا گیا ہے اور آپ نے جو مبارکباد دی ہے میں اسکو دل وجان سے قبول کرتا ہوں مگر نہ اس بنار پر جو آپ نے تجویز فرمائی ہے یعنی سرپرستی کیونکہ جب سرپرستی نہیں ہے تو بنار الفاسد علی الفاسد ہے گویا آپ مبارکباد کو معدوم کرنا چاہتے ہیں بلکہ اس بنار پر قبول کرتا ہوں کہ اسلامی کام ہے اوسکی کامیابی پر سب مسلمان ایک درجہ میں مستحق مسرت کے ہیں۔

سوال مسئلہ ذیل مرقومہ بہشتی زیور دیگر تصنیفات کے خلاف معلوم ہوتے ہیں براہ کرم اوسکی تشریح فرماکر ممنون منت فرماویں۔

(۱) حصہ ۴ صفحہ ۷ (عبارت بہشتی زیور) جب تک اپنی بہن نکاح میں رہے تب تک نکاح بہنوئی سے درست نہیں۔ البتہ اگر بہن مرگئی یا اُس نے چھوڑ دیا اور عدت پوری ہو چکی تو اب بہنوئی سے نکاح

۸۳

درست ہے اور عدت پوری ہونے سے پہلے نکاح درست نہیں انتہی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ کے انتقال کے بعد عدت گذرنے تک اپنی سالی سے نکاح کرنا درست نہیں۔ مگر دوسرے علماء کی تصنیف میں یہ مرقوم ہے کہ عورت کے مرنے سے مرد پر عدت لازم نہیں آتی۔ لہذا زوجہ کے انتقال پر ایک روز کیوں نہ گذرے سالی سے نکاح درست ہے۔ ان عبارات سے مضمون مندرجہ بہشتی زیور خلاف معلوم ہوتا ہے لہذا اس کی تشریح صاف فرمائی جاوے۔

(۲) حصہ ۴ صفحہ ۱۶ (عبارت مسئلہ بہشتی زیور) جس مرد کے نکاح میں چار عورتیں ہوں اب اس سے پانچویں عورت کا نکاح درست نہیں اور ان چار میں سے اگر اس نے ایک کو طلاق دیدی تو جب تک طلاق کی عدت پوری نہ ہو چکے کوئی اور عورت اس سے نکاح نہیں کر سکتی انتہی۔ مسئلہ ہذا بھی مسئلہ مذکورہ کی طرح تشریح طلب ہے کہ چونکہ جب مرد کو عدت کی ضرورت نہیں تو چوتھی عورت کی بھرتی کے لئے عدت کی قید کیوں لگائی گئی۔

الجواب علی ترتیب السوال (۱) یہ جملہ کہ عدت پوری ہو چکی صرف متصل کے جملہ سے متعلق ہے یعنی اس نے چھوڑ دیا۔ دور کے جملے سے متعلق نہیں ہے یعنی بہن مر گئی۔

(۲) کیوں کے جواب کی تو ضرورت نہیں البتہ اگر اسکے خلاف کہیں مسئلہ دیکھا ہو جیسا شروع خط میں آپنے تحریر فرمایا ہے کہ دیگر تصنیفات کے خلاف معلوم ہو رہے ہیں تو اوسکا حوالہ دیجئے۔

سوال — ۸ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ یوم چہارشنبہ کو حضور کی خادمہ مسماۃ محمدی جنسے قریب ۲۵ یوم کے ہوا حضور نے اوسکی بعد التجا بیعت سے مشرف فرمایا تھا انتقال ہو گیا حضور کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اوسکا خاتمہ بخیر فرمایا اخیر وقت تک کلمہ شریف کا ورد زبان پر جاری تھا اور اوسی پر خاتمہ ہوا حضور مرحومہ کی مغفرت کے لیے دعا فرمائیں۔ علاوہ التماس ہے کہ لوگوں کی رائے ہے کہ مرحومہ کی قبر حسب اجازت حضور جسطرح سے شرعاً جائز ہو پختہ بنوا دیجاوے اسوجہ سے کہ قبر بالکل نشیب میں ہے بارش میں پانی جمع ہو جاتا ہے اگر اجازت ہو تو چاروں طرف سے پختہ کرا دیجاوے اور بیچ میں کچی رہے یا اور جس طرح سے جائز اور مناسب ہو امید کہ جواب سے مشرف فرمایا جاوے۔

جواب — مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہوں۔ قبر کا پختہ بنانا ناجائز ہے نشان کیواسطے قبر کے سرہانے کوئی درخت لگا دیجئے یا کوئی لمبا سا پتھر نصب کر دیجئے مگر ویسے ہی زمین میں گاڑ دیا جاوے چونے

نصب نہ کیا جاوے برسات کے دنوں میں اوسکے آس پاس ڈھلواں پشتہ کچی مٹی کا بنادیا جایا کرے اگر پھر بھی قبر دھنس جاوے اور مٹی ڈال دی جایا کرے اسمیں ایک نفع یہ بھی ہے کہ قبر اور صاحب قبر سے ہمیشہ تعلق رہے گا، ورنہ پختہ بنا دینے سے پھر کوئی جاکر پھرے گا بھی نہیں اور اسی پر کیا منحصر ہے جتنے احکام شرعیہ ہیں سب میں دنیوی مصلحت بھی ہوتی ہیں۔ والسلام ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ۔

سوال۔ مولوی...... الہ آبادی میرے موضع میں بغرض تحصیل چندہ تشریف لائے تھے میں نے اونکی خدمت میں ایک رقم صرف اونکے لئے پیش کی میرے موجودہ حالات اکثر حضرات نے میری عدم موجودگی میں ان سے کہے جب میں اونکی خدمت میں حاضر ہوا تو اونھوں نے حضور والا کے اکثر مسائل شرعیہ سے اختلاف کیا اور بے حد مخالفت ظاہر کی۔ یہ فعل اونکا مجھے بیحد ناگوار ہوا، اور مجھے اپنے اس حق خدمت کے ادا کرنے پر افسوس ہوا کہ میں نے مولانا کے مخالف کی خدمت کیوں کی۔ مجھکو تو اونکے پاس نہ آنا چاہیے تھا۔ منجملہ اور شکایات کے ایک بات یہ بھی کہی کہ جب تک مولانا (یعنی حضور والا کے یہاں) کوے کا گوشت نہیں کھلا لیتے او سوقت تک کسی طالب علم کی دستار بندی نہیں کیجاتی مجھے بیحد جوش آیا کہ میں کچھ سخت جواب دوں مگر یہ خیال ہوا کہ یہ بھی نائب رسولؐ ہیں ان کی اس سخت گوئی کا نتیجہ ان کو اللہ دیگا۔ میرا کچھ کہنا داخل بے ادبی وگستاخی ہوگا۔

جواب۔ اس سے زیادہ دل خوش ہوا کہ آپنے معترض صاحب کو جواب نہیں دیا ایسے موقعہ پر قیل وقال کرنا میرے مذاق کے بالکل ہی خلاف ہے اور میں اپنے ایسے طرفدار سے سب سے پہلے ناراض ہوتا ہوں اسواسطے کہ یہ حرکت محض لایعنی اور غیر مفید ثابت ہوئی ہے اور لایعنی امر کو مبغوض رکھنا امر شریعت ہے اس لئے ایسے شخص سے مجھکو نفرت ہوتی ہے دوسرے دنیا کے اعتبار سے بھی ایسا شخص سبب بنجاتا ہے زیادہ سب وشتم کا تو گویہ شخص صورۃً خیر خواہ ہے مگر معنےً بدخواہ ہے۔ الحمد للہ کہ آپ نے میرے مذاق کے موافق عمل کیا جزاکم اللہ۔ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ۔

ایک صاحب جو حضرت سے تربیت و اصلاح کا تعلق رکھتے تھے اونھوں نے ایک رسالہ اثبات جمعہ فی القریٰ کے متعلق مجتہدانہ طرز پر لکھا وہ رسالہ حضرت مدظلہ کی نظر سے گذرا اس کے متعلق اونکے نام یہ تحریر روانہ فرمائی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مجھکو بحیثیت اس تعلق کے جو آپکو میرے ساتھ ہے یعنی اصلاح و تربیت کی

ایک سخت شکایت ہے بشرطیکہ اُس تعلق کو آپ رکھنا بھی چاہیں ورنہ مجھکو اتنا جواب لکھدینا کافی ہے کہ اب وہ
تعلق میں نہیں رکھنا چاہتا اس صورت میں پھر اپنے سب خطابات کو واپس لیونگا اور وہ شکایت آپکا
ایک رسالہ دیکھنے سے پیدا ہوئی جسکا آپنے کبھی ذکر تک نہیں کیا حالانکہ ایسے اہم امر میں ضروری تھا کہ
اُس تعلق مذکور کے سبب مشورہ کر لیتے اور اگر مشورہ کی اس لئے حاجت نہ تھی کہ آپکو حق یقیناً متعین ہوگیا
اور اوسکے خلاف آپ کے نزدیک ضلالت ہے اور آپکو یہ توقع نہ تھی کہ میں اس امر حق میں جسکا خلاف
یقینی ضلالت ہے آپکی ہم نفقت کرونگا تو ایسے متعصب شخص سے آپکو وہ تعلق رکھنا جائز نہ تھا جس سے
اُس شخص کو بھی یعنی مجھکو اور دوسرے مسلمانوں کو بھی دھوکہ ہو کہ من غشنا فلیس منا حدیث ہے۔ اس رسالہ
میں آپکی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نافیین جمعہ فی القریٰ کو نص کا مخالف قرار دے رہے ہیں اور
آپ کے نزدیک ان نافین کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ سو مہربانی کرکے آپ یہ بتلایئے کہ آپنے اس
دعوے کے متعلق احناف کی کیا کیا کتابیں دیکھی ہیں اور کن کن علماء احناف سے آپنے رجوع کیا ہے
اور جو شبہات اس رسالہ میں دلائل نافین پر آپنے لکھے ہیں اُن شبہات کا جواب کس کس رسالہ میں
آپکی نظر سے گذرا ہے یا وہ رسائل ہی آپنے نہیں دیکھے شق ثانی پر کیا یہ حکم بلیغ فہیں ہے اور شق
اول پر کیا اُن جوابوں سے تعرض کرنا آپ کے ذمہ ضروری نہ تھا پھر ایک یہ امر قابل نظر ہے کہ آپنے یہ رسالہ
مقلدانہ لکھا ہے یا محققانہ۔ شق اول پر آپنے کسکی تقلید کی ہے اور شق ثانی پر کیا آپ میں شرائط اجتہاد
و تحقیق کے مجتمع ہیں جنکو آپنے صفحہ میں خود لکھا ہے اگر یہ شرائط مجتمع ہیں تو مسئلہ جمعہ فی القریٰ ہی کی کیا
تخصیص ہے کیا سب مسائل فرعیہ میں آپ کے ذمہ واجب نہیں کہ اجتہاد سے کام لیں اور جہاں جہاں
بزعم آپ کے دلائل حنفیہ کے ضعیف ہوں اون سب مسائل میں تقلید حنفی کو چھوڑیں اگر واجب ہے تو
آپنے یہ واجب کہاں ادا کیا آپکی وہ تحقیقات ایسے مسائل کے متعلق کہاں مجتمع ہیں اور اگر واجب نہیں
تو مسئلہ جمعہ اور دیگر مسائل میں کیا فرق ہے۔ اگر لفظی بحث سے نفرت نہ ہوتی تو میں اس رسالہ ہی سے
ثابت کر دیتا کہ آپکو عبارت تک لکھنا نہیں آتی اور نہ آپنے فقہاء کے اقوال کو سمجھا ہے۔ بہرحال ان
سب مواخذات سے قطع نظر کرکے اخیر بابت یہ لکھتا ہوں کہ اگر اس مسئلہ میں مانعین قیاسات عقلی
سے جو کہ دلائل شرعیہ سے خالی ہیں بالنص صریح میں دخل نا روا و بیجا دینے والے ہیں جیسا آپنے
صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے ... بعض تعصب سے مخالفت کرنے والے ہیں جیسا کہ صفحہ ۲۱ میں ہے۔

۸۶

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹائٹل کے اڑھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عہ ہے۔

(۶) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے عہ کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے ان کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۵ ہجری سے بھیجے جاوینگے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاوے گی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردیجاوے گی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی **شبیر علی** صاحب برادرزادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) **الامداد** کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کے لئے جوابی خط آنا چاہیے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

راقم

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

۵۰ دلیل اس عقد کے جواز کی رد المحتار مطبوعہ مصر ۱۲۹۱ ہجری جلد رابع صفحہ ۱۹۰ ... ۱۲ ...

قرآن مجید مع ترجمہ و تفسیر

حضرت مفسر تھانوی دامت برکاتہم

کی پختہ قیمت

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ قرآن مجید مع تفسیر چار پارے چھپکر طیار ہوگئے
ہیں اور آئندہ سلسلہ جاری ہے میعاد رعایت ختم ہوگئی اور جن حضرات کو اس
رعایت سے فائدہ اٹھانا مقدر تھا انھوں نے فائدہ اٹھایا اب میعاد ختم ہوئی
لہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ **قیمت** پختہ اصلی عـہ۱۲ ہے اور جو حضرات خریدار
الامداد یا حسن العزیز ہوں اور پیشگی قیمت ارسال فرماویں ان کیلئے
عـہ۱۱ اور خریداران الامداد و حسن العزیز کیلئے اگر پیشگی قیمت ارسال فرماویں تو ملے ورنہ
لعہ ہے۔ حضرات تاجرین بذریعہ خط و کتابت معاملہ طے فرما سکتے ہیں +

نوٹ - یہ سب قیمتیں علاوہ محصول اور غیر مجلد قرآن مجید کی ہیں جو
حضرات حنا شدہ کلام مجید لینا چاہیں وہ ہر قیمت میں ایک روپیہ زائد
ارسال فرماویں اور کوپن میں حنا شدہ کی قید لگادیں۔ والسلام

ملنے کا پتہ۔ دفتر الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

رجسٹرڈ نمبر ۲۷۰

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علما

وقال ابن مسعود کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا

امتثالاً للآیۃ کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم وامداداً للحدیث
کہ دال است بر مندوبیت قدرے از فصل در ارشاد صحیفۂ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خصوصاً سلسلہ ودائرہ

یعنی بامداد الفتاویٰ فی الفقہ والعقائد وحوادث الفتاویٰ فی ما یتعلق بالمسائل الجدیدۃ وتربیۃ السالک
فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ وملفوظات خیرت
فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آں از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب
مد ظلہ است بازحل آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ صاحب
کہ لقب صحیفۂ شہریہ ست بہ تبرک بنام نامش نیز خاصۃ الاشتات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل است

عدد (۱۲) بابت ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۶ ہجری جلد (۳)

بادارۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

	یافت امداد المطابع انتظام		این صحیفہ کا مدش امداد نام	

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ جمادی الثانی ١٣٣٦ھ

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی
خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے
شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہو۔ (مدیر رسالہ)

تب تو آپ پر شرعاً واجب ہے کہ بوجہ اس کے کہ میں بھی مانعین میں ہوں آپ نقض بیعت کا اعلان کردیں تاکہ آپ ایک گمراہ کے تعلق کے وبال سے بچیں اور مسلمان دھوکے سے بچیں اور اگر مانعین میں بھی احتمال حق کا ہے تو آپ ایسے سخت غیر مہذب دعووں سے دست بردار ہو کر اعلان کریں کہ میرا فلاں رسالہ قابل اعتبار نہیں میں اس سے رجوع کرتا ہوں لوگ علماء سے تحقیق کر کے عمل کریں میرے فتوے پر عمل نہ کریں جواب بہت جلدی دیجئے والسلام۔ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ

سوال

شامی میں بعض مشائخ کا یہ مقولہ نقل کیا ہے کہ (اگر شب استخارہ میں) خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو وہ امر خیر ہے اور اگر سیاہی یا سُرخی نظر آوے وہ امر شر ہے اُس سے اجتناب لازم ہے۔

جواب۔

خود یہی تفصیل بے دلیل ہے۔

سوال

میں حسب ارشاد دعاء حزب البحر بعد نماز صبح روزانہ پڑھتا ہوں اگر کچھ اور پڑھنے کے لئے مناسب خیال فرماویں تو ارقام فرماویں۔

جواب

سب کا ایک ہی اثر ہے کسی کا اثر اختیاری نہیں۔

سوال

آج صبح سے میں نہایت پریشان ہوں کیونکہ شب گذشتہ کو یعنی شب مابین ۲۳ و ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۴ء یوم منگل و بدھ میں میں نے عجیب پریشان خواب دیکھا ہے۔ اوّل تو یہ ہے کہ میں ..... میں ہوں اور ہمارے گھر کے سامنے کی مسجد میں رسول اللہ صلعم تشریف فرما ہیں بہت لوگ ہیں اور میں بھی ہوں آپ نے کوئی نماز بالجہر پڑھائی جماعت میں لوگ بکثرت تھے میں بھی تھا مگر نماز حضور نے اُردو میں پڑھائی گو رکوع سجود بھی فرمائے مگر رکوع سجود میں تکبیرات نہیں کہی گئی اس لئے بعض مقتدی صحیح اتباع جماعت نہ کرسکے بعد اختتام نماز کے حضور وہیں تشریف فرما رہے اور میں قدمبوسی کرتا رہا۔ بعد تشریف لیجانے کے لوگوں میں چرچا ہوا کہ یہ کیسی نماز تھی جس میں قرآن شریف اور تکبیرات نہیں ہوئی۔ اور اُردو میں حضور نے کیوں پڑھا

۸۷

اُن لوگوں نے مجھسے اسکا سبب دریافت کیا تو میں نے کہا کہ اِس نماز سے یہ تلقین مراد تھی کہ اُمّت میں جس کسیکو کوئی حاجت پیش آوے اور وہ خدا سے دعا مانگے تو اسکو چاہئے کہ اُردو میں دعا مانگے تاکہ اپنا صحیح مافی الضمیر ادا کرسکے اور دعا کو بحالت قیام یا بحالت رکوع یا بحالت سجود یا بحالت قاعدہ مانگا کرے اِس سے اُن دریافت کرنیوالوں کی کچھہ تسکین سی ہوگئی مگر ایک شخص نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ مراد ہو کہ آیندہ سے جماعت اُردو میں ہوا کرے کیونکہ عربی قرآن کے صحیح پڑھنے والے کم رہ گئے ہیں جسمیں غلطی زیادہ کرتے ہیں۔ پھر آنکھہ کھل گئی۔ تو قریب ۲ بجے شب کے وقت تھا۔ میں پھر سوگیا اور پھر خواب میں دیکھا کہ میں اپنی دختر کے بوسے لے رہا ہوں اور ننگے لگا رکھا ہے اِس سے زیادہ کچھ نہیں ہوا کہ اچانک کوئی چلا ہے۔ وہیں میری دختر نے کچھہ کھڑے ہوکر بیان کرنا چاہا تو میں اپنے جی میں ڈرا کہ شاید میرے اُس بوسہ دینے کی شکایت کردے مگر اُس نے کچھہ علمی بات کہی جو مجھے اسوقت یاد نہیں رہی پھر آنکھ کھل گئی اِن دونوں خوابوں سے میں بہت پریشان ہوں اُمید ہے کہ اِن خوابوں کی تعبیر سے معزز فرماکر اور دعا خیر میں بندہ کو بھی یاد رکھئے۔ پچھلے خواب کا تو مجھے کبھی خیال تک بھی نہیں گیا جواب کیلیے ایک ٹکٹ آدہ آنہ کا ملفوف ہے اور کاغذ رکھدیا امید کہ جلد تر جواب باصواب سے معزز فرماوینگے تاکہ پریشانی دُور ہو۔ میرے لئے مغفرت کی دعا فرمائے اور جو بُرائی کہ اِن دونوں خوابوں میں یا اِن میں سے کسی ایک میں مستتر ہو اُس کے رد کے لئے دعا فرمائے۔

جواب

جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آئینہ ہیں۔ ہم کو اپنے حالات حضور کی ذات مبارک میں مشاہدہ ہوتے ہیں زمانہ خود رائی کا ہے۔ دین میں جو جو کچھہ رائیں لگائی جاتی ہیں ظاہر و باہر ہیں۔ گو کسی کے ایسے خیالات خود نہوں مگر ایسیوں کی صحبت و اختلاط و مکالمت سے تو وہ مکالمت بغرض رد ہی کے ہو بعض اوقات ضعفاء یعنی غیر راسخ و غیر محقق لوگوں کو نیز اس قسم کے وساوس پیدا ہو جاتے ہیں گو اُن وساوس کو کچھہ وقعت نہ دیجاوے لیکن یہ ضرور ہے کہ اونکا بطلان بھی قلب میں باوقعت نہیں رہتا پھر شدہ شدہ وہ وساوس خطرہ کے درجہ سے گذر کر حدیث النفس تک پھر اس سے آگے چلکر تردد و خلجان تک پھر اُس سے آگے نکلکر شبہ و شک تک پہونچ جاتے ہیں اور یہی راز ہے اہل ظلمت کی صحبت سے بچنے کا۔ عجب نہیں کہ آپ کو ایسے لوگوں کی صحبت و مکالمت کا اتفاق ہوا ہو جو منصوص مسائل شرعیہ پر بھی

رائے زنی کرتے ہیں چنانچہ میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ اردو میں نماز پڑھنے کی رائے دیتے تھے بلکہ اس باب میں ایک رسالہ بھی شائع ہو چکا ہے جسکا رد علماء نے تو کیا ہی ہے مگر عجب بات یہ ہے کہ سید احمد خاں نے بھی زبانی تقریر سے مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی کے مواجہہ میں بہت زور سے اسکا ابطال کیا ہے۔ پس اگر میرا یہ احتمال صحیح ہے اور غالباً صحیح ہے کیونکہ ایسے لوگ برساتی کیڑے مکوڑوں کی طرح ہر جگہ پھیل رہے ہیں تو ایسی صورت بہت ممکن ہے کہ اونکے ایسے خیال کا عکس آپ پر پڑا ہو پھر وہ آپکا عکس آئینہ مقدسہ میں نمایاں ہوا ہو۔ چنانچہ آپکا ایک جملہ میرے احتمال کو قریب کرتا ہے وہ جو خط کے اخیر میں لکھا ہے کہ پچھلے خواب کا تو مجھے کبھی خیال تک بھی نہیں گیا اسکا مفہوم مقابل قابل غور ہے چونکہ بالکل آخر میں خواب کی محمل مستتر بری کے رد کی دعا بھی چاہی ہے اس بناء پر نیز اپنے اسلامی خیر خواہی کے تقاضا پر بے تکلف عرض کرتا ہوں کہ آپ ایسے حضرات کی صحبت سے اور بدرجہ مجبوری صحبت سے پرہیز نہ ہو سکے تو مذہبی مباحثات سے سخت اجتناب فرمائے اور دوسرا خواب کچھ بھی فکر کے قابل نہیں یہ آپکا پیشہ جس سے آپ منتفع ہوتے ہیں اس شکل مثالی میں نظر آیا کیونکہ دنیا عالم مثال میں بشکل عورت نظر آتی ہے اور اس عورت کا محرم ہونا کہ موصوف بالحرمت ہوتا ہے اشارہ ہے اس پیشہ کے بعض صورتوں کے عدم جواز کی طرف جس سے بچنا تھوڑی سی ہمت پر بہت سہل ہے حق تعالیٰ سے دعائے توفیق کرتا ہوں اور آپ سے اپنے لئے بھی یہی چاہتا ہوں۔

سوال۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے روحانی فیض فقیر پر بحمدہ تعالیٰ روز افزوں ہیں رسالہ التجرح علی ابی حنیفہ دیکھکر فقیر کو بیحد صدمہ ہوا رسالہ کتاب الخفار فقیر کی ایک ہفتہ کی مشقت کا نتیجہ اور گویا بالمعنی اوسکا جواب ہے ملاحظۂ سامی کے لئے مرسل خدمت ہے فقیر نے بمقابلہ غیر مقلدوں کے یہ رسالہ لکھا ہے اس کے متعلق جناب عالی کی کیا رائے ہے جواب نیاز نامہ کا منتظر فرماویں ع برکریماں کارہا دشوار نیست

جواب۔ یہ سامی کتاب الخفار نور بخش چشم ظاہری و باطنی ہوا فنصرتم وانتصرتم و وفیتم و شفیتم فجزاکم اللہ تعالیٰ وبارک فیکم۔ ایک طالب علم نے ایک شبہ پیش کیا کہ اگر ضعف مروی عنہ مستلزم ضعف راوی عنہ کو ہو تو یا تمام اقویاء کی تضعیف کا یا تمام ضعفاء کی تقویت کا التزام کرنا پڑیگا کیونکہ باستثنا

شاذ و نادر کوئی اوثق سے اوثق بھی نقص روایت عن الضعیف سے خالی نہیں اھ چونکہ اسکا کوئی
شافی جواب میرے ذہن میں نہیں آیا اس لئے بمقتضاء تصنیف را مصنف نیکو کند بیان جناب
سامی ہی کو اطلاع کرنا مناسب معلوم ہوا کہ اشاعت ثانیہ کے وقت یا کسی اور موقع پر اس کے
جواب سے بھی تعرض ہوجاوے تو مفید موافقین و مسکت مخالفین ہو باقی دعائے خیر کا طالب ہوں

سوال۔ تفسیر بیان القرآن میں سورہ زمر میں ہے کہ نفخۂ صور کے بارہ میں یہ ہے کہ تین بار ہوگا
ایک فزع کا۔ دوسرے موت کا۔ تیسرے اعادہ کا۔ بندہ کو پانچ آیات ملیں سورہ نمل ویوم ینفخ
فی الصور ففزع الآیہ۔ نیز دوسری جگہ سورہ زمر میں ونفخ فی الصور فصعق الآیہ نیز سورہ زمر
ثم نفخ فیہ اخری فاذا ہم قیام ینظرون چوتھی سورہ یٰسین میں ونفخ فی الصور فاذا ہم
من الاجداث الی ربہم ینسلون پنجم سورہ نبا میں یوم ینفخ فی الصور فتاتون
افواجا تطبیق کسطرح ہے حاشیہ شاہ رفیع الدین صاحب میں ہے ایک نفخہ فنا کا دوسرا زندہ
ہونے کا تیسرا بیہوشی کا بعد حشر چوتھا خبردار ہونیکا اس کے بعد اللہ تعالےٰ کے سامنے ہوجاوینگے
اور سورہ نمل کے حاشیہ میں ہے ایکبار مرنے کیلئے پھونکیگا دوسرا جینے کیلئے اور اسکے بعد فزع کے لئے پھر
بیہوش ہونے کیلئے پھر ہوشیار ہونے کے لئے یہ بہت تعداد ہوگئی۔

جواب۔ تطبیق کے بہت وجوہ ہوسکتے ہیں لیکن ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو ہوں اول جس سے
احیاء کو اول فزع پھر موت اور اموات کی ارواح کو بیہوشی ہوجاوے دوسرا وہ جس سے اہل بیہوشی
کو ہوش اور اہل موت کو حیات ہوجاوے پس سب آیتیں تطابق ہوجاوینگی باقی اسکی کسی خاص تعیین پر
اعتقاد رکھنا فرض نہیں البتہ تعداد کا قائل ہونا واجب ہے۔

سوال (۱۰) ایک صاحب اپنے دوست کے مذہب قادیانی اختیار کرنے اور عقائد مذہب کی اشاعت و تفہیم کی غرض سے
مطبوعہ خطوط انکے پاس بھیجنے کی وجہ سے پریشان ہو کر حضرت کی خدمت میں تمام حالات مع اس مطبوعہ خط کے ارسال کرکے
استدعا کرتے ہیں کہ جماعت مذہب قادیانی کی اس مطبوعہ تحریر کا شافی وکافی جواب مرحمت فرمایا جاوے۔

جواب۔ جواب دو طرح کا ہوتا ہے الزامی اور تحقیقی۔ الزامی کیلئے ضرورت ہے خصم کی کتابیں دیکھنے کی جسکی مجھکو نوبت نہیں آئی اس کیلئے
مونگیر خانقاہ رحمانیہ میں مولوی محمد علی صاحب یا لکھنؤ محلہ پاٹانالہ میں مولوی عبد الشکور صاحب یا مرادآباد مدرسہ امدادیہ میں مولوی
مرتضیٰ حسن صاحب سے خط وکتابت مناسب ہے اور تحقیقی کیلئے میں حاضر ہوں مگر وہ خط وکتابت سے نہیں ہوسکتا ورنہ استعداد مجھکو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکایات الشکایات

مع

درایات الحکایات

(کہ جزوے از مکتوبات خبرت است)

بعد حمد و صلوٰۃ کے یہ احقر عرض رسا ہے کہ ایک مدت دراز سے مجھ پر عنایت فرماؤں کی طرف سے بیجا اعتراضوں کی بوچھار ہے جنمیں سے اکثر کا سبب تعصب تحزب ہے جس کے جواب کی طرف احقر نے اس لئے کبھی التفات نہیں کیا کہ میں اُن اعتراضوں کو قابل التفات نہیں سمجھا نیز یہ بھی خیال ہوا کہ آجکل جواب دینا قاطع اعتراضات نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ مطول کلام ہو جاتا ہے تو وقت بھی ضائع ہوا اور غایت بھی حاصل نہیں ہوئی تیسرے مجھکو اس سے زیادہ اہم کام اس کثرت سے رہا کئے کہ اس کام کے لئے مجھکو وقت بھی نہیں مل سکتا تھا چوتھے میں نے جہاں تک دل کو ٹٹولا ایسے اعتراضوں کے جواب دینے میں نیت اچھی نہیں پائی میں اہل خلوص کو تو کہتا نہیں مگر مجھ جیسے مغلوب النفس کی نیت تو زیادہ یہی ہوتی ہے کہ جواب نہ دینے میں معتقدین کم ہو جاویں گے شان میں فرق آجاویگا جسکا حاصل ارضاء عوام ہے سو طبعاً مجھکو اس مقصود یعنی ارضاء عوام سے غیرت آتی ہے باقی بعض محبین کی یہ توجیہ کہ اعتراض سے عام مسلمانوں کو بدگمانی کا گناہ ہوتا ہے تو جواب سے اونکا اس گناہ سے بچانا ہے تامل کے بعد یہ توجیہ برائے گفتن ہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ مسلمان دوسرے ہزاروں گناہوں میں مبتلا ہیں اونسے بچانے کا اسقدر اہتمام کیوں نہیں کیا جاتا نیز دوسرے

علمائے حقانی سے اگر ایسی ہی بدگمانی ہو جاوے اُس کے رفع کرنے کا وہ اہتمام نہیں ہوتا جو اپنے
نفس یا اپنے کسی معتقد فیہ کے لئے ہوتا ہے بلکہ اس قدر تو کیا کچھ بھی نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات
تو اگر ان بزرگوں سے کچھ چشمک ہوتی ہے تو نفس میں ایک گونہ سرور پایا جاتا ہے کہ اچھا ہوا
ان کی ذرا رسوائی تو ہوئی تدین کا تو مقتضا یہ تھا کہ اگر اپنے یا اپنے اکابر کے کسی مخالف سے بھی
کسی کو بیجا بدگمانی ہو تو اُس کے رفع کے لئے بھی ویسا ہی اہتمام ہو جیسا اپنے یا اپنے اکابر کے لئے
ہوا ہے پھر اس توجیہ کو کیسے قبول کیا جا سکتا ہے اور خیر اگر اپنے کسی بزرگ کیلئے ایسا اہتمام
کرے تو اوسکو نصرت مظلوم میں بھی داخل کر سکتے ہیں جو کہ طاعت ہے مگر اپنے نفس کیلئے ایسا کرنا تو کوئی
طاعت بھی نہیں گو جائز ہو مگر ممکن ہے کہ کسیکو بعض جائز سے بھی طبعاً انقباض ہوتا ہو چونکہ احقر کو اس سے انقباض
ہوتا ہے بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے گویا ہم اس کی خوشامد ہو رہی ہے کہ ہم سے ناراض مت ہونا ہمکو برا مت سمجھنا
ہماری برائی تمسے غلط کہی گئی ہے سو جہاں کوئی دنیوی ضرورت ہو وہاں تو ایسا کرنا بھی مضائقہ نہیں اور
جہاں یہ بھی نہ ہو تو کیوں تعب میں پڑے۔ اور تقلیل منافع مالیہ یا فوت جاہ یہ کوئی معتد بہ ضرر
نہیں جس کے لئے اتنا اہتمام کیا جاوے یہ ہے میرا مذاق اس امر میں۔ پس ان وجوہ سے میں نے
اسکا کبھی قصد نہیں کیا اور نہ اپنے مخصوصین کو اسکی اجازت دی ہاں اگر کسی محض بے تعلق شخص
نے بدون مجھسے مشورہ لئے ہوئے کبھی جواب دیدیا تو نفس کو سرور ضرور ہوا مگر پوچھنے پر مشورہ
بھی کسی کو نہیں دیا۔ لیکن آجکل بعضے نئے اعتراضات سنکر خصوص رسائل **الامداد**
بابت شہور اولیہ سنہ رواں کے مضامین کے متعلق یا بعضے پرانے اعتراضوں کا اعادہ
سنکر قلب میں ایک نیا خیال یہ پیدا ہوا کہ ممکن ہے کہ بعض معتقدین و موافقین کو ابتک ان
اعتراضوں کا علم نہ ہوا اور اس لئے وہ معتقد ہوں اور اگر علم ہو جاتا تو معتقد نہ رہتے تو گویا زمانہ
بقاء عقیدت تک وہ دہوکہ میں رہے۔ اور مسلمانوں کو دہوکہ سے بچانا ضروری ہے جیسا کسی تاجر کے
سودے میں کوئی کھوٹ ہو تو ظاہر کر دینا ضروری ہے اور اگر تاجر کے علم میں وہ کھوٹ نہ ہو لیکن
بعض مشترین کے زعم میں ہو تب بھی گو شرعاً اسکا اظہار واجب نہیں لیکن خوش معاملگی و صفائی کا
کمال پھر اسی کو مقتضی ہے کہ ایسے امر کو بھی مع اپنی تحقیق کے دوسرے مشتری کے سامنے ظاہر کردے
تاکہ وہ دونوں قولوں کو سنکر آزادی سے رائے قائم کرکے خریدنے نہ خریدنے میں مختار رہے لہذا مناسب

۹۲

معلوم ہوا کہ چند ایسے اعتراضات کو نقل کرکے اپنے نزدیک جو اونکی حقیقت ہے اوسکو بھی لکھدیا جاوے تاکہ دیکھنے والے دونوں کو دیکھ لیں پھر جسکا جی چاہے احقر سے تعلق پیدا کرے یا رکھے اور جسکا جی چاہے تعلق نکرے یا نہ رکھے ضمناً یہ بھی مصلحت ذہن میں آئی کہ بعض لوگ واقعی طالب حق ہوتے ہیں اور اصل قصہ معلوم نہ ہونے یا اوسکی حقیقت نہ سمجھنے سے تردد میں پڑجاتے ہیں اور وہ خلوص کے ساتھ تردد رفع کرنا چاہتے ہیں ایسوںکا تردد رفع کرنا ہدایت کا ایک شعبہ ہے جو کہ طاعت ہے سو ساتھ ساتھ یہ طاعت بھی ادا ہوجاویگی پس اس عجالۂ مختصرہ میں ان مضامین کو اس ترتیب سے لکھا جاویگا کہ اوّل ایک وہ مضمون جو مبنیٰ ہے اعتراض کا بعنوان حکایت لکھونگا۔ پھر معترض کے اعتراض کو بعنوان شکایت نقل کرونگا پھر اپنے نزدیک جو اوسکی حقیقت واقعیہ ہے بعنوان درایت لکھکر ختم کردونگا۔ پھر اسی ترتیب سے دوسرے مضمون کے متعلق لکھا جاویگا۔ اس طرز سے اظہار واقع سنت حضرات انبیاء علیہم السلام کی ہے کما قال اللہ تعالیٰ فی قصۃ یوسف علیہ السلام فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ الی قولہ وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي الآیہ یعنی مقصود بالذات اس اظہار سے اپنا تبریہ وتزکیہ نہیں گو برأت مطابق واقع کے بھی ہے بلکہ دوسرے مصالح دینیہ سے اسکا اظہار کیا جاتا ہے گو تعیین مصالح میں مقیس ومقیس علیہ متفاوت ہوں اور آجکل کا طرز متعارف اس سے متفاوت ہے یعنی اس طریق میں تو صرف اظہار واقع کیا جاتا ہے اور طرز متعارف میں اسکی کوشش کیجاتی ہے کہ کسی طرح عام لوگوں کے ذہن میں ضرور ہی پہونچانا چاہیئے جسکو تصدی یعنی درپے ہونا کہا جاتا ہے اور اس سے بڑھکر ایک لطف اور ہے کہ موافقین اہل فہم بھی اس قسم کی ملامت کرتے ہیں کہ ایسے مضامین لکھے ہی کیوں جاویں یا ان کی حاجت ہی کیا تھی حالانکہ جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ میری طبیعت حقتعالےٰ نے ایسے انداز کی بنائی ہے کہ جس امر میں ذرا بھی تشویش کا شبہ ہوتا ہے میں اُس کے اظہار خاص تک کو پسند نہیں کرتا چہ جائے اظہار عام۔ مگر جب مجھکو اسکا شبہ ہی نہو اور نہ وہ امر محل شبہ ہو حتیٰ کہ ان خیر خواہوں کی نظر سے بھی اگر وہ مضامین قبل طبع اس

۹۳

تشویش کے گذرتے تو اسوقت وہ بھی یہ رائے ہرگز نہ دیتے کہ ایسا مضمون ظاہر کرنا مناسب نہیں تو اس حالت میں مجھکو علم غیب تو ہے نہیں۔ اسیطرح اگر غیر محتاج الیہ مضامین لکھنا کلیۃً متروک ہوتا تو اس کہنے کی گنجائش تھی قدیماً وحدیثاً محتاج الیہا کے ساتھ غیر محتاج الیہا بھی ہمیشہ مدون و شائع ہوا کیے ہیں تو صرف غیر محتاج الیہا ہونا مانع تدوین نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسمیں کوئی مفسدہ متوہم نہ ہو وا ذلیس فلیس۔ اور بفضلہ تعالیٰ ان شبہات سے کوئی مفسدہ ہوا بھی نہیں چنانچہ خطبہ کے آخر نوٹ ملا میں مذکور ہے۔ اور خود حاجت نہ ہونا بھی مسلم نہیں رفع شبہات وتصحیح اعمال وعقائد اعظم حاجت ہے مثلاً حکایت متضمنہ خواب مندرجہ رسالہ صفر میں جو حاجت نہایت ظاہر ہے کہ اگر کسی اہل حال کو ایسا امر پیش آوے تو وہ غلطی اعتقاد یا پریشانی و توہم مطرودیت سے بچا رہے اس سے وہ شبہ بھی دفع ہو گیا جو بعض خیر خواہوں کو جواب نہ دینے کے متعلق واقع ہوا کہ اپنے سے رفع تہمت کرنا سنت بھی تو ہے۔ جیسا حضرت صفیہ رض کے واقعہ اعتکاف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وجہ جواب ظاہر ہے کہ یہ سنت بھی اس امر میں ہے جو محل اشتباہ ہو اور جب یہ نہیں تو احتمالات غیر ناشی عن دلیل کا کہاں تک انسداد کیا جاوے یوں تو جواب دینے کے بعد بھی اسمیں پھر شبہات پیدا کئے جا سکتے ہیں تو پھر اسکے لئے تو ایک مستقل محکمہ کی ضرورت ہوگی اور اگر اس سب کے بعد بھی کوئی شخص تقیہ کی تہمت لگانے لگے چنانچہ بعض جگہ یہ بھی ہوا تو پھر اسکا کیا علاج۔ مجھکو اسوقت اپنی تین حالتیں پیش نظر ہیں ایک محبین کی ملامت اور مخالفین کا اعتراض۔ دوسرے ان سب اعتراضوں کو جن کو دوسرا عیب جو مدتوں میں چھانٹتا از خود ایک جگہ جمع کر دینا۔ تیسرے اس جمع کرنے میں یہ نیت کہ جسکا جی چاہے تعلق رکھے جسکا جی چاہے نہ رکھے ان تینوں حالتوں پر تین شعر بیساختہ ذہن میں آتے ہیں۔ اوّل کے متعلق مومن خاں کا شعر ہے

دوست کرتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلہ	کیا قیامت ہے مجھی کو سب برا کہنے کو ہیں

ثانی کے متعلق اسی غزل کا دوسرا شعر ہے

میں گلہ کرتا ہوں اپنا تو نہ سن غیروں کی بات	ہیں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

ثالث کے متعلق غالب کا شعر بتصرف یسیر ہے

۹۴

جسکو ہو جان و دل عزیز اوسکی گلی میں جائے کیوں		ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی

وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد ۔ قل یجمع بیننا ربنا ثم یفتح بیننا بالحق وھو الفتاح العلیم

نوٹ (۱) ممکن ہے کہ ان مضامین کی تحریر یا تدوین میں کوئی عمل کسی مناسب رائے کے خلاف واقع ہو گیا ہو مگر بحمد اللہ دین کے خلاف کچھ نہیں ہے نیز ان مضامین سے جو کچھ تشویش عوام میں ہوئی اوسکا حاصل مجھکو سب و شتم کرنا تھا بحمد اللہ کسی مقصود دینی میں کوئی اختلال واقع نہیں ہوا اسو اپنے سب و شتم کو بامید عفو حق سب کو معاف کرتا ہوں۔

نوٹ (۲) بندہ نے آیندہ کے لئے ایک کافی جماعت اہل علم و دیانت کی اس کام کیلئے مخصوص کردی ہے کہ میری تمام تحریرات کو نظر تنقید سے دیکھ لیا کرے جو اونکی رائے میں قابل اشاعت نہوں اونکو یا حذف کردیں یا اونپر نشان بنادیں تاکہ اونکو کوئی شائع نکرے باقی اگر کوئی خاص مکتوب الیہ کسی خاص مضمون کا جواب بطور خود بدون یہاں کے علم کے شائع کردے تو وہ اختیار سے خارج ہے اب اگر کوئی مضمون جو ناظرین کے نزدیک موہم ہو یہاں سے شائع ہو تو اوسکے متعلق خط و کتابت بجائے میرے بنام جماعت انتخاب التالیفات بہ نشان تھانہ بھون فرمانا مناسب ہے۔

نوٹ (۳) جس طرح ترجیح الراجح کا سلسلہ شبہات محتمل الصحۃ کے لئے جاری ہے ویسا ہی اگر موقع ہوا تو شبہات غیر محتمل الصحۃ کے لئے حسن حکایات الشکایات کا بھی سلسلہ جاری رہنا محتمل ہے والامر کلہ بید اللہ۔

نوٹ (۴) اسوقت ایسے شبہات چھ ہیں۔ تین مخالفین کی طرف سے۔ تین احباب کی طرف سے جنمیں دو اوسط کے مجھپر زیادہ شاق ہوئے ہیں جنکے شاق ہونیکی وجہ درایت متعلقہ حکایت (۴) میں مرقوم ہے۔

کتبہ اشرف علی تھانوی عفی عنہ

آخر جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

حکایت (۱)

بہشتی زیور میں یہ مسئلہ ہے کہ شوہر پردیس کو چلا گیا اور برسیں گذر گئیں بلکہ مدتیں ہوگئیں اور یہاں لڑکا پیدا ہوگیا تو وہ لڑکا حرامی نہیں کہلائے گا اگر شوہر انکار کردے تو حکم لعان کا ہوگا۔

شکایت

معترضین کے الفاظ جو کہ حد تہذیب تدین سے گذرے ہوئے ہیں یاد نہیں اس لئے اس وقت محض ایک سوال جو آمدہ جو بہ تمکین استفادہ آیا ہے نقل کیا جاتا ہے وہو ہذا۔

سوال - مسئلہ ہذا میں اعتراض یہ ہے کہ اگر شوہر کے چلے جانے کے پانچ سال بعد لڑکا پیدا ہوا ہے اور شوہر پردیس میں ہے تو حالت ظاہری میں حرامی ہوا اور شوہر نے اقرار بھی کردیا کہ یہ لڑکا میرا ہے چونکہ اوسکا مکان پر آنا ثابت نہیں تو شوہر کی نسبت بھی دیوث کا گمان ہوگا اگر ہم لوگوں کی رائے غلطی پر ہے تو بروئے شرع شریف کیا سند ہے اور آیات قرآنی یا احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تو اسمیں کیا حکمت ہے اور دلائل عقلیہ بھی اسکی نسبت کیا ہیں کیونکہ اسباب ظاہری ہم لوگوں کے شک کو رفع نہیں کرسکتے۔ ہاں اگر غلطی کتابت سے کوئی عبارت یا الفاظ سہواً کاتب سے تحریر ہونا باقی رہ گئے ہیں یا اگر ایسا ہے کہ شوہر کے جانے کے چھ ماہ بعد یا انتہا میعاد دو برس کے بعد لڑکا پیدا ہو تو کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا صرف اسقدر ضرور گذارش ہوگی کہ چونکہ بہشتی زیور کی تعلیم عورتوں کو خصوصاً اور عموماً کم عمر بچوں کو دیجاتی ہے لہذا میعاد پیدائش صاف تحریر ہونا چاہیئے چونکہ مسئلہ حضور ہی کا تحریر کردہ ہے اور حضور کو بحیثیت نائب رسول ہونے کے ہم لوگوں کی تسکین کافی طور پر کرنا ضرور ہے جناب کی ذات مجمع فیض و اخلاق سے امید ہے کہ بصراحت جواب کافی و شافی تحریر فرمایئے گا۔

۹۶

درایت

الجواب۔ اس مسئلہ کا یہ مطلب نہیں کہ واقع میں وہ لڑکا اس شوہر کا ہے اور نہ یہ مطلب ہے کہ اس عورت پر یا اوسکے شوہر پر واجب ہے کہ وہ ایسا سمجھیں کیونکہ ان دونوں کو تو اصل حال معلوم ہے پس ان پر کیسے واجب ہوگا کہ واقع کے خلاف کا یقین رکھیں اور دوسروں کو واقع کا حال معلوم نہیں ان پر کیسے واجب ہوگا کہ جس بات کا حال معلوم نہو اوسکا یقین رکھیں بلکہ مطلب اس مسئلہ کا یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ اسکو حرام کا سمجھیں بلکہ ان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ قانوناً یعنی شرعی ضابطہ کی رو سے یہ بچہ اس شوہر کا ہے کیونکہ ان مرد و عورت میں نکاح ہوچکا ہے اور ممکن ہے کہ یہ باہم ملے ہوں جسکا علم کسیکو بجز زوجین کے نہو جس طرح بعضے اشتہاری لوگ مخفی ایک جگہ آجاتے ہیں یا بعضے لوگ بذریعہ تسخیر جن کے جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں اور گو یہ احتمال بعید ہے لیکن [illegible] ایک عورت منکوحہ کو احتمال بعید کے ہوتے ہوئے زانیہ کہنا درست نہیں اور اسی کی کیا تخصیص ہے اگر شوہر پاس بھی ہو اس حالت میں جو اولاد ہوتی ہے وہاں بھی واقع کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے دوسروں کو یقیناً کیسے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ اسی کا نطفہ ہے مثلاً اگر پاس رہکر پانچ برس تک ہمبستر نہو تو اس حالت کی اولاد کو صرف قانونی ولد کہا جاتا ہے واقعی ہونے کا کون حکم کرسکتا ہے۔ ایسا ہی یہ ہے البتہ چونکہ شوہر کو یقیناً معلوم ہے کہ میں اس عورت سے کتنے روز سے ہمبستر نہیں ہوا اوسکو یہ حق حاصل ہے کہ کہدے کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے پھر اگر اس نے ایسا کہا اگر عورت بھی اسکا اقرار کرے اوسکو زانیہ کہا جاویگا اور اگر عورت شوہر کی تکذیب کرے تو چونکہ دوسرے لوگوں کو کسی دلیل سے کسی خاص شخص کا جھوٹا یا سچا ہونا معلوم نہیں ہوسکتا ہر ایک میں دونوں احتمال ہیں اسواسطے پھر بھی اس عورت کو زانیہ نہیں کہا جاویگا بلکہ اس صورت میں شریعت نے لعان کا قانون مقرر کیا ہے جسکا بیان ایک مستقل باب میں بہشتی زیور میں بھی ہے۔ اور یہ مسئلہ فقہ کی تمام کتابوں میں ہے اور سمجھدار آدمی کے نزدیک قرآن حدیث سے بھی ثابت ہے قرآن کی یہ آیتیں ہیں قولہ تعالیٰ اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وقولہ تعالیٰ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ

عِنْدَ اللّٰہِ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ اور حدیثیں یہ ہیں قولہ علیہ السلام الولد للفراش وللعاھر الحجر وقولہ علیہ السلام ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث

و احتمالات بعیدہ پر دوسروں سے تہمت و بدگمانی کا رفع کرنا حدیث کے اس قصہ سے ثابت ہی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے دیکھا اور تو کا اُس نے قسم کھا کر کہا کہ میں چوری نہیں کر رہا آپنے احتمال بعید بلکہ ابعد کی بنا پر اپنے گمان کی تغلیط اور اوسکی قسم کی تصدیق فرمائی اور اس اعتراض کے جواب میں ایک مستقل رسالہ بھی ایک صاحب علم نے لکھا ہے جسکا نام رفع الارتیاب عن مسئلہ ثبوت الانساب ہو اُس رسالہ میں میرا بھی ایک مضمون اس مسئلہ کے متعلق ہے جو ایک زمانہ میں لکھا گیا تھا اور اس تمامتر تقریر کا خطاب اُس شخص کو ہے جو فقہ حنفی کو تسلیم کرتا ہو ورنہ فقہ حنفی نہ ماننے والوں کے مقابلہ میں اتنا ہی جواب کافی ہے کہ یہ فقہ حنفی کا مسئلہ ہے تعجب ہے کہ فقہ کا تو انکار نہیں کرتے اور مسئلہ پر انکار ہے صرف اسوجہ سے کہ فلاں شخص نے کیوں لکھا اسکی تو بعینہٖ وہی مثال ہے جیسا ایک لڑکا اپنے حقیقی بھائی کو ماں کی گالی دیتا تھا کسی نے کہا کہ وہ تیری بھی تو ماں ہے تو اُس نے جواب دیا کہ بے شک مگر اوسمیں دو حیثیتیں ہیں سو میری ماں ہونے کی حیثیت سے تو وہ معظمہ مکرمہ ہے اور اسکی ماں ہونے کی حیثیت سے وہ ایسی اور ایسی تو کیا مسائل دینیہ میں بھی یہی دو حیثیتیں مانی جاوینگی اگر یہ ہے تو ع آنست جو بش کہ خواہش نہ ہی۔

حکایت (۲)

حفظ الایمان میں ایک مسئلہ کی تحقیق میں یہ عبارت ہے "اور اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو" الخ

شکایت

علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و علم ادانی میں تساوی کر دی نعوذ باللہ منہ۔

درایت

مفصل جواب رسالہ بسط البنان و رجوم المذنبین میں ہے یہاں مختصراً اتنا سمجھ لینا کافی ہوگا کہ یہاں لفظ اتنا نہیں۔ ایسا ہے جو مرادف ہے کلمہ اس قسم کا جیسے کہا جاتا ہے میری عادت ایسی ہے کہ کسی کی خوشامد نہیں کرتا اور جیسا فارسی میں لفظ چناں ہے قال الشیرازی ؎

چناں پہن خوان کرم گسترد　　کہ سیمرغ در قاف قسمت خورد

اور لفظ ایسا سے اشارہ نفس بعض علوم غیبیہ کی طرف ہے جس میں گفتگو ہے۔ نہ کہ خاص اس بعض کی طرف جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہیں چنانچہ ادنی سلیقہ والے پر ظاہر ہے۔ پس یہ مطلب نہیں کہ جیسا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے الخ بلکہ معنی کلام کے یہ ہیں کہ مطلق بعض غیب کا علم تو دوسری مخلوقات کو بھی ہے الخ تو اس میں کیا محذور ہے۔ اظہار ظلم میرے کلام مذکور میں تحریف معنوی تو کی ہی گئی تھی جس کے متعلق اوپر گفتگو تھی شاہد ڈو بقتے ہوئے ہو گئے کہ ایک اخبار نظر سے گذرا جس کا یہ عنوان تھا "نقل است جہار خطا شہر بود یا نہ انجمن اصلاح عقائد نمبر ۲۲ ذکریا اسٹریٹ کلکتہ" جس کے صفحہ ۳ پر میرے دو مضمون صریح تحریف لفظی کے ساتھ نقل کر کے انتہی بلفظہ لکھ کر ان الفاظ کو میری طرف منسوب کیا ہے اس قسم کی کوئی حد ہے جن صاحب کا دل چاہے میرے رسائل کو دیکھ لے بہتان و اثم مبین واضح ہو جاویگا حفظ الایمان کی عبارت مذکورہ کی جگہ یہ عبارت لکھی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی کیا خصوصیت ہے ایسا علم تو الخ اور بسط البنان پر اس عبارت کی تہمت لگائی ہے خدا سے ہمکو کام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں اھ حضرات ناظرین اس تدین کو ملاحظہ فرما دیں فالی اللہ المشتکی۔

حکایت (۳)

ایک صالح ذی علم نے اپنی ایک حالت باطنیہ لکھی تھی یہاں سے اوسکی تحقیق کی گئی تھی وہ ذیل میں منقول ہے۔

سوال - اب وجہ اس کی عرض کرتا ہوں کہ بیعت ہونے کا خیال مجھکو کیوں ہوا اور حضور کی طرف کیوں رجوع کیا بیعت کا شوق صرف مطالعہ کتب تصوف سے اور حضور کی جانب رجوع اس لئے کہ ہمارے نانا صاحبان مولانا مولوی محمد صاحب مرحوم مولنا مولوی عبداللہ صاحب مرحوم و

مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم لدھیانہ والوں سے حضور کے اعتقادات ملتے جُلتے تھے اِس سے یہ غرض نہیں کہ ہمارے نانا یا اور کوئی اپنے دادا وغیرہ علماء کے اعتقادات گو خراب ہی ہوں اُن کو بلاوجہ ترجیح دی جاوے اصل غرض یہ ہے کہ حضور کے اور بندہ کے اعتقادات بالکل ایک ہیں اور اگر مولوی صاحبان لودیانوی اور حضور کے درمیان کسی فروعات میں اختلاف بھی ہو تو اسمیں بھی جناب کی طرف رجوع کرتا ہوں (۲) اور حضور کی تصنیف چند کتابیں زیر مطالعہ رہی ہیں جنمیں سے بہشتی زیور تو حرز جاں ہے اور شرح مثنوی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور بھی چند تصانیف نظر سے گذریں (۳) ایک دفعہ رامپور ریاست میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب جو طالب علم تھے اُن کے پاس ٹھہرنے کا اتفاق ہوگیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مولوی صاحب حضور سے بیعت ہیں اس لئے اُن سے اور بھی محبت ہوگئی اثناء گفتگو میں معلوم ہوا کہ ان کے پاس تھانہ بھون سے دو رسالے الامداد و حسن العزیز بھی ماہواری آتے ہیں بندہ نے اُن کے دیکھنے کے واسطے درخواست کی تو اُن مولوی صاحب طالب علم نے چند رسالے مجھکو دیکھنے کے واسطے دئے الحمدللہ جو لطف اُن سے اُٹھایا بیان سے باہر ہے ایک روز کا ذکر ہے کہ حسن العزیز دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سو جانے کا ارادہ کیا رسالہ حسن العزیز کو ایک طرف رکھدیا لیکن جب بندہ نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو دلمیں خیال آیا کہ کتاب کو پشت ہوگئی اس لئے رسالہ حسن العزیز کو اُٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ .... کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ مجھے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اسکو صحیح پڑھنا چاہئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بیساختہ بجائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کے ..... نکل جاتا ہے حالانکہ مجھکو اس بات کا علم ہے کہ اسطرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھکو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی

اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا ...... حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اُس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

جواب۔ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔
۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ۔

شکایت مع درایت

اس واقعہ کے متعلق اور اسپر جو میرا جواب ہے اُسکے متعلق جو کچھ شورش برپا ہوئی جس میں بڑا حصہ بعض اخباروں نے لیا اُس کا حاصل پانچ الزام ہیں **اول** یہ کہ نعوذ باللہ مجیب نے دعوی نبوت کا کیا۔ استغفر اللہ نعوذ باللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ **دوسرے** یہ کہ صاحب واقعہ پر زجر و توبیخ اور اُسکو استغفار کا امر نہیں کیا کیونکہ یہ وسوسہ شیطانی تھا۔ یا کم از کم واقعہ طبیعت پر گراں کیوں نہیں ہوا۔ **تیسرے** یہ کہ جب یہ وسوسہ شیطانی تھا تو اُس کو حالت محمودہ کیوں سمجھا گیا۔ جیسا کہ اُسکی تعبیر سے معلوم ہوتا ہے **چوتھے** یہ کہ صاحب واقعہ کو تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم کیوں نہیں دیا **پانچویں** یہ کہ اس تحریر کو شائع کیوں کیا گیا جس سے اتنا مفسدہ ہوا۔

الزام اول کا افترا و بہتان عظیم ہونا اسقدر ظاہر ہے کہ مجھ کو کہیں آیت مبارکہ کی تلاوت کرنے اور زیادہ جواب دیتے ہوئے بھی غیرت آتی ہے آیۃ ان الذین یؤذون المؤمنین والمومنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا واثما مبینا۔ کیونکہ عبارت

جواب میں اول سے آخر تک ایک لفظ بھی اس دعوی پر دلالت نہیں کرتا بلکہ جواب میں لفظ متبع سنت خود اعتراف ہے کہ مجیب کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غلامی کی نسبت ہے پس اس الزام والوں کے لیے آیت موصوفہ کی وعید ہی کافی ہے مگر چونکہ دنیا میں ایسے بھی غبی ہیں کہ وہ اس سے زیادہ واضح جواب کے محتاج ہیں اس لیے اتنا اور عرض کرتا ہوں کہ غور کرنا چاہیے کہ اگر یہی واقعہ اس زمانہ کے مشہور مدعی نبوت کے سامنے پیش ہوتا تو کیا وہ اس کا یہی جواب بتاتا جو احقر نے دیا ہے ہرگز نہیں بلکہ وہ تو یوں کہتا کہ تمہارا مجکو رسول نہ سمجھنا اور اس بناء پر ان الفاظ کو غلط جان کر تدارک کرنا تمہاری غلطی ہے اور میں واقع میں رسول ہوں اور یہ کہتا کہ اس سے بڑھکر میری رسالت کی کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ تم باوجود یکہ میری رسالت کا اقرار کرنا نہیں چاہتے مگر خدا تعالیٰ تم سے جبراً اس کا اقرار کراتا ہے انتہے۔ اب موازنہ کر کے بتلائیے کہ احقر کے جواب میں نعوذ باللہ دعوی تو در کنار کہیں اس کا شبہ بھی ہے حاشا و کلا اور اگر یہ قصداً افترا نہیں بلکہ بدفہمی ہے تو اگر اسکی کوئی بنا بھی ہے جیسے بعض کا قول سنا گیا ہو کہ صاحب واقعہ کے اس مضمون کے نقل کرنے پر رد نہ کرنا اس مضمون کی تقریر ہے تو سوئی بات ہے کہ جب صاحب واقعہ خود ہی اس مضمون کے رد و ابطال کو بھی نقل کر رہا ہے پھر مجیب کو اسکی کیا حاجت رہی تو مجیب کا سکوت فی الواقع اس صاحب واقعہ کے اس رد و ابطال کی تقریر ہے نہ کہ اس مضمون کی۔ پھر یہ بنا کیا چیز رہی۔ اور اگر بلا کسی بنا کے یہ بدفہمی ہے تو بس اس آیت کا مصداق ہے آیۃ فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ اللہ تعالیٰ فہم و تدین عطا فرمائے۔ غرض اس الزام کا منشا تو جہل محض یا عناد بحت ہے۔ رہے بقیہ الزامات سو اصل یہ ہے کہ اس واقعہ کے دو جزو ہیں ایک خواب کا ایک بیداری کا۔ سو ظاہر ہے کہ حصہ خواب میں وہ بالیقین و بالاجماع مکلف تو ہے نہیں گو تاہم اسمیں فی نفسہ یہ چند احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ یہ خواب گو صورۃً منکر و قبیح ہے مگر نظر بر صلاح حال صاحب رویا تعبیر اسکی اچھی ہو کیونکہ صاحب رویا کی حالت کو تعبیر میں دخل ہوتا ہے جیسا حدیث میں قصہ آیا ہے کہ ام فضل نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ خواب عرض کیا کان قطعۃ من جسدك قطعت ووضعت فی حجری اور ساتھ ہی یہ عرض کیا تھا رأیت حلما

۱۰۲

منکرا التبلہ مگر آپ نے یوں فرمایا کہ نہایت خیر ہے اور پھر ایک اچھی تعبیر دی (مشکوٰۃ باب مناقب اہل البیت) حالانکہ ظاہر ایسا بے ادبی کا واقعہ دیکھا اور جیسا امام ابو حنیفہ رح نے ایک خواب دیکھا تھا انہ اتی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنبشہ فاخبروا استاذہ وکان ابو حنیفۃ صبیا بالمکتب فقال لہ استاذہ ان صدقت رؤیاک یا ولد فانک تقتفی اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتنبش عن شریعتہ فکان کما عبر الاستاذ (رسالہ تعبیر الرؤیا کشوری صفحہ ۳) اسیطرح علامہ خطیب نے اپنی تاریخ میں بہ تغییر بعض الفاظ یہ واقعہ درج فرمایا ہے (من رسالۃ بعض الاحباب) دیکھئے یہ خواب ظاہر ایسا وحش تھا لیکن تعبیر کیسی تسلی بخش بتلائی گئی دوسرا **احتمال** یہ ہے کہ یہ خواب شیطانی ہو اور اسکی تعبیر اچھی ہو سو احقر کا ذہن جواب لکھنے کے وقت اس احتمال اول کیطرف گیا اور گو میں صاحب واقعہ کو نہ پہچانتا ہوں نہ جانتا ہوں کہ وہ نہ میرے پاس خط وکتابت یا تعلیم وتلقین کا کوئی تعلق مجکو یاد ہے مگر بعض قرائن نے بالخصوص ان کے صلاح کی شہادت دی جن میں بڑا قرینہ غلط کلمات کے نکلنے سے اس کا خواب میں بھی پریشان ہونا اور اسکے تدارک کی کوشش کرنا ہے کیونکہ خواب میں آدمی مکلف نہیں ہوتا مگر باوجود عدم تکلیف کی حالت میں ہونے کے امر دینی کا ایسا اہتمام ہونا بین دلیل ہے صاحب رؤیا کے ایمان قوی وصلاح کی پس اس صلاح وتدین کی بنا پر میں نے اسکی ایک اچھی تعبیر لکھدی اور اس وقت وجہ مناسبت کا نہ لکھنا ایک تو اس لئے تھا کہ میں اسکو اپنے نزدیک مخفی نہیں سمجھا دوسرے اس لئے کہ مخاطب میرے گمان میں صاحب علم یا صاحب فہم تھا اسکی حاجت نہ سمجھی تیسرے تعبیر کیساتھ وجہ مناسبت لکھنا ضروری بھی نہیں جیسا حکم شرعی کے ساتھ دلیل لکھنا ضروری نہیں مگر اب تبرعا وجہ مناسبت بھی لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بعض اوقات خواب میں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دل بھی گواہی دیتا ہے کہ حضور ہی ہیں لیکن زیارت کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ شکل کسی اور شخص کی ہے تو وہاں اہل تعبیر یہی کہتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے اس شخص کے متبع سنت ہونے کی طرف۔ پس جس طرح یہاں بجائے شکل نبوی کے دوسری شکل مرئی ہونے کی تعبیر اتباع سے دی گئی اسیطرح بجائے اسم نبوی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے دوسرا اسم ملفوظ ہونیکی تعبیر اگر اس اتباع سے دی جائے تو اس میں کیا محذور شرعی لازم آگیا۔ نیز مناسبت کی تقریر

علمی اصطلاح کے موافق یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تشبیہ بلیغ میں ادات تشبیہ حذف کر دیا جاتا ہے جیسے ابو یوسف ابو حنیفہ اور تعبیر کے لیے ادنی مناسبت بھی کافی ہے باقی مجکو اس پر اصرار نہیں مگر یہ خواب شیطانی ہو یا کسی مرض دماغی سے ناشی ہوا ہو اور اسکی یہ تعبیر نہ ہو سکتا ہو یہ بھی ممکن ہے لیکن غلط تعبیر دے دینا ایک وجدان کی غلطی ہوگی جسپر کوئی الزام نہیں یہ تو کلام تھا حصہ خواب کے متعلق۔ اب رہا حصہ بیداری کا جس میں غلط کلمات نکل رہے ہیں سو صاحب واقعہ تصریحاً کہتا ہے کہ میں بقصد تلافی کلمات خواب کے صحیح کلمات ادا کرنا چاہتا ہوں مگر بلا اُسکے اختیار اور قصد کے پھر بھی غلط ہی نکلتے ہیں سو چونکہ کوئی دلیل شرعی یا عقلی اُس شخص کی تکذیب پر اور اس حالت کے امتناع پر قائم نہیں گو کثیر الوقوع نہیں لیکن اتنی قلیل بھی نہیں کہ عدیم النظیر کہا جاوے۔ غرض جب ایسا ممکن ہے تو اس شخص کی اس جزو میں بھی تصدیق کیجاوے گی بس اسکی تصدیق کی بنا پر اس میں بھی چند احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ یہ حالت بقیۃ اثر ہو اُس حالت خواب کا۔ گو دونوں میں یہ تفاوت ہوگا کہ حالت خواب میں شعور و اختیار دونوں منتفی ہوتے ہیں اور اس بیداری میں صرف اختیار منتفی ہو شعور منتفی نہ ہو جیسا بعض اوقات آدمی کچھ ہذیان بکتا ہے اور بیدار ہو کر بھی تھوڑی دیر تک ایسا مغلوب رہتا ہے کہ وہی بکتا رہتا ہے اور بعد انتفاء تکلیف کا عدم اختیار پر ہے اگرچہ بقاء شعور کے ساتھ ہو دوسرا احتمال یہ ہے کہ اُسپر کسی کیفیت باطنیہ کا غلبہ ہو سو اتفاق اُس کا مضمون پڑھ کر جو بیحد قلب پر اثر ہوا اُس اثر سے میرا وجدان ان ہی دو احتمالوں کی طرف علی سبیل التردد گیا اور دونوں احتمالوں پر ایسی حالت مثل خواب کے قابل تعبیر و تاویل ہوتی ہے اس لیے میں نے اپنے جواب کو اس حالت کی بھی تعبیر مشترک قرار دیا باقی مجکو اسپر بھی اصرار نہیں کیونکہ اس میں تیسرا چوتھا احتمال اور بھی ہے وہ یہ کہ اس حالت کا سبب کوئی آفت دماغ یا لسان میں ہو یا یہ کہ یہ شیطانی تصرف ہو کہ جس طرح وہ قلب میں وسوسہ ڈالتا ہے زبان پر ان کلمات کا القا کر دیا ہو لیکن ہر حال میں بر تقدیر نفی اختیار و قصد میں مصدق ہونے کے وہ نہ کافر ہے نہ عاصی ہے بلکہ تیسرے احتمال پر تو یعنی جب کہ اس کا سبب کوئی آفت یا مرض ہو یہ حالت مذموم و اثر شیطانی بھی نہیں چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے

حق تعالیٰ کی فرح بالتوبہ کی مثال میں ایک شخص کی حکایت بیان فرمائی جس نے شدت فرح
میں یہ کہدیا تھا اللّٰھم انت عبدی وانا ربک حالانکہ فی نفسہٖ یہ کلمہ کفر ہے مگر حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس کو نقل فرما کر اسپر انکار نہیں فرمایا بلکہ صرف اتنا فرمایا کہ اخطأ من شدۃ
الفرح جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آفت فی اللسان کی حالت نہ مذموم ہے نہ اثر شیطانی ہے
ورنہ حق تعالیٰ کی فرح محمود کی تشبیہ فرح مذموم شیطانی کے ساتھ لازم آتی ہے وہو محل
اور یہی حکم ہے آفت فی الدماغ کا بل بالاولیٰ لانہ مرض وقال اللہ تعالیٰ ولا علی المریض حرج
اور اس حدیث مثال تائب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کلمہ غیر صحیحہ پر ہر حالت میں گرانی ہونا ضروری
نہیں یہی وجہ ہے کہ اس مثال کو نقل فرما کر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گرانی نہیں ہوئی
اور ایک اعرابی نے جو آپ کے سامنے کہدیا تھا کہ ہم حق تعالیٰ کو آپ کی جناب تشفیع لاتے ہیں
تو آپ پر بے حد گرانی ہوئی تھی کیونکہ وہ تکلم بالقصد تھا گو جہل سے تھا اور نسیان بلا قصد
فافہم۔ اور واقعہ زیر بحث میں تو بلا قصد سے بھی زیادہ یعنی مع قصد و اہتمام تکلم بکلمہ صحیحہ
ایک غلط کلمہ نکلا تو وہ بدرجہ اولیٰ عدم گرانی کا مستحق ہوگا۔ اور چوتھے احتمال پر گو یہ سبب
من الشیطان ہو مگر معصیت پھر بھی نہیں جیسا کہ قلب کے وسوسہ کا حکم ہے۔ اور جامع
دونوں میں عدم قصد و عدم اعتقاد ہے اور وسوسہ کا یہ حکم یعنی عدم معصیت احادیث میں
منصوص ہے۔ بلکہ باوجود وسوسہ کے مذموم ہونے کے اس کے بلا قصد آنے کو علامات ایمان
میں سے فرمایا گیا ہے چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے انا نجد فی انفسنا ما یتعاظم الخ کے جواب میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اوجدتموہ کے بعد ذالک صریح الایمان ارشاد فرمانا کما فی
المشکوٰۃ عن الصحیحین اصرح دلیل ہے اسکی اور بعض احادیث وسوسہ میں جو استعاذہ کا
امر فرمایا ہے یہ دلیل نہیں اس کے معصیت ہونے کی۔ ہاں لفظ استغفار سے اس دلالت
کی گنجائش ہو سکتی تھی چنانچہ معصیت تو نامجمع علیہ ہے اور یہ استعاذہ خواہ لفظاً ہو یا
معنے چنانچہ بعض احادیث میں وہ مذکور بھی نہیں صرف معنے پر اکتفا فرمایا گیا یعنی اسکو برا
سمجھنا اور دفع کی کوشش کرنا جیسا واقعہ زیر بحث میں بھی ایسا کرنا مذکور ہے ونعم
ما قال العارف الرومی ~

ترک استثنا مرادم قسوتے ست اے بسا ناوردہ استثنا بگفت	نے ہمیں گفتن کہ عارض حالتے ست جان او با جان استثناست جفت

بہر حال تیسرے چوتھے احتمال میں بھی معصیت لازم نہیں اور اگر تیسری حالت کے معصیت ہونے کا اس سے شبہ ہوجائے کہ حدیث میں ہے من قال باللات والعزی فلیقل لا الٰہ الا اللہ جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ سبق لسان بھی اس درجہ کی معصیت ہے کہ تجدید ایمان کی ضرورت ہے تو سمجھنا چاہیے کہ یہاں ذکر اس شخص کا ہے جس کو پہلے سے عادت کفر بکنے کی تھی پھر بھی اس امر بالتدارک کا سبب خود اس سبق لسانی کا فی نفسہ معصیت ہونا نہیں بلکہ اسکے منشاء یعنی عادت سابقہ اختیاریہ کا مذموم ہونا ہے اور تدارک جو اس لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ سے کیا گیا ہے سو مقصود اس کا اظہار بقاء ایمان سابق یعنی اظہار عدم زوال ایمان سابق ہے نہ احداث ایمان جدید بعد زوال السابق۔ سو اس سے وجوب تجدید پر بھی استدلال نہیں ہوسکتا۔ خلاصہ یہ کہ اس صاحب واقعہ کی تصدیق کی بنا پر متعدد احتمالات مذکورہ میں سے جو احتمال بھی لیا جاوے اُن سب میں اتنا تو امر مشترک ہے کہ یہ شخص نہ کافر ہوا نہ عاصی۔ پس اس سے الزام ثانی و ثالث بھی مرتفع ہوگیا۔ ثانی تو اس لیے کہ یہ شخص جب نہ کافر ہے نہ عاصی پھر زجر و توبیخ کی کیا وجہ۔ اور گرانی کا جواب اوپر بہ ضمن تقریر حدیث مثال غائب ہوچکا ہے۔ ورنہ یہاں تو شب و روز مشاہدہ ہے کہ اس سے اہون امور پر گرانی و زجر تو کیا سخت سے سخت دار و گیر کیجاتی ہے۔ تقریراً بھی تحریراً بھی اور ثالث اس لیے کہ اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے اول تو یہی متعین نہیں کہ یہ وسوسہ شیطانی تھا۔ اور بر تقدیر تسلیم بھی غایت مافی الباب میری ایک رائے کی غلطی ہوگی مگر ملامت تو پھر بھی نہیں ہوسکتی اب چوتھا پانچواں الزام رہا سو اوپر کی تقریر سے جب اس کا معذور عند اللہ ہونا ثابت ہوچکا تو واقعی مجھکو جواب لکھنے کے وقت اسکی طرف وجہ وسوسہ تک میں بھی التفات نہیں ہوا کہ آیا یہ ظاہر احکام فقہیہ میں بھی معذور ہوگا یا کہ غیر معذور ہوکر مامور بہ تجدید الایمان یا بہ تجدید النکاح ہوگا اس لئے میں نے اسکے حکم فقہی سے جواب میں تعرض نہیں کیا تھا۔ بلکہ جواب لکھنے کے مدتوں بعد تک بھی مجھکو یہ احتمال نہیں

ہوا کہ کوئی صاحب علم اس کو غیر معذور سمجھیں گے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ گو سبکی نہیں مگر بعض حضرات
کی رائے اسکے ظاہراً و قضاءً غیر معذور ہونے کی طرف ہے اسوقت میں نے اپنے علم فقہی کے اظہار کی ضرورت
سمجھی اور چونکہ اس معاملہ کا بوجہ بھتیجے کے میرے ساتھ ایک گونہ تعلق تھا اور میری رائے اسمیں نرم تھی اسلیے
میں نے اپنے فتوی پر اعتماد کرنیکو خلاف احتیاط سمجھکر دوسرے حضرات سے فتاوی حاصل کیے جن کا استفتاء پر
(بوجہ کم گنجایش ہونیکے بدون اپنی رائے کو دخل دیے ہوئے) صرف خلاصہ بالفاظہا نقل کیے دیتا ہوں جو بعد میں
کسی موقع پر مع جوابہا بعینہا مع ایک مفصل تحریر ایک صاحب علم کے مرتب کرکے اگر کوئی صاحب شایع کرنے کیلیے
مانگیں گے دیدیے جاوینگے پس ان میں سے سہارنپور کے فتوی کا حاصل تو یہ ہے کہ "یہ صاحب واقعہ کا
حادثہ ذو جہتین ہے ایک جہت وہ ہے جس سے فیما بینہ وبین اللہ تعالی اسکو مومن قرار دیا جاتا ہے دوسری
جہت ظاہر اطلاق کلمۃ الکفر کی ہے کہ جسپر اسکو مامور بہ تجدید الایمان والنکاح احتیاطاً کیا جاتا ہے
اس صورت میں فیما بینہ وبین اللہ تعالی نکاح اول بحالہ باقی ہے لہذا اسکی زوجہ کو جائز نہیں ہے کہ وہ کسی
دوسرے شخص سے نکاح کرے یا تجدید نکاح سے انکار کرے انتہی"۔ اور دیوبند کے فتوی کا حاصل یہ ہے کہ "یہ لوگ اسکو
معذور کہتے ہیں اور حکم کفر و ارتداد کرنے میں کچھ تردد نہیں ہے اور جب کہ حکم کفر و ارتداد اسپر صحیح نہیں
ہے تو حکم بینونۃ زوجہ بھی متفرع نہوگا استحباباً تجدید کر لینا بحث سے خارج ہے لیکن ضروری کہنا خلاف ظاہر ہے"
اور اس دوسرے فتوی کی ایک تصدیق کا حاصل یہ ہے کہ "عدم تکفیر اس قائل کی بحسب بیان اسکے
کہ بلا اختیار اس سے یہ کلمہ صادر ہوا یا نہ متفق علیہ ہے البتہ زوجہ اسکی اگر تصدیق نہ کرے تو قاضی
بیکہ زوجہ اسکو حلف دے" اور دہلی کے فتوی کا حاصل یہ ہے کہ "جب صاحب واقعہ نے اپنے اختیار اور
ارادے سے الفاظ مذکورہ نہیں کہے ہیں تو وہ بالاتفاق مرتد نہیں ہوا اور چونکہ ان الفاظ کا اسکی زبان سے
صدور خطاً ہوا ہے اور اس صورت میں اتفاقاً کفر عائد نہیں ہوتا اسلیے اسکو تجدید نکاح یا تجدید ایمان کا
حکم بھی نہیں کیا جائیگا احتیاطاً تجدید کر لینا بحث سے خارج ہے اسکی منکوحہ قطعاً اسکے نکاح میں ہے اور
اسے ہرگز دوسرا نکاح جائز نہیں۔ اگر اسکی یہ حالت بیخودی و بے اختیاری معروف ہو جب تو حکم
قضاء و دیانت میں کوئی فرق ہی نہیں اور اگر یہ حالت معروف نہو تاہم بوجوہ مذکورہ بالا قضاءً
بھی بلا قسم یا زیادہ سے زیادہ قسم کے ساتھ تصدیق کی جائے گی۔ انتہت[عہ]"

عہ اور اصل مدعا میں یہ سب متحد ہیں یعنی عدم حکم بالارتداد و بقاء نکاح زوجہ یعنی عدم بینونۃ زوجہ و عدم جواز نکاح [illegible]

ام زوجہ بحرج ثانی اور جو امور ان کے علی سبیل الدعوی ہیں مثلاً امر بتجدید ایمان و نکاح احتیاطاً ان میں گو منقول معتقد بہ اختلاف نہیں پس ان فتووں کے باہم متخالف ہونیکا شبہ نہ کیا جاوے ۱۲ منہ

اب میں اس باب میں علماء کی تحقیقات کو (جن میں بعض میرے اس شخص کو معذور سمجھنے کی بناء پر حکم فقہی سے تعرض کے ضروری نہ جاننے کی من کل الوجوہ مؤید ہیں) ظاہر کرکے سبکدوش ہوتا ہوں اب علماء اپنی تحقیق سے اور عوام اپنے معتقد فیہ علماء کی تقلید سے اور اسی طرح صاحب واقعہ بھی ان فتووں کی تنقیح سے حکم فقہی معلوم فرمائیں۔ رہا پانچواں الزام سو واقعی میرے نزدیک یہ واقعہ اتنا ظاہر تھا کہ اسمیں کسی ایسے شبہ کی گنجایش میرے ذہن میں نہ تھی اور کسی شبہ کی گنجایش نہ ہونے ہی کے سبب میں نے جواب مجمل کو کافی سمجھا تفصیل کی حاجت نہ سمجھی تو اس حالت میں اسکی اشاعت میں کسی مفسدہ کا احتمال کیونکر ہو سکتا تھا اور جب اس کا احتمال نہ تھا تو گو اشاعت میں نے نہیں کی مگر اسکی اشاعت کو رد کا بھی نہیں بالخصوص جب کہ اسکی اشاعت میں یہ فائدہ بھی سمجھتا تھا کہ اگر کسی کو ایسی حالت پیش آئے تو قصہ تلبیس سے محفوظ رہکر اپنے جان و ایمان کو بچا سکے گو ایسا ہی شخص اس فائدہ کی قدر بھی کر سکتا ہے۔ ورنہ غیر صاحب حال کیا جانے بقول کسے ؎

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست ؛ حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

یہ تھی حقیقت واقعہ کی راست راست بے کم و کاست۔ خلاصہ سب کا یہ ہے کہ بحمد اللہ نہ صاحب واقعہ نے اور نہ احقر نے نہ کسی کفر کا ارتکاب کیا نہ کسی معصیت کا۔ غایت مافی الباب بعض امور متعلقہ رائے میں رائے کا اختلاف محتمل ہو سکتا ہے جو کسی درجہ میں بھی محل ملامت نہیں ہے مگر پھر بھی صمیم قلب سے کہتا ہوں اللہم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما علمت منہ وما لم اعلم وما انت اعلم بہ منی۔ وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد ؛؛؛

۱۰۸

حکایت (۴)

ایک شخص کا خواب مع تعبیر جو بعنوان سوال وجواب ذیل میں منقول ہے۔

(سوال) ۱۴ رجمادی الآخر روز جمعہ بوقت شب خواب میں احقر نے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے فرمایا کہ شاہ..... صاحب مولانا..... صاحب شیخ کامل ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے نام میں مولوی.... کہہ کے سکوت فرمایا بعد کو غالباً دو منٹ سکوت فرما کے لفظ صاحب کہا اور شاہ.... صاحب صاف فرما گئے بیچ میں سکوت نہ کیا نہ معلوم وجہ سکوت کیا ہے جو کچھ تعبیر ہو مطلع فرمایا جاوے۔

(الجواب) عن عائشۃ رض قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مضطجعاً فی بیتہ کاشفاً عن فخذیہ اوساقیہ فاستاذن ابوبکرؓ فاذن لہ وھو علی تلک الحال فتحدث ثم استاذن عمر فاذن لہ وھو کذلک فتحدث ثم استاذن عثمان فجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسوّی ثیابہ الی قولہ قال انّ عثمان رجل حیی وانی خشیت ان اذنت لہ علی تلک الحالۃ ان لا یبلغ الیّ فی حاجۃ رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ طرز تھا کہ حضرت عثمان رض پر صفت حیا ولحاظ کے غلبہ سے آپ نے اونکے ساتھ برتاؤ لحاظ کا کیا اور شیخین کے ساتھ بے تکلفی کا برتاؤ کیا اور لفظ صاحب ہمارے محاورے میں لحاظ کے موقع پر بولا جاتا ہے سو جن صاحب کے نام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ صاحب فرمایا ہے اُن میں اِس شان عثمانی کا غلبہ مشاہد ہے اور جس کے نام کے ساتھ یہ لفظ فوراً نہیں فرمایا اُس سے بے تکلفی کا سا برتاؤ کیا اور پھر وقفہ کے بعد صاحب کا لفظ فرمانا یہ مخاطب کی رعایت مصلحت سے ہے کہ وہ خالی نام لینے سے بے وقعتی اُس نام والے کی نکرے آگے اللہ کو معلوم ہے کیا راز ہے بہتر یہ ہوتا کہ ایسے شخص سے تعبیر پوچھی جاتی جو خواب کے تعلق والوں سے علیحدہ ہوتا اور محقق بھی ہوتا والسلام مکرر یہ ہے کہ محض اِس خواب کی بنا پر کسی کے کمال وغیرہ کے معتقد نہوں کہ خواب حجت شرعیہ نہیں ہے بلکہ حالت بیداری میں جسکی حالت کو شریعت پر پورا منطبق دیکھیں اوسکو کامل سمجھیں والسلام۔

۱۰۹

شکایت

ایک صاحب کا خط آیا جوکہ بعینہٖ محفوظ نہیں مگر خلاصہ اوسکا یہ تھا کہ اسکی یہ تعبیر نہیں بلکہ ایک نام کے ساتھ لفظ صاحب فوراً نہ کہنا اسوجہ سے ہے کہ اُس نام کا مسمّی ایک زمانہ میں بعض مسائل میں اختلاف رکھتا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ یہ جو آخر جواب میں لکھا ہے کہ محض اس خواب کی بنا پر الخ اسمیں صاحب تعبیر نے دوسرے صاحب کی بزرگی پر حملہ کیا ہے انتہی بخلاصتہ۔

درایت

یہاں سے جو جواب گیا اوسکا خلاصہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہی تعبیر صحیح ہو جو آپنے کہی ہو مجھکو اپنی تعبیر پر کہ تعبیر ظنی ہوتی ہے اصرار نہیں۔ اور حملہ کے مضمون کا حاشا وکلّا میرے قلب میں وسوسہ بھی نہیں ایک قاعدہ کلیہ شرعیہ نفع طالبین کے لئے لکھدیا ہے کہ ہمیشہ اونکے کام آوے اھ۔

اسی طرح ایک روایت مجھکو ایک ثقہ دلسوز سے بایں الفاظ پہونچی ہے سُنا ہے کہ الامداد میں حضرت ..... قدس سرہٗ کی نسبت بھی کچھ ابہامات مطبوع ہوگئے ہیں میں خوب جانتا ہوں کہ حضرت کا دل استخفاف کے خطرہ سے بھی پاک ہے مگر سُنتا ہوں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین منتسبین کو گرانی ہورہی ہے اور دُور دُور تک نوبت پہونچگئی ہے میں نے تو خود الامداد دیکھا نہیں سُنا ہے کہ حضرت امام غزالی رح کی کتاب لذہد کا تذکرہ اور اوسپر حضرت ..... کا کوئی قول منک ہے اسی طرح یہ سُنا ہے کہ مولوی ..... صاحب کا کوئی خط اور آپکی طرف سے اوسکا جواب الامداد میں طبع ہوا ہے اس کے عنوان میں کچھ ایسے الفاظ لکھے گئے ہیں جن سے مولانا ..... صاحب مدظلہ کی طرف بھی اشارہ ہے انتہی۔ اور واقعی یہ شکایتیں جو اس حکایت میں ہیں اسی طرح جو اس سے پہلی حکایت میں ہے مجھپر سب سے زیادہ اشد و اشق اس لئے ہے کہ جن ذوات مقدسہ کے ساتھ غلامی کی نسبت کو اوّلاً و بالذات اپنے ایمان کا مدار قطعاً اور جن اکابر کے ساتھ محبت و عقیدت کو ثانیاً و بالعرض اپنے کمال نجات میں مؤثر ظناً اعتقاد رکھوں نعوذ باللہ اذہی

کی شان مبارک میں مجھکو گستاخ بتایا جاوے اور گستاخی بھی وہ جسکی مجھکو خواب میں بھی ہوا نہ لگی ہو۔
حکایت سابقہ کی درایت تو اوپر گذر چکی اور اس حکایت کی درایت کے لئے میری تقریرات و
تحریرات کے غیر محدود و غیر معدود مضامین کافی ہیں نمونہ کے لئے بعض اقل قلیل کا پتہ
عرض کرتا ہوں ملاحظہ ہو النظہور ص۲۵ اور رسالہ یاد یاراں تمام۔ اور الامداد بابت صفر سنہ ۱۳۳۶ھ
ص۲۹ و ص۳۰ و ص۳۱ جسمیں اُن مذکورہ بالا مولوی صاحب کا بھی ایک کلام ضمناً مذکور ہے اور
وعظ فوائد الصحبۃ در مجموعہ اشرف المواعظ کلاں حصہ اول مطبوعہ ساڈھورہ ص۲۴ و ص۲۵ اور
تنبیہات وصیت میں فہرست صالحین للبیعت اور مسودہ وعظ فضل العابد بیان کردہ
ربیع الثانی غالباً جو کیرانہ میں حکیم اسمٰعیل ہمشیرہ زادہ مولوی محبوب الٰہی کے پاس ہے جسمیں حضرت
شیخین کبیرین مصداق یکساں دونوں کی تفضیل بعض وجوہ سے حضرت شیخ العرب والعجم
رحمۃ اللہ تعالےٰ پر منصوص ہے اگر تتبع کیا جاوے تو بکثرت ایسے مقامات ملینگے جنمیں فضائل
ان اجلہ کے مصرح ہیں امام غزالیؒ کی کتاب الزہد کے متعلق جس مضمون کا مجھپر شبہ کیا گیا ہے مجھکو
اولاً دیکھکر حیرت ہوگئی کہ اے اللہ یہ کیا قصہ ہے میں نے اپنے ذہن میں اوسکا کوئی وجود نہ
پایا لیکن احتیاطاً اپنا کلام ٹٹولنا شروع کیا تو اتفاق سے وہ مقام ملگیا دیکھا تو اوسمیں کسی
بزرگ کا نام تک نہیں صرف لفظ "ایک شیخ" لکھا ہے معلوم نہیں اسکی تفسیر کس دلیل سے خود
کر لی گئی میں نے بہت سوچا دو امر بطور احتمال ذہن میں آئے یا تو ایسا ہوا ہے کہ اس مضمون کا
دوسرا جزو جو کہ ایک واعظ بزرگ کی حکایت ہے یہ جزو میں نے البتہ خود حضرت رحمۃ اللہ سے
سُنا ہے شاید اُس جزو کی روایت میں کسی کے سامنے میں نے حضرت رحؒ کا نام لیا ہوگا سامع
کو غلطی سے اُس پہلے جزو میں یاد رہگیا اور اس غلط سے اول اوسکو تفسیر میں غلطی ہوئی
پھر دوسروں تک اوسکا تعدیہ ہوا۔ یا ایسا ہوا ہے کہ شاید کسی کو یہ مقولہ حضرت رحؒ کی طرف
منسوب ہوکر پہونچا ہو اور اوسنے اپنے اوپر قیاس کرکے یہ سمجھ ہو کر مجھکو بھی اسی طرح حضرتؒ
کی طرف منسوب ہوکر پہونچا ہے اسی بناء پر یہ تفسیر کر لیگئی بہت پرانی بات ہے خوب محفوظ
نہیں لیکن دو امر پر حلف کرتا ہوں ایک یہ کہ میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مضمون
نہیں سُنا کسی ایسے شخص سے سُنا ہے جسکا مقصود اس قول سے اپنی کم ہمتی کیلئے ایک سہارا

ڈھونڈنا ہے مگر مجھکو اُس شخص کی تعیین یاد نہیں رہی دوسرے اسپر حلف کرتا ہوں کہ مقصود اس سے حضرت رحمہ اللہ پر تجبر نہیں ہے۔ باقی جس عنوان کا ذکر اُس دلسوزہ کے کلام میں ہے اُس عنوان کے الفاظ مجازی سے شیخ طریقت اد بخوہ ہیں سو اول تو یہ الفاظ معلوم نہیں کس کے ہیں لیکن جبکے بھی ہوں میرے ذہن میں جو اسکے معنی متبادر طور پر اولاً آئے وہ یہ ہیں کہ باوجود درجہ مجازیت کے بھی انسان سے لغزش ہوسکتی ہے تو اہل کمال کو بھی اپنی اصلاح سے غافل نہونا چاہئے تو مجازیت اُس درجہ کا عنوان ہے نہ کہ نعوذ باللہ اُن شیخ کی تنقیص کہ ایسے کو کیوں مجاز بنایا اسکی بہت سی نظیریں خود اپنے مجازین کے متعلق جابجا تحریرات میں منضبط ہیں چنانچہ اسوقت ایک موقعہ نظر کے سامنے بھی ہے الامداد بابت محرم ۱۳۳۵ھ ص ۲۱ کہ اوسمیں ایک صاحب پر جن کے مجاز ہونے کی عبارت میں بھی تصریح ہے کسقدر لتاڑ پڑی ہے اِس مقام پر ظاہر ہے کہ یہی مقصود ہے کہ مجاز ہوکر بھی بے فکر نہونا چاہئے کہ اُس حالت میں بھی خطائیں صادر ہوسکتی ہیں۔

روایت

احقر نے اس درایت کے مضمون کا خلاصہ اپنی جماعت کے بعض حضرات اکابر کی خدمت میں (جو لباس خلت احمدیہ سے پیراستہ ہیں) عرض کیا تھا اوسکا جواب بخامۂ عنایت جو ارشاد فرمایا اور صاغر کو جسکی توقع اکابر سے ہوتی ہے اوسکا خلاصہ یہ ہے معلوم نہیں کہ لوگوں کو کیا مزا آتا ہے کہ غلط روایتیں پہونچا کر اہل خیر کے قلوب کو دُکھاتے ہیں مجھ ناچیز کو جو تعلق اور محبت پہلے تھا وہی عقیدت بحمد اللہ موجود ہے ؎

آں وعدہ کہ پیشیں تا روز پسیں باشد	آں نیست کہ حافظ را ہرت رود از خاطر

جو قلبی محبت اور جسکو ذخیرۂ آخرت سمجھ رکھا ہو وہ انشاء اللہ بدل نہیں سکتی جو روایتیں پہونچی ہیں اونمیں مبالغہ سے بہت کام لیا گیا ہے انتہی ملخصاً بقدر الضرورۃ۔

ہر چند کہ اِس تحریر کے بعد بوجہ حصول طمانیت کے اِس مضمون درایت کی حاجت نہ تھی خصوصاً اس کے بعد جبکہ بفضلہ تعالے مشافہۃً بھی ہر پہلو سے اطمینان و ایقان حاصل کامل ہوگیا لیکن دو خیال سے اسکو باقی رکھا گیا ایک یہ کہ بہت قریب احتمال ہے کہ بعض کو اس درایت کے

مضمون کا علم ہونے سے کچھ وساوس باقی رہتے دوسرے یہ کہ اس کے ضمن میں میرا اعتقاد
جو اپنے اکابر کے ساتھ ہے اوسکا علم میرے تمام متعلقین کو بھی صریحاً و مقصوداً ہوجاوے
تاکہ مرور زمانہ پر بھی اُن میں اسکا تغیر محتمل نہ رہے۔ فقط

حکایت (۵)

میرا طبعی معمول تعلق و عدم تعلق کے بارے میں اس تفصیل سے ہے کہ جن صاحبوں کو
مجھسے کسی قسم کی خصوصیت نہیں اونسے اگر کوئی امر ناگوار پیش آوے میں اُس سے عملاً ذرا
متاثر نہیں ہوتا اور جنکو خصوصیت ہے اونمیں جو بیعت نہیں ونسے ایسے امور کا
پیش آنا چونکہ طبیعت پر شاق ہوتا ہی ہے اگر باوجود کوشش رنج کے پاس ہوجاوے
تو ایسی حالت میں صبر میں تکلیف ہوتی ہے اور ہمیشہ شکایت۔ حکایت کرتے رہنا موجب
بے مزگی جانبین کا ہے اس لئے طریق اسلم سمجھکر اونسے عرض کردیتا ہوں کہ میں آپ سے
صرف عام مسلمانوں کا سا برتاؤ رکھ سکتا ہوں خدمات خصوصیت سے معافی چاہتا ہوں
باقی اُن سے بحمداللہ انقباض بالکل نہیں رہتا طبیعت بالکل خالی ہوجاتی ہے ممکن ہو کہ کسی کو
اپنے نفس پر قیاس کرکے اسکا یقین نہ آوے مگر یہ یقین دلانا میرے اختیار سے باہر ہے اور
جو مجھسے بیعت ہیں اونسے بھی یہی برتاؤ کرتا ہوں مگر رفع انقباض کے لئے اُن سے ایک اور
شرط لگاتا ہوں کہ وہ کسی بزرگ سے علی الاعلان بیعت بھی ہوجاویں اور جب تک وہ
ایسا نکریں اونسے طبعی انقباض رہتا ہے جو کہ بوجہ غیر اختیاری ہونیکے معصیت نہیں۔

شکایت

اس کو مزاج کی سختی بتلایا جاتا ہے۔

درایت

تفصیل مذکور فی الحکایت سے ظاہر ہے۔

حکایت (۶)

ایک میرا معمول متعلق مہمانداری واردین کے یہ ہے کہ جن حضرات سے کوئی خاص خصوصیت ہو خواہ اُس خصوصیت کا منشاء کوئی سبب ہو یا کسی مہمان کی کوئی خاص حالت مقتضی اختصاص کو ہو اور قیام بھی اونکا مطول نہو اونکی خدمتِ ضیافت اوسی طریق معتاد سے ہوتی ہے جو عام طور سے معمول ہے۔ اور جنسے کوئی ایسی خصوصیت نہیں اور آنا بھی اونکا محض استفادہ کے لئے ہے اونکو اپنے طور پر دُکان وغیرہ سے انتظام طعام کا کرنا ہوتا ہے۔ البتہ اگر اونکے پاس خرچ نہو اور وہ مجھکو اطلاع دیں تو بشرط گنجائش (اور الحمد للہ اکثر گنجائش ہوتی ہے) اونکو نقد خرچ دیدیا جاتا ہے اور اکثر سے خرچ کے متعلق خود پوچھ بھی لیا جاتا ہے۔

شکایت

اسکو بہت بے مروّتی اور خشکی بتلایا جاتا ہے۔

درایت

اوّل تو طبعاً مجھ میں آزادی ہے روزانہ ایسے امر کا انتظام کرنا جسکا دوسرا سہل طریق بھی ہو موجب خلجان ہوتا ہے۔ اور خرچ دیدینے میں کوئی خلجان نہیں ایک منٹ میں بے فکری ہوجاتی ہے پس اس انتظام میں مجھکو راحت ہے اور مہمان کو کوئی کلفت نہیں ثانیاً معاملہ کا مقتضا بھی یہی ہے دیکھئے مثلاً ہم لوگ اپنے مقدمات کے لئے عدالت میں جاتے ہیں اور اسکا کوئی موقع نہیں رہتا کہ تحصیلدار ہی آئیں دعوت کریں ہماری آسائش کا انتظام کریں جسکی بنا صرف یہی ہے کہ جب ہم اپنی غرض کے لئے گئے ہیں تو ایسی توقع کے کوئی معنے نہیں پس جب یہی بناء یہاں پائی جاتی ہے تو ایسی توقع رکھنا اور اس توقع کے خلاف پر شکایت کرنا اگر بے معنی نہیں تو کیا ہے اسی طرح جن صاحبوں کو میں سفر میں خود نہ لیجاؤں بلکہ وہ اپنی مصلحت سے میرے ہمراہ چلیں باستثنار بعض خاص حالات کے ان ہمراہیوں کو بھی اپنے طعام کا انتظام کرنا پڑتا ہے

میزبان پر بار ڈالنے کی مؤمن کو اجازت نہیں اس مقام پر ایک فائدہ علمیہ حق ضیف کے متعلق مرقاۃ جلد رابع ص ۳۹ سے نقل کرتا ہوں (وعامۃ الفقہاء علی انہا ای الضیافۃ) من مکارم الاخلاق وحجتہم قولہ صلی اللہ علیہ وسلم جائزتہ یوم ولیلۃ والجائزۃ العطیۃ والمنحۃ والصلۃ فذلک لایکون الا مع الاختیار وقولہ فلیکرم یدل علی ھذا ایضا اذ لیستعمل مثلہ فی الواجب واختلف انہا علی الحاضر والبادی ام علی البادی الی قولہ لان المسافر یجد فی الحضر المنازل وما یشتری فی الاسواق انتہی قلت وان رأیت الوجوب من قولہ علیہ السلام من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فقد ورد مثل ھذا اللفظ فی ما لیس بواجب بالاجماع کما فی اخر الصفحۃ المذکورۃ بروایت الطبرانی عن ابی امامۃ من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یلبس خفیہ حتی ینفضہما انتہی۔

آخری التماس

ان شبہات کے پیدا ہونے میں جسطرح زیادہ دخل کسی کی رنجش یا عدم تدبر کو ہوا اسیطرح فی الجملہ ان اسباب کو بھی ہے (۱) میری طبیعت کی سادگی اور صاف دلی اور میری عادت میں حکمت عملی متعارفہ کا نہ ہونا سو اسکی تبدیل تو ممکن نہیں مگر ایک درجہ میں اسکی تلافی جماعت انتخاب مذکورہ فی الخطبہ کی نظر ثانی سے ہوجاوے گی (۲) کام کا زیادہ ہونا اور وقت کا کم ہونا جس سے مجھکو بعید پہلوؤں پر غور کرنے کی گنجائش نہیں ملتی اور ممکن ہے کہ کہیں عبارت میں کہیں ابہام و اجمال رہ جاتا ہو اور اختصار میں تو میں ہمیشہ سے بدنام ہوں۔ اسکا انتظام یہ سوچا ہے (خصوص جب سے بہشتی زیور پر اعتراضات سُنے گئے ہیں) کہ تصنیف تالیف کو اتنا کم کردیا جاوے کہ حکم معدوم میں ہوجاوے۔ استفتوں میں باستثناء شاذ و نادر دوسرے حضرات علماء کا حوالہ دیدیا جایا کرے اور تربیت باطن کے مضامین میں علاوہ حضرات مندرجین فہرست صالحین للبیعت تنبیہات وصیت کے اگر کوئی صاحب خاص میرے مذاق کے موافق جواب چاہیں انکو تتمہ سادسہ تنبیہات وصیت کے مضمون اخیر کی فہرست والوں سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا جاوے یہ تتمہ اس رسالہ کے بعد ملحق ہے۔

۱۱۵

(۳) اکثر جواب میں عجلت جس کی ایک وجہ وہی مندرجہ ۱ ہے جس کا انتظام اوپر لکھا گیا ہے اور ایک وجہ طبعی تقاضا ہے اسکا تدارک بھی مثل تلافی سبب ۱ کے ہے۔

(۴) تحریر و تقریر کی کثرت۔ اور پیری مریدی کا سلسلہ بفضلہ تعالیٰ پہلے ہی سے اتنا کم ہے گویا کہ گم ہے اور جو بیعت تعلق رکھتے بھی ہیں اُن کو اس تک کی بھی اجازت نہیں کہ کسی کو بیعت ہونے کی رائے دیں یا اپنے کو عبارات میں میرے نام کیطرف منسوب کریں سو امر اول کے تدارک کے لئے علاوہ تلافی سبب ۱ کے احباب سے استدعا ہے کہ مکتوبات کی نقل میں تقلیل کر دیں اور امر ثانی کا تدارک ایک تو یہ سوچا ہے کہ اختلاط و سفر بہت کم کر دیا جاوے اور وعظ سفر میں قریب قریب بالکل موقوف کر دیا جاوے اور وطن میں بھی کم کر دیا جاوے۔ دوسرا یہ سوچا ہے کہ احباب سے استدعا کرتا ہوں کہ ملفوظات میں سے صرف وہی ضبط کئے جاویں جس کے قریب قریب الفاظ محفوظ ہوں کیونکہ روایت بالمعنی میں اگر اصل مطلب بھی محفوظ ہے تاہم اثر بدل جانا مستبعد نہیں اور مذکورہ بعض شبہات کا اس سے بھی ناشی ہوجانا عجب نہیں خلاصہ اس دستور العمل کا جو کہ با اختیار کیا گیا ہے وہ ہے جسکو سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

آنانکہ بکنج عافیت بنشستند	دندان سگ و دہان مردم بستند
کاغذ بدریدند و قلم بشکستند	وز دست و زبان ہمہ حرف گیراں رستند

اب ان انتظامات کے بعد بھی اگر کوئی ذلت ہوجاوے اگر واقعی ہے تو وہ خاصہ بشر ہے اور اگر غیر واقعی ہے تو دوسرے عوارض کا اثر ہے۔ ولقد احسن صاحب الدر المختار فی قولہ نثرا۔

ولعمری ان السلامۃ من ھذا الخطر لامر یعز علی البشر

ولا غرو فان النسیان من خصائص الانسانیہ والخطاء والزلل من شعائر الآدمیہ

وفی قولہ نظما ؎

اخا العلم لا تعجل بعیب مصنف	ولم تتیقن زلۃ من تعرف
فکم افسد الراوی کلاما بعقلہ	وکم حرف الاقوال قوم وصحفوا
وکم ناسخ اضحی لمعنی مغیرا	وجاء بشئ لم یردہ المصنف

ھذا وفوق کل ذی علم علیم

تتمہ سادسہ تنبیہات وصیت مذکورۂ خاتمہ رسالہ حکایات الشکایات بابتہ منتصف ۱۳۳۶ھ

مضمون اول۔ علاوہ چھتیس حضرات مذکورین تتمہ ساسلیہ کے ذیل کے اصحاب کو بیعت و تلقین کی اجازت دیگئی (۳۷) مولوی محمد اسحاق صاحب بردوانی مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ مولوی لیین (۳۸) مولوی ابو الحسن صاحب ضلع اعظم گڈھ بلاقی پورہ (۳۹) مولوی محمد ذاکر صاحب ضلع چاٹگام ڈاکخانہ ہاٹ ہزاری موضع چندر پورہ (۴۰) مولوی ظفر احمد صاحب ضلع نواکھالی ڈاکخانہ بسورہاٹ موضع چرپرتی (۴۱) مولوی حاجی میر عاصم ابن میر شریف قصبہ منزلہ ضلع اوفہ صوبہ قزان ملک روس (یورپ)

مضمون ثانی۔ بعض کتب و مواعظ جدیدۃ التالیف بترتیب سلسلہ سابقہ۔ (۵۰۱) خیر المرور فی السفر الثانی الی گورکھپور (۵۰۲) حکایات الشکایات (۵۰۳) تتمہ ہذا (۵۰۴) نور الحقائق ملفوظات نزد مولوی انوار الحق (۵۰۵) وصیت الوصی ایضاً نزد مولوی وصی اللہ (۵۰۶) جلوۂ یوسف ایضاً جزو حسن العزیز نزد مولوی یوسف (۵۰۷) الملحق بملفوظات ومکتوبات خاصہ۔

مواعظ (۵۰۸) الاتباع نزد حکیم محمد مصطفےٰ (۵۰۹) الارتداع ایضاً (۵۱۰) مفتاح الخیر نزد مولوی احمد حسن صاحب (۵۱۱) تاسیس البنیان علی التقوی من اللہ ورضوان نزد مولوی اشفاق الرحمن (۵۱۲) الصلوات علی الصابرین علی ما فات نزد مولوی ظفر احمد (۵۱۳) الاجتماع مع الاتباع (۵۱۴) الاسماع لذوات القناع (۵۱۵) الطیبات (۵۱۶) المستبقات (۵۱۷) علو النسار (۵۱۸) الاسلام الاسمی (۵۱۹) الاسلام الفعلی (۵۲۰) الاسلام الحقیقی (۵۲۱) المغفرہ (۵۲۲) الذنوب (۵۲۳) الانابہ (۵۲۴) الاتباع قبل الاقتراع (۵۲۵) ذم الکذب والاستکبار (۵۲۶) عاقبۃ التقوی۔ اور ان اخیر چھ وعظ کا مجموعہ ملقب ہے اعظم الخطاء فی التوقی عن العذاب کساکتہ (۵۲۷) اداۃ الخشوع (۵۲۸) طرح اللغو (۵۲۹) فضل الزکوٰۃ۔ (۵۳۰) صبح بنارس (۵۳۱) المحتال الغرور (۵۳۲) الباطن (۵۳۳) الظاہر (۵۳۴) الاول

(۵۳۵) الآخرۃ (۵۳۶) الکاف (۵۳۷) الشاف (۵۳۸) فرائد الفوائد منتخبہ المواعظ۔ الاجتماع سے یہاں تک حکیم محمد مصطفٰے صاحب کے پاس ہیں (۵۳۹) فضل العالم نزد مولوی ظفر احمد۔ (۵۴۰) فضل العابد نزد مولوی اسمٰعیل ہمشیرہ زادہ حکیم محبوب الٰہی صاحب (۵۴۱) بیت المحمد ملقب بہ حمد منزل نزد خواجہ صاحب (۵۴۲) الطیب واللہیب ایضاً (۵۴۳) الظل الممدود ایضاً (۵۴۴) تحریم التحرم در مجلس (۵۴۵) ثواب المصاب نزد خواجہ صاحب (۵۴۶) الاعتصام بحبل اللہ نزد مولوی اسعد اللہ (۵۴۷) حق المساکن ایضاً (۵۴۸) حق التبتل نزد حکیم صاحب (۵۴۹) مظاہر الاقوال نزد مولوی ظفر احمد (۵۵۰) مسائلۃ اہل الحلۃ فی مسئلۃ الظلۃ مطبوعہ در حصہ دوم ترجیح الراجح الحمد للہ کہ تالیفات کا عدد ساڑھے پانچسو تک پہونچگیا اگر ان میں ایک کو بھی سرکار عالی پسند فرمائیں سب وصول ہے بقول حضرت مرشدی رہ ؎

	بس ہے اپنا ایک بھی نالہ اگر پہونچے وہاں		گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم	

مضمون ثالث (متعلقہ سلسلۂ نسب) اس میں دو جزو ہیں (ط) متعلق حرف (ہ) و (و) ان میاںجی عبدالرحمٰن کے جو کہ فارسی کے اوستاد بھی مشہور ہیں باپ کا نام میاںجی بہرام بخش ہے اور یہ رسالدار نجف علی مرحوم کے چچازاد بھائی ہیں رسالدار صاحب سے ہمارا یہ تعلق ہے کہ نواسہ اسکا برادر زادہ الحکیم عارف علی۔ (ی) تحقیق مستقل نیز از حکیم صاحب مذکور الا بعض اجزاء بصورت شجرہ۔

عبدالقوی

- بنت — عزیزن خواجہ احمد
  - بنت
    - امۃ الحبیب اہلیہ پیرجی سعادت علی
      - ماموں احقر
- ابن — خواجہ احمد
- ابن ۱ — ضیاء الدین
  - ابن
    - نور احمد کرنالی
      - ابن — منظور احمد
      - بنت — خوشنودن
      - بنت — رابعہ
- بنت — زوجہ فیض علی یعنی جدۂ احقر
- بنت — عظیمۃ زوجہ غلام سالار
  - بنت — سکینہ بیگم
  - بنت — نذیرن
- بنت — جدۂ مولوی علی احمد قاضی ہاشمی
- بنت — نصیباً

مضمون رابع سطہ۔ بہشتی زیور کے بنگلہ میں ترجمہ کرنے کی اجازت لینے کے لئے مولوی عبدالحکیم صاحب پھولپور پوسٹ گوشگاؤں ضلع میمن سنگھ کا خط آیا۔

(۲) مولوی دین محمد صاحب فیروزشاہی نے فروع الایمان کے ترجمہ سندھی کا ارادہ خیرپور ضلع لاڑکانہ سے ظاہر کیا۔

(۳) ابراہیم محمد بھوپریہ نے راندیر ضلع سورت سے اطلاع دی کہ مولوی غلام محمد صاحب راندیری نے بہشتی زیور کا ترجمہ نو حصہ تک اور بہشتی گوہر وغیرہ کا ترجمہ گجراتی میں کیا ہے۔

مضمون خامس۔ تتمہ ضمیمہ متعلق ذیل صفہ مندرجہ ضمیمہ تتمہ خامسہ۔ یہاں سے سوالات کا جواب صرف تحقیقی جاتا ہے جو صرف طالب تحقیق کو نافع ہوتا ہے گو مشکک کو اسمیں گنجائش شبہ رہتی ہے بعض لوگ کسی کے اسکات کی غرض سے الزامی جواب کے طالب ہوتے ہیں جو موقوف ہے مطالعہ کتب خصم پر سو یہاں نہ اسکی فرصت نہ اسکا انتظام اور نہ مذاق کے موافق۔ نیز وہ باوجود مسکت ہونے کے شافی نہیں کیونکہ اُس سے منشاء اشتباہ زائل نہیں ہوا ایک دوسرا شبہ پیدا ہوگیا جو بعض اوقات اور مضر ہوتا ہے اس لئے ایسے جوابوں کی کوئی صاحب استدعا نکریں۔

مضمون اخیر موعود آخری التماس

رسالہ حکایات

چونکہ مجھکو فرصت بہت کم ہے اور ڈاک کی بہت کثرت ہے سہولت طالبین کے لئے اپنے احباب میں سے ایسے حضرات کی فہرست لکھتا ہوں جو ذکر و شغل وغیرہ کے متعلق کافی تعلیم فرما سکتے ہیں معمولی حالات میں ان حضرات سے خط وکتابت کریجئے۔ جن صاحب سے بھی طبیعت کو زیادہ مناسبت ہو۔

(۱) مولوی احمد حسن صاحب خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر۔

(۲) خواجہ عزیز الحسن صاحب محلہ کرم علی میرٹھ شہر۔

(۳) مولوی محمد مصطفےٰ صاحب محلہ کرم علی میرٹھ شہر

(۴) مولوی محمد عیسیٰ صاحب مدرس اسکول کوئنس کالجیٹ کنٹونمنٹ بنارس۔
(۵) مولوی محمد عیسیٰ صاحب ہیڈ مولوی گورنمنٹ اسکول ضلع مرزاپور۔
(۶) مولوی حبیب اللہ صاحب پرشبین ٹیچر للت پور ضلع جھانسی۔
(۷) مولوی علی احمد صاحب مدرس عربی قصبہ مبارک پور ضلع اعظم گڈھ۔
(۸) مولوی وصی اللہ صاحب اعظم گڈھی حال مقیم تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ۔
(۹) مولوی ظفر احمد صاحب مدرس عربی گڑھی پختہ ضلع مظفرنگر۔
(۱۰) مولوی عبد الغنی صاحب مدرس عربی پھولپور ضلع اعظم گڈھ۔
(۱۱) مولوی عبد الرحمن صاحب موضع بھراڈاکخانہ دیدار گنج ضلع اعظم گڈھ۔
(۱۲) مولوی عبد المجید صاحب بچھراؤں ضلع مرادآباد۔
(۱۳) مولوی محمد یوسف صاحب بجنوری مقیم تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ۔
(۱۴) مولوی خلیل الرحمن صاحب موضع کوہنڈہ ڈاکخانہ پوئی ضلع اعظم گڈھ۔
(۱۵) مولوی شاہ لطف رسول صاحب مقیم تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ۔
(۱۶) مولوی عبد العلیم صاحب ضلع بردوان ڈاکخانہ تڑاشام بازار موضع پنڈیرہ۔
(۱۷) مولوی افضل علی صاحب موضع تہلوانڈہ ڈاکخانہ کملا ضلع بارہ بنکی۔
(۱۸) مولوی نور حسین صاحب مقیم تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ۔
(۱۹) مولوی ابوالحسن صاحب مئو ضلع اعظم گڈھ محلہ بلاقی پورہ۔
(۲۰) حاجی شیر محمد صاحب گھوٹکی ضلع سکھر (سندھ)

نوٹ ۱۔ ان صاحبوں سے بھی عرض کردیا گیا کہ اگر کسی تحقیق میں انکو خلجان ہو احقر سے مشورہ کرلیں نیز اگر انکی تحقیق کے بعد کسی طالب کو بھی خلجان ہو انکو مشورہ دینے کے لئے بھی احقر حاضر ہے۔
۲۔ ممکن ہے کہ بعض حضرات کا پتہ بدلجاوے لیکن امید ہے کہ ان ہی پتوں پر خط بھیجنے سے وہ جہاں ہونگے انکو ملجاویگا اور اگر پھر بھی نہ پہونچے تو احقر سے پتہ دریافت کرلیا جاوے اگر معلوم ہوگا اور اکثر خط و کتابت سے معلوم ہوتا ہی رہتا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ بتلا دیا جاویگا۔ والسلام

اشرف علی عفی عنہ
منتصف شعبان ۱۳۴۶ھ

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹائٹل کے اڑھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ قیمت سالانہ عہ ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کرکے عہ کا ویلو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے ان کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۵ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جاویگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں اجماعت (انتخاب التالیفات) مقیم خانقاہ تھانہ بھون۔ مدیر کی معاونت فرما کر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہیے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھ دیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

راقم رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

اطلاع

ناظرین کرام کو معلوم ہے کہ ابتداءِ مطبع سے احقر کے ساتھ جناب مولانا مولوی
شبیر علی صاحب ہر طرح سے شریک حال رہے بہت زیادہ کام مطبع کا خاص کر تصحیح و
فراہمی مضامین وغیرہ انجام فرماتے تھے جنکی خاص عنایتوں کا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا
لیکن اب یکم اپریل ۱۹۳۰ء سے مولانا موصوف نے اپنی کچھ مصلحتوں کے باعث
مطبع سے سبکدوشی حاصل کر کے اپنے آپکو دیگر دینی کاموں کی طرف لگایا ہے
مطبع میں اب مالی یا انتظامی تعلق مولانا ممدوح کا نہیں ہے آئندہ سے رسالہ الامداد
وغیرہ کیلئے فراہمی مضامین میں (جماعت انتخاب التالیفات) جو خانقاہ میں
مقیم رہتی ہے مدیر کی امداد فرمایا کریگی۔ لہٰذا بغرض آگاہی یہ اعلان شائع کیا جاتا ہے
کہ آئندہ جملہ خط و کتابت و ترسیل زر وغیرہ بنام احقر فرمائی جاوے +

المعلن
رفیق احمد مدیر رسالہ الامداد و مالک امداد المطابع تھانہ بھون